استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ
کی تالیفات کا مجموعہ

آثارِ خیر

نقش حیات
تفسیری نکات (قمی)
اصول حدیث
اثبات تقلید واجتہاد
تحقیق مسئلہ تراویح
مسئلہ توسل
مسئلہ ایصالِ ثواب
رد غیر مقلدین
خیر الافادات
(ملفوظات حکیم الامت)
فرمودات
تحقیق مسئلہ جمعہ فی القری
مقالات وارشادات
ثبوت بیعت وطریقت
فقہ حنفی کی امتیازی شان
فقہ حنفی کی خصوصیات
حضرت امام اعظمؒ
کے مختصر حالات
اللہ تعالیٰ سے تعلق
قائم کرنے کا طریقہ
دنیادار مجاہدہ
وآخرت دار مشاہدہ
نماز حنفی
الخیر دائمی جنتری

ناشر:
ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

سن طباعت : جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق نومبر ۱۹۹۴ء

باہتمام محمد اسحاق عفی عنہ
نام کتاب آثار خیر
طباعت شرجیل پریس ملتان

ملنے کے پتے

- ادارہ تالیفات-اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- طیب اکیڈمی-بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ امدادیہ-بیت الاشرف باغ حیات سکھر
- مکتبہ العارفی-جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
- ادارہ اسلامیات-انارکلی لاہور
- مکتبہ رحمانیہ-اردو بازار لاہور
- مولانا محمد اقبال نعمانی-مکی مسجد کراچی

بیدک الخیر

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

خیر الناس من ینفع الناس

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الآثار

اجمالی فہرست ـــــ "آثارِ خیر"

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

تفسیری افادات و اصول حدیث

پیش لفظ

از قلم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم مہتمم جامعہ خیر المدارس و نبیرہ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس اللہ سرہ

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد

بندہ کے دل میں عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ اپنے جد امجد بانی خیر المدارس استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ خلیفہ اجل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی جملہ تالیفات ' افادات ' مقالات اور ملفوظات کو یکجا کر دیا جائے تاکہ ان کی افادیت و نافعیت دو چند اور حصول سہل ہو جائے کیونکہ آپ کے متعدد علمی مضامین اور بعض معرکتہ الاراء موضوعات پر مشتمل رسائل نایاب یا کمیاب اور عوام الناس کی دسترس سے باہر تھے۔

برصغیر کے علمی و دینی حلقے استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ کے نام کام اور مقام سے بخوبی متعارف ہیں حضرت والا ایک جلیل القدر عالم ربانی محدث کبیر فقیہ عصر ظاہر و باطن کے جامع اور نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ آپ کی پوری زندگی تعلیمی تدریسی تالیفی اور اصلاحی خدمات سے عبارت تھی اختصار و جامعیت آپ کی تحریر تقریر اور تدریس کی امتیازی خصوصیت تھی اس لئے آپ کے علمی و تحقیقی مضامین اور انتہائی اہمیت کی حامل تالیفات کو اہل علم میں خصوصاً اور عوام میں عمومی طور پر قبولیت حاصل رہی بلاشبہ ان تمام مضامین و مقالات اور تالیفات کی یکجا اشاعت وقت کا اہم تقاضا اور اہل علم کے لئے نعمت عظمی ہے اس کے لئے احقر نے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے مدیر محترم حافظ محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں عرض کیا جو حکیم الامت حضرت تھانوی اور ان کے سلسلہ کے اکابر علماء کی تالیفات شائع کرنے کا خاص ذوق و سلیقہ رکھتے ہیں۔ موصوف نے اس علمی و تحقیقی ذخیرہ کی افادیت و نافعیت کے پیش نظر اسے اپنے ادارہ کی طرف سے شائع کرنے کی پیشکش کی موصوف کی اس مخلصانہ پیشکش کی وجہ سے احقر نے انہیں اشاعت کی اجازت دے دی چنانچہ یہ درر منثورہ آثار خیر کے نام سے ادارہ تالیفات اشرفیہ کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔

اس مجموعہ میں حضرت جدامجد رحمتہ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات تفسیری افادات مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ فقہی رسائل و مضامین ملفوظات مقالات اور مواعظ شامل ہیں۔

حضرت والا کے تفسیری افادات میں پارہ اول کی غیر مطبوعہ تفسیر اہل علم کے لئے نہایت مفید اور مدرسین کے لئے بیش بہا علمی خزینہ ہے جس میں متقدمین کی تفسیری کتب کا عطر و خلاصہ نہایت جامعیت سے آگیا ہے۔

فقہی رسائل و مضامین میں خیر التنقید فی سیر التقلید خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد اور مسئلہ تقلید میں حضرت والا نے اجتہاد کی حدود و قیود اور شرائط اور تقلید کی ضرورت و اہمیت اور وجوب پر فاضلانہ بحث فرمائی ہے جو اس موضوع پر اختصار و جامعیت اور تحقیق و تدقیق کا بہترین نمونہ ہے۔
خیر المصابیح فی عدد التراویح مسائل صلوۃ تراویح اور بیس رکعات تراویح سنت ہیں میں مسئلہ تراویح کو اس طرح منقح فرمایا ہے کہ تمام اشکالات و اعتراضات مندفع ہو جاتے ہیں خیر الوسیلہ خیر الجواب فی ایصال الثواب اور مسئلہ توسل کی صحیح حیثیت میں ایصال ثواب اور توسل کے اختلافی مسائل کو فقہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔

آپ کے مقالات جو العدل (گوجرانوالہ) ماہنامہ الخیر ملتان اور دیگر مختلف علمی جرائد و رسائل میں شائع ہوتے رہے ان میں خصوصیت کے ساتھ ثبوت بیعت طریقت خصوصیات فقہ حنفی فقہ حنفی کی امتیازی شان اور امام اعظم کے مختصر حالات اہل علم کے لئے بے حد مفید اور معیاری مقالات ہیں بحمد اللہ اس کتاب کی اشاعت سے حضرت والا قدس سرہ کے علوم و معارف کا ایک بڑا حصہ یکجا محفوظ ہو گیا ہے اور انشاء اللہ العزیز یہ آثار خیر رشد و ہدایت اور خیرات و حسنات کی ترویج و اشاعت کا موثر ذریعہ ثابت ہونگے ہمیں امید ہے کہ اہل علم اور علوم دینیہ سے شغف رکھنے والے عام مسلمان اس بیش بہا علمی ذخیرہ کی قدر دانی کرتے ہوئے اس سے پورا پورا استفادہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالی اس مجموعہ کو ہم سب کے لئے نافع بنائیں حضرت مصنف قدس سرہ کے لئے رفع درجات کا ذریعہ فرمائیں اور ناشر صاحب کی مساعی پر انہیں اجر سے نوازیں وما ذلک علی اللہ بعزیز

نوٹ:۔ تسہیل المبتدی تیسیر الابواب درسی ہیں اس لئے شامل نہیں کی گئیں

دعاگو و دعاجو

محمد حنیف جالندہری ۲۴ جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ

مقدمہ

از قلم مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر
رئیس شعبہ تخصیص الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

صداقت اسلام

برادران اسلام یہ بات برحق بے شبہ و شک ہے کہ اس دھرتی پر جتنے دین ہیں ان میں سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جتنے فرقے اسلام کا نام لیتے ہیں ان میں نجات پانے والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے۔ اسلام آخری کامل اور عالمگیر دین ہے۔

اشاعت اسلام

اس کی عالمگیر اشاعت کا سہرا صرف اور صرف احناف کے سر پر ہے۔ شوافع مالکی اور حنابلہ آج ہوائی جہاز کے دور میں بھی ساری دنیا میں اپنی مساجد اپنے مدارس اور اپنے دار الافتاء نہیں بنا سکے لیکن احناف نے خدا کا قرآن ساری دنیا کو سنایا۔ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گونج بھی احناف ہی کے ذریعہ ساری دنیا میں گونجی۔ اس لئے ہمیں اہل سنت والجماعت حنفی ہونے پر فخر ہے اور یہ فخر بالکل بجا ہے۔

غلبہ اسلام خداوند قدوس نے اپنی لاریب کتاب مقدس قرآن مجید میں وعدہ فرمایا تھا کہ دین اسلام سارے دینوں پر غالب ہو گا۔ دلیل و برہان سے اسلام کا غلبہ تو پہلے دن سے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن رہا۔ البتہ سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ مشرکین و ہنود پر خود حیات سرور کائنات علیہ الف الف التحیات والصلوت میں ہی ہو گیا۔ مجوس اور نصاری میں سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ دور خلافت راشدہ میں ہوا جب قیصر و کسری کے غرور کو پامال کیا گیا۔ اور ہنود بدھ مت اور جین مت وغیرہ ادیان باطلہ پر سیف و سنان سے اسلام کا غلبہ احناف کے ذریعہ ہوا۔ سنن نسائی ج ۲ /۶۳ اور مسند احمد ج ۲/۲۲۹، ج ۲/۳۶۹ پر سندھ و ہند کی فتح کی پیشگوئی موجود ہے اور ان فاتحین کو عیسی علیہ السلام کے ساتھی مجاہدین کے ساتھ ذکر فرما کر دونوں کی نجات کا اعلان فرمایا ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ ہند کے فاتحین حنفی ہیں۔ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں "خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

نفاذ اسلام:۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ہوا اور کامل شکل میں اس کا نفاذ خلافت راشدہ میں ہوا۔ خدا کی ہزاروں مربع میل زمین پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانونوں کو مٹا کر خدا کا قانون نافذ کیا گیا۔ اور اس جہنم زار دنیا نے سکھ کا سانس لیا۔ دور تابعین میں قانون اسلامی کی تدوین ہوئی اور ہمیں اس بات پر بھی الحمد للہ فخر ہے کہ خلافت راشدہ کی کامل وراثت جس طرح جہاد میں احناف کو نصیب ہوئی۔ اسلامی قانون کے نفاذ میں بھی یہ توفیق بارگاہ ایزدی سے احناف ہی کے حصہ میں آئی۔

صاحب در مختار شریف فرماتے ہیں **وقد جعل اللہ الحکم لا صحابہ واتباعہ من زمنہ الی ھذہ الایام** کہ اللہ تعالی نے نفاذ احکام اسلام کی توفیق امام صاحب کے زمانہ سے آج تک امام صاحب کے پیروکاروں اور مقلدوں کو عطا فرمائی۔ علامہ شامی اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی کتابیں گواہ ہیں کہ دولت عباسیہ تقریباً پانسو سال رہی اس میں اکثر قاضی حنفی ہی تھے۔ اس کے بعد سلجوقی اور خوارزمی 'اسلامی خلافت کے والی اور حرمین شریفین کے خادم رہے یہ سب کے سب حنفی تھے ان کے بعد خلافت آل عثمان کے پاس آئی جو ترکی خلافت کہلاتی ہے تو نویں صدی سے لے کر آج تک یعنی تیرھویں صدی کے نصف تک ان کی خلافت چل رہی ہے یہ سب کے سب حنفی ہیں اور اسلامی قانون فقہ حنفی کی شکل میں ہی نافذ ہے الغرض پاک و ہند میں تقریباً ایک ہزار سال اسلامی قانون نافذ رہا اور وہ فقہ حنفی کی شکل میں ہی نافذ رہا۔ آجکل حرمین شریفین میں حنبلی حکومت ہے۔ تو الحمد للہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ اسلامی خلافت احناف کے پاس رہی اور خلافت راشدہ کی وراثت کا انہوں نے پورا پورا حق ادا فرمایا۔ اور احناف کے دور حکومت میں اسلام کو ساری دنیا میں سربلندی حاصل رہی۔ فللہ الحمد

ترک تقلید اسلام کے سنہری دور کی تقریباً ساڑھے بارہ صدیاں گذر گئیں تو فرمان رسول صلی

اللہ علیہ وسلم الایات بعد الماتین کے موافق قیامت کی ابتدائی نشانیاں اور اسلام میں فتنوں کا ظہور شروع ہو گیا۔ جو دین اسلام مکہ مدینہ میں نازل ہوا اسے صحابہ لے کر کوفہ پہنچے وہیں وہ مدون ہوا اور پوری اسلامی دنیا میں نافذ ہوا۔ اور تقریباً ساڑھے بارہ سو سال اس کی بہار سے ساری دنیا معطر رہی۔ مگر جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے تو وہ دینی بے راہ روی اور ذہنی آوارگی کی سوغات بھی ساتھ لائے۔ یہ اچھی طرح یاد رہے کہ یہ ذہنی آوارگی مکہ مدینہ والے دین میں بالکل نہیں تھی۔ یہ تو انگریز بہادر کا تحفہ ہے مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند اس حقیقت کا اعتراف یوں فرماتے ہیں "اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے (اشاعۃ السنہ ج ۱۹/ ۲۵۵ شمارہ نمبر ۸) جو لوگ اس تیز ہوا میں بہہ گئے وہ غیر مقلد بن گئے۔ اس لئے نہیں کہ تیرہ سو سال بعد ان کو قرآن میں کوئی آیت یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مل گئی تھی کہ اجتہادی مسائل میں **مجتھد** کا قیاس کرنا کار شیطان ہے اور **غیر مجتھدین** کا اجتہاد مسائل میں مجتہد کے کتاب و سنت سے نکالے ہوئے مسائل کی تقلید کر لینا شرک اور حرام ہے بلکہ صرف اس لئے کہ بقول نواب صدیق حسن خاں دولت عالیہ برٹش نے۔ اشتہار آزادی جاری کئے (ترجمان وہابیہ ص ۳) مزید فرماتے ہیں "یہ آزادگی ہماری۔ عین مراد قانون انگلشیہ ہے (ایضاً ص ۲۰) معلوم ہوا کہ اس فرقے کا وجود ملکہ وکٹوریہ کا مرہون منت ہے اور جنم بھومی ہندوستان ہے اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کے حرام ہونے پر مستقل کتابیں لکھی گئیں جیسے الاقتصاد فی مسائل **الجھاد** اور ترجمان وہابیہ وغیرہ۔ اس لئے حکومت برطانیہ کو خدا کی رحمت تک کہا گیا (**الحیاۃ بعد المماۃ** ص ۹۳) اپنی جنم بھومی کے احترام میں رام چندر لچھمن داس اور کرشن جی کو نبی بھی مان لیا گیا (**ھدیۃ المھدی** ج ۱ ص ۸۸/ ۸۸) میاں نذیر حسین صاحب نے نہ صرف صحابہ کرام کے افعال مبارکہ کے حجت ہونے کا انکار کر دیا (فتاوی نذیریہ) بلکہ سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن آئمہ اور **تجھیلات** صحابہ کے مصروف ہے اور مدار قول ابو حنیفہ کا جو قرآن یا حدیث صحیح ہے ان سے بالکل چشم پوشی ہے۔ سب عبادات اور دینیات کو چھوڑ کر فقط مطاعن صحابہ اور فقہاء کو عبادت اور جہاد قرار دے کر

مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کو عبادت عظمی قرار دیا ہے۔ اور اپنی نافہمی سے احادیث کو یا اپنی جہالت سے موضوعات کو حدیث قرار دے کر مخالفت ابو حنیفہ کی طرف نسبت کی ہے۔ لہذا مولوی نذیر حسین کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے (کشف الحجاب ص ۹) اور نواب وحید الزمان صاحب نے تو حضرت ولید (بن مغیرہ) معاویہ (بن ابی سفیان) عمرو (بن العاص) مغیرہ (بن شعبہ) اور سمرہ (بن جندب) سب صحابہ کو نام لے لے کر فاسق کہا بلکہ معاذ اللہ قرآن پاک سے ان کا فاسق ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی (نزل الابرار ج ۳/۹۴)

مباحثہ شاہجہانپور انگریز نے جب سیاسی طور پر مسلمانوں سے حکومت چھین لی تو تمام ادیان کا ایک متحدہ محاذ بنایا کہ وہ اسلام کے بارہ میں شبہات پیدا کرے۔ شاہ جہانپور میں سارے اتحادی اکٹھے ہوئے اس وقت صرف ایک ہی شیر اسلام کی حفاظت کے لئے آگے بڑھا وہ تھے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اسلام کے کسی اور نام لیوا فرقے کو جرات نہ ہوئی کہ ان اتحادیوں کے منہ آتا حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ نے جو تقریر فرمائی تو تمام کفار نہ صرف فبہت الذی کفر کا مصداق تھے بلکہ صم بکم عمی کا پورا نقشہ نظر آرہا تھا۔ انگریز کو ضرورت تھی کہ اس کے قانون سے پہلے جو اسلامی قانون فقہ حنفی کے نام سے اس ملک میں نافذ رہا ہے۔ اس کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کیا جائے۔ چنانچہ وکٹوریہ کے اشارہ ابرو پر فقہ حنفی کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی اٹھا کبھی کہتے کہ فقہ حنفی قرآن کے خلاف ہے کبھی کہتے فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے تفسیر احکام القرآن عربی اور اعلاء السنن جیسی بے نظیر کتابیں مرتب کرا کر ان کے غلط پروپیگنڈے کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ ان کتابوں نے جہاں عرب و عجم میں علمائے دیوبند کی علمی دھاک بٹھا دی سب نے علماء دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا۔ تو دوسری طرف ان دونوں کتابوں کا جواب غیر مقلدین پر قرض ہے اور یہ قرض چکانا ان کے بس کی بات بھی نہیں کیونکہ جواب تو سمجھ کے بعد ہوتا ہے یہ طائفہ ان کتابوں کے سمجھنے سے ہی عاری ہے۔

عربی زبان کے علاوہ اردو میں بھی اس فتنے کے تعاقب میں علمائے دیوبند نے قلم اٹھایا ان میں جامع معقول و منقول حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی مقدس تالیفات کا یہ گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کا

تعارف خود اس گلدستہ میں آپ کی جامع سیرت میں موجود ہے۔ سیرت کے مطالعہ کے بعد سب سے پہلے آپ حضرت کے تفسیری افادات سے بہرہ ور ہوں گے تفسیری نکات اور ایسے گوہر نایاب ملیں گے کہ جس سے حضرت اقدس کی قرآن فہمی تفسیر قرآن میں علمی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ قرآن کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ بات سمجھانے کا عجیب ملکہ قدرت نے حضرت کو مرحمت فرمایا تھا۔ تفسیر قرآن کے بعد اصول حدیث کے بارہ میں خیر الاصول نامی رسالہ ہے اصول حدیث کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کو اس طرح کوزہ میں بند فرمایا ہے کہ خیر الاصول بالکل خیر الکلام ماقل و دل کا شاہکار ہے۔ اس سے آپ کو یہ بھی پتہ چلے گا کہ اہل حدیث خود حدیث کی تعریف میں ہی غلطی میں مبتلا ہیں اور حضرت نے مستند حوالہ جات سے یہ بات ثابت فرمائی ہے کہ محدثین اور خصوصا اصحاب صحاح ستہ میں سے ایک محدث بھی غیر مقلد نہیں تھے کہ جن کے بارہ میں ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جا سکے کہ وہ نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے نہ ہی کسی مجتہد کی تقلید کرتے تھے۔ اس لئے غیر مقلد تھے۔

خیر التنقید فی سیرۃ التقلید اور خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد میں مسئلہ اجتہاد و تقلید کو ایسا نکھارا ہے کہ کسی منصف مزاج کے لئے جائے انکار نہیں چھوڑی خلاصہ یہ ہے کہ بات تین ہی قسم کی ہو گی یا بے دلیل ہو یا خلاف دلیل یا بادلیل بے دلیل بات بدعت ہوتی ہے اور خلاف دلیل بات کو ماننا الحاد ہے ہاں بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل اس اعتماد پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق ہی بتاتا ہے اس کو تقلید کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کا ایک پاؤں اگر بدعت کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے تو دوسرا الحاد کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے لیکن اہل سنت و الجماعت الحاد و بدعت کی دلدل سے بچ کر اسی شاہراہ اعظم پر سفر کر رہے ہیں جو شاہراہ منزل محمدی پر پہنچاتی ہے۔ ہزاروں محدثین ہزارہا صوفیا کرام ہزاروں فقہاء عظام اور کروڑہا عوام اسی تقلید کی شاہراہ پر سفر کر کے منزل محمدی سے ہم آغوش ہوئے ہیں۔

خیر المصابیح اسلام کے سنہری دور میں تقریبا تیرہ صدیوں میں کسی اسلامی ملک میں کسی اسلامی فرقہ کی کسی ایک مسجد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا جہاں صرف ایک سال پورا مہینہ صرف آٹھ تراویح باجماعت پڑھائی گئی ہوں بلکہ دور برطانیہ سے پہلے وہ کسی فرقے کے کسی ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو بیس تراویح پڑھنے والوں کے ساتھ آٹھ پڑھ کے بھاگ جاتا ہو غیر مقلدین نے

بیس رکعت تراویح پڑھنے والوں کو بدعتی کہہ کر گویا پوری امت کو بدعتی قرار دیا حضرت نے پوری امت کی طرف سے دفاع کا فریضہ ادا فرماتے ہوئے اس مسئلہ پر دو رسالے تحریر فرمائے اور ایسا عام فہم انداز رکھا کہ مسئلہ سمجھنے کی نیت سے جو بھی پڑھے اس کے دل میں کوئی وسوسہ باقی نہیں رہتا اور مسکت جوابات سے ضدیوں کا بھی منہ بند کر دیا۔

مسئلہ توسل جس طرح محدثین اپنی سند رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اسی طرح صوفیا کرام کا شجرہ مبارکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اگر محدث اپنی سند کا تکرار کرتا ہے اگرچہ بعض اوقات اس میں فاسق اور کذاب راوی بھی آجاتے ہیں تو صوفیاء کرام کا شجرہ پڑھنا جس میں نہ کوئی کذاب نہ فاسق بلکہ سب کے سب صاحب نسبت اور کامل بزرگ ہیں اس کو غیر مقلدین نے بدعت قرار دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ اس شجرہ مبارکہ میں توسل ہے اور وہ معاذ اللہ شرک ہے۔ ادھر ان کی ضد میں بحث نے توسل کے ساتھ استغاثہ بغیر اللہ تک کے جواز پر زور دیا حضرت اقدس نے پورے اعتدال کے ساتھ مسئلہ توسل کی حقیقت کو واضح فرمایا اور افراط و تفریط کرنے والوں کو صراط مستقیم دکھا دیا دراصل یہی اعتدال علمائے اہل سنت دیوبند کی شان ہے

ایصال ثواب جوں جوں علم کم ہوتا جاتا ہے اور جہالت بڑھتی جاتی ہے تو انتہاء پسندی ضد اور تعصب جاہلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ غیر مقلدیت اور علم دونوں میں بعد المشرقین ہے اس لئے ان کے لئے یہ امتیاز نہایت مشکل ہے کہ نذر لغیر اللہ کیا ہے اور ایصال ثواب کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کم علمی کی بنا پر نذر لغیر اللہ کے احکام ایصال ثواب پر جاری کر دیئے اور اسے بدعت اور شرک تک قرار دے دیا۔ دوسری طرف کچھ انتہاء پسندوں نے نذر لغیر اللہ کو بھی ایصال ثواب کی حد میں لا ڈالا حضرت اقدس نے خیر الجواب فی ایصال الثواب تحریر فرما کر ہر دو انتہاء پسند فریقوں کو راہ اعتدال دکھا دی کہ نہ صحیح بات کا انکار کرو نہ غلط بات پر اصرار کرو

خیر البراہین غیر مقلدین نے عوام اہل سنت والجماعت کے اغوا کے لئے دو ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کئے ایک تو یہ کہ فقہ کے ہر مسئلہ پر صریح حدیث پیش کرو ورنہ وہ مسئلہ غلط مانو اور دوسرا یہ کہ مذاہب اربعہ میں حرام حلال تک کے اختلافات ہیں یہ چاروں کیسے حق ہو سکتے ہیں حضرت اقدس نے خیر البراہین تحریر فرمائی اس میں ایک تو ان کے قیاسی مسائل جمع کئے کہ تمہاری کتابوں میں بھی قیاسی مسائل موجود ہیں ذرا ہمت کرو ان پر ایک ایک صریح حدیث پیش کرو اور اگر نہ کر

سکو اور قیامت تک نہ کر سکو گے تو اپنے نام اہل حدیث سے لوگوں کو دھوکا نہ دو بلکہ اپنا نام اہل قیاس رکھو اہل الرائے رکھو اور دوسری یہ بات واضح فرمائی مذاہب اربعہ میں تو دو الگ الگ مذاہب میں ایسے اجتہادی اختلافات ہوتے ہیں مگر تمہارے تو ایک ہی نام نہاد اہل حدیث مذہب میں حرام حلال اور جائز ناجائز کے اختلافات موجود ہیں چھاج تو بولے چھلنی کیوں کودتی ہے اور پھر آئمہ کے اختلافات ہوں گے تو کسی اور ملک میں یہاں تو صرف اور صرف مذہب حنفی ہے۔ جب کہ تمہارے اختلافات اسی ملک میں موجود ہیں پہلے ان کا حل کر لو پھر غیر موجودہ اختلافات کی بات کرنا۔ عجیب بات ہے کہ دو اماموں میں اجتہادی اختلاف برا ہے مگر ایک ہی نبی کے ذمہ دو متضاد باتیں لگا دینا یہ نیکی ہے

جامعیت اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں قلب اور قالب دونوں کی اصلاح و تہذیب کے احکام ہیں۔ جس سارے علم حساب کا خلاصہ دو قاعدے ہیں جمع اور تفریق اسی طرح اللہ تعالی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا اگرچہ ان کو بہت سی صفات کاملہ سے نوازا مگر ان میں بنیادی صفات ان کا بشیر و نذیر ہونا ہی ہے باقی صفات انہیں کے پھل اور پھول ہیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی اب آپ کی وارث دو جماعتیں ہیں صفت نذیر میں آپ کے وارث فقہاء کرام ہیں جنہوں نے احکام فقہ کو مرتب فرمایا جن سے اعمال قالبہ کے صحت و سقم کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالی نے سورہ توبہ میں فقہاء کرام کا ذکر فرما کر لینذروا قومھم فرمایا تاکہ پتہ چلا کہ صفت انذار میں نبی کی وارث یہی جماعت ہے اور صفت بشیر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث صوفیاء کرام ہیں جن کی جوتیاں سیدھی کرنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے چنانچہ سورۃ یونس میں اولیاء اللہ کے ذکر کے بعد فرمایا لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا والاخرہ الایۃ غیر مقلدین نے دونوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی ایک طرف فقہ کی مخالفت دوسری طرف تصوف کی تاکہ نہ انسان کے اعمال قالبیہ صحیح ہوں نہ احوال قلبیہ حضرت اقدس قدس سرہ کو اللہ تعالی نے جامعیت عطا فرمائی تھی۔ آپ جس طرح کوچہ فقہ کے شہسوار اسی طرح کوچہ تصوف کے بھی رہبر و رہنما تھے چنانچہ اس کتاب میں بھی آپ کو یہی جامعیت نظر آئے گی فقہی مسائل میں جو شبہات پیدا کئے گئے ان کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ اصلاح قلب کے سلسلہ میں اپنے مرشد و مربی حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ کے جواہر پارے بھی جمع فرمائے اور خود حضرت اقدس کے

ملفوظات بھی اس کتاب میں درج ہیں

نماز حنفی اصلاح قلب و قالب کے لئے نماز ہی جامع ترین عبادت ہے اس لئے آخر میں نماز حنفی اور دائمی جنتری بھی جو حضرت اقدس کی باقیات صالحات میں سے ہے اسی گلدستہ میں شامل کر دی گئی۔

گلدستہ تالیفات ان میں سے بعض تالیفات وقتاً فوقتاً الگ الگ چھپتی رہیں لیکن اب حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ مہتمم خیر المدارس کی محنت اور کاوش سے گلدستہ یکجا شائع کیا جا رہا ہے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم خود بھی اسی علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں اور جن بزرگوں کو انہیں کی سرپرستی حاصل ہے وہ بھی جامع بین المعقول و المنقول جامع بین الفقہ و التصوف ہیں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے محسوس فرمایا کہ اب اصاغر دیوبند میں یہ جامعیت ختم ہوتی جا رہی ہے اگرچہ فقہ کی تو ابھی تک کسی درجہ میں ضرورت سمجھی جاتی ہے مگر نئی پود تصوف اور اصلاح قلب سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے اس لئے اس گلدستہ کو جو کہ جامع بین الفقہ والتصوف ہے یکجا شائع کرنے کا فیصلہ فرمالیا تاکہ علمائے دیوبند میں جو جامعیت ہے اس کو برقرار رکھا جا سکے اور نئی پود کو پتہ چلے کہ جب اتنے بڑے بڑے اکابر اپنی اصلاح قلب میں اللہ والوں کی جوتیاں سیدھا کرنے کے محتاج رہے ہیں تو ہم کس باغ کی مولی ہیں ہمیں بھی قالب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اصلاح قلب پر توجہ دینی چاہیے اور جس قدر بھی ہو سکے اس جامعیت کو برقرار رکھنا چاہیے حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم نے تو اس جامع گلدستہ کو آپ کے سامنے پیش فرما دیا اب آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اس کی کتنی قدر دانی فرماتے ہیں میں ان سب احباب کی طرف سے جن کے دل میں یہ خلش ہے کہ کاش نئی پود میں بھی یہ جامعیت باقی رہے جو علمائے دیوبند کا خصوصی امتیاز ہے حضرت مہتمم صاحب اور ادارے کا نہایت شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت استقامت اور صحت و سلامتی عطا فرمائیں وہ ہمیں اکابر کے نقوش قدم دکھا کر ان پر چلنے کی ہدایت فرماتے رہیں حضرت اقدس قدس سرہ کی کسی کتاب پر اس ناکارہ کا کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے کیا میں اور کیا میری رائے یہ کتابیں تو خود ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہیں آخر میں پھر حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم اور ادارہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کاوش سے یہ نایاب گوہر ہمیں نصیب ہوئے فقط

محمد امین صفدر ۲۷ جمادی الاولی ۱۴۱۵ء

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری

کی خود نوشت سوانح حیات

نقشِ حیات

دوھیال ہمارا خاندان دوھیال اَن پڑھ اور زمیندار پیشہ تھا۔ قوم ارائیں تھی۔ والد کا نام الٰہی بخش ولد خدا بخش تھا۔

ننھیال یہ خاندان پڑھا لکھا تھا، اُردو فارسی حکمت و طب کا علم رکھتا تھا۔ چنانچہ میرے حقیقی ماموں میاں شاہ محمد ولد میاں خیر محمد بڑے عزت والے سمجھے جاتے تھے، ماموں صاحب میاں شاہ محمد تمام برادری کی رسومات کو چھوڑ کر قطب الارشاد و امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور ذکر و شغل کی طرف متوجہ ہوئے اور ذکر جہر میں مشغول ہوئے اور آخر وقت تک دینیات و قرآن مجید کی تعلیم دیتے رہے۔ اسی اثناء میں ہم پانچ بھائی تھے اور ایک بہن تھی۔ تین بڑے بھائی کھیتی باڑی میں مشغول تھے۔ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے والدہ مرحومہ رحمۃ اللہ علیہا نے مجھے اور چھوٹے بھائی مولوی حافظ غلام محمد مرحوم کے ہاتھ پکڑ کے ماموں مرحوم کے سپرد کئے کہ ان دونوں کو پڑھاؤ، انہوں نے خود حساب کتاب، تاریخ، جغرافیہ قرآن شریف ہم لوگوں کو پڑھا کر اپنی نگرانی میں دوسرے مدارس میں بھیجا۔

احقر کی ولادت احقر کی پیدائش بر مکان ماموں شاہ محمد مرحوم بمقام عمر وال بلا تحصیل نکودر ضلع جالندھر ۱۳۱۲ھ یا ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ کے

اعتبار سے تاریخی نام محمد مظفر (۱۳۱۲ھ) چراغ حق (۱۳۱۲ھ) ہے۔ سنہ ۱۳۱۳ھ کے اعتبار سے تاریخی نام راغب علی (۱۳۱۳ھ) میرے ایک دوست مولانا قمرالدین صاحب اس وقت پڑھتے تھے ایک شعر کہا تھا ؎

محمد مظفر چراغ

بحق فی علومك فی الدیار

بچپن کا زمانہ عمر وال بلہ میں ایسا بے ہوشی کا کھیل کود میں گذرا کہ کوئی بات یاد نہیں۔ تخمیناً سات سال کی عمر میں والدین چک ۲۵۲ گ ب ضلع لائل پور میں گئے اور ہم دونوں کو بھی ہمراہ لے گئے۔

زمانۂ درس

اسی چک کے امام حافظ پیر محمد (نابینا) تھے۔ تقریباً پہلا پارہ میں نے ناظرہ ان سے پڑھا۔ پھر چند سال وہاں ٹھہر کر وطن واپس ہوئے۔ عمر وال بلہ کی مسجد میں ایک امام صاحب تھے۔ ان سے ناظرہ اٹھارہ پارے پڑھے۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس سال تھی۔ بعدازاں ماموں صاحب سے اُردو کی سرکاری کتابیں اور تاریخ کی پڑھیں۔ ساتھ ہی لکھنا اور حساب بھی سیکھا۔

نکودر

پھر ماموں صاحب نے شروع شوال سنہ ۱۳۲۳ھ مطابق سنہ ۱۹۰۵ء میں مدرسہ رشیدیہ نکودر ضلع جالندھر داخل کرا دیا۔ اور اس مدرسہ میں فارسی کی ابتدائی کتابیں شعبان سنہ ۱۳۲۴ھ مطابق سنہ ۱۹۰۷ء تک پڑھیں۔ اسی سال حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ اور اسی سال طاعون ہوا جس میں میرے دو بڑے بھائی فوت ہوئے۔ اور میرا نکاح بھی شریعت کے مطابق برادری کی تمام رسومات سے خالی اسی سال ہوا۔

رائے پور گوجراں

پھر مدرسہ صابریہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر حضرت مولانا فضل احمد صاحب کے پاس داخل ہوا جو ہمارے گاؤں سے ایک میل دور تھا۔ صبح وہاں جاتا شام کو گھر آجاتا تھا۔ حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) وہاں دوسرے سال مدرس ہو گئے۔ شوال سنہ ۱۳۲۴ھ سے تقریباً ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۸ھ تک ابتدائی عربی کتابیں صرف، نحو، فقہ، منطق و فلسفہ ادب کی پڑھیں۔ حضرت مولانا فضل احمد صاحب بہت نیک طینت حلیم الطبع عالم ربانی مدرسہ عبدالرب دہلی کے فارغ تھے اور شیخ طریقت مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ سے متوسل تھے۔ ۵ رجب سنہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۶۴ء ۹۵ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

حضرت مولانا فقیر اللہ

حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب مرحوم نے ابتدائی کتب اور متوسط اپنے وطن میں اور مدرسہ نعمانیہ میں پڑھ کر پھر سہارن پور مدرسہ مظاہر العلوم اور دارالعلوم دیوبند میں تین چار سال داخلہ لیا، حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی سے سندِ فراغ حاصل کی اور حضرت موصوف دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مُرید ہوئے۔ بہت باشریعت پرہیزگار عالمِ دین تھے، استاذ شفیق مہربان تھے۔ تقریباً ۵۰ سال دین کی تعلیم اور افتاء کی خدمت کر کے ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۱ فروری سنہ ۱۹۶۳ء میں خدا کو پیارے ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

فقیہ و عالم حق مفتی فقیر اللہ ۔۔۔ جو ہر خلافِ شریعت پہ کرتے تھے توبیخ
خدا کے خاص مقرب تھے حضرت مولانا ۔۔۔ کہ خاص خاص سے نکلی وفات کی تاریخ

گنج ضلع گجرات

۱۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ مئی سنہ ۱۹۱۰ء سے ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء اور ۲۰ سال بعد اوائل جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۱ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۱۳ء میں تین تین ماہ بخدمت حضرت مولانا سلطان احمد کے پاس رہ کر مختلف کتب کے کچھ کچھ حصے پڑھے، یہ استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کئے ہوئے تھے اور مولوی فاضل اورینٹل کالج لاہور کے بہت بڑے ادیب تھے، ان کے والد حضرت مولانا محمود صاحب بہت بڑے مناظر، حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد تھے۔

مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی ضلع بلند شہر

پھر مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی میں تین سال رہ کر مولانا غلام نبی سرحدی، حضرت مولانا کریم بخش پنجابی، حضرت مولانا محی الدین صاحب مہتمم مدرسہ ھذا سے علمِ ہیئت، فقہ، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، فرائض، معانی وغیرہ حاصل کئے۔ یہ تینوں اساتذہ بے نظیر اور قابلِ تعریف تھے۔

مدرسہ اشاعت العلوم بریلی

پھر مدرسہ اشاعت العلوم بانس بریلی پہنچ کر داخلہ لیا، سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء چار سال شعبان سنہ ۱۳۳۵ھ تک چار اساتذہ کے سامنے زانوئے تہ کئے۔ حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب سلطان پوری، حضرت مولانا سلطان احمد صاحب پشاوری اور حضرت مولانا سلطان احمد بریلوی، چاروں اساتذہ لاثانی تھے۔ اس عرصہ

میں طبقۂ علیہ اور فنون کی تمام کتابیں پڑھیں اور محدثِ عصر حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب سرہندی سے سندِ حدیث حاصل کی، مولانا محمد یٰسین صاحب سرہندی اور مولانا سلطان احمد صاحب بریلوی دونوں شاگرد مولانا شیخ الہند صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

سندِ فراغ و تکمیل

شعبان ۱۳۳۵ھ کے آخر میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں جلسہ انعام ہوا۔ اس میں سندِ فراغ و سندِ تکمیل حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے متبرک ہاتھوں سے عطا ہوئی۔

زمانۂ مدرسی بریلی

شوال ۱۳۳۵ھ سے شعبان ۱۳۳۶ھ تک اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں حضرت مہتمم صاحب کے حکم سے مدرس مقرر رہا، اور متوسط کتابیں پڑھائیں۔

مدرسی منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور

شوال ۱۳۳۶ھ سے لے کر ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ تک باستثناء ایک سال (شوال ۱۳۴۱ھ) منڈی صادق گنج میں صدر مدرسی پر فائز رہا اور مکمل نصاب کا کئی مرتبہ درس دیا۔

رائے پور گوجراں

اساتذہ کرام مولانا فضل احمد و مولانا فقیر اللہ صاحب کے حکم سے منڈی صادق گنج سے ایک سال کی رخصت لے کر ہر دو صاحبزادوں مولوی محمود الحسن و مولوی عبدالرشید کو پڑھانے کے لئے آیا۔

مدرسی و نظامت فیض محمدی جالندھر

اساتذہ رائے پور گوجراں کے حکم سے ناظم تعلیمات مقرر ہو کر جالندھر پہنچا۔ اس وقت وہاں صدر مدرس مولانا احمد بخش و مدرس میرے چھوٹے بھائی مولوی غلام محمد تھے۔ دونوں یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے میں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۲۶ء مدرسہ عربی فیض محمدی جالندھر پہنچا اور شعبان ۱۳۴۹ھ مطابق جنوری ۱۹۳۱ء سلسلۂ تعلیم و تدریس کا جاری رہا۔ دورہ حدیث بھی کئی مرتبہ ہوا۔ پھر مدرسہ فیض محمدی بند ہوگیا۔

مدرسہ خیر المدارس جالندھر

جب شعبان ۱۳۴۹ھ میں مدرسہ فیض محمدی کا سلسلہ ختم ہوا، تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بہ نسبت دیہات کے شہر میں رہنا زیادہ مفید ہوگا۔ اس لئے شہر ہی میں رہنے کی تجویز ہوئی اور مدرسہ کا نام خیر المدارس رکھا گیا اور تین وصیتیں فرمائیں (۱) مدرسہ کی بنیاد کسی غنی یا افسر کے بھروسہ پر نہ رکھی جائے بلکہ محض توکلاً علی اللہ خدا ہی کے بھروسہ پر رکھی جائے (۲) عملہ کا کوئی خاص مقدار خود تجویز نہ کیا جائے، بلکہ یہ اندازہ رکھا جائے کہ حق تعالیٰ جتنی توفیق دیں گے اتنا ہی رکھیں گے، اگر گنجائش زیادہ ہوئی تو عملہ بڑھا لیا جائے گا اور اگر گنجائش کم ہو گئی تو عملہ گھٹا دیا جائے گا۔

(۳) غرباء کے چندے کو... اُمراء و اغنیاء کے چندے پر ترجیح دی جائیگی اس لئے کہ اُمراء چندہ دیکر منتظر ہوتے ہیں کہ ہماری تعریف کی جائے اور شکریہ ادا کیا جائے اس میں بے برکتی ہوتی ہے اور غرباء دے کر شکر گذار ہوتے ہیں کہ ہمارا روپیہ نیک مقصد کے لئے قبول کر لیا گیا۔ اس میں عند اللہ برکت ہوتی ہے

حضرت اقدس نے مدرسہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی چنانچہ احقر نے حضرت مولانا احمد بخش اور مولانا محمد علی صاحب کے مشورہ سے مسجد عالمگیر جالندھر شہر بازار امام ناصر میں مورخہ ۱۹ شوال ۱۳۴۹ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد ۲۳ شعبان ۱۳۵۰ھ کو مولانا احمد بخش صاحب وفات پا گئے اور مولانا محمد علی نے سیاست میں مشغولیت کی وجہ سے مدرسہ ہذا کی رکنیت اور تمام خدمات سے استعفیٰ دے دیا اب مدرسہ کا تمام انتظام و اہتمام اور تعلیم کا بار تنہا احقر پر پڑ گیا۔ اس لئے مدرسہ کے مناسب حال حضرات مدرسین کا تقرر عمل میں آیا۔ مدرسہ میں دورہ حدیث شریف بھی ہوتا رہا۔

تقریباً ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء ملتان شہر میں مدرسہ خیر المدارس کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری اور دیگر حضرات مدرسین کو بلا کر توکلاً علی اللہ مدرسہ کا کام شروع کیا گیا۔

حاضری تھانہ بھون شریف

تھانہ بھون کی پہلی حاضری شوال ۱۳۴۲ھ مطابق مئی ۱۹۲۴ء کو ہوئی اور پھر یہ سلسلہ آخری حاضری ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۴۳ء تک جاری رہا۔ حضرت اقدس کا وصال ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق جولائی ۱۹۴۳ء منگل کو ہوا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور اس کے دوسرے دن تھانہ بھون آخری حاضری ہوئی۔ پہلی حاضری شوال ۱۳۴۲ھ مئی ۱۹۲۴ء کے اوائل میں ہوئی اور ایک ہفتہ قیام رہا۔ مقیمین کو اس وقت

مکاتبت کی اجازت تھی چنانچہ پہلا خط لکھ کر اپنا حال عرض کیا گیا تو حضرت والا نے مجھ میں تکبر تشخیص کر کے اس کا علاج شروع فرمایا میں نے دوسرے خط میں تشخیص و تجویز دونوں کو تسلیم کیا تو حضرت والا نے جواب میں جو الفاظ تحریر فرمائے وہ اب تک دماغ میں محفوظ ہیں۔ فرمایا کہ جی بہت خوش ہوا ھنیئاً لک العلم والعمل

تجدید بیعتِ طریقت

پہلے بیعت حضرت مرشدی حافظ محمد صالح صاحب سے ہوئی تھی اس لئے سیدنا و مرشدنا حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے ابتداءً بیعت کرنے سے انکار فرما دیا تھا۔ فرمایا کہ سلسلہ قائم ہے ضرورت نہیں" در اصل حضرت اقدس کا یہ اصول تھا کہ ابتداءً بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ مناسبت ہونے کے بعد بیعت فرماتے تھے۔ ایک سال کے بعد تجدید بیعت کی درخواست کی گئی تو قبول فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ پرچہ میں اپنے پاس رکھتا ہوں بعد نماز مغرب خود بلالوں گا۔ چنانچہ مورخہ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ یکم جولائی ۱۹۲۵ء کو بعد نماز مغرب لیلۃ العید الاضحیٰ میں مسجد خانقاہ امدادیہ میں چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ میں بیعت سے دست بدست مشرف فرمایا۔

اس روز سے حضرت والا کی طرف سے شفقت اور نظر عطوفت اور ظاہری و باطنی تربیت میں زیادتی اضعافاً مضاعفۃً نمایاں ہونے لگی اور خط و کتابت اور آمد و رفت میں بھی ترقی ہوئی بلکہ ذوق و شوق روز مرہ ترقی پذیر ہوتا چلا گیا۔

حصولِ اجازت بیعت و تلقین

یہاں تک کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں مورخہ ۷ر رجب ۱۳۴۷ھ کو بوقت قیام احقر در خانقاہ امدادیہ اس خاک پائے اہل اللہ سراپا گناہ کو بیعت و تلقین کی اجازت عطا فرمائی اور یہ الفاظ لکھ کر مجھے اطلاع دی۔

بشارت ناشیہ از ذوق

اب کی بار شروع ہی دن سے ذوقاً مجھ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ پر خدا کا فضل و کرم شروع ہو گیا ہے جو خواص پر ہوتا ہے اور جن احوال کی مجھ کو

احباب سے تمنا ہوتی ہے ان کی جھلک محسوس ہونے لگی۔ خصوص کل کے دن سے اور اس بناء پر بتوقع زیادت رسوخ شب سے قلب کا یہ تقاضا تھا کہ آپ کو تلقین و بیعت کی اجازت دے دوں۔ اس رقعہ سے میرے خیال کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس رقعہ میں جو حالات آپ نے لکھے ہیں یہ سب آثار ہیں فنا کے جو اس طریق کا ایک اعتبار سے اول قدم بھی ہے اور ایک اعتبار سے آخر قدم بھی۔ پس اس خیال کی صحت کے بعد توکلاً علی اللہ اپنے اس تقاضے کو پورا کرتا ہوں اور بنام خدا آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں برکت ہوگی۔ عذر اور تواضع نہ فرمائیں اور اپنے خاص محبین سے اس کا اظہار بھی فرما دیں۔ اور چونکہ میں ان واقعات کو اپنی یادداشت میں تحریراً محفوظ بھی رکھتا ہوں اس لیے مجھ کو اپنا پتہ ڈاک کا لکھ کر دے دیں میں اپنے پاس محفوظ رکھوں گا اور موقع پر شائع کروں گا۔

اشرف علی ۷ر رجب ۱۳۴۷ھ (انتہی) (۱۲/۲۸ ۳۰)

میں نے حسب حکم اپنا پتہ لکھ کر تو دے دیا مگر اس اطلاع پر بے انتہا ندامت بلکہ اس قدر حیرت ہوئی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضرتِ والا نے یہ بارِ گراں میری گردن پر کیسے رکھ دیا۔ میں اس کو برداشت نہیں کر سکوں گا اور مجھے اس کی سمجھ بھی نہیں اور مجھ میں اس کی اہلیت بھی نہیں۔ میں کہاں اور یہ بار گراں کہاں۔ میں اپنے خیالات اور ترددات میں تھا کہ حضرتِ والا نے خانقاہ امدادیہ کے ترجمان ماہنامہ رسالہ "الامداد" میں اس اجازت کو شائع فرما کر ۷ر رجب ۱۳۴۷ھ کے والا نامہ میں احقر کو اس کی اطلاع فرما دی۔

حضرت والا کے قریبی خطوط سے اجازت ملنے کا کچھ ہلکا سا خطرہ گزرا تھا۔

اس لیے میں نے ۱۸ رجب ۱۳۴۷ھ کو حضرت والا کی خدمت میں ایک شبہ اشراف نفس کا عرض کیا۔ اصل مقصود اس سے عذر کرنا تھا۔ حضرتِ والا نے محققانہ طرز پر جواب عنایت فرمایا۔ یہ شبہ اور اس کا جواب دونوں بعنوان حال و تحقیق ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

حال

ایک شبہ یہ بھی ہے کہ قبل از وقت اجازت کا خیال دل میں آنا شبہ اشراف نفس کہیں نہ ہو اس سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق

اشراف نفس اس وقت ہوتا اگر اجازت نہ ملتی تو کلفت ہوتی اور یہ واقع نہیں اس لیے اشراف نفس نہیں بلکہ بنعمۃ تعالیٰ دلیل ہے تناسب باطنی کی کہ جو میرے دل میں آیا اس کا اثر آپ کے دل پر پڑ گیا۔ کیونکہ اجمالاً میرے قلب میں پہلے ہی سے تھا یہ دوسری نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا چاہیے (انتہی)

تائید

حسنِ اتفاق سے اسی شب میں مولانا احمد بخش صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض محمدی جالندھر نے خواب دیکھا کہ حضرت تھانوی جالندھر تشریف لائے ہیں، انھوں

نے یہ خواب تعبیر کے لیے لکھ کر میرے پاس تھانہ بھون بھیجا۔ چونکہ اس تعبیر کا تعلق بظاہر مجھ سے نظر آتا تھا اس لیے اس کے بیان سے مجھے شرم آئی کسی سے بیان بھی نہیں کیا۔

خطبہ و طریقِ بیعت

میں نے اپنی جہالتوں اور کوتاہیوں پر نظر کر کے حضرتِ والا کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ مجھے خطبہ اور طریقِ بیعت محفوظ نہیں رہا۔ اپنی زبان مبارک سے املا کرا دیا جائے۔ چنانچہ بعد مغرب ۱۸ رجب ۱۳۴۷ھ (۳ دسمبر ۱۹۲۸ء) کو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے لالٹین کی روشنی میں خطبہ اور اخذِ بیعت کا حسبِ ذیل طریق املا کرا دیا۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ وسلم وآلہ وصحبہ تسلیماً کثیراً کثیراً۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ (پ ۶ مائدہ) یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

(پ۱۱ توبہ) ومن اوفٰی بما عاھد علیہ اللّٰہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً (پ۲۶ فتح) یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللّٰہ ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللّٰہ۔ ان اللّٰہ غفور الرحیم (پ۲۸ ممتحنہ)

توبہ کرتا ہوں کفر سے شرک سے بدعت سے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے ایمان لاتا ہوں اللہ پاک پر اور اس کے سچے رسول پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اور عہد کرتا ہوں کہ پانچوں وقت نماز پڑھوں گا اور رمضان شریف کے روزے رکھوں گا۔ اگر مال ہوگا تو زکوٰۃ دوں گا اگر زیادہ گنجائش ہوگی تو حج کروں گا اور جن چیزوں سے اللہ تعالٰے اور رسولؐ نے منع فرمایا ہے۔ جہاں تک ہوسکے گا ان سے بچوں گا۔ اگر کوئی خطا ہو جائے گی تو فوراً توبہ کرلوں گا۔ توبہ کرتا ہوں اور بیعت ہوتا ہوں۔ میں چاروں سلسلوں میں چشتیہ اور قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں۔ اے اللہ ان سب خاندانوں کی برکت ہم کو نصیب کر اور قیامت میں ان بزرگوں کے ساتھ اُٹھا۔ آمین یا رب العالمین۔ پھر رفع ایدی کے ساتھ دعا کی جائے۔ پھر ارشاد فرمایا طالب کو قصد السبیل کا مکرر مطالعہ کروایا جائے۔ حقیقت سلوک (اصلاح واستقامت علی الاعمال) اور غایت سلوک (رضاالٰہی) ذہن نشین کرائی جائے۔ مثلاً معالجہ غضب میں استفسار کیا

جائے کہ سورۃ طبع (جو غیر اختیاری ہے) یا اس کے مقتضاء پر عمل (جو اختیاری ہے) اوّل پر کوئی مواخذہ نہیں پھر فکر کیا ثانی کا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت سے کام لینا چاہیے یہ تو ضابطہ کا جواب ہے البتہ طریق تسہیل (گویا غیر لازم علی الشیخ ہے) یہ ہے کہ ایسے وقت میں قوت وعتاب الٰہی کا استحضار رکھے یا قلب کو کسی دوسرے شغل میں مشغول کرے خطرات کی پرواہ مت کرو۔ غرض اس میں تسلی دی جایا کرے۔

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ از ملتان

مدرسہ خیر المدارس یکم جمادی الاول ۱۳۹۰ھ

حضرت والاؒ اپنے پیرو مرشدؒ کی نظر میں

ایک مرتبہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اپنے چند دوستوں کے ساتھ خانقاہ میں حاضر ہوتے تو اُنھیں آتا دیکھ کر حضرت حکیم الاُمّتؒ فرمانے لگے۔
"انجن تو چھوٹا سا ہے مگر گاڑیاں بہت سی کھینچے لا رہا ہے"۔

(سیرت اشرف ص ۲۸۴)

۲۔ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ نے بحیثیت رکن مجلس شوریٰ خیر المدارس دوران قیام خانقاہ حضرت حکیم الاُمّتؒ کو خط لکھا جس میں کل مجلسِ شوریٰ خیر المدارس کی خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کے مشاہرہ میں دس روپے کا اضافہ ضرور ہونا چاہیے تو آپ نے تحریر فرمایا بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر اشرف علی نے اس معاملہ میں غور کیا۔ بے تکلف دل نے یہی شہادت دی کہ ترقی تنخواہ بمقدار مذکور مولاناؒ کی توجہ و کارگزاری اور خدمت مدرسہ کے بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمّید ہے کہ ان کی اعانت و تطبیب قلب کی برکت سے مدرسہ کے ہر شعبہ میں ترقی ہوگی۔ والسلام از تھانہ بھون رمضان ۶۱ھ

۳۔ حضرت حکیم الاُمّتؒ نے اپنی وصیّت میں رابعۃ التابعہ مضمون ہفتم (۱۵) میں تحریر فرمایا ہے۔ حدیث شروع کرنے والوں کے لیے رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلّم اصطلاحات و اصولی حدیث میں مؤلفہ مولانا خیر محمد صاحبؒ داخل نصاب کیا گیا۔ (اشرف السوانح ج ۳ ص ۲۶۵) اور حضرت والا کو تحریر

فرمایا۔ آج صبح آپ کا رسالہ خیر الاصول یہاں (مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) کے نصاب میں داخل کر کے اسے نقشہ میں لکھوا دیا گیا کہ مشکوٰۃ سے پہلے اس کو پڑھایا جایا کرے۔

اپنی تصنیفات کی نصائح میں تحریر فرمایا مولوی خیر محمد صاحب نے الاقتصاد کی تسہیل کا عزم ظاہر کیا۔ (اشرف السوانح ج ۳ ص ۶۹۷)

۴۔ ۱۹۳۸ء میں جب حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ دانت بنوانے کے لیے لاہور تشریف لے آتے تو عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ نے حضرت والاؒ کو مطلع کرنے کے لیے حضرت حکیم الامت سے اجازت طلب کی تو حضرت حکیم الاُمّتؒ نے ہنس کر فرمایا "میں منّاع للخیر کیوں بنوں۔ (خود نوشت سوانح)

ف بر گویا حضرت سیّدی قدس سرہٗ کو سراپا خیر مجسّم فرمایا۔ اسی طرح حضرت والا ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے مہمان تھے حضرت مولانا عبد الجبار صاحب ابوہری کا اصرار تھا کہ آپ ایک مرتبہ میری دعوت قبول فرمایں۔ اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا "آپ منّاع للخیر بنے ہوئے ہیں" گویا دونوں بزرگوں نے حسن اتفاق ایک ہی طرح کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

۵۔ حضرت حکیم الاُمّت تھانویؒ نے جب دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان تصنیف کے لیے اپنے چند مخصوص معتمد علماء کو ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرت والاؒ کو بھی ارشاد فرمایا جس پر حضرت والاؒ نے مذکورہ کتاب میں مقدمہ کی ضرورت کا ارشاد فرما کر صرف مقدمہ تحریر کرنے کا ارشاد فرمایا"۔ (فیوض الرحمٰن)

حضرت والا مشائخ کاملین کی نظر میں

۱۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح

حضرت مدنی کو ان کے ایک مرید نے خط لکھا کہ آپ دارالعلوم دیوبند میں ہیں اور ہم پاکستان میں، اس لیے صحبت کے فیض سے محروم ہیں تو آپ نے تحریر فرمایا "پاکستان میں حضرت حکیم الامت کے خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب موجود ہیں ان سے صحبت اور فیض حاصل کرو۔" مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رائپوری مدظلہ مفتی جامعہ رشیدیہ ساہی وال نے سالانہ جلسہ خیرالمدارس ملتان کے اجلاس چہارم مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۹۰ھ کو حضرت کی موجودگی میں مذکورہ بالا ارشاد نقل کیا اور فرمایا یہ مکتوبات حضرت شیخ الاسلام میں موجود ہے۔

۲۔ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری

آپ اپنے مرید حاجی عبدالسلام صاحب لائل پوری کو تحریر فرماتے ہیں۔

"اب حق تعالیٰ (کو منظور ہوا کہ) ملتان میں برکت نازل فرمائیں۔ حضرت مولانا (خیر محمد صاحب رح) کی ملاقات نعمت ہے اس سے نفع حاصل کرو۔ حق تعالےٰ نے موقع عنایت فرمایا ہے۔" (القول العزیز ج ۲ ص ۱۲۸)

۳۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رح

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رح جن کے نام کے ساتھ آج رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ لکھنا پڑ رہے ہیں۔ پاکستان کے علماء و اولیاء میں ایک بلند اور ممتاز مقام رکھنے والے تھے۔ ایسی جامع علم و عمل باخدا ہستیاں قرنوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں۔" (اقتباس موت العالِم موت العالَم ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان ۱۳۹۰ھ) نیز تربیت السالک ج ۲ ص ۴ پر فرماتے ہیں۔ "جامع الخیرات حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہی خیر ہے اور مضاف الیہ کی برکت سے وہ جامع الخیرات ہو گیا ان کو حق تعالےٰ نے بہت سے امور خیر سے موفق فرمایا تھا۔"

۴۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح

آپ نے خیرالمدارس ملتان میں ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا بیشک خیرالمدارس ایسی جگہ ہے کہ اس کے صحن میں داخل ہونے والا خیر ہی ہو جائے گا کیونکہ مدرسہ بھی خیرالمدارس، قائم کرنے والے بھی مولانا خیر محمد اور اس کے طلبا بھی خیر الطلباء۔ تو اس وجہ[1] سے اگر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مدرسہ خیرالمدارس کی خیر کا افشاء کیا جاتے تو یہ ٹھیک ہے اور میں خود اس کا مؤید بلکہ مدعی ہوں اور اگر اس لیے ہے کہ یہ خیر متعدی ہے نالائقوں کو لائق بنا دیتی ہے

---

[1] واضح ہو کہ حضرت حکیم الاسلام مدظلہ کے وعظ سے قبل کسی نے نظم میں حضرت قاری صاحب رح کے متعلق کچھ تعریفی کلمات کہے تھے جس پر انھوں نے کچھ شکوہ اور شکریہ کیا ہے۔

اور اس طرف مفضی ہے کہ میرے اندر بھی خیر پیدا کرے گی تو میں اس کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ میں بھی خیر کو محسوس کرتا ہوں اور ہر حاضری پر مجھے خیر ہی ملتی رہتی ہے اور جب میں مولانا خیر محمد صاحبؒ کے سامنے ہوں تو خیر ہی لے کر جاؤں گا۔ البتہ اگر اس سے یہ مطلب کہ میں خیر لے کر آیا ہوں تو میرے اندر کوئی خیر و برکت نہیں اور اگر یہ اس لحاظ سے ہے کہ میں خیر لے کر جاؤں گا تو اس پر شکریہ کروں تو مضائقہ نہیں، مگر شکوہ مقدم ہے اور شکریہ مؤخر۔

(وعظ یوسفی ص ۴۔ مکتبہ صدیقیہ ملتان)

۲۔ حضرت سیدی علیہ الرحمۃ کے حضرت حکیم الاسلام مدظلہم کے اس قدر گہرے روابط و تعلقات تھے کہ ۱۳۸۹ھ میں گردہ اور پیشاب وغیرہ کی تکلیف سے یکے بعد دیگرے تین آپریشن ہوئے اور احقر ناکارہ نے حضرت قاری صاحب مدظلہم کو دعائے صحت کے لیے لکھا تو دارالعلوم دیوبند میں خصوصی دعا کا اہتمام کرنے کے بعد احقر ناکارہ سے طویل خط و کتابت فرمائی جسے احقر نے مکمل من و عن "اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں" میں درج کر دیا ہے ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا پاکستان کی طرف دو ہی ہستیوں کی طرف (نظر) ہوتی تھی ایک حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مولانا ممدوحؒ" گرامی نامہ بنام احقر قریشی غفرلہ مورخہ ۱۰/۱۱/۸۹ھ یک شنبہ

۴۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ

ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ اور حضرتؒ ساتھ سفر کر رہے تھے۔ حضرتؒ

ریل کے ڈبہ میں قضائے حاجت کے لیے جانے لگے تو حضرت لاہوریؒ اُٹھے اور اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک حضرت نے بیت الخلاء کا دروازہ نہ بند کر لیا۔ واپسی میں حضرت لاہوری پھر کھڑے ہو گئے اور اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک حضرت اپنی نشست گاہ پر واپس تشریف نہ لے آئے اس سے حضرت لاہوری کے دل میں حضرتؒ کا احترام ظاہر ہوا۔

(بیس بڑے مسلمان)

۵۔ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحبؒ بخاری

شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مدرسہ چلانا ہو تو اس کا ڈھنگ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے سیکھو (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء)

اکثر فرماتے :

مجھے مدرسہ چلانے کا ڈھنگ نہیں تعلم حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کا کام ہے۔ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی سے نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسہ پر فرمایا تم میرے شاگرد نہیں بنے۔ مدرسہ چلانے کے کام میں تم حضرت مولانا کے شاگرد ہو" ایک مرتبہ مولانا مرحوم مدرسہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تو وہاں کے اخلاق اور مہمان نوازی سے بے حد متاثر ہوئے اور واپسی میں غائبانہ تربیت اخلاق وغیرہ کا ذکر فرماتے رہے۔

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء)

۷۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب رح

مولانا خیر محمد صاحب رح علماء سلف کی زندگی کا بہترین نمونہ تھے ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ مشکل ہی سے پُر ہو گا۔ (روزنامہ امروز ۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء)

۸۔ خطیب اُمّت حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رح

شب دوشنبہ ۲۰ر محرم ۱۳۹۰ھ کو آپ نے تقریر کے افتتاحیہ میں فرمایا کہ "خیر المدارس اپنی تعلیمی شہرت، کارکردگی، زہد و اتقاء طلباء کی قابلیت سے اسم بامسمّٰی ہے اس کے بانی اور مہتمم تمام علماء میں سب سے زیادہ افضل اور قابلِ احترام ہیں اور اس زمانہ کے علماء کی یادگار ہیں جن کی وفات کے بعد علماء اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر نوح عطا فرمائے۔ آپ خیر العلماء و افضل العلماء ہیں اور اس کا جلسہ خیر الجلسہ جس سے دہلی اور سہارن پور کے جلسہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

۲۔ اسی طرح آپ نے ۱۲ر مارچ ۱۹۶۷ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں مولانا کے ادنیٰ سے اشارے کو حکم کے برابر سمجھتا ہوں"۔

۹۔ مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رح

حضرت مولانا مرحوم کا شمار ایسی جامع الکمالات ہستیوں میں سے تھا وہ نہ صرف اپنے دَور کے جیّد اور ممتاز عالم تھے بلکہ بڑے عاقل و متین اور مدبّر و

منتظم تھے۔ علم و وقار کا مجسّمہ اور خدا ترسی و للّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے ان کی موت عقل و دانش، حلم و وقار اور مکارم اخلاق کی موت ہے ان کی وجہ سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا خانقاہ کی عظمت باقی ارشاد و تلقین کی شمعیں روشن تھیں اور اصلاح و تربیت کی محفلیں آباد و بارونق تھیں۔ پاکستان کے مرکزی اور تاریخی شہر ملتان میں ان کا مدرسہ خیر المدارس اسم بامسمّٰی تھا۔

(اقتباس بصائر و عبر ماہنامہ بیّنات کراچی، شوال المکرم ۱۳۹۰ھ)

(مآثر و ماخوذ قلمی مسوّدہ اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں)

۱۰۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نوّر اللہ مرقدہٗ (صاحب اعلاء السنن)

مولانا خیر محمد صاحب رح کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت حکیم الاُمّت کے خلفاء میں ان کا بلند مقام ہے۔ (تربیت السالک ج ۲ ص ۶)

دام

سیدالقراء حضرت اقدس قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ مہاجر مدنی

مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا خیر محمد صاحب بھی اس کے مستحق ہیں کہ قرآن و دین کے عشاق ان کو زیادہ سے زیادہ دعائیں دیں کیونکہ یہ سب کچھ موصوف کے خلوص کا نتیجہ ہے اور چونکہ ان کا ہر کام اللہ کے لئے ہے اس لئے ان کو کارکن اور مدرسین بھی ایسے میسر آگئے ہیں جو علوم میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ خلوص کی دولت سے بھی مشرف ہیں۔

اُستاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اکوڑہ خٹک

مدرسہ کسی تعارف کا محتاج نہیں جس کے بانی مبانی صاحب العقل والتدبیر حضرت علامہ مولانا خیر محمد صاحب (جو نہ صرف تفسیر حدیث فقہ کے شیخ ہیں بلکہ تصوف و سلوک کے بھی رہنما و مقتدا ہیں) جیسے مخلص پاکباز اور اہل دل بزرگ ہوں اور جیسے سیدنا المحترم حکیم الامت مجدد امت مرشد حضرت تھانوی قدس سرہ کی توجہات و دعوات کا بیش بہا سرمایہ حاصل ہو چکا ہو جس کے خدام و متعلقین میں علماء و مخلصین کا مایہ ناز طبقہ شامل ہو

عرب کے ممتاز محدث حضرت عبدالفتاح بن محمد حفظہ اللہ

موصوف حضرت رحمہ اللہ کے وصال کے بعد دوسری مرتبہ جامعہ میں تشریف لائے تو فرمایا ماشاء اللہ خیرالمدارس نے ہر لحاظ سے خوب ترقی کی ہے۔

اس کے بانی حضرت شیخ علامہ محدث مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے جو پودا کاشت کیا تھا اس کا پھل آچکا ہے اور ان کی تیز بارش نے گلستان علم کو خوب سیراب کیا اور اس مدرسہ کا فیضان صرف اسی ملک پر محدود نہیں۔

بلکہ دور دراز اسلامی ملکوں میں رہنے والے اس کی خیر سے مستفید ہو رہے ہیں۔

یہ عبد ضعیف بھی انہی مستفیدین میں سے ہے۔ میں اہل مدرسہ کیلئے حسن توفیق کی دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

حضرت والاؒ تعلیم یافتہ صاحبان کی نظر میں

۱۔ جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب ملتانی

فخر الاماثل خیر مجسم حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان حضرت تھانویؒ کے محبوب خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے چہرہ کی نورانیت، بشرہ کی شگفتگی، نظروں کی شفقت، لبوں کی مسکراہٹ، اور اخلاق کی وسعت اشرفی جمال کی زندہ تصویر ہے۔

(سیرت اشرف)

۲۔ شاعر عظیم جناب اسد ملتانی مرحوم

خیر المدارس ملتان جنت نشان پر ایک نظم میں حضرت والاؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خدا رکھے سلامت مولوی خیر محمدؒ کو
جناب تھانویؒ کی ہیں یہ زندہ یادگار ہم میں
اسد ملتان میں علم دیں کا چرچا بڑھ گیا ان سے
نزول خیر و برکت کیوں نہ ہو خیر المدارس میں

نیز خیر المدارس پر ہی ایک دوسری طویل نظم میں فرماتے ہیں ؎

مولوی خیر محمدؒ نے کیا جاری اسے
کیوں نہ ہو خیر المدارس سب سے اچھا مدرسہ

مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں حضرت حکیم الامتؒ کی آمد

۱۹۳۵ء میں حکیم الامتؒ نے دانت بنوانے کے لیے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ لاہور پہنچنے کے بعد حضرت کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ اگر ارشاد ہو تو مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دے دوں۔ حضرت قدس سرہٗ نے ہنس کر فرمایا: "میں کیوں مناع الخیر بنوں آپ چاہیں تو اطلاع دے دیں"۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا کو کارڈ کے ذریعہ مطلع کیا کہ حضرتؒ ڈاکٹر جلال الدین صاحب کی کوٹھی پر مقیم ہیں آپ کو ملنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ نہ تو کسی کو ساتھ لائیں اور نہ ہی کسی کو اطلاع دیں۔

مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب مفتی صاحب کا کارڈ ملا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں ایک ضروری کام سے مدرسہ سے جانے والا تھا۔ اس کارڈ کے دیکھتے ہی کچھ ایسی حیرت ہوئی جیسے کہ سکتہ ہو گیا ہو۔ سوچتا تھا کہ یا اللہ مدت سے تو حضرت والا نے سفر ترک فرما دیا ہے اور آج کل گرمی بھی شدت کی پڑ رہی ہے

یہ خبر ہیں کیا پڑھ رہا ہوں۔ مولوی محمد حسن کے خط کو پہچانتا تھا اس کی بھی تکذیب نہیں ہو سکتی آخرالامر جب تشریف آوری کا یقین ہو گیا تو اتنے دنوں کی محرومی پر بے حد افسوس ہوا۔ پھر دل کو تسلی دی کہ اب جو اطلاع آئی ہے یہ تیرا کون سا استحقاق تھا۔ یہ سب ان کا انعام ہے۔ یہ سوچا کہ لاہور جانے والی گاڑی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے۔ اگر مکان جانے کا ارادہ ترک کر کے فوراً لاہور چلا گیا تو اس میں قباحتیں ہیں ایک تو دل کام میں لگا رہے گا، دوسرے مدرسہ اور گھر والوں کو تردد ہو گا کہ کیوں اس قدر عجلت میں لاہور چلا گیا اس سے کہیں حضرت کے قیام کا افشاء نہ ہو جائے۔ اس لیے اس وقت مکان چلا گیا اور دوسرے دن جانے کا ارادہ کیا"۔

اگلے روز جب مولانا صاحب لاہور تشریف لائے تو اس وقت حضرت تھانوی مغرب کی نماز نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر بڑے کمرے کے اندر تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا نے ادب سے سلام کیا۔ حضرت تھانویؒ نے انتہائی شفقت سے گلے لگا لیا اور معانقہ فرمایا اور پھر مصافحے سے فارغ ہوتے ہی ہنس کر فرمایا کہ "میں نے کہا میں کیوں مناع للخیر بنوں"۔

حضرت کے ان الفاظ نے مولانا صاحب کے قلب میں عجیب کیفیت پیدا کر دی۔ مولانا نے عرض کیا کہ میں نے ابھی نماز ادا نہیں کی ہے۔ فرمایا باہر صف ہے پڑھ لیجئے نماز سے فارغ ہو کر جب مولانا صاحب اندر آئے اس وقت حضرت تھانویؒ دودھ کا برف کھا کر فارغ ہوئے تھے مولانا سے فرمایا کہ آپ کے لیے بھی رکھا ہے۔ آپ بھی کھا لیجئے۔

امرتسر جانے سے ایک روز قبل حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا کہ حضرت والا نے جس سال سفر بند فرمایا اس سال سفر بند کرنے سے قبل مدرسہ کے جلسے کے وقت جالندھر تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا کہ اگر میں پنجاب کا سفر کر سکتا تو سب سے پہلے جالندھر آتا۔ اب حسنِ اتفاق سے حضور لاہور تشریف لے آتے ہیں اس لیے مودبانہ درخواست ہے کہ جالندھر تشریف لے چلیں اور وہاں کی سرزمین کو بھی سرفرازی کا شرف عطا فرمائیں"۔ اس پر حضرت تھانوی نے فرمایا "کلاھم الليل يمحمه النار جی میرا بھی چاہتا ہے مولوی شبیر علی سے دریافت کر لیں جس میں سفر کا حرج نہ ہوتا ہو"۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ حضرت تھانوی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ پانچ بجے لاہور سے سوار ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب جالندھر میں رونق افروز ہوں گے اور شب میں قیام کر کے اگلے روز صبح سہارن پور روانہ ہو جائیں گے۔

حضرت والا جالندھر پہنچے۔ جالندھر میں مولانا خیر محمد صاحب نے محکمہ زراعت کے اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر کی کار کا بندوبست کیا تھا۔ استقبال کے لیے مجمع کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔ حضرت تھانوی جب مدرسہ خیر المدارس میں پہنچے تو مدرسہ اور مسجد تمام زائرین سے پُر تھی۔ عشاء کی اذان ہو چکی تھی۔ حضرت نے وضو فرمایا اور نماز پڑھ کر مدرسہ کی چھت پر تشریف لے گئے۔ وہاں سولہ سترہ علماء وصلحاء کے ساتھ جو مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے مدعو تھے کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد اسی صحن میں استراحت فرمائی۔ تھوڑے سے فاصلے پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اپنی چارپائی بچھائی تھی تاکہ حضرتِ والا کو آرام پہنچا سکیں۔

صبح نمازِ فجر سے فارغ ہو کر حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے فرمایا کہ پہلے اوپر چلنا چاہیے۔ چھت پر آ کر مستورات کو پس پردہ بیعت فرمانے کا ارادہ کیا۔ اس پر مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ اندر کئی مستورات ہیں اور سب بیعت کی متمنی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جنھوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لی ہے صرف وہی بیعت ہو سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ نہیں۔

اس کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے۔ جہاں زائرین کا مجمع تھا۔ مجمع کی کثرت کی وجہ سے ہر شخص اٹھ کر حضرت کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے عرض کیا گیا کہ کرسی پر اگر حضور تشریف رکھنا منظور فرمائیں تو سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے باسانی زیارت سے مشرف ہو سکیں گے۔ فرمایا یہ میری عادت نہیں اور منقول بھی نہیں، البتہ بیان کی حالت میں تو منقول ہے۔ تھوڑی دیر بعد مجمع کی کثرت کو دیکھ کر دوبارہ عرض کیا گیا کہ چارپائی کی اجازت ہو تو منگوائی جائے۔ فرمایا "ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ دیہاتی وضع ہے نیز میں اس پر اکیلا نہ ہوں گا دو چار اور بھی ہوں گے۔ مولانا خیر محمد صاحب سے فرمایا کہ آپ اور مولوی محمد حسن صاحب دوسری طرف اسی چارپائی پر بیٹھ جائیں۔ کیونکہ مجھے تنہا اونچا مجمع میں بیٹھے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ایک گھنٹے تک ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ سب اہلِ مجلس کے جملے مقاصد حسنہ کے واسطے دعا مانگی گئی اور مجلس برخواست ہوئی۔

پھر حضرت بالاخانے پر تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا صاحب کی درخواست پر مولانا کے صاحبزادے عبدالحق کو پند نامہ عطا کی بسم اللہ کرائی گئی پھر مدرسہ سے

چل کر ریلوے روڈ پر تشریف لائے۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب فرماتے تھے کہ جس مکان میں حضرت نے قیام فرمایا تھا بلا مبالغہ تقریباً ایک ماہ تک اس کے در و دیوار سے انوار محسوس ہوتے رہے۔

وفات حسرتِ آیات

مدرسہ (خیر المدارس) اکتالیس سال پورے کر چکا تھا اور ۱۵ شعبان ۱۳۹۰ھ سالانہ امتحان ختم ہو چکے تھے اور مدرسہ تعطیلات کے لیے بند ہو گیا۔ بیرونی طلباء اساتذہ کرام اپنے گھروں کو جا رہے تھے کہ ۲۰ شعبان ۱۳۹۰ھ بروز پنج شنبہ بانی و متولی، مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پر دل کا جان لیوا دورہ پڑا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنّا للّٰہِ و اِنّا الیہ۔ راجعون۔ سینکڑوں علماء اور ہزاروں تلامذہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خیر و برکت اور تعلیم و تربیت محروم ہو گئے اور ادارہ خیر المدارس اپنے بانی اور مربی کی شفقت سے محروم ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تدریس اور اشاعتِ اسلام تبلیغِ دین اور ترویج مدارس عربیہ دینیہ کے سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دیں ان کا بیّن ثبوت یہ عظیم ترین ادارہ اور اس کی عمارات، درس گاہیں۔ جامع مسجد اور سینکڑوں تعلیم و تربیت یافتہ تلامذہ علماء کرام موجود ہیں۔ حضرات دعا فرمائیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے (گلشنِ دین) کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے اور اس کے متعلقین کو اس کی آبیاری کی توفیق عطا فرمائیں تاکہ یہ گلشن سرسبز و شاداب رہے۔ حضرات! بزرگوں کا وجود مسعود عالم دنیا کے لیے سہارا ہوتا ہے۔ اُن کا اُٹھ جانا عالم کے لیے

بے سہارا ہونا اور فتن کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سال ہمارے لیے عام الحزن ہے سانحہ عظیمہ منقول از سالانہ روداد خیر المدارس۔ بابت ۹۰۔۱۳۸۹ھ مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی و مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ، دامت فیوضہم نے تاریخ وفات لکھی ؎

وفات جسکی ہے بیشک وفاتِ علم و عمل
یہ کیسی ہستی ہے مثل لکھو گئی تاریخ

سرِ الم سے پکارا جو آج ہاتف نے
وفات خیر محمد ہی ہو گئی تاریخ

۱۳۸۹
۱
۱۳۹۰ھ

(ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان ۹۰ھ)

اور مولانا عبدالکریم صاحب مہتمم نجم المدارس کلاچی نے سن عیسوی تاریخ وفات اس طرح نکالا ؎

چوں ز تاریخ وصالش شد بہاتف گفتگو
خیر از و خیر المدارس گفت او

۸۱۰-۱۴-۸۱۰ - ۳۳۶
۱۹۷۰ء

(ماہنامہ بینات کراچی محرم ۹۱ھ)

تفسیری افادات، واصول حدیث

تفسیری نکات پارہ اول

درس قرآن مجید

خیر الاصول فی حدیث الرسولؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المبادی المتعلقۃ بترجمۃ القرآن الکریم

(۱) قال ابن عباس لابد للقاری من المراعاۃ اشیاء: اخلاص النیۃ [۱] – خشوع وخضوع [۲] – طہارۃ ظاہرہ وباطنہ – سوال من اللہ بزیادۃ العلم والعمل [۴] –

(۲) جب فطرۃ انسانیہ میں مادہ طاعت ومعصیت کا رکھا گیا – اور یہ ملکیت وبہیمیت کا جامع ہوا – تو اسکو امانت الٰہیہ (استعداد قبول حق) کا حامل بنایا گیا کما قال تعالیٰ – انا عرضنا الامانۃ الخ – اور اسکی حفاظت وتکمیل کے لئے

قانون دستور شریعت (قرآن) عطا فرمایا گیا –

(۳) اسباب نزول | عقائد باطلہ [۱] – اعمال فاسدہ [۲] – غفلۃ عن اللہ [۳]

(۴) مقصد القرآن | اصلاح المعاد باصلاح امور ثلاثہ مذکورہ

مرجعہ | تعلیم العبدیۃ [۱] – تعارف الالوہیۃ [۲]

طریق اصلاح عقائد باطلہ | بدلائل عقلیہ [۱] – دلائل نقلیہ [۲]

دلائل عقلیہ: تحقیقی [۱] – الزامی [۲]

دلائل نقلیہ: از کتب سابقہ واقوال اہل کتاب [۱] – وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [۲]

دلیل عقلی تحقیقی | شئلۃ – قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم الخ (بقرہ پ۱)

دلیل عقلی الزامی | شئلۃ – قولہ تعالیٰ قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر – فسیقولون اللہ – الخ (یونس پ۱۱)

دلیل نقلی از کتب سابقہ | شئلۃ – قولہ تعالیٰ وآتینا موسی الکتاب وجعلناہ ہدی لبنی اسرائیل الا تتخذوا من دونی وکیلا – الخ (بنی اسرائیل پ۱۵)

دلیل نقلی از اہل کتاب | شئلۃ – قولہ تعالیٰ الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یؤمنون بہ – الخ

دلیل نقلی از وحی نبی | شئلۃ قولہ تعالیٰ – قل انی نہیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ لما جاءنی البینات من ربی – وامرت ان اسلم لرب العالمین – الخ (حم مومن پ۲۴)

تنبیہ | خوب شد ہوا کہ عقائد باطلہ کی اصلاح میں اس علم کا نام علم المخاصمہ ہے اسکا مخاطب چار فرق ہیں – مشرکین [۱] – یہود [۲] – نصاریٰ [۳] – منافقین [۴] ہیں

طریق اصلاح اعمال فاسدہ | تفصیل حلال وحرام یعنی بیان مامورات ومنہیات – اس کا نام علم الاحکام ہے

طریق اصلاح الغفلۃ | (۱) انذار – دنیوی [۱] – اخروی [۲]
(۲) تبشیر – دنیوی [۱] – اخروی [۲]

انذار دنیوی | (۱) بتذکیر ہلاکۃ الاقوام السابقۃ – شئلۃ قولہ تعالیٰ – وکم اہلکنا قبلہم من قرن – ہل تحس منہم من احد او تسمع لہم رکزا – الخ (مریم پ۱۶)

(۲) نزول النقم الالٰہیہ - شدّۃ - توقعاً -

انذار اخروی | شدّۃ - توقعاً - ونسوق المجرمین الی جہنم وِردا - اھ (مریم پ۱۶)

فائدہ | اول کا نام علم التذکیر بایام اللہ - ثانی کا نام علم التذکیر بالموت وما بعدہ ہے

تبشیر دنیوی | (۱) بنعم اللہ تعالیٰ علی بنی الوقائع جوۃ - شدّۃ توقعاً - اذا جاء نصر اللہ والفتح - اھ (نصر پ۳۰)

(۲) بتذکیر غلبۃ الانبیاء والعلماء والمتقین - شدّۃ توقعاً .

تبشیر اخروی | شدّۃ توقعاً - ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لہم جنّٰت الفردوس نزلا - اھ (کہف پ۱۶)

فائدہ | ان دونوں کا نام علم التذکیر بآلاء اللہ ہے

(۵) زمان ومکان | لیلۃ القدر ۲۷ رمضان المبارک - در حرم مکہ معظمہ

(۶) اول ما نزل | ابتداء سورۃ العلق -

(۷) جمع القرآن | ثلاث مرات - عہد النبی صلعم ۱ - عہد ابی بکرؓ ۲ - عہد عثمانؓ ۳

(۸) ترتیب | ترتیب الآیات توقیفی بالاجماع - ترتیب السور مختلف فیہ

توقیفی ۱ - اجتہادی ۲ - توقیفی باستثناء براءۃ والانفال ۳ -

(سورت فاتحہ)

ادب تلاوت | عن ابن عباسؓ انہ قال اول ما نزل جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال یا محمد استعذ ثم قل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اھ (روح المعانی)

تعوذ | اشارات - شیطان عدو خفی شدید ۱ - اعتماد علی النفس نہ کرنا ۲ - توکل علی اللہ کی ضرورت ۳

قراءت قرآن کی اہمیت ۱ - (حاصل) تعلیم عبدیت ۲ - تعارف الوہیت ۳

تسمیہ | عند الجمہور جزو قرآن - پھر قراء مدینہ وبصرہ وامام ابوحنیفہؒ (اور فقہاء کوفہ) کے نزدیک فاتحہ وغیرہ کسی سورت ۱

کا جزو نہیں - بلکہ فصل سوَر کے لئے ہے - عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کان لا یعرف فصل السورۃ حتی نزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اھ (ابوداؤد ج۱)

(ف) عدم جہر تسمیہ ۱ - کسی سورت سے ملا کر نہ لکھنا ۲ - عدم جزئیت سورۃ کی دلیل ہے -

(تنبیہ) البتہ عند الحنفیہ ہر رکعت کے شروع میں پڑھنا واجب - اور ابتداء سورت پر کہ سنت ہے -

والتفصیل فی الکبیری ص۲۷۲ شرح المنیۃ و روح المعانی ج۱ ص۴۰

قراء مکہ وکوفہ و اکثر فقہاء حجاز کے نزدیک فاتحہ کے سوا کسی دیگر سورت کا جزو نہیں ۲ -

امام شافعیؒ وسفیان ثوریؒ کے نزدیک سورۃ توبہ کے سوا باقی تمام سورتوں کا جزو ہے ۳

(کذا فی المظہری) (التفصیل فی احکام القرآن للجصاص ج۱)

باء | تیمن ۱ و استعانت ۲ وکذا الباء اشارة الی الالصاق والعبودیة المحضة ۔

اللہ | ہو الاسم الاعظم عند الامام الاعظم رح ۔ حدثنا محمد بن الحسن عن ابی حنیفة قال اسم الله الاکبر ہو اللہ ۔ اھ (مشکل الآثار ج ۱ ص ۶۲/۵۲)

رحمن و رحیم | مشتق از رحمت ۔ اطلاق علی اللہ حقیقۃ جیسے علیم و قدیر، سمیع و بصیر

جس طرح اوسکی صفات حیات و سمع و بصر مخلوق کے مشابہ نہیں ایسے ہی رحمت بھی مشابہ نہیں ۔ لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر اھ ۔ وہ جیسے دیگر صفات میں جوارح کا محتاج نہیں ۔ ایسے ہی صفت رحمت میں رقت قلب اور انفعال کا محتاج نہیں ۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء ۔ اسکی ذات کیطرح صفات بھی بیچون و چگون ہیں ۔ ع ۔ اے برون از وہم و قال و قیل من ؛ خاک بر فرق من و تمثیل من

والرحمة فی بنی آدم عند العرب رقة القلب وعطفہ ۔ ورحمة اللہ عطفہ واحسانہ ورزقہ اھ (لسان العرب ج ۱۲ / ص ۱۵۶)

وقد تستعمل تارة فی الرقة المجردة وتارة فی الاحسان المجرد عن الرقة نحو رحم اللہ فلانا واذا وصف بہ الباری فلیس یراد بہ الا الاحسان والجود دون الرقة اھ (مفردات راغب ص ۱۹۰)

اسم کے ساتھ استعانت ذات کے ساتھ | ع دہان تک تو تیرے کہاں دسترس مجھے ؛ تیری گلی کی خاک ہی بہت ہے بس مجھے

ذوق

چوں بسم اللہ نافرت علم برکشد ؛
جہاں نام عجیب عدم برکشد =

بسا میری نظروں میں تو ایسا رہے ؛
جدہر دیکھتا ہوں ادہر تو ہی تو ہے ۔

فرق | رحمن میں مبالغہ رحیم سے ۔ کمّاً ۱ ۔ رحمن الدنیا والآخرة ۔ رحیم الآخرة
کیفاً ۲ ۔ رحمن الدنیا والآخرة ۔ رحیم الدنیا ۔

وجہ تقدیم الرحمن علی الرحیم | اختصاص باللہ تعالی ۱ ۔ تقدم الدنیا علی الآخرة ۲

تخصیص اسماء ثلاثہ | (۱) انسان کی تین حالتیں ہیں ۔ حدوث وجود ۱ ۔ بقاء حیات دنیا ۲ ۔ ثمرات بعد الموت ۳

لفظ اللہ اشارہ بحدوث و تکوین ۔ اسلئے کہ تخلیق انسان کا سبب اظہار الوہیت و معبودیت ہے ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ اھ ۔

لفظ رحمن اشارہ بحالت بقاء دنیا ۔ اسلئے کہ دنیا دار ابتلاء ہے ۔ لہذا ابتلاء اور رحمت کی حاجت نیز فیضان میں تجدد و حدوث ۔

لفظ رحیم اشارہ لحصول ثمرہ اخروی ۔ اسلئے کہ فعیل ثبوت و استمرار پر دال ہے نیز ... رحمت اخرویہ مؤمنین سے ہے ۔

(۲) اصول اسلام تین ہیں توحید ۱ ۔ رسالت ۲ ۔ قیامت ۳

لفظ اللہ اشارہ مباحث الہیات ۔ رحمن اشارہ مباحث نبوت و رسالت ۔ رحیم اشارہ مباحث آخرت و قیامت

اشارات تسمیہ | عظمت و اہمیت قراءت قرآن ۱ ۔ فناء نفس ۲ ۔ بقاء ذات حق ۳ ۔ احتیاج عبد ۴ ۔ غناء حق ۵ ۔ تعلیم عبدیت ۶ ۔ تعارف الوہیت ۷ ۔

مسائل متعلقہ تسمیہ | (۱) وضوء ۔ (۲) قضاء حاجت ۔ (۳) جماع ؛ (۴) طعام و شراب ۔ (۵) نوم ۔ (۶) ذبح

(۷) حمید (۸) تحمید انا (۹) وخلق باب

(۱۰) کل امر ذی بال

ترکیب | جملہ اسمیہ یا فعلیہ خبریہ صورۃً انشائیہ معنیً۔

(فاتحہ)

شانِ نزول | سورہ فاتحہ عند الجمہور مکی ہے۔ ابتداء بعثت میں پہلے سورہ علق کی چند آیتیں نازل ہوئیں۔ چند روز کے بعد پوری سورہ فاتحہ مع بسم اللہ نازل ہوئی۔ جیسے مصنف ابن شیبہ و حلیہ ابی نعیم و دلائل النبوۃ بیہقی میں عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے خدیجہ رض سے فرمایا کہ میں تنہائی میں غیب سے کچھ آوازیں سنتا ہوں۔ مجھے جان کا اندیشہ ہے۔ خدیجہ نے فرمایا خدا آپ کے ساتھ ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ آپ مکارم اخلاق کے مالک ہیں۔

اتفاق سے اسی وقت ابوبکر صدیق رض آگئے۔ وہ ہمراہ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے آنحضرت صلعم سے حال دریافت کیا آپ نے جو پایا فرمایا۔

فقال اذا خلوت وحدی سمعت نداءً خلفی یا محمد یا محمد فانطلق ھارباً فی الارض فقال لا تفعل اذا اتاک فاثبت حتی تسمع ما یقول ثم ائتنی فاخبرنی فلما خلا ناداہ یا محمد قل بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین حتی بلغ و

لا الضالین۔ قال قل لا الہ الا اللہ فاتی ورقۃ فذکر ذلک فقال لہ ورقۃ ابشر ثم ابشر فانی اشہد انک الذی بشر بہ ابن مریم وانک علی مثل ناموس موسیٰ وانک نبی مرسل۔ الخ (در منثور ص ۲ ج ۱)

نام | اس سورت کے متعدد نام ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی رح نے تفسیر اتقان میں ۲۴ نام شمار کرائے ہیں۔ مشہور نام فاتحہ ہے اسلئے کہ کتاب الٰہی کا آغاز اور شروع اسی سے ہے۔ دوسرا نام ام الکتاب ہے اسلئے کہ تمام قرآن کا اجمال اور خلاصہ ہے۔

حضرت حسن بصری رح سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم کی ہدایت کے لئے مختلف انبیاء و رسل پر (۱۰۴) کتابیں نازل فرمائیں۔ اور تمام علوم و حکم کو ان میں ودیعت رکھا۔ پھر ان کا خلاصہ توریت۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن میں درج فرمایا۔ پھر ان سب علوم کو قرآن میں رکھ دیا۔ پھر علوم قرآنی کو مفصل میں۔ پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب میں۔ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ میں ودیعت رکھا۔

موضوع سورت | تعلیم المسئلہ۔ یعنی بارگاہ الوہیت میں بادب درخواست و عرضی پیش کرنے کا طریقہ سکھلانا۔ جسکا مسودہ خود شہنشاہ حقیقی نے تیار کرکے اپنے بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ کہ پہلے مسئول منہ کی خوبی و رب نوازی کا اعتراف کرو۔ پھر اپنا خصوصی تعلق ذکر کرو۔ پھر اپنا مطلب مانگو۔

خلاصۂ مضمون | اولاً (۱) حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا اعتراف۔ (تا مالک یوم الدین)
(۲) اپنی عبدیت و احتیاج کا اقرار (ایاک نعبد و ایاک نستعین)
(۳) اپنے مطلب کا اظہار۔ (اھدنا تا آخر)

ثانیاً۔ (۱) بیان صفات الٰہیہ (الرحیم) تک
(۲) احوالِ آخرت و قیامت۔ (مالک یوم الدین)
(۳) مباحث نبوت و رسالت۔ ایمان و کفر۔ سعادت و شقاوت۔ ہدایت و ضلالت۔
اھدنا الصراط سے آخر تک

حمد | مسلم و اختیار سے واقعی خوبی بیان کرنا۔

فرق مابین حمد و مدح | حمد۔ { فعل اختیاری پر۔ خوبی واقعی۔ صفت کمال یقینی ہے۔ نقص کا شائبہ نہ ہو۔ محاسن کا ذکر محبت و تعظیم سے ہو۔ زندہ کی تعریف ہو۔
مدح عام ہے۔

رب | ربوبیۃ شئی کو حد کمال تک پہنچانا۔
کمال ربوبیت۔ شئی و اسباب دونوں کا خالق ہو۔ محیط عام ہو۔ ذاتی ہو۔

نکتہ | حق تعالیٰ کی پہلی معرفت عالم ارواح میں صفت ربوبیۃ سے ہی ہوئی۔ الست بربکم
قالوا بلیٰ۔ الخ۔ ادعیہ انبیاء علیہم السلام مندرجہ قرآن کریم۔ ربنا آتنا فی الدنیا الخ وغیرہ

والرحمن الرحیم | تکرار اشارہ غلبہ و سعت صفت رحمت۔ تقدیم علی مالک یوم الدین اشارہ سبقت رحمتی علیٰ غضبی

اشارہ | ایمان مرکب از رجاء و خوف۔ والرحمن الرحیم رجاء۔ مالک یوم الدین خوف

تعریف قدر شناسی ذاتی خوبی و کمال پر۔ احسان شناسی احسان و انعام پر

عالم | وہ شئی جس سے خالق کا علم حاصل ہو۔

مالک | دو قرأتیں ہیں۔ مالک اور ملک۔ دونوں صحیح و متواتر ہیں۔ وجوہ ترجیح بیان کی گئی ہیں

ایاک نعبد | عبادت (۱) غایت درجہ کی تعظیم کے لئے غایت درجہ تذلل اختیار کرنا۔
(۲) بقول علامہ ابن قیمؒ۔ کمال محبت کے ساتھ کمال اطاعت کرنا۔

خطاب | ثناء و عائبانہ مناسب۔ عبادت حضوری میں۔ نمازی غیبوبۃ سے حضوری تک ترقی کرتا ہے۔
سوال ہدایت کے مناسب حضوری ہے۔ لذت خطاب اسمٰعیل عبادت
[illegible]

تقدیم ایاک | حصر۔ عبادت حق ذات باری۔ لفظ عابد پر حرف ذات [illegible]

صیغہ جمع | جماعت۔ تواضع۔ توقع قبولیت۔ رد جبریہ

ایاک نستعین | استعانت۔ تین قسم۔
(۱) کفر و شرک۔ کسی کو فاعل مستقل اور قادر بالذات سمجھ کر استعانت کرنا۔
کسی کو قادر مطلق و الٰہی مان کر مستقل بالوجود سمجھ کر استعانت کرنا۔ یعنی خود اس
غیر کو ارادہ، قدرت، و اختیار دیا گیا ہو اور طاقت بشریہ سے باہر ہیں ان میں
جس طرح کا تصرف کرے۔ جیسے دنیوی بادشاہ و وزراء و حکام

(۲) حرام — مثلاً ہستی مستقل سمجھا کرے اگرچہ مستقل بالذات یا مستقل بالوصف
یا اعتقاد نہ کرے — مثلاً سجدہ قبر — نذر و منت بغیر اللہ
یعنی وہ کریں جس سے ایہام استقلال ہوتا ہو — جیسے اولیاء سے استعانت کرنا —

(۳) مباح و جائز — اسباب عادیہ (اکل و شرب) شرعیہ (دعا و رقیہ وغیرہ)
جو طاقت بشری کے تحت ہوں — اور عالم اسباب سے متعلق ہوں — اور کسی کو دونوں فاعل
مستقل ہونے کا ایہام نہ ہوتا ہو — غرض خدا پر اعتماد رکھتے ہوئے درجہ اسباب میں استعانت جائز ہے۔
و التفصیل فی التفسیر العزیزی

ذکر استعانت بعد العبادة وجہ	رفع احتمال خود پسندی — رفعت شان عبادت — رد معتزلہ
وجہ تقدیم	عبادت مطلوب الٰہی — استعانت مطلوب عباد
تکرار ایاک	تقرب بہر واحد نہ مجموع من حیث المجموع —
اہدنا	تین طرح پر استعمال ہدایت — الی سے بمعنی رہنمائی — لام سے بمعنی منزل مقصود تک پہنچانا — متعدی بلا واسطہ — منزل مقصود پر پہنچانا — چلانا —
الصراط المستقیم	علامہ ابن قیم فرماتے ہیں — صراط وہ راستہ ہے جس میں پانچ امور متحقق ہوں سیدھا ہونا — موصل الی المقصود ہونا — سب سے زیادہ قریب ہونا — وسیع و کشادہ ہونا — مقصد تک پہنچنے کے لئے اور کوئی دوسرا راستہ نہ ہونا —

صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے — (ابن کثیر)

صراط الذین انعمت علیہم	اضافت الی المنعم علیہم — بوجہ راستہ پر چلنے کے — اور آیت

وانک لتہدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض
(سورہ شوریٰ)
میں اللہ تعالیٰ کی طرف — بوجہ راستہ کی راستہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔
(تنبیہ) فیہ رد علی من استدل بالقادیانیۃ الملعونۃ علی اجراء النبوۃ بہذہ الآیۃ و تقریر
ویؤیدہ ما روی عن ابن عباس فی تفسیر الذین انعمت علیہم ای الملائکۃ والانبیاء الخ (اتقان ج۲ ص۱۹۰)

غیر المغضوب علیہم	صفۃ الذین انعمت او بدل منہ — وہ فریق جو دیدہ و دانستہ راہ راست

کو ترک کر کے ہوائے نفس کی پیروی میں غلط راستہ اختیار کرے —
اس کا فرد اعظم یہود ہیں — بوجہ کفر در پیغمبروں سے —

ولا الضالین	وہ فریق جو راہ راست سے بھٹک کر غلط راستہ پر جا لگا —

اس کا فرد اعظم نصاریٰ ہیں — بوجہ کفر ایک پیغمبر

خطاب النعمت	اشارہ کہ انعام محض فضل الٰہی کا ہے بخلاف غضب و ضلال کہ کہ اس کا سبب معاصی عباد

اکرام و تشریف — ادب نسبت — کہ جب افعال احسان و رحمت کا ذکر ہو تو صراحتاً اللہ تعالیٰ کی طرف
(یعنی ہدایہ ادب)
نسبت دی جاتی ہے — اور جب افعال جزاء و عقوبت کا ذکر ہو تو پھر فاعل کا حذف اولیٰ
صیغہ مجہول لاتا مناسب ہے۔

یعنی ان المنعم علیہم ہم الذین سلموا من غضب اللہ والضلال
والفضل — ۱۲ (مدارک)
وانما ساغ وقوعہ صفۃ للذین وہو معرفۃ
وغیر لا یتعرف بالاضافۃ لانہ اذا وقع
بین متضادین وکانا معرفتین تعرف بالاضافۃ سعد

صفۃ او بدل من الذین
الذین سلموا من غضب اللہ والضلال
رجوع عن الضمیر الخ

مشاکلہ (۱) کلام ابراہیم علیہ السلام - الذی خلقنی فہو یہدین - والذی ہو یطعمنی و یسقین -

واذا مرضت فہو یشفین - الخ

(۲) کلام مؤمنین جن - وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا - الخ

(۳) کلام خضر علیہ السلام - فاردت ان اعیبہا - فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ویستخرجا

کنزہما رحمۃ من ربک - الخ

(۴) احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم - الخ } احل اللہ البیع وحرم الربوا - الخ

احل لکم ما وراء ذلکم - الخ

غیر نہ لا	بوجہ دلالت نفی و مغایرت معنی -
تقدیم غضب علی الضلال	غضب ضد انعام -
عطف ولا الضالین	تا کہ انعام پر ایک ایک کا مغائر ہونا ہو نہ کہ مجموعہ من حیث المجموعہ
آمین	مسنون بعد الفاتحہ - لما روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والبیہقی فی الدلائل عن ابی میسرۃ ان جبرئیل اقرأ النبی صلعم فاتحۃ الکتاب فلما قال ولا الضالین قال له قل آمین - الخ (روح المعانی ص۹۷ ج۱)
اسرار	(۱) اس سورت میں دس چیزیں مذکور ہیں -

۵ چیزیں خدا کا متعلق - الوہیت - ربوبیت - رحمانیت - رحیمیت - مالکیت -

۵ چیزیں بندہ کا متعلق - عبادت - استعانت - طلب ہدایت - طلب استقامت - طلب نعمت -

تعلق نمبر ۶ ہے - اے خدا ہم تیری ہی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ تو ہمارا اللہ یعنی معبود ہے - لہٰذا تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اس لئے کہ تو ہی تمام جہانوں کا مربی ہے - اور تجھ ہی سے ہدایت کی درخواست کرتے ہیں اسلئے کہ تو رحمٰن ہے یعنی تیری رحمت و مہربانی عام ہے - لہٰذا تجھ ہی سے استقامت کی التجا کرتے ہیں اسلئے کہ تو رحیم ہے - تیری خاص رحمت خاص اہل ایمان و اہل ہدایت ہی پر مبذول ہے اور تجھ ہی سے انعام کے امیدوار ہیں - اسلئے کہ تو ہی جزاء و سزا کا مالک ہے - ایسی کامل نعمت ہم کو عطا فرما جو غضب و ضلال کے شائبہ سے بالکل پاک ہو - (تفسیر کبیر ص۱۶۷ ج۱)

(۲) شوق لقاء کے اسباب ثلاثہ ہیں - جمال - نوال - کمال -

بندہ جب مقام مناجات میں کھڑا ہوا - اور خدا کی صفات ثلاثہ بیان کرتا ہوا مالک یوم الدین تک پہونچا - تو بے اختیار دیدار کا شوق دامنگیر ہوا - ارادہ سلوک کا مصمم کیا - تو توشہ عبادت کا - سواری استعانت کی - رستہ صراط مستقیم - رفقاء طریق الذین انعمت علیہم - جنکی رفاقت سے رستہ بسہولت طے ہو اور رہزنوں (اہل غضب و اہل ضلال) سے کوئی خدشہ باقی نہ رہا - (تفسیر عزیزی ص۱۸ ج۱)

(۳) قولہ علیہ السلام - بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم رمضان وحج البیت - الخ (مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں ارکان خمسہ اسلام کیطرف اشارہ ہے - اسلئے کہ کلمہ طیبہ اسم اللہ کی تجلی نور کا حاصل ہے - اور صلوۃ اسم رب کا کیونکہ اپنے ایمان کی تربیت نماز کرتا ہے - اور ایتاء زکوۃ صفۃ الرحمن کا اثر ہے کیونکہ فقراء پر رحمت ہے - اور صوم رمضان الرحیم کیطرف منسوب ہے - اسلئے کہ ترک اللہ اکبر سبب لذت [illegible] سہل لگی ہو [illegible] بعد جوع کے

فقراء کو ہی دے کر ستر رحم کر گیا۔ اور جو کو ہی قیامت سے مناسبت ہے۔ اسلئے کہ دونوں میں زندگی و...
اور مغفرت اہل و اقارب اور لوگوں سے سامانی ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۱۲۸/۱۲۰)

(سورہ بقرہ)

تعداد و حروف و کلمات | یہ مدنی ہے۔ آیات (۲۸۶)۔ کلمات (۶۰۲۱)۔
حروف (۲۵۵۰۰) رکوع (۴۰)

وجہ تسمیہ | واقعہ ذبح بقرہ بنی اسرائیل عجیب و غریب طرق سے اصول اسلام (توحید۔ رسالت۔ قیامت) پر دلیل وحجت ہے۔ اسلئے کہ جو گائے ذبح ہوئی اس کا عضو لگانے سے مردہ کا زندہ ہونا اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلیل ہے۔ اور منکرین کیلئے حشر اجساد پر بھی حجت ہے۔ چونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا رسالت ونبوت پر بھی دلیل ہے۔
ہذا التسمیۃ الکل باسم الجزء سورہ بقرہ نام رکھا گیا۔

رابطہ | (۱) فاتحہ میں طلب ہدایت۔ طلب صراط مستقیم۔ منعم علیہم کا ذکر۔ مغضوب علیہم وضالین کی مذمت مذکور ہے۔
سورہ بقرہ میں صحیفہ ہدایت یعنی قرآن پاک۔ اور صراط مستقیم ایمان وتقویٰ واعمال صالحہ۔ منعم علیہم متقین کی مدح۔ اور ان الذین کفروا سے اور آگے ذکر

ضالین و مغضوب علیہم کی مذمت کا ذکر ہے۔
(۲) فاتحہ میں اوصاف ثلاثہ یعنی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور صراط مستقیم
سورہ بقرہ میں الم۔ ذلک الکتاب سے صحیفہ ہدایت کا تذکرہ۔ کیف تکفرون سے عامی ربوبیت اور رحمت عامہ کا ذکر۔ پھر اوقت بنی اسرائیل پر یا بنی اسرائیل سے رحمت خاصہ کا ذکر۔ پھر ملت ابراہیمی اور قبلہ سے صراط مستقیم کا پتہ دیا۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم سے صراط مستقیم کی تفصیل یعنی ذکر امور غیب اور مسئلہ احکام۔ آخری رکوع میں آمن الرسول سے ایمان بالغیب اور صراط مستقیم کی توضیح۔ اور آخر میں دعائے مغفرت ورحمت۔
گویا سورہ بقرہ سورہ فاتحہ کی شرح وتفسیر ہے۔
(۳) فاتحہ میں بندہ کی جانب سے اللہ پاک کی حمد وثنا۔ اور
سورہ بقرہ میں خود تعالیٰ کی طرف سے متقین مؤمنین کی تعریف ومدح۔

شان نزول | زمانہ سابق میں تبع بادشاہ نے مدینہ (یثرب) پر حملہ کا ارادہ کیا تو احبار وعلماء یہود نے نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہونیکی اسکو خبر دی تو اس نے ارادہ حملہ ملتوی کر دیا۔ اور ایک مکان عالیشان (در ابو ایوب انصاری) تیار کیا کہ یہ نبی آخر الزمان کیلئے ہے۔

آنحضرت سے مدینہ طیبہ اور گرد و پیش یہود ہجرت کرکے آباد ہوگئے تھے - اور یہ علماء یہود
اہل مدینہ انکا معتقد تھے - توریت میں حضور صلعم اور قرآن مجید کے متعلق
پیشگوئی موجود تھی - مگر حضور صلعم کے ہجرت فرمانے پر وہ حسد کے
مالک بن صیف یہودی لوگوں میں شک ڈالتا تھا کہ یہ وہ قرآن نہیں ہے
جسکی پیشگوئی توریت میں کی گئی ہے - حق تعالیٰ نے شروع ہجرت میں
اس سورت کے اکثر حصہ کو نازل فرمایا - اور ان آیات میں یہود مدینہ کو
خوب ... فرمایا گیا

مقصد | حقانیت قرآن اور دعوت الی الکتاب

الٓمٓ | حروف مقطعات (۱۴) حروف - (۲۹) سورتوں کے اوائل میں ہیں

(یعنی بقرہ - آل عمران - اعراف - یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - مریم - طٰہٰ - شعراء - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - یٰس - صٓ - مؤمن - حم السجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان - جاثیہ - احقاف - قٓ - نٓ -)

۱- عند اکثر السلف یہ متشابہات کے قسم سے ہیں اور ... رسول ... - وما یعلم تاویلہ الا اللہ -

۲- عند بعض السلف وجمہور المتکلمین سورتوں کے اسماء اور اجمال مضامین -

۳- عند الزمخشری و قاضی بیضاوی ۱۴ حروف تہجی کے اسماء ہیں - اعجاز قرآن
کی طرف اشارہ ہے کہ جس مادہ سے کلام انام مرکب ہے اسی مادہ سے کلام اللہ مؤلف ہے

پر ... کے مقابلہ سے عجز منزل من اللہ ہونے اور اعجاز کی دلیل بیّن ہے -

... تعلیم یافتہ کا تلفظ ... معجزہ ... دلیل ہوتی ہے

تنبیہ | فصاحت و بلاغت کا عرب میں دعویٰ تھا اسلئے معجزہ قرآن اسی جنس سے عطا کیا گیا
بوجہ عموم سحر کے موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا و ید بیضا - اور بوجہ عروج طب و فلسفہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ولادت بے پدر - تکلم فی المہد - نفخ روح وغیرہ عطا کیا گیا -

ذٰلک الکتاب | من الکتب جمع کردن - اشارہ بعید - بوجہ بُعد مرتبت - یا بوجہ
کتاب ... فی الکتب السابقہ - جملہ مستقلہ -

ہدی للمتقین | ہدایت بمعنی ارادۃ یا ایصال - تقویٰ لغۃً بمعنی صیانۃ و حفاظت
وفی الاصطلاح صیانۃ النفس عما یضرہ فی الآخرۃ -
تقویٰ کے مراتب - تبری عن الشرک - صیانۃ الجوارح عن المعاصی - صیانۃ القلب عن الغفلۃ

تخصیص متقین | تفاوت للہ باعتبار مآل الیہ - یا باعتبار استفاع - یا حصر بمعنی الراحۃ الی المقصد

فوائد | قرآن مجید کے متعلق تین کمالات ذکر کئے گئے - کمال لفظی - کمال معنوی - کمال تاثیر -
... قرآنی ہدایت سے منتفع ہونے کے لئے ۶ شرائط بعد میں ذکر فرمائے گئے ہیں -
تقویٰ - ایمان بالغیب - اقامۃ صلوٰۃ - انفاق فی سبیل اللہ - ایمان بالکتاب وبالکتب السابقۃ -
یقین آخرت -

ذلک الکتاب - کمال لفظی (فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے) - لاریب فیہ - کمال معنوی کہ اس کے براہین و دلائل یقینی اور میزان عقل و فطرت سلیمہ کے مطابق ہونیکی وجہ سے ہر قسم کے شکوک و شبہات سے منزہ ہیں -

شہادت | (۱) گبن جو انگلستان کا مشہور مؤرخ و محقق ہے وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے محمد ﷺ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے - بلکہ پیغمبر نے بتوں اور انسانوں اور ستاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا ہے کہ جو چیز طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے - اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے - الخ ایک خدا جو خود بخود موجود اور اسکی صفات [illegible]

وہ مسلمانوں کے عقائد مذکورہ بالا کو دیکھکر کہہ سکتا ہے کہ یہ عقائد ہمارے اور اک موجودہ اور قوی عقلی سے برتر ہیں - الخ وہ اصل کہ جسکی بناء عقل اور وحی ہر دو پر ہے محکم شہادت سے استحکام کو پہنچی - الخ

(۲) سیل ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں باوجود متعصب ہونے اقرار کرتا ہے کہ تھوڑے سے دنوں میں جو محمد ﷺ کا دین شرقاً غرباً روئے زمین پر پھیل گیا ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ اس مذہب کے عقائد وہ ہیں کہ جنکو عقل بلا جھجک تسلیم کرتی ہے جو لوگ تلوار کے زور سے اس دین کا پھیلنا خیال کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں - الخ (تفسیر حقانی ص ۶۱)

بقیہ خلاصہ | ھدی للمتقین میں تاثیر کا بیان ہے کہ قرآن نے ۲۳ سال قلیل عرصہ میں عرب جیسی جاہل ضدی قوم کے دلوں کو مقناطیس کیطرح ہدایت کیطرف کھینچا - اور اعلیٰ مدارج تقوی تک پہنچایا - تورات و انجیل ہزار برس میں بھی وہ اثر نہ پہنچا سکیں -

[illegible]

الذین یؤمنون | ایمان - لغت میں تصدیق - اصطلاح شرع میں جمیع ما جاء به النبی ﷺ کو دل کی خوشی و اختیار سے ماننا - اور کفر اسکی ضد ہے - الکفر ہو تکذیب الرسول ﷺ فی شیء مما جاء به - والایمان تصدیقہ فی جمیع ما جاء به - الخ (امام غزالی کی کتاب فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ)

علم | جاننا - دعوٰی نبوت کے ذریعہ کفار و مشرکین کو یہ علم حاصل تھا - پر ایمان نہیں -

معرفت | پہچاننا - یہ اہل کتاب کو دعوٰی نبوت کے ذریعہ پہچان لینا حاصل تھا - یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم - مگر ایمان نہیں -

تصدیق | یعنی - جو ثابت ہو اسکو دل سے رغبت و اختیار سے ماننا - ایمان ہے - خبر دینے والے کو سچا ماننا

نخستین رکن از ارکان اسلام اقرار بکلمہ شہادت است و حقیقت ایمان تصدیق بمضمون آن و آن مشتمل بر دو امر است - یکے اقرار بوحدانیت حق سبحانہ و تعالیٰ و گرویدن بآن - و دوم اقرار بنبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و گرویدن بآن - و اقرار اول وقتے معتبر است کہ مقتبس از مشکوٰۃ نبوت باشد اگر بمجرد دلائل عقلی اعتقاد کند چون فلاسفہ و از مشکوٰۃ نبوت نگیرد مفید نجات نیست - الخ (شواہد النبوت جامی ص ۹)

صورت وحقیقت ایمان | عند الصوفیۃ الصافیۃ ہے ۔ تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان صورت ایمان
اور اطمینان نفس حقیقت ایمان ہے ۔ اطمینان نفس سے مراد یہ ہے کہ مقتضائے
شریعت مقتضائے طبیعت بن جائے ۔ یعنی نفس اس درجہ مطمئن ہو جائے کہ اللہ اور رسول کے
ہر حکم اسکو لذیذ و شیریں معلوم ہونے لگے ۔ اور اسکی معصیت و نافرمانی کا ادنی سا خیال
اور معمولی سا وسوسہ بھی آگ میں جلنے سے بدرجہا زیادہ شاق و گراں نظر آنے لگے ۔
نصوص قرآنیہ میں یہی حقیقت ایمان مراد ہے ۔ جو اللہ اور رسول کے اوامر سے محفوظ و ملذذ [illegible]

(۱) ذاق طعم الایمان الخ (۲) اذا زنی العبد خرج منه الایمان ۔ اوکما قال علیہ السلام ۔
(۳) وکذلک الایمان حین تخالط بشاشتہ القلوب ۔ الخ (۴) یایہا الذین امنوا امنوا ۔ الخ
(۵) یایتہا النفس المطمئنۃ ۔ الخ (۶) ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم
وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (الخ) اولئک ہم الراشدون ۔ الخ
(۷) اللہم انی اسئلک ایمانا لا یرتد ۔ الخ

مدار نجات | ایمان صوری ہے نہ حقیقی ۔ لقولہ علیہ السلام ۔ من قال لا الہ الا اللہ
دخل الجنۃ وان زنی وان سرق ۔ الخ

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ | یہ جو مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ
شریعت کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام متواترات اور ضروریات دینیہ پر
ایمان رکھتے ہوں ۔ اور کسی امر دینی کے مکذب و منکر نہ ہوں ۔

ضروریات دینیہ | سے وہ امور مراد ہیں ۔ جو شریعت میں ایسے معلوم و مشہور ہوں کہ خواص و

عوام سب جانتے اور سمجھتے ہوں ۔ غرض جو شخص ضروریات دینیہ میں کسی ایک امر
کا بھی انکار کرے ۔ کہ جسکا دین سے ہونا قطعی اور بدیہی ہے تو وہ قطعاً کافر اور
دائرہ ایمان سے خارج ہے ۔
ایمان و تصدیق کے ساتھ تبری عن الکفر بھی ضروری ہے ۔ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں
تصدیق این تصدیق تبری است از کفر و بیزاری از کافری و آنچہ در کافری است از
خصائص و لوازم آن ۔ الخ (مکتوبات ص ۳۶۵ دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

بالغیب | غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں ۔ جو انسان کی عقل و حواس
کے دائرہ سے پوشیدہ ہیں ۔ اور براہ راست عام انسانوں کے تجربہ
اور مشاہدہ میں نہیں آتیں ۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات ۔ ملائکہ ۔ وحی ۔
جنت و جہنم وغیرہ وغیرہ ۔ ایسے امور کو بغیر دیکھے ماننا اور اس اعتقاد پر ماننا کہ نبی معصوم
نے انکی خبر دی ہے ۔ ایمان بالغیب ہے

وجہ تقدیم ایمان | یہ فعل قلب ہے جو رئیس الاعضاء ہے ۔ تکمیل قوت نظریہ ہے کہ عملیہ پر مقدم ہے
ایمان تمام اعمال کا موقوف علیہ ہے

صیغہ فعلیہ | یؤمنون صیغہ فعلیہ ہے کہ تجدد و حدوث کیطرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ کہ مومن ہر آن
اور اعمال صالحہ سے تجدید و ترقی کا فکر رکھا جائے ۔

ویقیمون الصلوۃ | لفظ صلوۃ تمام مذمت میں مستعمل ہوا ہے ۔ فلا صدق ولا صلی الخ ۔ ویل للمصلین
مقام مدح میں لفظ اقامت صلوۃ مستعمل ہوا ہے ۔ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الخ
والمقیمین الصلوۃ الخ

اقامت صلوٰۃ - جامع اصطلاح ہے۔ خشوع وخضوع۔ تمام آداب واوقات کی رعایت بلکہ
اجتماعی طور پر نماز کا نظام باقاعدہ قائم کرنے کو بھی شامل ہے۔
نماز فرض و نفل عام ہے۔ یا صرف فرض عند الرازی رح۔

ایمان کے بعد عملی اطاعت ضروری ہے۔ اور اس کی اولین علامت نماز ہے کہ ہو انسان - وسیلے دل کو
دربار الٰہی میں حاضری ہے۔ جامع العبادات ہے۔ کثیر الوقوع ہے۔ غنی و فقیر کو عام ہے
اسی لئے انفاق پر مقدم ذکر کی گئی۔ یہاں بھی جملہ فعلیہ لاکر تجدد و کیفیت کا اشارہ فرمایا گیا۔

ومما رزقناھم ینفقون | آدمی کو تنگ دل اور زر پرست نہ ہونا چاہئے بلکہ خدا کے مقرر کردہ
حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ زکوٰۃ و صدقات نافلہ تمام مراد ہیں
بلکہ بعض علماء صوفیہ کے نزدیک رزق باطنی و معنوی یعنی علم نافع و اصلاح باطنی کی تلقین
بھی مراد ہے۔

نفقات سبعہ | نفقات سات قسم ہیں۔ زکوٰۃ مفروضہ - صدقۂ فطر - خیرات و صدقات
(جیسے خیرات بر فقراء - ضیافت اضیاف - قرض حسنہ) وقف (جیسے بناء مساجد و مدارس
پل - چاہ - سرائے وغیرہ -) مصارف حج - مصارف جہاد - نفقات واجبہ -

رزقنا | میں نسبت الی اللہ ترغیب و تسہیل انفاق کے لئے اور تعلیم توکل۔

حکمت صلوٰۃ و انفاق | چونکہ حب جاہ اور مال عن الحق دو مرض باطنی۔ کبر و حرص ہیں۔
کبر کا علاج صلوٰۃ۔ حرص کا علاج انفاق فی سبیل اللہ تجویز فرمایا گیا۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک الخ | یہ قرآن و حدیث دونوں کو شامل ہے۔

قرآنی ہدایت سے منتفع ہونے والے وہ لوگ ہیں۔ جو فطرتی ہدایت کا اپنے اندر تحفظ چاہتے ہیں۔
یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہدایت ہر ایک کے پاس الگ الگ نہیں آتی بلکہ انبیاء علیہم السلام
و کتب سماویہ کے ذریعہ پہنچتی ہے۔ جو نسلی یا قومی تعصب بھی نہ رکھتے ہوں بلکہ خالص طالب حق ہیں۔

ہدایت قرآنی سے غیر منتفع وہ لوگ ہیں۔ جو فطرتی ہدایت کو غیر ضروری سمجھنے والے ہوں۔
وحی و رسالت کو ضروری نہ سمجھیں بلکہ خود عقل کو کافی جانیں۔
اپنے رسول و اپنی کتاب۔ یا اپنے مذہب و قوم کے تعصب کی وجہ سے کسی کو نہ مانیں

وبالآخرۃ ھم یوقنون | یہ لفظ جامع عقائد ذیل پر مشتمل ہے

(۱) دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں۔ بلکہ ایک وقت پر ختم ہو جائیگا۔
(۲) دنیا کے بعد دوسرا عالم آئیگا۔ اوس میں پوری نوع انسانی بیک وقت دوبارہ پیدا ہوگی۔
اور اپنی تمام عمر کے اعمال کا حساب دیکر پورا پورا بدلہ پائیگی۔
(۳) نیک جنت میں اور بد جہنم میں جائینگے۔
(۴) انسان دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں بلکہ تمام اعمال کا خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔
(۵) کامیابی و ناکامی کا معیار دنیوی اچھے برے حالات معیار نہیں۔ بلکہ معیار
آخری فیصلہ ہے۔ ہذا انکار و طعن غیر معقول۔
(۶) عقیدہ آخرت تمام عقائد - اخلاق - اعمال کی اصلاحات کی جڑ ہے۔

اولئک علی ھدی | ثمرۂ دنیوی - واولئک ھم المفلحون - ثمرۂ اخروی - تنوع سے زیادہ کمال ہے
ہذا ترکیب جملہ کے عدم نجات کے متعلق معتزلہ کا استدلال باطل ہے۔

ان الذین کفروا الخ | سواء علیہم - وہ لوگ جو علم الٰہی میں کافر ہیں - یعنی جنکا خاتمہ کفر پر
لعلک ان تنا ... رنج تردد و غم کے موقعوں پر اکثر مستعمل ہوا کرتا ہے - مگر کبھی خلاف
توقع متکلم خلاف توقع مقام پر بھی مستعمل ہوجایا کرتا ہے - چنانچہ کلام مریم ؑ - رب انی
وضعتہا انثٰی الخ میں - اور کلام نوح ؑ - رب ان قومی کذبون الخ میں
اور یہاں خلاف توقع متکلم کے وقوع پر استعمال ہوا ہے -
تبلیغ سے منع کرنا مقصود نہیں - بلکہ حضور صلعم کو غم و ملول ہونے سے روکنا ہے -

تعریف کفر | الکفر عدم تصدیق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ما علم بالضرورۃ مجیئہ بہ - اکبر ۱۴۲ ۱۹۰
یہ تعریف جامع ہے - تکذیب اور ترک تصدیق دونوں کو شامل ہے - اس لئے کہ
تکذیب کی طرح ترک تصدیق بھی کفر ہے - قولہ تعالیٰ ومن لم یؤمن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا
للکافرین سعیرا - الخ - وقولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا لن نؤمن بہذا القرآن - الخ - وقولہ تعالیٰ
بل لم تکونوا مؤمنین - الخ

اقسام کفر | (۱) کفر تکذیب - قولہ تعالیٰ وقال الکافرون ہذا ساحر کذاب الخ
وقولہ تعالیٰ ان کل الا کذب الرسل فحق عقاب - الخ
(۲) کفر استکبار - قولہ تعالیٰ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین الخ

(۳) کفر اعراض (روگردانی) - والذین کفروا عما انذروا معرضون - الخ
(۴) کفر ارتیاب - قولہ تعالیٰ انہم کانوا فی شک مریب الخ
(۵) کفر نفاق - کما فی الرکوع الآتی -

ختم اللہ الخ | ختم و غشاوہ حقیقۃً جو ملائکہ کو مشاہدہ میں آتے ہیں -
یا بطور استعارہ - یعنی یہ کفار قرآنی ہدایت سے منتفع نہیں ہو سکتے - واسطے اکتساب علم کے
تین راستے ہیں: عقل - سمع - بصر - اور انکا تینوں کو ذکر فرمایا ہیں -

ختم و غشاوہ | قلوب و سمع چونکہ ادراک چاروں جہت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ختم مناسب ہوا
اور بصر کا تعلق چونکہ جہت مقابل سے ہوا کرتا ہے - لہٰذا غشاوہ مناسب ہوا -

جمع و افراد | چونکہ معقولات و مبصرات کثیر الانواع ہیں - اور مسموعات نوع واحد ہیں
اس لئے قلوب و ابصار کو جمع لانا اور سمع کو مفرد لانا مناسب ہوا -

تکرار علی | اشارہ ہے استقلال -

نکارت غشاوہ | اشارہ ہے ای ان الغشاوۃ نوع ...

سبب ختم و غشاوہ | ختم - طبع - غشاوہ - اقفال - رین ہدایت قرآنی رد کرنے کا سبب نہیں
بلکہ ان کفار کا اعراض و استکبار - ... انکار ہدایت قرآنی سے غیر منتفع ہونے کا سبب ہے
قولہ تعالیٰ - بل طبع اللہ علیہا بکفرہم الخ - قولہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم الخ

ومن الناس الخ | ذکر و شقیہ منافقین - تخصیص بعد التعمیم - ہجرت سے قبل مدینہ و نواح
میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو یہود میں ریاست حاصل تھا - آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد

ان کو حسد و عداوت پیدا ہو گئی۔ اور اسی کی سازش سے اسلام کے خلاف گروہ بندی شروع ہو گئی۔ پھر دنیوی مصالح کے پیش نظر زبانی اسلام قبول کر لیا۔ اور دل میں بدستور کفر دین حق کی مذمت سورت برأت و سورت منافقین وغیرہ میں بیان ہے ان کے سلسلہ میں پیدا ہوا۔

اقسام نفاق | اعتقادی۔ دل میں تکذیب و انکار، زبان سے اقرار۔ اخلاقی۔ دل میں تردد و شک زبان سے اقرار۔ عملی۔ دل و زبان سے اقرار، عمل غیر مطابق۔ حالی یعنی حضوری و غیبوبت میں حال یکساں نہ رہنا۔ کما فی حدیث خصلۃ [illegible]۔ اور کلمات کفر و اشاعت فسق۔ واذا راجع [illegible] الذین اتقوا

ملحد و زندیق | جو شخص الفاظ قرآن مانے اور معنی حسب خواہش تبدیل کرے وہ باصطلاح قرآن ملحد ہے اور باصطلاح حدیث زندیق ہے۔ (یا اتہم بالشان سلسلہ [illegible] میں بیعدا ہیں)

آمنا باللہ وبالیوم الآخر | ذکر دو امور۔ اشارہ ایمان مکمل۔ اشارہ [illegible] دو وجوہ درجہ فعلیہ

وما ہم بمؤمنین | بجائے ما آمنوا۔ [illegible] تکمیل نفی عموم اقسام ایمان (ادوار)۔

یخادعون | آمنہ کی توقع پر مفاعلہ۔ تخادعت باب مفاعلہ برائے مبالغہ۔ طرفین منافقین کا ظاہر، و [illegible] احکام جاری کرانا۔ دنیوی نفاق سے نوازنا۔ قسمت نفورت للعدو [illegible] یا بحذف مضاف ای یخادعون رسول اللہ۔ وما یشعرون۔ شعور محسوسات کا، علم معقولات کا (خواہشات دنیویہ کلو اغادم۔ موت کے بعد اثر گیا تو [illegible] روحانیہ کا احساس ہوتا۔

حذف مفعول اشارہ الی العموم۔

واذا قیل لہم لا تفسدوا | دتیں [illegible] فطری استعداد قبول حق وہدایت کی تضییع کرنا۔

مرض قلوب

یعنی عدم تمیز بین الاصلاح والفساد۔ بلکہ حالت کا انعکاس۔

فی قلوبہم مرض | روحانیات اوراخلاق قلبیہ۔ کفر۔ نفاق۔ حسد۔ عداوت۔ جیسے حب جاہ و مال وغیرہ۔

فزادہم اللہ مرضا | شاہ عبد القادر صاحب [illegible]۔ ایک آزار دل میں تھا کہ جس دین کو دل نہ چاہتا تھا ناچار قبول کرنا پڑا۔ اور دوسرا آزار اللہ نے زیادہ دیا کہ حکم کیا جہاد کا جن [illegible] خویش تھے۔ ان سے لڑنا پڑا۔ الخ۔ (موضح القرآن)

ولہم عذاب الیم | الیم بمعنی عظیم کی شدت۔ اسلئے منافقین ہیں۔ بوجہ زبانی ایمان کا مزہ چکھنے کے کفر شدید۔ جھوٹ۔ دھوکہ و فریب۔ اہل اسلام کے راز فاش کرنا۔ کفار کو مسلمانوں کے خلاف برآمادہ کرنا۔ کفار کے اعتراضات نقل کرکے ضعیف الایمان لوگوں کو بہکانا۔ دو رخی باتیں کرنا۔ دنیاوی مفاد کو آخرت پر ترجیح دینا۔ حق پوشی کرنا۔ تبدیلی حق گوارا کرنا

واذا قیل لہم آمنوا | دلیل لا یشعرون۔ سفیہ وہ شخص جو نفع و ضرر آخرت کو نہ جانے۔

صحابہ کرام فرزانہ تھے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد ۔ اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد =

صحابہ کرام رضی کے ایمان کا معیار۔ اور منافقین کا قول دلیل کمال صحابہ کرام رضی۔

واذا اتتک مذمتی من ناقص ۔ فہی الشہادۃ لی بانی کامل =

کیس و احمق | شداد بن اوس کی مرفوع روایت۔ (ترمذی ابن ماجہ)

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت۔ والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ

واذا لقوا الذین آمنوا | پہلے زبانی ہو توف کہنے کا ذکر تھا اب اعتقادی قلبی کا ذکر ہے۔

انا معکم | تاکید کی وجہ۔ اظہار رغبت۔ اظہار دوام و استمرار۔

یخطف ابصارہم | مشتملہ گرا دینا او ساوی جرم - دنیوی - مال و دولت دیگر ناگاہ پکڑ لینا -

اخروی - حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ارواح کے لیے جنت کا دروازہ
کھولا جائیگا - جب وہ قریب پہنچینگے تو دروازہ بند کر کے انکو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا - دیکھو المطففین
ہنسینگے - "فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون" الخ -
اخروی - پلصراط پر اہل ایمان کے ساتھ نور ہوگا - یہ بھی ساتھ ہونگے - تو درمیان میں دیوار
حائل ہو جائیگی - "فضرب بینہم بسور لہ باب" الخ -

اذا اظلم علیہم | حیرانی کی حالت - ترک استمرار در شبہات -

بہرے ہونا - بہرے گونگے -

مثلہم | (ربط) منافقین کا تحیر اضطراب بعد ہدایت ذکر ہو رہا ہے اسی ایک کی اہل ایمان
اسکی توضیح کے لیے دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں - ناری (1) آبی (2) مثالیں دی ہیں -
چونکہ ایمان ذریعہ ہے نور قلبی اور حیات روحانی کا - ادھر نار مادہ نور ہے -
اور ماء مادہ حیات ہے - وجعلنا من الماء کل شیء حی الخ -

خلاصہ مثال اول ناری | (1) شاہ عبد القادر دہلوی رح - یہ مثال ان منافقین کی ہے
جو دل سے ایمان کے منکر تھے - اور دنیوی مصالح کی بنا پر اسلام میں داخل ہو گئے
حاصل یہ کہ جب اللہ کے بندے محمد رسول اللہ صلعم نے دین اسلام کی شمع کو روشن کیا -
جسکی وجہ سے حق و باطل - ہدایت و ضلالت - صحیح و غلط راہ نمایاں ہو گیا -
تو خوش نصیب لوگوں نے راہ ہدایت پایا - اور منافق جو نفس پرستی میں اندھے

ہو رہے تھے - اللہ تعالی نے ان کا نور فطرت اور نور بصیرت کو سلب فرما لیا - یعنی آفتاب نبوت
نے عالم کو منور کیا - مگر منافقین کی چشم میں چونکہ نور و بینائی نہ تھی - اسلئے آفتاب کی
روشنی سے فائدہ نہ ہوا - پھر حیرت میں بہرے - گونگے - اندھے ہی تھے - جو سننے - پوچھنے - دیکھنے
کی بھی قدرت نہیں رکھتے تھے تو کیسے ہدایت پا سکتے ہیں - (موضح القرآن)

(2) حضرت عبد اللہ بن مسعود رض و دیگر صحابہ کرام سے منقول ہے کہ نبی کریم صلعم جب مدینہ منورہ تشریف
لائے - تو کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے - بعد چند ایام کے منافق ہو گئے - انکی مثال ایسی
ہے کہ کسی شخص نے آگ جلائی - ظلمت و تاریکی دور ہو کر آس پاس والی چیزیں نظر آنے لگیں -
یکایک وہ آگ بجھ گئی - اندھیرا چھا گیا - اب وہ حیران ہے کہ کس طرح بچے اور کہاں جائے - (ابن جریر)

(3) امام رازی رح - اول ایمان لا کر نور حاصل کیا - پھر نفاق کر کے اسکو ضائع کر دیا -
اور ہمیشہ کے لیے حیرت میں پڑ گئے -

(4) حضرت عبد اللہ بن عباس رض - ضحاک - ابو العالیہ - قتادہ رح (ابن جریر) - یہ لوگ ابتداء ہی سے ایمان نہیں لائے
بلکہ نفاق پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کیا - جسکی روشنی سے دنیوی
منافع حاصل کر رہے - مگر مرتے ہی انکا یہ نور جاتا رہیگا - اور عذاب سرمدی تک
ظلمات میں جا پھنسے - (ابن کثیر)

ذهب الله بنورهم | امام غزالیؒ مشکوۃ الانوار میں فرماتے ہیں:

نور وہ روشنی ہے جو بذاتہ و بنفسہ ظاہر ہو اور دوسروں کے لئے مظہر ہو۔

ضیاء و نور میں فرق

(۱) علامہ سہیلیؒ روض الانف ج۱ ص۱۲۶ میں لکھتے ہیں:

ضیاء وہ روشنی جو نور سے منتشر ہو۔ نور ضیاء کے لئے اصل و مبدا ہے

قرآن: جعل الشمس ضیاء والقمر نورا۔ الخ۔ ترجمہ: الصلوٰۃ نور والصبر ضیاء الخ

چونکہ نماز عمود اسلام اور فحشاء و منکر سے بچاتی ہے۔ اسلئے صبر کے لئے اصل ہوئی۔

اور چونکہ نور اصل اور ضیاء تابع۔ اسلئے نور کا اطلاق حق تعالیٰ پر جائز ضیاء کا

اللہ نور السموات والارض الخ

(۲) بعض حکماء کہتے ہیں۔ نور وہ روشنی ہے۔ جس میں ٹھنڈک ہو۔ ضیاء وہ روشنی ہے

جس میں حرارت ہو۔ چونکہ شریعت محمدیہ سہلہ بیضاء ہے۔ اسلئے نور فرمایا ہے

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ اور شریعت موسویہ احکام شاقہ پر

مشتمل تھی اسلئے اسکو ضیاء کہا ہے۔ ولقد آتینا موسیٰ وھارون الفرقان

وضیاء۔ الخ

بضیاءھم کی بجائے بنورھم کہنے میں اشارہ ہے کہ روشنی بالکلیہ زائل ہو گئی۔

بنورھم کی بجائے بنارھم نہ کہنے میں اشارہ ہے کہ انکا نور تو سلب ہو گیا مگر حرارت

واحراق باقی رہا۔ اسلئے کہ نار میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱ نور۔ ۲ حرارت واحراق۔

او کصیب من السماء | یہ مثال ان منافقین کی ہے جو شک میں متردد و مذبذب تھے۔

خلاصہ مثال ثانی | بارش سے مراد دین اسلام ہے۔ جو انسانیت کے لئے رحمت بنکر آیا۔

ظلمات سے مراد اسکے شبہات و کفر کی اغراض ہیں۔ رعد سے عذاب الٰہی کے

ڈرانے والی آیات مراد ہیں۔ برق سے فتوحات اسلام و غلبہ دین مراد ہیں۔

ولو شاء اللہ الخ | یعنی پہلے فریق کیطرح ابھی ان سے امید ایمان منقطع نہیں ہوئی۔

یا ایھا الناس اعبدوا | مقصد قرآن۔ طریقہ تحصیل تقویٰ۔ دو اصول پر منقسم ۱ توحید ۲ رسالت

عبادت | دلی محبت کے ساتھ تعظیم کی غرض سے غایت درجہ کا تذلل اختیار کرنا۔

عبادت میں تین چیزیں ہونا ضروری ہیں۔ ۱ محبت۔ ۲ تعظیم۔ ۳ تذلل۔

اولاد سے محبت۔ والدین و استاذ کی تعظیم۔ خادم کے سامنے اظہار تذلل یہ عبادت نہیں۔

الذی خلقکم | معرفت معبود۔ ۵ چیزیں ہیں۔ ۱ خلق۔ ۲ فرش ارض۔ ۳ بناء آسمان۔ ۴ رزق مادی۔ ۵ نظام

انسان اپنے قدرت وبقاء میں ان اشیاء کا محتاج ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند : تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار : شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

رب کو پہچاننا۔ تین چیزیں۔ انسان کے لئے ۱ وجود۔ ۲ مکان۔ ۳ حفاظت۔

قولہ والسماء بناء اسمیں سوال ہے کہ بناء سقف [illegible] حرکت [illegible] مراد خیمہ

(جواب) منافع آسمان | مسکن ارواح و ملائکہ [illegible]

[illegible] ہیں۔ [illegible] ستارے [illegible] حفاظت [illegible]

زینت کواکب ۔ راہ خاص ۔ رنگ خیگون نیند نور ۔

نیند ایمان بعض حکمت اور اطمینان کیلئے ۔ ہر جگہ بینی نموں کا ذخیرہ

غم کا کم ہونا ۔ تعقیل وساوس ۔ ازالہ وہم و خوف ۔ یادِ خدا ۔ تطہیر ۔ عظمت الٰہیہ کا پھیلاؤ

ازالہ افکار ردیہ ۔ علاج سودا وی امراض ۔ تسلی خستہ تین ۔ فرحتِ حجبین ۔ قیامت دزمین

ورن کنتم فی ریب | ثبوت نبوت و رسالت باعلی معجزہ قرآن ۔ وطریقہ قبولیت عبادت جو پیغام

رسالت (قرآن) کے موافق ہو ۔ نزلنا ۔ تنزیل تدریجی ۔ نشاء دینی

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ ام

علیٰ | رسیقعدہ ۔ اشارہ کہ تجلیات الٰہیہ اور انوار قرآنی چاروں طرف محیط ہیں ۔

عبدنا | اضافت ۔ تعلیم ۔ غایۃ الاضافت کیوجہ سے شدید ہے

بسورۃ | کم سے کم سورت میں تین دعوے ہیں ۔ کل قرآن ۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن

علیٰ ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا ۔ اھ (بنی اسرائیل)

دس سورت ۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان

کنتم صادقین ۔ اھ (ہود)

ایک سورت ۔ ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من

دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ اھ (یونس)

من مثلہ | شمولیت فی البعدیۃ للتحقیق ۔ کافی تو ہے تا ۔ فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدیٰ منہما اتبعہ ان کنتم صادقین

اعدت | جہنم موجود ۔ وعید الاجماع ۔ مشرک کا فر داخل ہے نا پاک ۔ ہمیشہ رہیگا

ایمان بالغیب (آیت ۱۶۶) عصمت الانبیاء پر (تفسیر ابن کثیر) ۱۶۰

اور مومن داخل ہے پاک ۔ عارضی ناپاک ۔ ہذا جہنم سے نکلکر جنت میں داخل ہوجائیگا ۔

وبشر اھ | عادۃ اللہ کہ انذار کے بعد بشارت کو ذکر فرما کر مومنین کو بشارت اور

خطاب سے تسلی ۔ اور ایمان میں خوف و رجاء قائم رکھتے ہیں ۔

عمل صالح | میں چار چیز کی ضرورت ۔ علم ۔ نیت ۔ صبر ۔ اخلاص ۔ (معالم التنزیل)

تجری من تحتہا الخ | لذائذ کا مدار تین امور پر موقوف ہے ۔

عمدہ مکان ۔ لذیذ کھانا ۔ حسین عورتیں ۔ کا اشارہ کیا ۔

تنبیہ | انسان کے لئے تین چیز معلوم کرنا ضروری ۔ کہاں سے آیا ۔ کہاں رہتا ہے ۔ کہاں جاتا ہے

اول ۔ الذی خلقکم ۔ ثانی ۔ الذی جعل لکم الارض فراشا ۔ ثالث ۔ فان لم تفعلوا ۔ فاتقوا النار (الخ)

ان اللہ لا یستحیی اھ | ازالہ شبہ منکرین قرآن ۔ جواب حکیمانہ

یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا | حاکمانہ جواب ۔ ہدایت کی نسبت حق تعالیٰ اور انبیاء و دائمہ کیطرف ۔

(مراتب ہدایت)

(۱) وانا ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ۔

(۲) واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمیٰ علی الہدیٰ

(۳) وانک لتہدی الیٰ صراط مستقیم ۔

(۴) وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا ۔

البیان ۔ ہدایت توفیق ۔

فرق دونوں میں | اگر بمعنی البیان یعنی حق بیان کرنا ۔ تعلیم حق ۔ دعوت الی الحق تو عام ۔ اور یہ مختص

بھی عام مومن و کافر ہے

اگر بمعنی توفیق ہے یعنی فرمانبرداری کو منشاء طبیعت کے موافق بنا دینا ۔ اور یہ خاص مومنین

کر دیا - اور معصیت کو تلخ بنا دیا - اور اسباب طاعت مہیا کر دیا   یہ ہدایت ارشاد تھا

کہ درس تیرہ مخصوص ہے - کسی غیر اہل کو مفید نہیں ہوتی -

قوله تعالیٰ انک لا تہدی من احببت ولکن الله یہدی من یشاء - الخ

والی ہدایت کہ متعلق بہ خاص کر مؤمنین کا حصہ ہیں - یہدی بہ الله من اتبع رضوانه سبل السلام الخ

یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا | واضلال دو قسم - منسوب بسوئے باری تعالیٰ - منسوب بسوئے شیاطین واخوان الشیاطین

واسی طرح اضلال دو معنی -

(۱) دعوت معصیت دینا - اطاعت کو قبیح کر کے دکھانا - حق و باطل کو ملتبس کرنا -

یہ اضلال شیاطین کی طرف منسوب ہے - انه عدو مضل مبین - الخ

واضل فرعون قومه وما هدى - الخ - واضلهم السامری - الخ

(۲) حق تعالیٰ کسی کو اپنی توفیق اور لطف و رحمت سے محروم کر دے - یعنی انکو جو خدا اور رسول کی

تکذیب کرتے ہیں - اور اسراف و ظلم - تعدی عن الحدود سے موصوف ہیں -

قوله تعالیٰ ویضل الله الظالمین - الخ تو جو وہ آیہ کریمہ یضل به میں ہدایت و ضلالت

کے معنی بنے مراد ہیں -

الا الفاسقین | الفسق خروج عن الطاعة - اصطلاحی معنی خدا کی فرمانبرداری سے نکلنا

تین قسم (۱) تغابی - گناہ کو برا سمجھے اور کبھی گناہ کا مرتکب ہو جائے -

(۲) انہماک - گناہ کی عادت ہو جائے - اور پروا نہ کرے

(۳) جحود - گناہ کو اچھا سمجھے - اور دین کی تہمت نہ پوچھے -

پہلی دو قسمیں مومن عاصی میں پائی جاتی ہیں - کیونکہ وہ حدود طاعت سے خارج

تیسری قسم کافر کے ساتھ مخصوص ہے - کیونکہ وہ حدود ایمان سے خارج ہے

یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق الخ - بئس الاسم الفسوق الخ - ان المنافقین هم الفاسقون الخ

کیف تکفرون | استعجاب بر کفر و تذکیر انعامات عامہ - جنکا عام بنی آدم سے تعلق

پہلی آیات میں عبادت کا حکم تھا - اور حق تعالیٰ انعامات خمسہ متعلقہ حدوث و بقاء -

(خلق - فرش زمین - بناء آسمان - انزال ماء - رزق ثمرات - کا ذکر تھا -

جنکا مقتضا بھی ایمان و اطاعت تھا - نہ کہ کفر و کفران -

لہذا اب ان کے کفر پر انکار فرماتے ہیں اپنی قدرت و انعامات کو بطور دلیل پیش فرماتے ہیں

تقسیم نعم (۱) نعم دو قسم - عامہ جنکا تعلق بنی آدم سے تعلق - خاصہ جنکا خاص بنی اسرائیل سے تعلق

(۲) پھر نعم عامہ دو قسم - جسمانی - روحانی

(۳) پھر جسمانی نعمتیں دو قسم - نعمت حیات جس پر ان کا ابتدائی وجود اور موقوف ہے

نعمت سامان حیات جس پر زندگی کا بقاء موقوف ہے -

وکنتم امواتا فاحیاکم الخ | سے نعمت حیات کو ذکر کیا جس میں تین باتیں ذکر فرمائیں

(۱) الله تعالیٰ منعم حقیقی ہے تم اپنے ابتدائی وجود میں اس کے محتاج ہو (۲) احیاء دوبارہ پر

پوری قدرت والا ہے - (۳) اسی کے دربار میں تم نے پلٹ کر جانا ہے اور حساب دینا

ہے اس سے ڈرو - یعنی ایسے منعم کی مخالفت سے شرماؤ - ورنہ کیا منہ دکھاؤ گے -

هو الذی خلق لکم الخ | سے نعمت سامان حیات جسمانی کو ذکر فرمایا

یعنی تمہاری زندگی کے بقاء کے لئے ۱ بنائے زمین و آسمان

اور ماکولات و مشروبات - قسم قسم ملبوسات - وغیرہ وغیرہ - عطا فرمائے

رب نے مستحق ۳ باتیں ذکر فرمائیں - ۱ مالک الانعام ہونا - ۲ کامل القدرۃ ہونا - ۳ کامل العلم ہونا -

تاکہ تم ان کے انعامات پر شکر کرو - اور اسکی قدرت تامہ و علم محیط سے ڈر کر تقویٰ کرو -

(۲) روحانی نعمتیں بھی دو قسم - ۱ نعمت حیات روحانی - ۲ نعمت سامان حیات روحانی -

وحملها الانسان الخ | یعنی نعمت حیات روحانی (استعداد ہدایت و رشد) بیان فرمائی

قصۂ خلافت آدم علیہ السلام | سے نعمت سامان حیات روحانی کو ذکر فرمایا -

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا - اور منصب خلافت عطا کیا - اور ہدایت

کے علوم دئے - اور انبیاء و مرسلین کا سلسلہ جاری کیا - علوم و معارف انبیاء علیہم السلام

کے روحانی حیات کا سامان ہیں - کما قال اللہ تعالیٰ

قولہ تعالیٰ - یاایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الخ

کیف تکفرون | بجائے ماضی - فعل مضارع لانے میں دوام کفر کی نفی مقصود ہے -

تخلیق آسمان و زمین میں ترتیب | بظاہر اس آیۃ اور سورۃ حم السجدہ سے تقدم زمین - اور سورۃ نازعات سے تقدم سموات مفہوم ہو کر تعارض معلوم ہوتا ہے

(اسلئے علماء نے مختلف توجیہات فرمائی ہیں)

(۱) مولانا شبیر احمد عثمانی رح - صحیح ترتیب نصوص میں مصرح نہیں - اور

لفظ ثم - بعد ذلک - ترتیب رتبی وغیرہ کا بھی محتمل ہے -

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رح - بایں ترتیب

۱ مادۂ زمین - ۲ مادۂ دخانیہ سماء - ۳ ہیئت مخصوصہ زمین یعنی دحو - ۴ تسویۃ سبع سموات -

(۳) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رح - ۱ پہلے زمین بمع مافیہا - ۲ پھر آسمان سبعہ

ثم بعد ذلک دحاھا - سے مراد زمین کا فرش بنا کر اگانا ہے - نیز تورات

رفع سمکہا اور دحاھا - الخ نیز تعمیر کا طریقہ بھی یہی ہے کہ پہلے تحتانی حصہ بناتے ہیں

بعد میں فوقانی - نیز سلف و خلف کا بھی قول ہے - حضرت قتادہ رح کا اختلاف

ابن جریر نے نقل کیا ہے -

ذکر نعمت عامہ روحانیہ اولیٰ یعنی خلافت

واذ قال ربک | پہلے انعامات و تشریفات کا ذکر ہے جن سے انتفاع اٹھایا جاتا ہے۔ اب ان سے منتفع ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔ انسان سے پہلے دو مخلوق جن و ملائکہ تھے۔ مگر دونوں منتفع ہونے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔

ملائکہ وسائل ارتقاء زن و فرزند۔ نہ طعام و شراب کی حاجت۔ نہ شہوت و غضب۔ جنوں کا انتفاع ناقص۔ نہ مکان و عمارت۔ نہ قلعہ و برج۔ نہ تلوار و تیر کی ضرورت۔ نیز گوشت خالی کا اتباع

انسان میں وجہ کمال منتفع ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ جسمانی اعتبار سے عناصر اربعہ اور تمام سفلیات سے۔ روحانی اعتبار سے اخلاق الٰہیہ اور صفات ربانیہ اور تمام علویات سے۔

لہٰذا خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔

ملائکہ سے تذکرہ کی وجہ | چونکہ ملائکہ کا تمام سفلیات و علویات پر پہرہ ہے اور ان کی نگرانی ہے گویا وہ خدا کی انتظامی فوج ہے۔ حکومت جب منصب وزارت سپرد کیا کرتی ہے تو تمام فوجوں سے عہد اطاعت اور سلامی کرایا کرتی ہے۔ واسطے حضرت آدم کو منصب خلافت سپرد کرتے وقت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے اظہار کے لئے عہد اطاعت اور سلامی کا سجدہ کرایا گیا۔

ملائکہ کو انسان کے متعلق علم کیسے ہوا | چونکہ پہلے جن یہ کام کر چکے تھے ان پر قیاس کیا۔ خلیفہ آدمی سے مادہ سفلیہ کا خود پیش آئی۔ بوقت مزاحمت قوت غضبیہ کا مقابلہ قوت شہوت سے ہوا کرے گا۔ اس کا اثر فساد و قتل و قتال ہوگا۔ ملائکہ کو اطلاع من عند اللہ ... روی عن ابن عباس و ابن مسعود۔ (ابن کثیر)

نکتہ و سوال | حکمت کا مطلب نہ اعتراض۔ نہ تبریہ۔ لا یسبقونہ بالقول۔ بل عباد مکرمون۔ لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون۔

خلیفہ | خلیفہ وہ ہے جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات استعمال کرے۔ اس کا نائب ہونے کی حیثیت سے۔ خلیفہ نہ خود مالک ہوتا ہے۔ نہ اس کے اختیارات ذاتی ہوتے ہیں۔ نہ اپنی منشاء کے مطابق کام کرنے کا حقدار ہوتا ہے۔ بلکہ نائب۔ استعمال اختیارات۔ مالک کی منشاء کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

الغرض خلافت کے لئے ایسی جامع شخصیت کی ضرورت تھی۔ جس میں اوصاف ذیل ہوں۔

جسمانیت و روحانیت۔ قوت عقلیہ کے ساتھ قوت شہویہ و غضبیہ بھی رکھتا ہو۔

قوت شہویہ کا اثر فساد فی الارض۔ قوت غضبیہ کا اثر سفک دماء۔

ملائکہ نے ان دونوں عیبوں کے پیدا ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نحن نسبح بحمدک مقابل یفسد فیہا کے۔ و نقدس لک مقابل و یسفک الدماء کے۔

ذکر تسبیح و تقدیس | تسبیح کا تعلق اعمال و طاعات لسانیہ و بدنیہ سے۔ تقدیس کا قلبیہ سے۔

منافع قوت شہویہ | ملائکہ کو مفاسد پر نظر ہوئی۔ منافع ذیل پر نظر نہ ہوئی۔

جب اس قوت کا رخ حق کی طرف مڑ جاتا ہے تو نتیجہ عشق خداوندی و محبت الٰہیہ اثر ہوتا۔

منافع غضبیہ | جان بازی۔ سرفروشی۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ تو فضیلت ملائکہ پر ہوئی۔

تسبیح ملائکہ پر تسبیح انسان کی افضلیت [illegible] | ملائکہ کی تسبیح صرف ان اسماء سے جن کا ان کو علم دیا گیا۔ الا ما علمتنا۔

اور انسان کی ان اسماء و صفات سے بھی جن کا تعلق نعمت و عذاب۔ موت و ہلاکت۔ رحمت و رزق۔ طعام و شراب جیسے رزاق۔ مسلم۔ محیی۔ ممیت۔ وغیرہ۔

ملائکہ کی تسبیح اضطراری۔ بخلاف انسان کے۔

ملائکہ کی تسبیح بلا مزاحمت کے۔ بخلاف انسان کے کہ قوۃ شہویہ و غضبیہ کی مزاحمت ہے۔

قال انی اعلم الخ | جواب اجمالی — حاکمانہ جواب۔

وعلم آدم الاسماء | تفصیلی جواب۔ کہ خلافت کا مستحق وہ ہے جو علوی و سفلی کائنات کے اسماء و صفات سے واقف ہو۔ اور ان سب کا علم رکھتا ہو۔ یا حکیمانہ جواب۔

نعمت روحانیہ ثانیہ یعنی اعطاء علم۔

ثم عرضہم | مرجع ضمیر اسماء باعتبار مسمیات ہے۔ عرضہا ضمیر مونث سے نہ تھا۔ اسلئے کہ یہ عرض باعتبار وجود خارجی کے نہ تھا۔ بلکہ باعتبار وجود روحی و مثالی کے تھا۔ جو مبرا تذکیر و تانیث سے ہے۔ اور غلبہ ذوی العقول کو دیا ہے۔

الا ما علمتنا | اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ کا علم ہر شعبہ متعلقہ کے اعتبار سے ہے۔ انسان کے علوم میں جامعیت کی شان ہے۔

قال یا آدم الخ | آدم علیہ السلام کو اسم علم سے مخاطب کیا گیا۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کو بھی یہی سنۃ اللہ ہے۔ یا نوح اہبط بسلام منا الخ۔ یا نوح انہ لیس من اہلک الخ

یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا الخ۔ یا موسیٰ انی انا اللہ الخ۔ یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک الخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اوصاف رسالۃ و انبیاء کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا۔

یا ایہا الرسول الخ۔ یا ایہا النبی الخ۔ آپ میں فوقیت و عظمت شان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے

واذ قلنا للملائکۃ الخ | نعمت ثالثہ روحانیہ یعنی مسجود ملائکہ ہونا۔ پہلے آدم علیہ السلام کی فضیلت علمیہ کا ذکر تھا۔ اب فضیلت عملیہ کا ذکر فرماتے ہیں

سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اور اسکی جزا میں پیشانی پر تمام قرآن کریم لکھا گیا۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس)

وکان من الکافرین الخ | ابلیس کا علم اتر گیا۔ وجہ انکار ابلیس — انکار از امتثال حکم خداوندی کو خلاف مصلحت سمجھا۔ تمرد و سرکشی۔ عدم اعتقاد صحت امر۔ ترک اتباع و تقلید۔

ابلیس کا امر بالسجدہ ہونا | خطاب ملائکہ میں بالتبع داخل — ممکن ہے مستقل خطاب ہو کما قال ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی الخ

سجدہ | دو قسم۔ عبادت جو کفر ہے — تعظیم و تحیہ جو اس شریعت میں منسوخ و حرام ہے۔

ابلیس جنوں کو جزائر کی طرف بھگانے کے بعد ملائکہ کی سفارش سے رہا۔ اور ملائکہ میں شامل ہو کر عابد تھا۔ اور عالم علوی و سفلی کا سیر کرتا رہا۔ پھر حکومت ارضی کی طمع میں آدم علیہ السلام سے حسد کرنے لگا۔ سجدہ بمعنی تسخیر بھی مستعمل ہے۔

علت انکار سجدہ | انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین — لیکن حالانکہ یہ خیال غلط تھا۔

تراب کو آگ پر فضیلت | (۱) آگ کی خاصیت اہلاک و احراق — بخلاف تراب کے۔

(۲) آگ میں خفت و حدت — تراب میں سکون و وقار۔

(۳) زمین منبت و منبع اقوات و معیشت حیوانات — بخلاف آگ کے۔

(۴) عنصر ترابی کا ہر حیوان محتاج — بخلاف آگ کے کہ وحوش اس سے مستغنی۔

(۵) زمین ایک تخم سے ہزاروں تخم پیدا کرتی ہے — بخلاف آگ کے کہ وہ فنا کرتی ہے۔

(۶) مساجد و مقامات مقدسہ و بیت اللہ شریف ان سب کو زمین میں رکھا — بخلاف آگ کے۔

(۷) تمام منافع عیون و انہار و معدنیات و ملبوسات زمین سے ہیں نہ آگ سے۔

(۸) زمین کی اکثر ماکولات کے لئے آگ لگانا وغیرہ میں فساد ہوتا ہے۔

(۹) علیٰ سبیل التسلیم — تاہم ایک شی کی فضیلت شی ثانی کی افضلیت پر دال نہیں۔

جیسے ابن نے ملائکہ پر فضیلت رکھتا ہے ۔ حالانکہ مادہ نور مادہ تراب سے افضل ہے
(بدائع الفوائد ص ۱۳۹ ج ۲)

اسجدوا لآدم الخ | سجدہ تحیہ شرائع من قبلنا میں مشروع تھا ۔ ہماری شریعت میں ممنوع ۔

۲ سجدہ بمعنی تذلل و تواضع ۔ سجد له خشع (قاموس) یعنی بمعنی الخضوع ۔ کان ذلک [illegible]

(مدارک) قاله ابن عباس [illegible]

جواب ۲ | سجدہ منسوخ ۔ ناسخ حدیث ترمذی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم قال لو کنت آمرا احدا
ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجها الخ ۔ یہ روایۃ بیس صحابہ سے ثابت ہے ۔
پس یہ متواتر ہے ۔ مشہور تو معنی تو شبہ ہی نہیں ۔ تو یہ ناسخ ہی ہے ۔ (حاشیہ بیان القرآن ص ۲۲ ج ۱)

۲ آدم و یعقوب علیہما السلام بمنزلہ کعبہ و قبلہ تھے مسجود خدا تھا ۔ لام لآدم بمعنی الی ہے ۔ قول حسان
الیس اول من صلی لقبلتکم و اعرف الناس بالقرآن والسنن (کبیر ص ۲۸۱ ج ۱)

۳ لام للسبب ای اسجدوا للہ تعالیٰ شکرا علیٰ ما انعم علیکم بوجود آدم الخ ( )

۴ لام بمعنی مع ای اسجدوا مع الساجدین ۔ وتخرو بان جعلوا ما یعتقدون به الخ (روح ص ۱۵۳ ج ۱)

فائدہ | ممکن ہے سجدہ بمعنی تسخیر ہو ۔ [illegible] سجداً [illegible] ۔ سہل بن عبداللہ [illegible] ترک امر ارتکاب نہی سے زیادہ سخت ہے ( )

(۱) کیونکہ ارتکاب نہی عنہ کا منشا اغلبا شہوت ہے ۔ اور ترک مامور بہ کا منشا
کبر ہے ۔ شہوت سے کبر شدید ہے ۔ تو اعلم ۔ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الکبر الخ اور قال
الکبر یاء ردائی الخ ۔ ح قصہ آدم و ابلیس ۔

(۲) طاعات و مامورات بمنزلہ غذا و روح ہیں ۔ اور اجتناب عن المعاصی بمنزلہ پرہیز ۔
(۳) عبادت تخلیق جن و انس سے مقصود اصلی ۔ نہ ترک معاصی ۔ قولہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
(۴) طاعات مقصود لذاتہ ۔ اور اجتناب عن المعاصی مقصود لغیرہ
(۵) طاعات و مامورات کا اجر [illegible] تک ۔ بخلاف ترک معصیت کے ۔
(۶) طاعات کا تعلق صفت رحمت سے ہے ۔ اور معاصی کا صفت غضب سے [illegible]
(۷) راس الطاعات ایمان موجب نجات ۔ اجتناب جنایات بلا ایمان کے غیر منجی ۔ (بدائع الفوائد ص ۱۱۴ ج ۲)

آیت رابعہ کا بیان ۔

وقلنا یا آدم اسکن الخ | آدم علیہ السلام کو جنت کے لذات و نفحات [illegible]
مراد تھا کہ اہل جنت کی سکونت علانیہ ہو گئی ۔ تا کہ ذریت کو بھی دیگر شوق دلاسکیں ۔ اور
دنیا میں اس کا نمونہ قائم کر سکیں ۔
حواء علیہا السلام کو بھی جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا ۔ تا کہ جنت کی زیب و زینت اور [illegible]
وحوریں حاصل [illegible] دنیا کی عورتوں کو اس کی رغبت دلا سکیں ۔ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ [illegible]
مگر بطور امتحان و تنبیہ ایک درخت کے قرب سے منع فرما دیا ۔ اس کی تعیین میں کوئی
خاص نفع نہیں تھا ۔ اس لئے نصوص سے تعیین نہیں کیا گیا ۔ گندم ۔ انجیر ۔ زیتون ۔ انگور ۔ وغیرہ اقوال ہیں
گو شبہ حلف و خلف میں گفتگو ہے بہت

(۲) جب آدم و حواء علیہما السلام کو جنت میں یہ اعزاز ملا ۔ تو شیطان بوجہ عداوت و حسد کے
برداشت نہ کر سکا ۔ اور اس فکر میں لگا کہ کسی طرح ان کو اس عیش و عشرت سے جدا کیا جائے
چنانچہ طرح طرح کے حیلے شروع کئے ۔

(۳) علاوہ آدم و حواء کا جنت میں رہنا | خدا کے کلام میں یہ کہ ارادہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو آئین خلافت

سیکھنے اور قسم قسم کی اشیاء سے تمتع حاصل کرنے کے طریقے معلوم کرنے کے لیے اپنے خاص
یعنی جنت میں چند روز سکونت کے لیے حکم دیا - اور تمام اشیاء سے تمتع کی عام اجازت دی
صرف ایک درخت سے منع فرمایا - ۴
بچنا دونوں سے کہا - کہ تمہارا انجام موت ہے - اگر وہ درخت استعمال کرو گے تو ہمیشہ رہو گے -
هل ادلك على شجرة الخلد وملك لا يبلى - الخ ما نهاكما ربكما عن هذه
الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين - الخ
اور یہ بھی قسمیں کھائیں - وقاسمهما اني لكما لمن الناصحين - الخ

آدم علیہ السلام کا عذر یا اجتہاد | حضرت آدم علیہ السلام کو یہ خیال ہوا کہ خداوند تعالیٰ پر اس نے قسم
ساتھ قسم کھانا صدق کی دلیل ہے - جھوٹی قسم کھانے کی کون جرأت کر سکتا ہے - اور
دوام قرب دو حال کے شوق میں نہی کا تقرب یاد ہے - اور عداوت ابلیس سے ذہول
ہو گیا - یا یہ کہ ایسی شکل میں آیا کہ پہچانا نہ گیا ہو - یا اس معنے کہ نہ آیا ہو بلکہ وسوسہ دونوں کا اوہام
دور سے وسوسہ ڈال دیا ہو -
یا نہی کو مخصوص سمجھا گذشتہ ایام اور ابتدائی حالت کے ساتھ سمجھا ہے - کیونکہ جنت کے ابتدا میں قوی
اور تمہاری استعداد ضعیف تھی اس لیے ممانعت فرمائی گئی تھی - اب چونکہ جنت میں
رہنے سے استعداد قوی ہو گئی ہے - لہذا اس درخت کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں -
جیسے ضعیف المعدہ مریض کو قوی غذاؤں سے منع کر دیا جاتا ہے - مگر جب معدہ قوی ہو جاتا ہے
تو قوی غذاؤں کے کھانے کی اجازت مل جاتی ہے -

فتکونا من الظالمین | ظلم بمعنی حق تلفی - ظالم شخص میں بنیادی حقوق تلف کرتا ہے خدا، اشیاء و نفس -
یا تو خدا کا حق - کہ وہ کون مستحق ہے کہ اس کی اطاعت کیا گیا ہے -

نہ یا - تمام اشیاء کے حقوق - جیسے اعضاء و جوارح - قوائے نفس - رسول کی اطاعت کو نافرمانی میں استعمال کیا -
جانتے تھے کہ ان کا حق تھا کہ انکو مرضی مولیٰ کے مطابق استعمال کرتا -
نفس کا - خود اپنی ذات - کیونکہ اس کا حق یہ تھا کہ ہلاکت و تباہی سے بچائے - اپنی معصیت کر کے
سزائے الٰہی کا مستحق بنایا -

فائدہ | یہ جنت آسمانی تھی نہ ارضی - کما قال البعض الجہلاء - بقرائن ذیل -
(۱) سیاق آیت - وبشر الذين آمنوا وعملوا الصالحات الخ

تواب و اواب میں فرق | معصیت سے طاعت کیطرف رجوع کرنیوالا - تائب و
تواب کہلاتا ہے - اور غفلت سے ذکر و فکر کیطرف رجوع کرنیوالا اواب - لقلب ہے

تمہید عصمت انبیاء علیہم السلام | تفصیلی قول سے قبل بطور تمہید اس مسئلہ کو اجمالاً سمجھ لیا جائے -
عصمت کا تعلق چار چیزوں سے ہے - عقائد ۱ - تبلیغ احکام ۲ - اجتہاد و افتاء ۳ - افعال و عادات ۴

(۱) **عقائد** | انبیاء علیہم السلام فطرۃً توحید و ایمان پر مفطور اور شرک و کفر سے معصوم ہوتے ہیں -
ارشاد لقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا به عالمین - الخ اسی طرف مشیر ہے -
نبی قبل از نبوت دیگر اولیاء سے اعلیٰ و ارفع ولی ہوتا ہے - دیگر اولیاء کی ولایت کو
اس کی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو سمندر سے -

مقام ولایت انبیاء | شیخ اکبر رح فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام بارگاہ خداوندی
میں ہر وقت مقیم ہوتے ہیں - حق تعالیٰ کا جلال و عظمت انکی نظروں سے کسی وقت غائب نہیں ہوتا -

اے خوشا چشمے کہ آن گریان اوست - اے ہمایون دل کہ آن بریان اوست
در پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست - مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

(۲) وزوجک الجنۃ۔ الخ شرف بلاکلام بلاواسطہ مشہود سابق۔

(۳) قلنا اھبطوا ـــــ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ الخ ہبوط الی الارض

(۴) حدیث احتجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام۔ واسکنک فی جنتہ ثم اھبطت الناس بخطیئتک الی الارض۔ الخ۔ (صحیحین)

اھبطوا | آدم وحوا علیہما السلام کو خطاب بصیغہ جمع اسلئے کہ وہ باعتبار ذریت کے ہے ورنہ دوسری جگہ قلنا اھبطا منہا جمیعا بصیغہ تثنیہ بھی وارد ہے

خطاب عصیہ | پہلے صرف آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر ہے تو وہ اصل ہے تھے۔ سورہ اعراف میں دونوں کا ذکر ہے۔ قالا ربنا ظلمنا۔ الخ

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اولیاء اور بارگاہ خداوندی میں مقیم نہیں ہوتے بلکہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ولی ورسول صاحب ہی معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہوتے ہیں۔

عصمت وحفاظت میں فرق | اولیاء بسا اوقات مباحات اور جائز امور کو حظ نفس اور طبعی میلان سے کرگذرتے ہیں۔ بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ کبھی کسی شی کی اباحت عند الضرورت وجواز بتلانا مقصود ہوتا ہے۔ تب اس مباح کو استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ امت کو اباحت وجواز کی تعلیم ہو جائے۔ انکے لئے بیان جواز ہر جیسے فرض کی تعلیم فرض ہے۔ ایسے ہی جائز ومباح کی تعلیم بھی فرض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کو ایک فعل مباح وجائز پر بھی فرض کا ثواب دیا جاتا ہے۔

(۵) تبلیغ احکام | احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں نبی ہمیشہ خطاء۔ سہو۔ نسیان سے محفوظ ہوتا ہے۔

وحی کی حفاظت ملائکہ کے پہرہ سے کی جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم واحاط بما لدیہم واحصی کل شیٔ عددا۔ الخ

(۲) اجتہاد | امور غیر منصوصہ میں نبی بھی اجتہاد فرماتے ہیں۔ مگر انکا اجتہاد خطاء پر باقی نہیں رہتا۔ اگر وہ اجتہاد منشاء ربانی کے خلاف ہوتا ہے تو فوراً وحی الٰہی اسکی تصحیح فرما دیتی ہے

(۳) عادات وافعال | انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت وبعد از نبوت کبائر سے ہمیشہ محفوظ ہوتے ہیں۔ البتہ صغائر یعنی خلاف اولیٰ کا صدور سہواً ونسیاناً ہو سکتا ہے۔ اور یہ عصمت کے منافی نہیں۔ اسلئے کہ عصمت کے منافی وہ چیز ہے جو عند اللہ قابل مواخذہ ہو۔ اور سہو ونسیان یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب مطلق قابل مواخذہ نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا سہو ونسیان حکمتوں پر مبنی ہے۔

حکمت سہو ونسیان آدم | (۱) نبی کا سہو ونسیان کسی حکم شرعی کی تشریع کا موجب ہوتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں سہو امت کیلئے سجدہ سہو کی مشروعیت کا سبب بنا۔ لیلۃ التعریس میں نماز فجر کا فوت مشروعیت قضاء کا سبب بنا۔ جو امت کے حق میں رحمت ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یالیتنی کنت سہو محمد الخ

فائدہ | مشروعیت کیلئے ایک دفعہ فعل ہو جانا کافی ہے۔ اسلئے حضور صلعم سے سہو باعتبار نوع کے مکرر ثابت نہیں۔ فتفکر۔

یعنی جیسا آدم علیہ السلام کے نسیان وسہو سے اولاد کیلئے توبہ واستغفار اور گریہ وتضرع کی مشروعیت ہوگئی۔

(۲) انبیاء علیہم السلام بشر ہیں اور بشریت کے تمام تقاضے طبعیہ عصمت کے منافی نہیں۔

جیسے مرض - بھوک - پیاس - غصہ - حزن - ملال - وغیرہ وغیرہ -
ایسے ہی سہو ونسیان بھی بشریت کا مقتضی ہے - لہذا اسکو منافی عصمت نہیں کہا -
(۳) گناہ منافی عصمت وہ ہوتا ہے جس میں عمد وقصد بھی ہو - خطا وسہو ونسیان میں
عمد نہیں ہوتا - اسلئے منافی عصمت نہیں - قولہ تعالی - فنسی ولم نجد لہ عزما - اھ

وقولہ تعالی - لیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم - اھ

(۴) شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں - سعادت وشقاوت دونوں مقدر ہو چکی تھیں
انکا ظہور ابدی تھا - آدم علیہ السلام سے سعادت کا افتتاح ہوا - ابلیس سے شقاوت کا -
(حضور صلی اللہ علیہ وسلم - من سن سنۃ حسنۃ اھ) آدم علیہ السلام کو امام التائبین بنا کر تمام
تائبین کا ثواب دینا مقصود تھا - اور ابلیس کو امام المتکبرین بنا کر تمام متکبرین کا
بارگناہ دینا تھا - اسلئے آدم علیہ السلام پر نسیان ذنوب کی نوبت آئی -
(۵) مقصد انبیاء علیہم السلام رجوع الی اللہ ہیں - جب حق تعالی کسی سے اپنا ارادہ خیر چاہتے ہیں - تو
بجائے اسکو کسی ذنب میں مبتلا فرماتے ہیں - درحقیقت اسکی باطنی مرض عجب ونخوت
اعجاب وکبر کا علاج مقصود ہوتا ہے - اور پھر توفیق توبہ دیکر اسکو ترقی درجات دینا
مقصود ہوتا ہے - ع - اینجا خطا از صد ثواب اولیٰ تر است - [illegible]
عارف رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں -

مرکب توبہ عجائب مرکب است ... بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست
چون برآرند از پشیمانی انین ... عرش لرزد از انین المذنبین

۳۰۰
اسی طرح آدم علیہ السلام کا واقعہ ہوا کہ سہو ونسیان سے اکل شجرہ کی خطا کے بعد تین سو سال
توبہ واستغفار اور گریہ وزاری میں مشغول رہے - حق تعالی نے قبول توبہ کا اعلان کر کے برگزیدہ بنایا -

قولہ تعالی - وعصی آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی - اھ

دلائل عصمت انبیاء علیہم السلام (۱) قولہ تعالی - من یطع الرسول فقد اطاع اللہ - اھ
قولہ تعالی - واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون - اھ - پہلی آیت میں اطاعت رسول کو عین اطاعت خدا
قرار دیا - دوسری آیت میں اطاعت رسول کا علی الاطلاق حکم دیا - عصمت رسول کی دلیل ہے -

(۲) قولہ تعالی - فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا - اھ
اس آیت سے انبیاء کا شاہد ہونا ثابت ہوتا ہے - اگر معصوم نہ ہوں تو فاسق ہونگے - شاہد نہیں بن سکینگے

قولہ تعالی - ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا - اھ

(۳) قولہ تعالی - ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا - اھ چونکہ کوئی نبی بالاتفاق
مستحق عذاب جہنم نہیں -

(۴) اگر انبیاء علیہم السلام معصوم نہوں تو معاصی کیوجہ سے انکو زجر وتنبیہ اور ایذاء دینا
جائز ہوگی - حالانکہ یہ دنیا وآخرت میں لعنت اور عذاب اخروی کا سبب ہے -

قولہ تعالی - ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ - اھ

قولہ تعالی - والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم - اھ

(۵) ہر گنہگار کی سزا حسب مرتبہ ہوتی ہے - چنانچہ حرہ کو باندیہ کی نسبت ضعف
زانی محصن کو رجم بخلاف غیر محصن کے - ازواج مطہرات کے متعلق ارشاد ہے -

قولہ تعالی - یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین - اھ

اس اصول کے مطابق انبیاء علیہم السلام اگر غیر معصوم ہوں تو ان کی لامحدود عذاب کے مستحق
ہونگے۔ واسطے کہ نبوت سے عالی کوئی مقام نہیں۔ وہو کما تری

(۶) اگر انبیاء علیہم السلام غیر معصوم ہوں تو ان کا متبع شیطان ہونا لازم آجائیگا۔ لقولہ تعالیٰ۔
ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین۔ الآیہ وہو کما تری
بلکہ بمقتضائے آیۃ مذکورہ غیر انبیاء المومنین محفوظین کا انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونا لازم آئیگا

(۷) مخلصین اغواء شیطانی سے مامون ہونگے۔ قولہ تعالیٰ۔ فبعزتک لاغوینہم اجمعین الآیہ
الا عبادک منہم المخلصین الآیہ اور انبیاء علیہم السلام مخلصین میں سے ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ انہ من
عبادنا المخلصین۔ الآیہ۔ قولہ تعالیٰ۔ انا اخلصناہم بخالصۃ ذکری الدار۔ الآیہ

(۸) انبیاء علیہم السلام تمام اقوال و افعال کے اعتبار سے برگزیدہ خدا ہیں جو دلیل عصمت ہے۔
قولہ تعالیٰ۔ وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔ الآیہ

(۹) انبیاء علیہم السلام تمام اعمال خیر میں پیش قدم ہیں۔ جو دلیل عصمت ہے۔
قولہ تعالیٰ۔ انہم کانوا یسارعون فی الخیرات۔ الآیہ بلام استغراق

(۱۰) گنہگار ظالم ہے اور نبوت ظلم کے منافی ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ لا ینال عہدی الظالمین۔ الآیہ

(۱۱) قولہ تعالیٰ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ الآیہ
اس آیۃ میں اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو وعدے فرمائے گئے ہیں۔ محبوبیۃ الٰہیہ
مغفرت ذنوب۔ تو ظاہر ہے کہ معصوم شخصیت کی اتباع کے یہ ثمرات ہو سکتے ہیں۔

فقلنا اھبطوا منہا جمیعا | پہلی آیت میں آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کا ذکر تھا۔ اس آیہ میں

بتلانا ہے کہ قبولیت توبہ کے بعد بھی آدم علیہ السلام کو جنت میں نہیں رکھا گیا۔ بلکہ دنیا میں بھیجا گیا

(شبہ) ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو کہ آدم علیہ السلام کو ہبوط کا حکم سابق ان کی لغزش کی وجہ سے تھا
جب توبہ قبول ہو کر لغزش معاف ہو گئی تو شاید یہ حکم ہبوط بھی ختم ہو گیا ہو۔

(جواب) اس کے جواب میں امر اھبطوا مکرر لا کر بتلا دیا گیا کہ ہبوط کا امر لغزش
کی بناء پر نہیں۔ بلکہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے وعدہ پورا کرنے کی خاطر ہے۔
گویا یہ وعدہ خلافت ارضی کا تھا نہ جنتی کا۔ یہ [illegible] ہے۔ یا اول قدرتی قضاء۔ اول حکم [illegible]
تعبیر [illegible] فرمایا گیا کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کے بعد ولا تقربا ہذہ
الشجرۃ کی نہی فرمانا اس میں خود اشارہ تھا کہ جنت کی سکونت چند روزہ ہے نہ دائمی
کیونکہ ہمیشہ رہنے والے کے لئے امر و نہی (احکام و ممانعت) نہیں ہوتی۔ جیسے بعد القیامۃ اہل جنت کے
لئے ہر [illegible] امر و نہی کچھ نہ ہوگا۔

ہبوط آدم میں حکمتیں | (۱) تخلیق انسان سے مقصود اطاعت و فرمانبرداری
کا امتحان کرنا ہے۔ اور یہ یکجائی اجتماع کو چاہتا تھا۔ اس کا مقام دنیا ہے
نہ جنت۔ واسطے کہ مطیعین کا مقام جنت ہے اور عاصین کا جہنم۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ غفور۔ رحیم۔ عفو۔ حلیم۔ خافض۔ رافع
معز۔ مذل بھی ہیں۔ حکمت بالغہ کا تقاضا ہوا کہ ایسا دور ہو جس میں ان اسماء حسنیٰ
کا ظہور (مغفرت کرنا۔ رحم کرنا۔ پست کرنا۔ بلند کرنا۔ عزت دینا۔ ذلت دینا وغیرہ)
ظاہر ہو سکیں۔ وہ دور دنیا ہی تھا۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش بجز اسفینہ کے تھی اور بعض ان میں وہ بھی تھے
جو جنت میں رہنے کے اہل نہ تھے۔ لہٰذا زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ خبیث
و طیب اور سعید و شقی میں امتیاز ہو جائے۔ پھر خبثاء کو دار جہنم میں اور طیباء کو دار جنت میں
بسایا جائے۔ قولہ تعالیٰ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب الخ

(۴) چونکہ زمین پر احتیاج کی ضرورت ہے۔ واسطے نبوت و رسالت۔ اور مدت خلافت
شہادت فی سبیل اللہ۔ حب اللہ البغض فی اللہ۔ جیسے فضائل و کمالات لہوالہبوط
ظہور میں آئے۔ چونکہ جنت میں احتیاج نہ تھی نبوت اور رسالت کی لہٰذا ظہور کی ضرورت
بھی نہ تھی۔

فلا خوف علیہم الخ | کلمہ علی عرب میں استیلاء و احاطہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔
لہٰذا اس خوف سے مطلق خوف کی نفی نہیں۔ بلکہ خوف غالب و محیط جو جہنم میں
پر مبتلا ہے نہ ہوگا۔ رہا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خوف وہ بیشتر ہوگا۔

فوائد قصہ آدم علیہ السلام | قرآن مجید میں یہ قصہ سات جگہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ۔ اعراف
الحجر۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ طٰہٰ۔ ص۔ پس چند فوائد کو ذکر کیا جاتا ہے

(۱) حدوث نوع انسانی۔ (۲) ابتداء نوع انسانی آدم علیہ السلام سے ہے۔ (۳) آدم علیہ السلام
نبی رسول مکلم ہیں۔ اخرج الطبرانی عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ ارأیت آدم انبیاً کان

قال نعم کان نبیا رسولا کلمہ اللہ قبیلا قال یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ الخ (در منثور ص ۵۱/۱۷۰)
(۴) انسان زمین میں خلیفۃ اللہ ہے۔ (۵) بعض انسان غیر معصوم ہیں۔ (۶) ملائکہ
معصوم ہیں (۷) علم محیط خدا ہی کا علم ہے۔ (۸) علم ملائکہ محدود ہے۔ (۹) اسرار
خداوندی کے درپے نہ ہونا چاہئے بلکہ ملائکہ کی طرح انقیاد و تسلیم ہونا چاہئے۔ تسبیح زبان تازہ کردن
باقرار تو۔ نینگیختن علت از کار تو۔ (۱۰) علمی شغل عبادت تسبیح و تہلیل سے افضل ہے۔
کیونکہ علم وہ ہے جس میں خشیۃ اللہ۔ قولہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء الخ
وغیرہ۔ تو علم کر کہ حق شناسد جہاں الخ۔ (۱۱) جنت میں آدم و حواء کا
داخلہ چند روز بغرض امتحان۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کا علم علم غیب کلی اور محیط کلی ہے
(۱۳) انسان کو ملائکہ پر فضیلت بوجہ مسجود ہونے۔ (۱۴) مدار خلافت علم و فہم
اعمال ہے۔ تنہا بے عمل فقط کمال ہو تو اس کی شان ناکام الطرائق۔ (۱۵) انکار و استکبار
شیطانی خصلت اور موجب لعنت۔ (۱۶) تقرب ممنوع ممنوع ہے۔ جیسے نہی از قرب فی لا تقربا
(۱۷) معصیت ظلم ہے۔ (۱۸) تمکین شیطان کی اتباع جنت سے محرومی کا سبب۔
(۱۹) انسانوں میں باہمی عداوت کی پیشگوئی۔ (۲۰) توفیق توبہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں
(۲۱) سجدہ تعظیمی موجب تکفیر نہیں۔ (۲۲) اجراء نبوت از ابتداء عہد آدم علیہ السلام
(۲۳) ہدایت الٰہیہ کا اتباع موجب نجات۔ (۲۴) کفر و تکذیب موجب دخول جہنم۔
(۲۵) کامل کو بھی شیطان کے مکر و فریب سے مامون نہ ہونا چاہئے۔ جیسے آدم علیہ السلام اہل کمال

چونکہ ان میں اور یہود میں دو طرح سے فرق ہے۔ اول وہ کتب کے محفوظ و معلم تھے۔
دوم ان کی معصیت مجرموں کی طرح نہیں۔ ان کو ایسی توفیق تو نصیب ہی ہوئی کہ کوئی دوسرا انکا ہم پلہ نہیں۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی | (ربط) پہلے ذکر تھا کہ ابلیس کا تکبر و حسد اوسکو حکم سجدہ سے مانع ہوا۔ یہاں ذکر ہے کہ یہود کا حسد و تکبر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانع ہوا۔
پہلے نعم عامہ کا ذکر تھا۔ یہاں سے نعم خاصہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

وجہ تخصیص بنی اسرائیل | (۱) دنیا میں بنی اسرائیل ہی ایک طویل تاریخ رکھتے تھے۔ چار ہزار (۴۰۰۰) برس سے مسلسل چلے آتے تھے۔ چار ہزار (۴۰۰۰) نبی ان میں مبعوث ہو چکے تھے۔ ہر قسم کے نشیب و فراز کا نمونہ اپنے اندر رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ بطور مثال کے بنی اسرائیل کو اقوام عالم کے سامنے پیش کیا۔ کہ جو قوم باوجود اسقدر طویل اور معروف و مشہور تاریخ رکھنے کے ہدایت الٰہیہ سے منہ موڑتی ہے تو اس کا انجام اسطرح خراب ہوتا ہے تاکہ عبرت اختیار کریں۔

تاریخ بنی اسرائیل | شہر بابل کے قریب شہر اُر میں آذر آباد تھے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ پھر آذر مع ابراہیم بجانب جنوب بمقام حران سکونت پذیر ہوئے۔ آذر کی موت کے بعد حضرت ابراہیم نے ستر برس کی عمر میں وہاں سے ہجرت کر کے علاقہ کنعان میں مقام قبرون کو مسکن بنایا۔

انکے ۸ بیٹے تھے۔ جن میں مشہور اسماعیل اور اسحٰق ہوئے۔ اسماعیل عرب میں آ کر بسے۔ انکی اولاد بنی اسماعیل کہلائی۔ اسحٰق کے دو بیٹے تھے۔ عیص۔ یعقوب۔ عیص کی اولاد شام اور اسکے اطراف میں پھیلی۔ یعقوب کے بارہ بیٹے تھے وہ بارہ قبائل ہو کر اطراف عالم میں پھیلے۔ ان میں سے کچھ لوگ مدینہ اور خیبر وغیرہ میں آباد ہوئے۔ انکو یہود کہا

(۲) عرب عموماً امی و جاہل تھے۔ اور یہود اہل علم۔ ان کے علم و فضل کا اہل عرب پر عموماً اور اہل مدینہ پر خصوصاً سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور انکے علم پر عرب کو عموماً اور اہل مدینہ کو خصوصاً اعتماد تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بعد قبل از ہجرت اہل مکہ نے یہود سے مشورہ لینا شروع کیا۔ اور اپنے مناظرات کا مدار ان پر رکھا۔
اور بعد از ہجرت جب اہل مدینہ یہود سے مناظرات کا سلسلہ شروع ہوا تو تمام عرب کی نگاہیں یہود پر لگی ہوئی تھیں۔ کہ اگر یہ فضلاء و علماء آپ کی نبوت کو تسلیم کر لینگے تو ہم بھی قبول کر لینگے۔ کیونکہ یہ اہل کتاب اور نبی زادے اور پیرزادے ہیں۔

بنی اسرائیل | اسرائیل لقب یعقوب علیہ السلام۔ معنی عبداللہ یا صفوۃ اللہ ہیں

ان کو تین دفعہ خطاب کر کے انعامات یاد دلائے گئے۔

اولًا – اجمالًا تذکیر نعم – امر ایفاء عہد – نہی از دین فروشی وحق پوشی – توبیخ علماء بے عمل –

طریقہ اصلاح نفس – علاج حب جاہ و مال –

ثانیاً – اجمالًا و تفصیلًا تقریباً آخر پارہ تک –

ثالثاً – اجمالًا – بطور خلاصہ مضمون –

نکتہ | بجائے بنی یعقوب کے بنی اسرائیل کہنا مشیر ہے کہ تم ہمارے مطیع و برگزیدہ کی اولاد ہو۔ لہذا ان کا نمونہ بنو۔ جیسے یا ابن الکریم – یا ابن الشجاع – یا ابن العالم –

وایای فارھبون | الرھبۃ مقدمۃ التقوی – والتقوی غایۃ الرھبۃ لان الخوف الذی ہو الوقایۃ من المعاصی

وآمنوا بما انزلت الخ | تذکیر بالاء اللہ والایفاء بالعہد کے امر کے بعد –

تبلیغ اسلام فرماتے ہیں – اسلام دو قسم اصول و فروع – منجملہ اصول اسلام

پانچ امور بیان فرمائے گئے – ایمان بالقرآن – نہی از انکار قرآن –

نہی از دین فروشی – نہی از تلبیس حق – نہی از حق پوشی –

فروع اسلام اعمال ظاہری و باطنی – پھر ظاہری دو قسم – بدنی و مالی –

یہاں تین فروع کا امر فرمایا – صلوۃ – زکوۃ – خشوع و خضوع –

یہود میں تین موانع ایمان – حب جاہ – حب مال – حسد –

نماز – زکوۃ – تواضع باطنی تینوں امراض مذکورہ بالا کا علی الترتیب علاج ہے۔

ولا تکونوا اول کافر | نہی از ضلالات – ولا تلبسوا الحق | اضلال

اتامرون الناس بالبر الخ | مذمت عالم بے عمل – مقصود آیۃ ازالہ شبہ ہے

کہ یہ یہود مخاطبین کو حضور صلعم کی نبوت کا علم ہی نہ ہو – یہ لوگ معذور ہوں –

تو فرمایا کہ علم تھا – شان نزول آیۃ مذکورہ – عالم بے عمل کے لئے وعظ و تبلیغ

ممانعت مراد نہیں – بلکہ واعظ کے لئے بے عملی کی ممانعت کرنا مقصود ہے – اسلئے کہ

ہمزہ استفہام تقریری ہے اور انکا حال لسان النفس پر تعجب و توبیخ ہے۔

اور آیت لم تقولون ما لا تفعلون – میں محط انکار قید ما لا تفعلون ہے نہ تقولون –

ع لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ ؛ عار علیک اذا فعلت عظیم

ع وابدأ بنفسک فانہہا عن غیہا ؛ فان انتہت عنہ فانت حکیم

واستعینوا بالصبر الخ | اتباع نبی کریم صلعم سے مانع دو تھے – حب مال – حب جاہ –

علاج ہر دو صبر یعنی ترک لذات نفسانیہ میں استقامت ہمت – اور صلوۃ –

الا علی الخاشعین | طریقہ تسہیل سکون قلبی (خشوع) ہے – اور سکون قلبی

کا سبب مراقبہ آخرت – وما بعد الموت

یا بنی اسرائیل | تکرار خطاب و تذکیر بالاء اللہ اجمالًا تشدید غفلتہم – و انی فضلتکم ترغیب

واتقوا یوما – ترھیب – پھر تفصیل انعامات خاصہ و شرح جنایات بنی اسرائیل تاکہ ثابت ہو

خود تذکیر بھی نعمت عظمی مستقلہ ہے۔

(تعداد انعامات و جنایات بنی اسرائیل)

(۱) نعمت تفضیل علی العالمین – عالمین سے مراد وقتی کثیر ہیں – کما قال فی حق بلقیس

واذ تیت من کل شیء لہ کما قال الزمخشری فی الکشاف ۔ یا قرار دیا کہ لوگ وقت خطاب
سے قبل ہوئے ہیں ۔ وقت خطاب سے جدید فضیلت کی دعوت دی جاتی ہے ۔ جو اتباع انبیاء علیہم السلام سے ہو
یا قرار دیا فضیلت جزئی ہے ۔ خاندان کا طویل وقار و اعزاز ۔ چار ہزار برس تک چار ہزار
انبیاء و رسل کا مبعوث ہونا ۔ بیشمار اولیاء و کملاء کا ظاہر ہونا ۔ کما قال تعالیٰ

اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم مالم یؤت احدا من العالمین لہ

واتقوا یوما | خاندانی فضیلت و وجاہت کیوجہ سے ناز کا غیر مفید ہونا اور معاصی کا موجب ہونا
اسلئے خصوصی کہ (۴) اسباب وہاں مفقود ہونگے
کسی شخص کی ذمہ داری کہ تمام حقوق کا میں ذمہ دار ہوں ۔ سفارش ۔ فدیہ مالی ۔ جتھا کی مدد ۔
اس آیت میں شفاعت کی فدیہ پر تقدیم اور آخر پارہ ہذا والی آیت میں تاخیر کیوجہ ۔
کہ شفاعت نہ اول نہ آخر قبول ہوگی ۔ یا تقسیم کیوجہ کہ بعض لوگ شفاعت کو پہلے اختیار
کرینگے اور بعض فدیہ کو پہلے اختیار کرینگے ۔

(۲) واذ نجیناکم من آل فرعون لہ | یہ دوسرا انعام ہے ۔ فراعنہ مصر کی ظلم غلامی سے نجات ۔

تاریخ بنی اسرائیل | حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے (۱۵۷۱) برس قبل لاوی بن یعقوب علیہ السلام
کی اولاد سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے ۔ اس زمانہ کا فرعون
ولید یا مصعب نامی بنی اسرائیل کا دشمن تھا ۔ اس نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس
سے آگ نکلی جس نے مصر کا احاطہ کر لیا ۔ ہر قبطی کے گھر میں داخل ہو کر جلا دیتی ہے ۔ اور بنی اسرائیل کو
کچھ نہیں کہتی ۔ کاہنوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت

کا موجب ہوگا ۔ اسلئے فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کا حکم عام دیا ۔ آخری دور میں حضرت
موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ۔ کچھ عرصہ چھپائے رکھنے کے بعد والدہ محترمہ نے صندوق میں بند کر کے حکم الٰہی سے
دریا میں بہا دیا ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو دور سے دیکھنے کیلئے مامور کیا ۔ فرعون کے محل کے
حضرت آسیہ (زوجہ فرعون) نے دیکھ کر اٹھوا لیا اور شہزادگی کے طور پر جوان ہونے تک پرورش پائی
اور ابتداء میں اپنی والدہ کا دودھ پیتے رہے ۔ حتیٰ کہ ایک قبطی اور اسرائیلی کے نزاع
اور قتل قبطی کا قصہ پیش آیا ۔ آپ کنعان پہنچے اور شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے نکاح ہوا ۔
دس سال بعد کیفیت واپسی میں راستہ میں نبوت ملی ۔

ویستحیون نساءکم الخ | الاستحیاء ۱ الابقاء حیاً ۔ ۲ او طلب الحیاء وھو الفرج ۔ (بحر المحیط ۱۸۸/۱۹۰)

(۳) غرق بحر و غرق فرعون ۔ واذ فرقنا بکم البحر الخ

(۴) دعوت خداوندی بغرض اعطاء قانون شریعت ۔ وکیفیت پرستی بنی اسرائیل ۔ واذ واعدنا موسیٰ الخ

اربعین لیلۃ | وجہ تخصیص شب ۔ ۱ رات میں عبادت زیادہ ہوتی ہے ۔ ان ناشئۃ اللیل
ھی اشد وطأ واقوم قیلا لہ ۔ ۲ نزول حق کا رات کو خصوصاً ہونا ۔
۳ نزول قرآن ۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر لہ ۔ ۴ قرب الٰہی میں تشبیہ ۔ حدیث ۔ اقرب ما یکون
الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر لہ ۔ ۵ اسراء و معراج ۔ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ
وجہ تخصیص عدد چالیس ۔ ۱ اس کی نفس کامل ۔ تلک عشرۃ کاملۃ ۔ ۲ تکمیل کے لئے چار گونہ ۔ جیسا کہ
خمیر آدم علیہ السلام ۔ ۱ نطفہ ۔ ۲ علقہ ۔ ۳ مضغہ ۔ ۴
تکمیل و ترقی ۔ ۱ بعثت انبیاء علیہم السلام ۴۰ برس پر ۔ ۲ چلہ اہل اللہ ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلعم قال من اخلص للہ اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ ۔ رواہ رزین ۔

شعر: بینی اندر خود علوم انبیا ! بے کتاب و بے معید و اوستا

شعر: شنیدم رہروے در سر زمینے ! ہمے گفت این معما با قرینے

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف ! کہ در شیشہ بماند اربعینے

(۵) معافی جرم ۔ ثم عفونا عنکم الخ

(۶) عطاء کتاب و فرقان ۔ واذ آتینا موسی الکتاب والفرقان الخ

(۷) طریق توبہ و قبولیت توبہ ۔ واذ قال موسی لقومہ یا قوم الخ

ستر ہزار قتل کے بعد درخواست عفو از موسیٰ علیہ السلام قبولیت حق تھا ۔

(۸) (بنی اسرائیل کا نبی و وحی پر اعتقاد و یقین نہ ہونا ۔ سزائے موت کے بعد دوبارہ زندگی اور گستاخانہ مطالبہ ۔

واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک الخ

تورات شریف پانے کے بعد بنی اسرائیل عمل کو اس پر معلق کیا کہ خدا خود فرمادے کہ ہم نے یہ کتاب تم کو دی ہے ۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمیوں کو منتخب فرمایا اور کوہ طور پر لے گئے ۔ وہاں ایک نورانی ابر نمودار ہوا ۔ موسیٰ اس میں مستور ہو گئے ۔ وحی کی آواز سب (وہ) بنی اسرائیل سنتے رہے ۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے کہا ہم بعد رؤیت یقین کریں گے ۔ تب بجلی مار گئی ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ کئے گئے ۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو نام سے خطاب کیا ۔ جو گستاخی کی دلیل ہے ۔ آنحضرت صلعم کو

کہا گیا ہے ۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۔ الخ

بنی اسرائیل مذکورہ مورد غضب الٰہی ہوئے ۔ نبی و وحی پر عدم اعتماد و یقین ۔ اور رویت باری کا گستاخانہ مطالبہ جو جہالت و تکذیب تھا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال رب ارنی انظر الیک الخ درخواست شاہانہ مطالبہ

شوق دیدار میں تھا ۔ تسلیم کو اس پر معلق نہ کیا گیا تھا ۔

بنی اسرائیل کا بدوی زندگی میں کفران نعمت دنیویہ

(۹-۱۰) بنی اسرائیل کا اصل وطن شام تھا ۔ یوسف علیہ السلام عہد سے مصر آگئے تھے ۔ شام پر قوم عمالقہ قابض ہو گئے تھے ۔ جہاد کا حکم ہوا استخلاص وطن کے لئے ۔ عمالقہ کی قوت و شدت محسوس کر کے جہاد سے منکر ہو گئے ۔ اور میدان تیہ سے واپسی کا ارادہ کیا ۔ حق تعالیٰ نے چالیس سال وہاں ہی حیران سرگردان رکھا ۔ درخواست پر سایہ کے لئے غمام

(ابر سفید) غذا کے لئے من و سلویٰ عطا کئے گئے ۔ روشنی کے لئے نور کا ستون ۔ وظللنا علیکم الغمام الخ

(فائدہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۔ ابر موصوف تو انجاد بخارہ دخان سے مکون تو تھا ۔ یہ ابر غیر معروف عالم غیب و مثال تھا ۔ جس کے بدر میں ملائکہ نازل ہوئے تھے ۔ اور قیامت میں حق تعالیٰ و ملائکہ نزول فرمائیں گے ۔ ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ

فی ظلل من الغمام والملائکۃ ۔ الخ

(فائدہ) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت صحابہ کرام کی فضیلت پر بنی اسرائیل پر دال ہے اسلئے کہ صحابہ کرام نے سفروں میں شدائد کو کے وقت خوارق کے طالب نہیں کئے بلکہ صبر سے کام لیا ۔

(۱۱) واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ الخ بنی اسرائیل کا قومی زندگی میں کفران

نعمت و نیو بیفردیہ

بنی حق تعالیٰ کا ان کے حسب خواہش قریہ میں داخلہ اور اسکے آداب کا بیان فرمانا ۔ اور

ان کا غرور و تکبر سے ناشکری کرنا ۔ سزا طاعون سے ستر ہزار کا ایک دن میں مرنا ۔

(فائدہ) یہ قریہ میدان تیہ میں تھا چاہئے وہ بیت المقدس ہو یا کوئی اور گاؤں جو کہ اکثر دیکھا گیا

یا اس سے مراد اریحا (بیت المقدس) ہے جس میں داخلہ بعد وفات موسیٰ و ہارون علیہما السلام

عہد یوشع بن نون علیہ السلام میں ہوا ۔ وھو قول الجمہور ۔

(۱۲) واذ استسقی موسیٰ الخ | تیہ میں نعمت پانی اور فساد فی الارض ۔

فانفجرت ۔ وہ بجوہ اعراف میں فانبجست ۔ الانفجار بہ پڑنا ۔ الانبجاس رسکنا ۔

حضرت علماء واجہ فرماتے ہیں ۔ موسیٰ علیہ السلام پتھر پر پہلی مرتبہ عصا مارتے ۔ ہر جگہ عورت کے

پستان کی طرح جگہ ابھر کر پانی آتا رسکنا شروع ہوتا پھر بہنا شروع ہوتا ۔

یہ واقعہ معجزہ | پتھر سے پانی نکلنا ۔ چھوٹے پتھر سے کثیر پانی نکلنا ۔ پانی حسب حاجت نکلنا ۔

محض عصا مارنے سے نکلنا ۔ فوراً بند ہو جانا ۔

فائدہ | دعاء موسوی خاص قوم کے لئے ۔ یہ استسقاء خاص ۔

دعاء نبوی عام مخلوق کے لئے ۔ رسول اللہ استسقاء عام ۔

حقیقت استسقاء محض دعاء نہ خصوصیت سے صلوٰۃ ۔ ہذا ہو مذہب ابی حنیفہ کما فی الاستسقاء ۔

(۱۳) واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد الخ ذکر شنائع بنی اسرائیل ۔

بنی اسرائیل پر مذکورہ بالا مختلف انعامات فرمائے گئے اور مگر وہ کفران نعمت کرکے عصیان و تجاوز عن الحدود

کفر بآیات اللہ و قتل انبیاء علیہم السلام کے مرتکب ہوئے ۔ اور ذلت و مسکنت و غضب الٰہی کے

مورد بنے ۔ چنانچہ پہلی شناعت (کفران نعمت بناء بر دناءت و خساست)

دو گستاخی | خطاب یا موسیٰ بے ادبی و گستاخی ۔ عالم مثال کی لطیف و بے محنت غذا کی بجائے

کثیف مادی غذا با مشقت کو طلب کرنا ۔

اھبطوا مصرا | شہر سے غیر معین شہر مراد ہے ۔ یا اریحا ۔

ھبوط کو لغت میں بلندی سے پستی کی طرف آنے کو کہتے ہیں ۔ مگر عرف میں سفر و روانگی

مستعمل ہونے کو ہبوط و نزول و فرود گشتن سے تعبیر کرتے ہیں ۔

بغیر الحق | تاکیداً لایا گیا ہے جیسے رب احکم بالحق لاہ میں بالحق تاکید آیا ہے۔

(فائدہ) (۱) عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع روایت ہے کہ قیامت میں سب سے بڑا عذاب ہوگا وہ شخص جو کسی نبی کو قتل کرے یا اس نبی نے اس کو قتل کیا ہو یا وہ جو گمراہی کا پیشوا ہو یا جو تصویر بنانے والا ہو۔

(۲) عبداللہ بن عباسؓ و حسن بصریؒ فرماتے ہیں جن پیغمبروں کو حکم جہاد و قتال کا نہیں ہوا انہی سے نصرت و فتح کا وعدہ کیا گیا ہے وہ دشمنوں کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوئے — انا لننصر رسلنا الخ

اور جن پیغمبروں سے وعدہ نہیں تھا یا ان میں سے بعض کو جام شہادت پلایا۔

فتطبیق ان دونوں میں بین قولہ تعالیٰ ویقتلون النبیین بغیر الحق الخ وقولہ تعالیٰ انا لننصر رسلنا الخ

وقولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین الخ (روح البیان ص ۱۰۳/۱۲۰) (بحر محیط ص ۲۳۷/۱۲۰)

(ملاحظہ ۱۳) ان الذین آمنوا والذین ہادوا الخ قانون نجات — یا — ذلت سے نکلکر عزت پانے کا طریقہ

(ربط) ازالہ شبہ کہ جب یہود عصیان و تجاوز عن الحدود اور تکذیب بآیات اللہ وقتل انبیاء کی وجہ سے ذلت و مسکنت و مغضوبیۃ اللہ کے مستحق ہوگئے تو اب ان کی عزت و محبوبیت اور نجات کا کوئی طریقہ نہ رہا — تو یہاں قانون نجات — یا طریقہ حصول عزت کا بیان کیا گیا ہے۔

(شبہ) الذین آمنوا الخ کے بعد من آمن باللہ الخ کا ذکر تکرار کو مستلزم ہے۔

(جواب) الذین آمنوا سے مراد — من آمن باللہ الخ سے مراد

(۱) ایمان انبیاء سابقین ہے — ایمان بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) زبانی ایمان والے منافقین — دل سے ایمان لانے والے

(۳) عام کہ زبانی ایمان ہو یا قلبی — اخلاص والا ایمان

(۴) حدوث ایمان — عام حدوث و بقاء ایمان

(۵) ذکر اہل ایمان مضمون کی بلاغت و تاکید اور عظمت کے لئے۔

یعنی یہ قانون موافق و مخالف کے لئے برابر ہے۔

قولہ والذین ہادوا بنو اسرائیل ایک قبیلہ یا قوم کا نسلی نام ہے۔ اسلئے تاریخی حیثیت سے بنو اسرائیل لقب سے یاد کیا گیا۔ مذہبی نام الیہود ہے۔ اسلئے یہاں مذہبی نام سے یاد کیا گیا۔ الغرض یہود کے علاوہ عرب لوگ صحبت یہود سے متاثر ہوکر عقائد واعتقاداً یہودی ہوگئے تھے انہی کو عرف عام میں شامل کرنے کے لئے والذین ہادوا کا عنوان اختیار کیا گیا تاکہ کل یہود مراد ہوں سے تھا۔

قولہ والنصاریٰ جمع نصران منسوب بقصبہ ناصرہ بیت المقدس سے شمال میں ہے۔ یہ قصبہ حضرت عیسیٰؑ کا آبائی وطن ہے اسکی وجہ سے عیسیٰ کا لقب ہے۔ ناصرہ کو عربی میں نصران کہتے ہیں اسلئے نسبت نصرانی ہے۔

فرقہ مسیحی وہ جو انجیل پر ایمان لاتے ہیں مسیح کو ابن اللہ یا ثالث ثلاثہ مانتے ہیں اور اقوام کا حلول مانتے ہیں۔ نصرانی وہ جو مسیح کے پیرو ہوکر اقنوم ثلاثہ مانتے ہیں عرف انجیل شی کو ثالث ثلاثہ اسلئے اعتقاد ... لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ الخ

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم الخ

قولہ والصابئین ایک نام ایک مذہبی فرقہ کا جو عراق کے شمال و مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھے۔ یہ لوگ پہلے حضرت ابراہیم کی ملت توحید پر قائم تھے۔ پھر ستارہ پرست ہوگئے۔ ابن عباسؓ ... قال ابوحنیفہ ... وغیرہ ... (قرطبی)

من آمن باللہ والیوم الآخر | سے شبہ انبیاء علیہم السلام و کتب سماویہ و ملائکہ پر عدم ایمان کا۔

(جواب) یہ ایمان کی ابتداء اور انتہا ہے اور انتہاء یوم آخرت ہے۔ اسلئے مراد ایمان کامل ہے اس میں ایمان بالانبیاء علیہم السلام و الملائکۃ والکتب بھی داخل ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور آخرت کی معرفت کا ذریعہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور وحی الٰہی کتب سماویہ ہی ہیں اور انکا نزول بواسطہ ملائکہ ہے۔ لہذا ان تینوں پر ایمان لانا ایمان باللہ والیوم الآخر کیلئے موقوف علیہ ہے۔ موقوف کا ذکر موقوف علیہ کے ذکر کو متضمن ہے۔

لا خوف علیہم الخ | یہاں ایمان سے مطلقاً خوف کی نفی نہیں۔ ورنہ خوف خدا کی بھی نفی لازم آئیگی۔ بلکہ قیامت کے روز بشارت (لا یحزنہم الفزع الاکبر وتتلقاہم الملائکۃ الخ) کے سبب نفی خوف وحزن مراد ہے۔ فلا اشکال۔

والصابئین | بقیہ تفسیر حقانی جلد ۱۸۲/۱۷۰ میں ہے۔

صابی ایک فرقہ تھا حضرت ابراہیم کے عہد میں۔ اس فرقہ کا بڑا زور شور تھا۔ شہر بابل اور نینویٰ کے لوگ بھی یہی مذہب رکھتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس گروہ کی ابتداء کب سے ہوئی۔ اس کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ سے جو مجرد محض ہے بندہ کی جو مادی ہے کسی طرح رسائی ممکن نہیں۔ اسکی پرستش اوسکے مظاہر نیرات کی پرستش ہے۔ پھر اوسکے دو گروہ ہوگئے۔

[۱] ایک گروہ جو ستاروں اور آفتاب و ماہتاب اور عناصر کی پرستش کرتے تھے۔

[۲] دوم وہ جو اصنام کو نیرات کا مظہر سمجھکر پوجتے تھے۔ اسی لئے یونان زہرہ

وغیرہ ستاروں کے نام سے معبد بنے ہوئے تھے۔ پھر آگے چلکر اور بھی شاخیں نکلیں۔ ایران کے آتش پرست اور ہندوستان کے قوم باد وید ماننے والے بھی اسی گروہ کی شاخ ہیں۔ پھر ہر ملک میں اور ہر زمانہ میں اس مذہب نے نیا رنگ اور نیا نام پیدا کیا۔ اھ

(۱۴) واذ اخذنا میثاقکم الخ | پورا عمل سے گریز اور عمل بعوض رغبت قلبی کا نہ ہونا۔ اسلئے اشد یہ وسختی کے محتاج۔

(القصہ) بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بار بار درخواست کی کہ ہم کو منجانب اللہ کوئی الٰہی کتاب عطا فرمائے جو احکام شرعیہ کی جامع ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کتاب پر عمل کرنیکا پختہ وعدہ لیا۔ مگر بنی اسرائیل نے احکام الٰہیہ سے سرتابی کی۔ اس عہد شکنی کی سزا میں کوہ طور کو سروں پر اٹھاکر تشدد کا معاملہ کیا گیا۔ تاکہ عہد شکنی سے رک جائیں۔

(شبہ) آیت کریمہ لا اکراہ فی الدین الخ اور واقعہ میثاق میں تناقض ہے

(جواب) [۱] یہ دنیا کے منوانے پر رفع طور نہ تھا۔ ہذا ہو المشہور۔ بلکہ دین سے خارج ہو جانے کو پھر واپس لوٹانا نہ کرنے پر تشدد کا معاملہ کیا گیا تھا۔ [۲] یہ سزا عہد شکنی کی تھی نہ دین منوانے کی۔

ورفعنا فوقکم الخ | رفع طور سے مراد حقیقی رفع ہے [۱] یہی قول الجمہور۔ [۲] مجازی یعنی پہاڑ کی کچھ میں کھڑا کر دینا۔ ہذا ہو قول البعض۔

(۱۵) ثم تولیتم الخ | تذکرہ اعراض ثلاثہ یہود۔ [۱] یعنی تولّی۔ [۲] حیلہ سازی۔ [۳] تحقیق

(۱۶) ولقد علمتم الذین اعتدوا الخ | مرض حیلہ سازی و مثال قتال ۔ یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام
کے بہت زمانہ بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا ۔ غالباً یہ شہر ایلہ کا واقعہ ہے ۔
یہود پر من جانب اللہ شنبہ کو شکار منع کیا گیا تھا ۔ مگر انہوں نے حیلہ سازی سے شکار کرنا اختیار کیا ۔
اس پر انکے تین فریق ہو گئے ۔ عاصی ۔ ناہی ۔ ساکت ۔ ناہین نے علیحدگی مکانی اختیار کر کے
درمیان میں دیوار حائل کر لی تھی ۔ ایک صبح جب یہ باہر نہ نکلے ۔ تو دیوار پر سے دیکھنے سے معلوم ہوا
کہ مسخ ہو کر بندر بن گئے ہیں ۔ پوچھا گیا تو اشارہ چشم سے جواب دیا گیا ۔

فائدہ | مسخ تین قسم پر ہے ۔ حقیقی ۔ صوری ۔ معنوی ۔

مسخ حقیقی ۔ حقیقت و ماہیت کا بدل جانا جیسے گوشت کا بدل کر پتھر ہو جانا ۔
مسخ صوری ۔ حقیقت انسانیہ تو باقی رہے ۔ فقط صورت بدل جائے ۔
مسخ معنوی ۔ صفات انسانیہ کا بدل جانا ۔ مثلاً قناعت کا حرص و طمع سے بدل جانا ۔

بیان کیفیت مسخ | یہ مسخ مختلف فیہ ہے ۔ بعض کے نزدیک مسخ معنوی ہے ۔ مگر یہ ٹھیک نہیں
اسلئے کہ یہود کا مسخ معنوی تو اسی وقت ہو چکا تھا جب وہ انبیاء و مرسلین اور علماء ربانیین
کی نصیحت قبول کرنے سے منکر ہو چکے تھے ۔ کمثل الحمار یحمل اسفارا الخ ۔ اور ۔ فمثلہ کمثل الکلب الخ
اسی پر شاہد ہے ۔ جمہور کے نزدیک مسخ صوری ہے ۔ یعنی انسانی صورت کی بجائے
بندر کی صورت بنا دیگئی ۔ مگر حقیقت انسانی کہ جسکے ذریعہ سے ادراک و احساس کیا جاتا ہے
بعینہ باقی رہی ۔ یعنی گویائی کی قوت سلب کر لی گئی تھی ۔ مگر عقل باقی تھی ۔ جسکے ذریعہ
انکو صورت بدلنے کا اور سزاء مسخ کا ادراک تھا ۔ اور فہم و شعور باقی تھا ۔ چنانچہ لفظ

کونوا کا خطاب ۔ اور ۔ خاسئین کی جمع ذوی العقول انسانی شعور و فہم پر دال ہے ۔ اور
لفظ قردۃ بندر کی صورت پر دال ہے ۔

فائدہ | جب ڈارون کی تھیوری ماننے والوں کے نزدیک بندر ترقی کر کے انسان بن سکتا ہے
تو کیا ترقی معکوس کر کے انسان بندر نہیں بن سکتا ۔ زمانی و آنی کا فرق الگ ہے ۔

(۱۷) واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم الخ | بنی اسرائیل یہود کی گمراہی تعمق فی الدین اور کثرت سوالات معاندانہ

(قصہ) بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک شخص مالدار تھا ۔ اسکی ایک ہی لڑکی تھی حسینہ جمیلہ تھی ۔ اسکے بھتیجے نے مال کی
طمع و لالچ میں یا اسکی لڑکی سے نکاح کی خواہش میں چچا کو قتل کر کے لاش محلہ میں شب کو ڈالکر دن میں دعویٰ کر دیا دیت کا ۔
حکم ہوا کہ گائے ذبح کرو کہ جس کے گوشت لگانے سے مردہ زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتلا دیگا ۔

(۱۸) واذ قتلتم نفسا الخ | یہود کا قتل ناحق کرنا اخفاء واردات اور دوسرے پر بہتان ۔

(ضمن سورۃ) گائے کی تفصیل ۔ رنگ ۔ تعین تشخص ۔
یہ گائے ایک یتیم فرمانبردار والدہ کی تھی ۔ اسکو نفع پہنچانا تھا ۔

تقدیم و تاخیر واقعہ | اس قصہ کو ترتیب بدلکر دو حصہ میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ تاکہ یہود کی دو بد عملیاں نمایاں ہوں ۔

خلاصہ معاصی یہود متعلقہ قصہ بقرہ | قتل ناحق ۔ اخفاء قتل ۔ بے گناہوں پر بہتان و الزام قتل ۔
احکام خداوندی میں فوری امتثال نہ کرنا ۔ احکام خداوندی میں نا جائز حیلے نکالنا ۔ واضح حکم
کے بعد گستاخانہ سوالات کرنا ۔ وحی خداوندی پر اعتماد نہ کرنا ۔ نبی برحق پر اعتماد نہ کرنا

تفریع | مستدل ہے ثبوت بعث بعد الموت ۔

حکمت حکم ذبح بقرہ | چونکہ یہود دوسروں کی طرح گائے کو معبود اعتقاد کر چکے تھے ۔ تاکہ انکے دلوں سے اسکی عظمت نکل جائے ۔ اسلئے ذبح کا حکم ہوا ۔

شکایت الیہود | ثم قست قلوبکم الخ (بیان بنی اسرائیل کی قلبی و اخلاقی تنزل کا)

پہلے ذکر تھا کہ بنی اسرائیل خداوندی احکام کی تعمیل نہ کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے تھے - اس آیت میں انکا نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اس کا بنیادی سبب اصلی قساوت قلبی تھا

واقعہ ذبح بقرہ کے واقعہ میں مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کو بتلا دینا یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا غور کریں اس میں خدا کی قدرت - نبی صلعم کی رسالت - بعث بعد الموت و قیامت کا واضح ثبوت تھا

انفعال کی قسمیں | ۱ - قوی - پتھر پھٹ کر نہروں کا جاری ہو جانا - ۲ - متوسط - پتھر پھٹ کر رس کر پانی نکلنا
۳ - ضعیف - بلند پتھر خوف خدا سے گر کر لڑھک جانا -

(ایسے ہی قلوب بھی تین قسم میں) ۱ - جن سے علوم و معارف کے دریا بہتے ہیں جیسے علماء دین و مجتہدین
۲ - جن سے علوم کے چشمے جاری ہوتے ہیں - جیسے علماء ربانیین ۳ - عباد و زہاد -
(یا یوں کہا جائے) ۱ - اہل اللہ اللہ تعالی کی یاد میں زیادہ رونے والے - ۲ - کم رونے والے - ۳ - دل کو ڈرانے والے

ہے عیش و عشرت سے دو عالم کی نہیں مطلب مجھے ؛ چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے

روایۃ ابن عمرؓ - قساوت قلبی کا سبب کثرت کلام ہے الخ یعنی دین میں کثرت سوائے اللہ مشغلہ ذکر کے قلبی قساوت کا سبب ہے

(شبہ) پتھروں میں ادراک و شعور کیسے ہے - بتلاؤ تو ہے

(جواب) ان میں بھی ادراک و شعور ہے - قالہ العلامۃ القرطبی و البغوی و ابن کثیر رح

(آیات) (۱) تسبح له السموت السبع والارض ومن فیهن - وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم - الخ (۲) کل قد علم صلاته وتسبیحه - الخ

(۳) والنجم والشجر یسجدان الخ

احادیث | (۱) ور قوم استن حنانہ - (بخاری) (۲) ہذا جبل یحبنا ونحبہ الخ (بخاری)

(۳) جو پتھر نبوت سے قبل سلام کیا کرتا تھا میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں - (مسلم)

(۴) [illegible]

سنت [illegible] ساتھ جن پتھر و درخت پر گذرتے وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ الخ

(۱۹) وافتطمعون ان یؤمنوا لکم الخ | قطع امید از ایمان الیہود -

گذشتہ آیات میں قساوت قلبی بنی اسرائیل کا ذکر تھا - اب فرماتے ہیں کہ قساوت اسقدر غلبہ پا لیا ہے کہ قبول ایمان کی استعداد ہی سلب ہو گئی - لہذا ناصحین مؤمنین کو یہود کے ایمان سے امید منقطع کر لینی چاہیے -

وقد کان فریق منهم | ۱ - اس سے مراد وہ ستر آدمی ہیں جو موسی علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے - اس وقت تحریف سے مراد انکا وہ بیان ہے جو قوم کے سامنے بنا کر فرمان الٰہی میں تغییر کر دی - ان استطعتم ان تفعلوا ہذہ الاشیاء فافعلوا وان لم تفعلوا فلا باس - الخ

۲ - یا مراد علماء یہود محرفین تورات ہیں -

(۲۰) ومنہم امیون الخ — بے بنیاد آرزوؤں کی پیروی — شیوۂ علماء یہود

(۲۱) فویل للذین یکتبون الکتاب الخ — تحریف کتاب — کتاب محرف کی نسبت الی اللہ — تحریف کے ذریعہ کسب مال —

(بے بنیاد آرزوئیں) نحن ابناء اللہ واحباؤہ — اولاد انبیاء علیہم السلام ہونا — خصوصیت

لہذا ہم ہمیشہ دوزخ سے چھٹکارا — عذاب چند روزہ — استحقاق نبوت خاندانی خصوصیت

(۲۲) وقالوا لن تمسنا النار الخ — بے دلیل غلط عقیدہ —

شان نزول | مروی ہے از ابن عباس رض — قول یہود کہ توریت میں لکھا ہے — کہ جہنم کے کناروں سے شجرۃ الزقوم تک چالیس سال کی مسافت ہے — اور ہم صرف اتنا عرصہ عذاب میں رہیں گے پھر جہنم فنا ہو کر عذاب موقوف ہو جائے گا۔

قول نبی کریم صلعم کہ یہود اہل نار ہیں — انہوں نے جواب دیا — نحن ثم تخلفونا فیہا فقال کذبتم لقد علمتم انا لا نخلفکم فنزلت ہذہ الآیۃ الخ

ایاما معدودۃ | وجہ ہذہ العقیدۃ — قالت الیہود مدۃ الدنیا سبعۃ آلاف سنۃ وانما نعذب لکل الف یوما ثم ینقطع عنا العذاب — کل سبعۃ ایام — یا مراد چالیس دن عبادت عجل کے ہیں — یا اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی — لنعذبنہم اربعین یوما — لبحرمۃ القسم اتنے عرصہ عذاب دے گا —
یا حکم عاصی مومن کو یہودیوں نے اپنے لئے مخصوص سمجھا —

بلیٰ من کسب الخ | ضابطۂ جزا و سزا —

اس میں کافر و مومن دونوں کا ذکر کیا گیا — مومن عاصی جو دوزخ میں جائے گا وہ آخرکار جنت میں داخل کیا جائے گا — اس کا تذکرہ دوسری آیات میں آیا — ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الخ — ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الخ

(۲۳) واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل الخ | بنی اسرائیل سے عہود ثمانیہ اور ان کی عہد شکنی —

(ربط) گذشتہ آیات میں ضابطۂ نجات بیان کیا گیا — کہ ایمان و عمل صالح ہے — بنی اسرائیل کو بالخصوص ان دونوں کے انواع کی پابندی پر عہد پختہ لیا گیا — مگر انہوں نے عہد شکنی کی —

عہود ثمانیہ | (۱) عبادت و توحید الٰہی — (۲) والدین سے احسان — (ترک ایذا — خدمت بدنی و مالی) —

(نکتہ) چونکہ تربیت والدین نمونۂ تربیت حق تعالیٰ ہے — اس لئے اس کے متصل ذکر کیا گیا — بوجوہ ذیل —
اللہ تعالیٰ منعم حقیقی وجود و تربیت کے دیتے ہیں — تو والدین منعم ظاہری وجود و تربیت کے دیتے ہیں — بلا عوض احسان کرنا —
تربیت سے ملول نہ ہونا — تکمیل کی امید رکھنا دل سے خواہاں — ترقی پر کبھی حسد نہیں —
حفاظت مال و جان — چونکہ باقی ذوی الوجود میں واسطہ ظاہری ہیں — اس لئے ان کا مقدم ذکر ہے —

(۳) اہل قرابت سے احسان — (۴) یتامیٰ سے — (۵) مساکین سے

(۶) تمام انسانوں سے کلام حسن و نرم — خواہ مومن ہو یا کافر — وقولوا للناس حسنا — فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی الخ

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الخ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم الخ ادفع بالتی ہی احسن الخ

مداراۃ و مداہنت میں فرق | دنیوی امور میں نرمی و سستی کا نام مدارات ہے جو مستحسن ہے۔

دینی امور میں سستی و نرمی اختیار کرنا مداہنت ہے جو قبیح و مذموم ہے۔

(۷) اقامت صلوٰۃ — (۸) ایتاء زکوٰۃ —

خصوصی | انسان کا تعلق خدا سے اور دیگر بنی نوع سے ہے — خدا سے قلب کا تعلق ایمان — بدن کا تعلق صلوٰۃ — مال کا تعلق زکوٰۃ — گفتگو

بندوں سے تعلق جان کا والدین و اقرباء — مال کا یتامیٰ و مساکین — لسان کا عام انسانوں

(۲۳) واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم الخ | یہود کے عہود ثلاثہ اور انکی عہد شکنی۔

عہود ثلاثہ | عدم قتل — عدم اخراج — فدیۂ اسیر

مدینہ طیبہ میں دو پہلے سے دو قومیں اوس و خزرج آباد تھیں — اور یہاں یہود کی دو قومیں آباد تھیں بنی قریظہ — بنی نضیر — باہمی مخالفت و معاہدہ کئے ہوئے تھے — اوس و بنی قریظہ — خزرج و بنو نضیر

(۲۴) ولقد آتینا موسی الکتاب الخ | یہود کی قوت نظریہ کا بگاڑ — یہود کی پیغمبروں سے بدسلوکی

استکبرتم | تکذیب و قتل انبیاء علامت تکبر تھا — سب سے اکبر اصل المعاصی ثابت ہوا۔

(۲۵) وقالوا قلوبنا غلف الخ | نبی کریم صلعم کے ساتھ یہود کا معاملہ اور انکار — ان کی غلفت وجہ کفر

اخرج احمد بسند جید عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلعم القلوب اربعۃ — قلب اجرد فیہ مثل السراج یزہر — وقلب اغلف مربوط علی غلافہ — وقلب منکوس — و قلب مصفح — فاما القلب الاجرد فقلب المومن سراجہ فیہ نورہ — واما القلب الاغلف

فقلب الکافر — واما القلب المنکوس فقلب المنافق عرف ثم انکر — واما القلب المصفح فقلب فیہ ایمان ونفاق — فمثل الایمان فیہ کمثل البقلۃ یمدھا الماء الطیب ومثل النفاق فیہ کمثل القرحۃ یمدھا القیح — فای المادتین غلبت علی الاخری غلبت علیہ اھ

(در منثور ج ۸۷/۱)

(۲۶) ولما جاءھم کتاب من عند اللہ الخ | یہود کا انکار قرآن و رسالت —

اس کا منشا حسد و عناد — نسلی و قومی امتیاز —

بعثت نبوی سے قبل مشرکین و عامہ کفار کے مقابلہ میں یہود کی یہ دعا ہوا کرتی تھی —

اللھم ربنا انا نسألک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان وبکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما تنزل ان تنصرنا علی اعدائنا

اخرجہ ابو نعیم والحاکم والبیہقی وغیرھم عن ابن عباس وابن مسعود وغیرھم بالفاظ مختلفۃ — اھ (در منثور ص —)

مگر جب بعثت ہوچکی تو حسد و عناد سے ایمان نہ لائے۔

(۲۷) واذا قیل لھم آمنوا | دلیل بر حسد و عناد یہود نا مسعود۔

وھو الحق مصدقا لما معھم | رد دعوی یہود — اولاً — حقانیت قرآن —

ثانیاً — تصدیق تورات — ثالثاً — قتل انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام —

(۲۸) ولقد جاءکم موسیٰ بالبینات الخ | راتباً۔ کفر یہود علیہ السلام۔ یعنی اتخاذ عجل

(۲۹) واذ اخذنا میثاقکم الخ | ایمان بالتورات کے دعویٰ کا حال۔

(۳۰) قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ | دعوٰی محبت و بنوّت کی تردید۔

(۳۱) قل من کان عدوا لجبریل الخ | انکار قرآن کو بواسطہ عداوت جبرائیل علیہ السلام۔

شان نزول | بروایۃ ابن جریر و حاتم و طبرانی۔ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور یہود کو ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ تو یہود نے اپنے چند علماء کو زیر قیادت عبداللہ بن صوریا ساکن فدک) آپکے پاس بھیجا۔ انہوں نے چند سوالات کے جوابات حاصل کرکے تسلیم کرکے آنحضرت صلعم وحی ایمان نہ لانیکی پوچھی تو انہوں نے کہا چونکہ آپ پر جبرائیل علیہ السلام قرآن نازل کرتے ہیں اسلئے ہم ایمان نہیں لاتے۔ اس پر آیت کریمہ میں وجہ سے رد فرمایا گیا۔

(وجہ ۱) جبرائیل کا قرآن کو نازل کرنا بحکم خداوندی ہے۔ اس لئے دشمنی بعینہ خدا سے دشمنی ہے۔

(وجہ ۲) قرآن اگلی کتب کے مطابق اور انکا مصدق ہے۔ اس کا انکار بعینہ انکا انکار ہے۔

(وجہ ۳) قرآن خدا تک پہنچنے کا سیدھا رستہ ہے۔ سیدھا رستہ تو قابل قبول ہوتا ہے۔

(وجہ ۴) یہ قرآن اہل ایمان کے لئے بشارت و خوشخبری ہے۔

نزلہ علیٰ قلبک | نزول کلام کے دو طریقے۔ (۱) کلام اول کان تک پہر دل تک پہنچے یہ عام مشاہد طریقہ ہے (۲) اول دل پر پہر کان اور زبان تک پہنچے۔ قرآن کا نزول اسی طریقہ سے ہے۔

(۳۲) ولقد انزلنا الیک آیات بینات الخ | رد انکار معجزات صدق نبی کریم صلعم۔ بعض یہود نے حضور صلعم سے کہا تھا کہ آپ پر کوئی ایسی دلیل نازل نہیں ہوئی جسے ہم پہچانتے۔ اس کا رد فرمایا گیا۔ تب یہ کہ عادت مستمرہ حکم عدولی کی ہے۔

(۳۳) اوکلما عاہدوا عہدا نبذہ الخ | انکار یہود از عہد در تورات۔ بعض یہود کو جب وہ عہد یاد دلایا گیا جو توریت ایمان بالنبی صلعم کے متعلق تھا تو انہوں نے ایسے عہد سے انکار کر دیا۔

(۳۴) ولما جاءھم رسول من عند اللہ الخ | توریت پر ترک عمل۔ اور بجائے اسکے۔

اتباع شیاطین اور تعلیم سحر

وما انزل علی الملکین الخ | عطف علی ما تتلوا الشیاطین الخ

شہر بابل میں چونکہ سحر کا ان دنوں چرچا تھا۔ گو سحر و معجزہ و کرامت میں فرق نہ کرتے تھے۔ اسلئے فرشتوں کی تعلیم دینے کے لئے دو فرشتے بصورت انسانی بابل میں اتارے۔ تعلیم سحر کا سلسلہ بعد النصیحۃ شروع کیا گیا۔ اسلئے وہ فرشتے پہلے نصیحت کرتے پھر سحر کی حقیقت سمجھاتے۔

قصہ مشہورہ ہاروت و ماروت | تفسیر ابن جریر۔ ابن کثیر۔ در منثور میں بروایۃ ابن عباس وابن عمر وغیرہ۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں جب انسانوں کے برے اعمال آسمان پر جانے لگے تو ملائکہ نے بطور طعن انسانوں کا مذمت سے تذکرہ کیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ انسانوں کے خمیر میں شہوت و غضب ہے

اسلئے اوس کی نادھار رہتی ہیں۔ اگر تم میں یہ مادہ رکھکر زمین پر اتارا جاوے تو تم بھی گناہ کرو گے
فرشتوں نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ ملائکہ نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کرکے پیش کردیا۔ حق تعالیٰ
نے قوت شہویہ و غضبیہ پیدا کرکے زمین پر بھیجدیا اور قضائے مقدمات بالعدل والانصاف سپرد کیا۔
اور شرک و خون ناحق اور زنا و شراب سے منع فرمایا۔ حسب الحکم دونوں فرشتے صبح سے
شام تک قضاء میں مصروف رہتے اور شام کو بوقت اسم اعظم پڑھکر آسمان پر چلے جاتے
ایک مہینہ ہوا تھا کہ ایک عورت مسماۃ زہرہ (حسینہ و جمیلہ) کا مقدمہ پیش ہوا
وہ دونوں عاشق ہو گئے۔ اور اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ عورت نے شرط لگائی
کہ تم پہلے بت پوجا کرو۔ پھر خاوند کو قتل کرو۔ پھر شراب پیو۔ دونوں شہوت زدہ نے شراب پی لی
پھر بیہوشی میں بت کو سجدہ کیا۔ خاوند کو قتل کیا۔ زنا کیا۔ بعد ازاں وہ عورت اسم اعظم
پڑھکر آسمان پر چلی گئی۔ اور یہ فرشتے اسم اعظم بھول گئے۔ اسلئے آسمان پر نہ جا سکے۔ وہ عورت
زہرہ ستارہ بن گئی۔ یہ شرمندہ ہوکر حضرت ادریس علیہ السلام کی خدمت میں عذرخواہ ہوئے۔
حکم خداوندی ہوا کہ دنیوی و اخروی عذاب میں تخییر دیجاتی ہے۔ انہوں نے دنیوی کو ترجیح دی۔
چنانچہ شہر بابل کے کنوئیں میں الٹے لٹکا دئیے گئے۔ اور عذاب دیا جانا شروع ہوگیا۔ اسی حالت میں لوگوں کو
جادو کی تعلیم دے رہے ہیں۔

تنقید | اس قصہ کے اعتبار و عدم اعتبار میں علماء کے دو فریق ہیں۔
(۱) ایک کہتا ہے کہ یہ قصہ موضوع ہے۔ اس لئے کہ یہ قصہ اصول دین کے خلاف ہے۔ بوجوہ مندرجہ ذیل۔

۱۔ فرشتے معصوم ہیں۔ اون سے گناہ کا صدور ناممکن ہے۔
۲۔ حالت عذاب میں سلسلہ تعلیم جاری رہنے کے کیا معنی۔
۳۔ ایک فاحشہ عورت کا اسم اعظم سیکھکر آسمان پر چڑھ جانا غیر معقول ہے۔
۴۔ ستارہ زہرہ تو پہلے سے موجود تھا۔ پھر ستارہ بننے کے کیا معنی۔

دوسرا گروہ علماء کا اس قصہ کی تاویل و توجیہ کرتا ہے۔
کہ فرشتوں کی عصمت اوسوقت ہے جبکہ صورت ملکی میں ہوں۔ صورت کا نیت و ربط ادمی ہو
وہ ستارہ زہرہ اشتعال کرکے بصورت عورت متشکل ہوگیا ہو۔

(۳۵) یاایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا | یہود کا برتاؤ حضور صلعم سے
(گستاخی و بے ادبی) بعض یہود شرارت سے حضور صلعم کو لفظ راعنا سے خطاب کرتے
عربی میں راعنا رعایت سے ہے۔ یا رعی سے۔ عبرانی میں رعونۃ یعنی حمق سے گالی ہے۔
مسلمان بھی یہی معنی لیکر اطلاق کرنے لگے۔ یہود خوش ہونے لگے۔ اسلئے حکم ہوا کہ راعنا مت کہو۔
بوقت ضرورت انظرنا کہا کرو۔ اول تو غور سے سنا کرو۔ کہنے کی ضرورت نہ رہیگی۔

فائدہ | جب کوئی مباح کسی حرام یا معصیت کا سبب ہوجائے تو ترک مباح لازم ہے۔

قرآن میں (۸۸) جگہ امت محمدیہ کو خطاب یاایہا الذین آمنوا
سے کیا گیا ہے۔ کتب سابقہ میں صرف انبیاء علیہم السلام کو خطاب ہے۔ اسی امت محمدیہ کی فضیلت ہے

(۳۶) یایھا الذین کفروا | لع | معاملہ یہود با اہل ایمان (حسد و فریب دہی)۔

شان نزول | مسلمانوں نے یہود سے رجحان لانا چاہا۔ تو انہوں نے قسم کھا کر دو دعوے ظاہر کئے
۱۔ خیر خواہی۔ ۲۔ یہودیت کا دستگم بہتر ہونا۔ ثانی دعوے چونکہ بلا دلیل تھا
اور یہودیت بوجہ منسوخیت کے قابل اعتبار ہی نہ تھی۔ اسلئے اسکا جواب اعراض کرتے ہوئے صرف
اول دعوے کا رد کیا گیا ہے۔

(۳۷) ما ننسخ من آیۃ اھ | یہود کا طعن نسخ سے انکار قرآن۔
حق تعالیٰ کا جواب بیان مصلحت و حکمت نسخ۔

شان نزول | یہود نامسعود نے تحویل قبلہ کے وقت قرآن مجید کی حقانیت پر
طعن کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور
اسی قسم کے طعن میں مشرکین عرب بھی شریک ہو گئے۔
خلاصہ طعن کا یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو آج ایک بات کا حکم دیتے ہیں
اور پھر بعد میں اسکو بدل دیتے ہیں یا اس سے منع کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قرآن من جانب
اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انکا اپنا بنایا ہوا ہے۔ اس قسم کی باتوں سے انکا مقصد
یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں شبہ ڈالدیں کہ تم جو کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے ہم پر
نازل شدہ سب خیر ہے تو اس کے منسوخ ہونے کے کیا معنی۔ اگر پہلا حکم خیر تھا
تو دوسرا شر ہوگا اور اگر دوسرا حکم خیر ہے تو پہلا شر ہوگا۔ اور وحی الٰہی کا شر
ہونا محال۔ لہذا قرآن کا وحی ہونا ناممکن۔ اسی شبہ کے ازالہ کے لئے یہ آیت
نازل ہوئی۔

جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ نسخ کے معنی تبدیل خیر بالشر کے نہیں۔ بلکہ اپنے اپنے
وقت اور مقام کے اعتبار سے ناسخ و منسوخ دونوں ہی خیر ہیں۔

ربط | (۱) آیت یایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا اھ میں لفظ راعنا
کو ایک دینی مصلحت سے منسوخ کر کے انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا۔
اسلئے آگے نسخ کی حکمت و مصلحت کو بیان فرمانا مناسب ہوا۔
(۲) آیت سابقہ ما یود الذین کفروا من اہل الکتاب اھ میں یہود و مشرکین
کی عداوت و حسد کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ یہاں انکا حسد و عداوت کا
نمونہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ مسئلہ نسخ پر طعن کر کے اہل اسلام کو شبہات میں مبتلا
کرنا چاہتے ہیں۔

معنی نسخ | لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں۔ ۱۔ نقل۔ نسخ الکتاب۔
۲۔ رفع و ازالہ۔ نسخت الشمس الظل۔ اور اصطلاح شریعت میں نسخ کہتے ہیں
کسی حکم مطلق عند الناس کی تحدید و تعیین عند اللہ کا اظہار کر دینا۔ عام ہے کہ پہلے حکم مرفوع
کی جگہ جدید حکم لایا جائے یا نہ۔ وتفسیر النسخ لغۃ التبدیل۔ وشرعاً بیان انتہاء
الحکم الشرعی المطلق الذی تقرر فی اوھامنا استمراره بطریق التراخی فکان تبدیلاً
فی حقنا بیاناً محضاً فی حق صاحب الشرع اھ۔ (۱۲ ارک)

مثال | احکام شرعیہ کی مثال طبیب کے نسخہ جیسی ہے۔ طبیب کی تشخیص اپنی جگہ
بدستور رہتی ہے۔ لیکن مریض کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ اور موسم اور آب و ہوا میں بھی

فرق آتا رہتا ہے۔ ان بدلے ہوئے حالات میں اگر کوئی حاذق طبیب اپنے نسخہ کے اجزاء
میں مناسب ترمیم کرے تو یہ اسکی جہالت نہیں۔ بلکہ اسکی مہارت وحذاقت کی دلیل ہے۔
اسی طرح قرآن کے بعض احکام کے نسخ کے یہ معنی ہیں کہ خود حق تعالیٰ عالم الغیب نے
تعیین وضع قانون کے وقت ہنگامی ووقتی حکمت ومصلحت کے پیش نظر بعض قوانین
عارضی رکھے تھے۔ انکی میعاد ختم ہونے کے بعد انکی جگہ مستقل دوامی قوانین
رکھ دئے گئے۔

محل نسخ | اصول عقائد[1]۔ کلیات اخلاق[2]۔ اخبار یعنی قصص وحکایات ماضیہ[3] وغیرہ
میں نسخ نہیں۔ البتہ احکام فرعیہ میں نسخ عند الجمہور شرائط کے ساتھ
ہے۔ اور نبوت محمدیہ میں بوقت نزول وحی جاری رہا۔

اقسام نسخ قرآن | (۱) تلاوت منسوخ اور حکم باقی۔ جیسے آیۃ رجم۔
(۲) حکم منسوخ۔ اور تلاوت باقی۔ جیسے اقارب کیلئے وصیت کا حکم
آیت میراث سے منسوخ ہوا۔ یا جیسے ایک سال عدت وفات کا حکم آیۃ
چار ماہ دس دن عدت وفات سے منسوخ ہوا۔
(۳) تلاوت وحکم ہر دو منسوخ۔ جیسے بعض روایات میں ہے کہ سورہ احزاب
سورت بقرہ کے برابر تھی مگر بعض حصہ کی تلاوت وحکم دونوں مرفوع ومنسوخ ہوگئے۔

قولہ تعالیٰ من آیۃ ام | آیت کا مفہوم وسیع ہے۔ آیۃ تکوینی[1]۔ نشان[2]۔ دلیل معجزہ[3]
یہاں اگر دلائل حقانیت قرآن۔ اور معجزات بوقت نزول قرآن مراد لئے جائیں۔ تو
کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آیت سے مراد آیۃ تکوینی مراد ہو تو دو احتمال ہیں

شان نزول | بعض یہود نے عناداً حضور صلعم سے سوال کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام
پر تورات یکدفعہ نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح قرآن مجموعی طور پر اتارئے۔
یا پہاڑ صفا ومروہ کو سونا بنا دیجئے۔ یا زمین حجاز میں انہار جاری کر کے
باغات لگا کر سرسبز کر دیجئے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمان بھی دھوکہ میں آکر سوال کرنے لگے تھے۔
عند الجمہور یہ خطاب یہود کو ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ خطاب
اہل اسلام کو ہے۔

درسِ قرآن مجید

علوم قرآن قرآن مجید کے علوم ویسے تو بے شمار ہیں مگر اجمالی طور پر پانچ اقسام پر منقسم ہیں۔ ۱۔ علم المخاصمہ ۲۔ علم الاحکام ۳۔ تذکیر بآلاء اللہ ۴۔ تذکیر بایام اللہ ۵۔ تذکیر بالموت و مابعدہٗ ——— ان علوم کی طرف بندوں کو کتنی حاجت ہے۔ ان کے بغیر نصابِ رسالت تمام ہی نہیں ہوتا۔ ان میں سے کل علم المخاصمہ کا بیان ہوا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام علم کلام کی بنیاد اسی علم پر ہے۔ قرآن نے جن فرق باطلہ کا رد کیا ہے منجملہ ان میں مشرکین بھی ہیں۔

اقسام مشرکین مشرکوں میں مختلف العقائد ٹولیاں تھیں ایک فریق تو وہ ہے جسے قرآن نے بُت پرست قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۃ	تم اور تمہارے بُت جنہیں تم پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں۔

قسم ثانی ۲:۔ ایک صنف وہ ہے جو خالق اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے، اور حساب وکتاب اور جزا و سزا کی منکر ہے، یہ طبع کو زندہ کرنے والا اور دھر کو فنا کرنے والا مانتے تھے، یعنی ترکیب اجسام کی طبیعت سے آدمی اور دیگر حیوانات ونباتات خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور تحلیل ہوتے ہوتے گردشِ دہر سے فنا ہو جاتے ہیں۔ نہ انسان پر پسِ مرگ حساب وکتاب ہے، نہ دوزخ، نہ جنت، نہ رسول نہ فرشتہ جیسے دورِ حاضر کے دہریوں کے عقائد ہیں۔ قرآن پاک میں جا بجا ان لوگوں کا بھی رد ہے:

قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا	اور مشرکین نے کہا کہ بس یہ ہماری دنیوی زندگی ہی ہے، ہم خود بخود مرتے اور جیتے ہیں
وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۃ	گردشِ زمانہ ہمیں نابود کرتی ہے، یہ لوگ کسی یقین پر نہیں، سوائے اٹکل اور بے دلیل باتوں کے۔

قسم ثالث ۳:۔ ایک گروہ، وہ ہے جو خالق کا قائل اور کائنات کو اُس کی مخلوق تسلیم کرتا تھا لیکن

بعث اور اعادہ کا منکر ہے: قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ——— ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ اس پر دال ہے اور انہی منکرینِ بعث کے قول کو یہاں نقل فرمایا گیا ہے ———

قسم رابع ۴:۔ ایک فریق ایسا تھا جو خالق اور بعث کا کسی قدر قائل تھا مگر رسولوں کا منکر تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ یہ بُت قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۃ ———	ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔

قرآن پاک نے ان کے رد میں فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ———	خدا کے ہاں اُس کے حکم واجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے؟

یہ لوگ بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے اپنی کھیتی، تجارت وغیرہ میں اُن کے حصے مقرر کرتے تھے، اسی طرح کچھ حصے خدا کے نام پر بھی متعین کرتے تھے۔

قسم خامس ۵:۔ بعض عرب موجودہ ہندوؤں کی طرح تناسخ کے قائل تھے کہ انسان جب مرجاتا یا مارا جاتا ہے، تو اس کے دماغ سے ایک جانور بن جاتا ہے جو سو برس تک اس کی قبر پر بولتا اور اُس کے دشمنوں سے انتقام چاہتا ہے جیسے کہ آج کل بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی کہنے لگتے ہیں کہ فلاں جنگل میں فلاں روح آتی ہے، فلاں جگہ ایک مقتول کی روح آتی اور پانی مانگتی ہے۔ یا فلاں بزرگ کی روح جمعرات کو اپنے گھر آتی ہے وغیر ذلک من الخرافات: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی شگون اور خیالی پرستش کے بارے میں ارشاد فرمایا: لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوٰى وَلَا صَفَر (ھامۃ، مرض کا متعدی ہونا اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں)

خود قرآن پاک نے خدا کے سوا کسی دوسرے سے نفع ونقصان اور قضاء وقدر کے آڑے آنے کی سختی سے تردید فرمائی ہے؛ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ———	آپ فرما دیں کہ حکم خداوندی کے بغیر ہمیں دنیا کی کوئی خیر وشر نہیں پہنچ سکتی۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا	اگر خدا تجھے کوئی تکلیف دے تو اُسے اُسی

کاشف لہٗ اِلّاھُوْ وَاِن یَّمْسَسْکَ بخیرٍ فھو علیٰ کلِّ شئٍ قدیرٌ ۔	کے سوا کوئی ہٹا نہیں سکتا اور اگر وہ خیر کا ارادہ فرمائے تو کوئی ٹلا نہیں سکتا ۔

قسم سادس :۔ بعض عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنے کے شرک و کفر میں مُبتلا تھے ،

اصطفی البناتِ علیٰ البنینَ ما لکُمْ کیفَ تحکمُوْنَ ۔	کیا خُدا نے تمہارے قول کے مطابق اپنے لئے بیٹیاں چن لی ہیں ، تم کیسی باتیں بناتے ہو ۔

قسم سابع :۔ بعض عرب ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے ، مثلاً بارش ہونا ، قحط ہونا ، بیمار و تندرست ہونا ، غنی و فقیر ہونا ، ان سب کو ستاروں کی گردش کا نتیجہ قرار دیتے تھے ۔ قرآن نے آفتاب و ماہتاب اور جمیع ستاروں ، سیاروں کو خُدا کے حُکم کا مطیع تابع فرمان اور چالِ خاص میں اُسی کے حکم کا مسخر قرار دیا ۔ ہوا ، پانی اور دیگر مخلوقات سے زیادہ اُن کو کوئی بات حاصل نہیں ۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَہٗ مَنْ فی السمواتِ والارض کلٌّ لہٗ قانِتُوْن ۔	زمین و آسمان کی ہر چیز خدا کی مملوک ہے اور اُس کے حُکم کے تابع ہے ۔

علم المخاصمہ : کے تحت قرآن پاک نے ان مختلف الانواع کفار و مشرکین کی تردید مختلف پیراؤں میں متعدد مقامات پر کی ہے ۔ جن کا ایک ایک نمونہ بیان ہو چکا اور کچھ تفصیل آئندہ بھی آئے گی ۔ (جاری ہے)

علم الاحکام اب دُوسرے علم کا بیان شروع ہوتا ہے ، اعمالِ فاسدہ اس کا سبب تھا ، اس کی اِصلاح کی ۔ یعنی حلال و حرام کو بتلائیں گے ۔ جو حلال تھا اس کا امر کیا اور جو حرام تھا اس سے روکا ، ان پر عمل کرنا علم الاحکام ہے ۔ اِس میں پیدائش سے لے کر یعنی طہارت کے مسئلہ سے لے کر میراث ، وصیت کے مسئلہ تک ذکر کیا ہے[1] ۔

---

[1] اِس مجموعہ کا نام شریعت ہے ۔ یعنی بندوں کے لئے دین و دنیا میں جو اُمور ضروری اور مفید ہیں ۔ اُنہیں کرنے کا حکم دیا اور افادیت و اہمیت کی بُنیاد پر انہیں بالترتیب فرض[1] ، واجب[2] اور مستحب[3] قرار دیا اسی طرح جو چیزیں انسان کے لئے طبعی یا روحانی طور پر مضر تھیں انہیں درجہ بدرجہ حرام[1] ، مکروہ تحریمی (قریب بحرام) اور مکروہ تنزیہی (قریب بحلال) ٹھہرایا ——— اور جو چیزیں بالذات نہ مضر تھیں نہ ضروری ، انہیں مباح کہا ؛ کما قال تعالیٰ یحلّ لھم الطیّبٰتِ و یحرّم علیھم الخبائث
پھر احکامِ شریعت کی دُو قسمیں ہیں ۔ ایک نظری[1] ، جن میں ہاتھ پاؤں اعضاء کے فعل کی ضرورت

۱۔ تہذیب الاخلاق اس سے مراد وہ احکام ہیں جو ایک ہی شخص کے حالات اور معاملات کی درستی سے متعلق ہوں ، جیسے چوری نہ کرنا ، جھوٹ نہ بولنا ، تکبّر نہ کرنا ، حسد ، بغض ، کینہ و حرص نہ کرنا ، خوش خوئی سے پیش آنا ۔ لوگوں کے ظُلم کی بُرداشت کرنا ۔ توکل و قناعت سے زندگی بسر کرنا ۔ عدل و انصاف کو اپنا شیوہ بنانا وغیرہ ۔

۲۔ تدبیرِ منزل اس سے مراد وہ احکام ہیں جو ایک گھر کی معاشرت اور انتظام سے تعلق رکھتے ہوں باپ بیٹے سے کس طرح پیش آئے ؟ میاں بیوی کیسے زندگی بسر کریں ، نکاح ، بیع ، شراء قرض و امانت وغیرہ کے معاملات میں فریقِ ثانی سے کیسے برتاؤ کیا جائے ؟

۳۔ سیاستِ ملک اس سے مراد وہ احکام ہیں جو شہر اور ملک کے متعلق ہوں ۔ یعنی چور ، ڈاکو اور نقضِ امن کرنے والے کی کیا سزا ہے ؟ غاصب کے ساتھ یوں کرنا چاہیئے ۔ اپنے بادشاہ اور امیر کی اطاعت اس طرح کی جاتی ہے ؟

پس حکمتِ نظری و حکمت عملی بتمام و کمال قرآن پاک میں مذکور ہے ۔ طہارتِ ظاہری و باطنی ، حدود قصاص میراث و طلاق کی بابت کوئی بات قرآن نے نہیں چھوڑی اور اس طرح جو چیزیں ناپاک اور نجس طبعی تھیں ۔ ان کی حُرمت اور پاک صاف چیزوں کی حِلّت بیان کر دی ہے ۔

نہیں بلکہ ان کا تعلق دل کے اعتقاد و یقین سے ہے تمام اعتقادیات اس میں داخل ہیں ، دوم عملی[2] جن کے کرنے میں اعضاء کو بھی دخل ہے جیسے عبادات وغیرہ
پھر احکامِ عملیہ کی دُو قسمیں ہیں ، ایک وہ جو خُدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے زبان سے شہادتین کا اقرار ، نماز ، روزہ ، زکوٰۃ ، حج ، جہاد وغیرہ ،
دُوسری قسم وہ احکام جو بندوں کے ساتھ متعلق ہیں ۔ پھر ان کی تین[3] قسمیں ہیں ۔

خیر الاصول فی حدیث الرسول ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد: علم اصول حدیث کی بعض اصطلاحیں مختصر طور پر ذکر کی جاتی ہیں۔ حق تعالےٰ توفیق صواب شامل حال رکھ کر مبتدیین حدیث کو نفع پہونچاویں۔ آمین

اصولِ حدیث کی تعریف

علم اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال معلوم کیے جائیں۔

اصول حدیث کی غایۃ

علم اصولِ حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کرکے متبول پر عمل کیا جائے اور غیر متبول سے بچا جائے۔

اصول حدیث کا موضوع

علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے۔

حدیث کی تعریف

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصحابۂ کرامؓ وتابعینؒ کے قول وفعل وتقریر[1] کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر واثر بھی کہتے ہیں۔

حدیث کی تقسیم

حدیث دو قسم پر ہے۔ خبرِ متواتر ، خبرِ واحد

خبرِ متواتر: وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ اُن سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم مُحال سمجھے۔

اور خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔

---

[1] تقریر رسول یہ ہے کہ کسی مسلمان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی۔ آپ نے جاننے کے باوجود اسے منع نہ فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اسے برقرار رکھا اور اس طرح اس کی تصویب وتثبیت فرمائی۔
کذا فی مقدمۃ فتح الملہم ص[۱] ۱۲ ناشر

پھر خبرِ واحد مختلف اعتباروں سے کئی قسم پر ہے۔

خبرِ واحد کی پہلی تقسیم

خبر واحد اپنے مُنتہیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مَرفوع[1] ۔ مَوقوف[2] ۔ مَقطوع[3]

مَرفُوع وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

اور مَوقُوف وہ حدیث ہے جس میں صحابیؓ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

اور مقطوع وہ حدیث ہے جس میں تابعیؒ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

خبر واحد کی دوسری تقسیم

خبر واحد عددِ رُواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے مشہور[1] ۔ عزیز[2] ۔ غریب[3]

مشہور وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

عزیز وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

غریب وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبر واحد کی تیسری تقسیم

خبر واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ[16] قسم پر ہے۔

صحیح لذاتہ[1] ۔ حسن لذاتہ[2] ۔ ضعیف[3] ۔ صحیح لغیرہ[4] ۔ حسن لغیرہ[5] ۔ موضوع[6] ۔ متروک[7] ، شاذ[8] ۔ محفوظ[9] ۔ منکر[10] ۔ معروف[11] ۔ معلل[12] ۔ مضطرب[13] ۔ مقلوب[14] ۔ مُصحّف[15] ۔ مُدرج[16] ۔

صحیح لِذاتہٖ وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضّبط ہوں اور اس کی سند مُتصل ہو۔ مُعلّل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حَسَن لِذاتہٖ وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لِذاتہٖ کے اس میں موجود ہوں۔

ضعیف وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح وحَسَن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

صحیح لغیرہٖ اُس حدیث حَسَن لِذاتہٖ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حَسَن لِغَیرِہٖ اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبویؐ میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

متروک وہ حدیث ہے جس کا راوی مُتّہَم بِالکذب ہو یا وہ روایت قواعدِ معلومہ فِی الدِّین کے مخالف ہو۔

شاذ وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

محفوظ وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔

مُنکَر وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعتِ ثقات کے مخالف روایت کرے۔

مَعرُوف وہ حدیث ہے جو مُنکَر کے مقابل ہو۔

مُعَلَّل وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی عِلّتِ خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے۔ اس کو معلوم کرنا ماہرِ فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کا کام نہیں۔

مُضطَرِب وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مَقلُوب وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مُقَدَّم کو مُؤخَّر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو۔ یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

مُصَحَّف وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں، و حرکتوں و سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

مُدرَج وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

خبرِ واحد کی چوتھی تقسیم

خبرِ واحد سقوط و عدمِ سقوطِ راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ مُتَّصِل۔ مُسنَد۔

مُنقَطِع۔ مُعَلَّق۔ مُعضَل۔ مُرسَل۔ مُدَلَّس۔

مُتَّصِل وہ حدیث ہے کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

مُسنَد وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک مُتَّصِل ہو۔

مُنقَطِع وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

مُعَلَّق وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں۔

مُعضَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے بہ پے گرے ہوئے ہوں۔

مُرسَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

مُدَلَّس وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو

خبرِ واحد کی پانچویں تقسیم

خبرِ واحد صِیَغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ مُعَنعَن۔ مُسَلسَل

مُعَنعَن وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عَن ہو اور اس کو عَن عَن بھی کہا جاتا ہے۔

مُسَلسَل وہ حدیث ہے جس کی سند میں صِیَغ ادار کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

بیان صِیَغ ادار

محدثین حدیث کو ادا کرتے وقت مندرجہ ذیل الفاظ میں سے اکثر ایک لفظ استعمال کیا کرتے ہیں، حَدَّثَنِی۔ اَخبَرَنِی۔ اَنبَأَنِی۔ حَدَّثَنَا۔ اَخبَرَنَا۔ اَنبَأَنَا۔ قَرَأتُ۔ قَالَ لِی فُلَانٌ۔ ذَکَرَ لِی فُلَانٌ۔ رَوَیٰ لِی فُلَانٌ۔ کَتَبَ اِلَیَّ فُلَانٌ۔ عَن فُلَانٍ۔ قَالَ فُلَان۔ ذکر فُلَان۔ رَوَیٰ فُلَانٌ۔ کَتَبَ فُلَانٌ۔

حَدَّثَنِی و اَخبَرَنِی میں فرق

متقدمین کے نزدیک یہ دونوں لفظ مُتَرادِف ہیں۔ اور مُتَأخِّرِین کے نزدیک یہ فرق ہے کہ اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنتے رہیں تو شاگرد کے تنہا ہونے کی صورت میں حَدَّثَنِی اور بہت ہونے

کی صورت میں حَدَّثَنا کہا جاتا ہے اور اگر شاگرد پڑھے اور استاد سنتا رہے تو شاگرد کے اکیلا ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنی اور بہت ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنا کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ الاصول)

بیان کتبِ حدیث

کتبِ حدیث میں مختلف اعتباروں سے مشہور دو تقسیمیں ہیں۔

پہلی تقسیم

حدیث کی کتابیں وضع و ترتیب مسائل کے اعتبار سے نو قسم پر ہیں۔

جامع۔ سنن۔ مسند۔ معجم۔ جزء۔ مفرد۔ غریب۔ مستخرج۔ مستدرک۔

جامع وہ کتاب ہے جس میں تفسیر۔ عقائد۔ آداب۔ احکام۔ مناقب۔ سیر۔ فتن۔ علاماتِ قیامت وغیرہا ہر قسم کے مسائل کی احادیث مندرج ہوں۔ کما قیل ؎

سِیَر آداب و تفسیر و عقائد — فِتَن اَحکام و اَشراط و مناقب

جیسے بخاری و ترمذی۔

سُنَن وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابوابِ فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوں۔ جیسے سُنَن ابوداؤد و سُنَن نسائی و سُنَن ابن ماجہ۔

مُسْنَد وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب رُتبی یا ترتیب حروف ہجا یا تقدم و تاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے مسند احمد۔ و مسند دارمی

مُعْجَم وہ کتاب ہے جس کے اندر وضع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ جیسے معجم طبرانی۔

جُزْء وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک مسئلہ کی احادیث یک جا جمع ہوں۔ جیسے جُزْءُ القراءۃ و جُزْءُ رَفْعِ الیَدَین للبخاریؒ و جُزْءُ القراءۃ للبیہقیؒ

مُفْرَد وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک شخص کی کل مرویات ذکر ہوں۔

غریب وہ کتاب ہے جس میں ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ہیں، وہ ذکر ہوں۔

(عجالہ نافعہ ص۱۲ عرف الشذی)

مُسْتَخْرَج وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جیسے مُسْتَخْرَج اَبُو عَوانہ۔

مُسْتَدْرَک وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اس کی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کر دیا گیا ہو۔ جیسے مُسْتَدْرَک حاکم۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ)

دوسری تقسیم

کتب حدیث مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں:-

پہلی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔ جیسے موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ابن حبان۔ صحیح حاکم۔ مختارہ ضیاء مقدسی۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن السکن۔ منتقی ابن جارود۔

دوسری قسم وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث صحیح و حسن و ضعیف ہر طرح کی ہیں مگر سب قابل احتجاج ہیں کیوں کہ ان میں جو حدیثیں ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ جیسے سنن ابوداؤد۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ مسند احمد۔

تیسری قسم وہ کتابیں ہیں جن میں حسن۔ صالح۔ منکر ہر نوع کی حدیثیں ہیں جیسے سنن ابن ماجہ۔ مسند طیالسی۔ زیادات ابن احمد ابن حنبل۔ مسند عبدالرزاق۔ مسند سعید بن منصور۔ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ۔ مسند ابو یعلی موصلی۔ مسند بزار۔ مسند ابن جریر۔ تہذیب ابن جریر۔ تفسیر ابن جریر۔ تاریخ ابن مردویہ۔ تفسیر ابن مردویہ۔ طبرانی کے معجم کبیر۔ معجم صغیر۔ معجم اوسط۔ سنن دارقطنی۔ غرائب دارقطنی۔ حلیہ ابی نعیم۔ سنن بیہقی۔ شعب الایمان بیہقی۔

چوتھی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ جیسے نوادر الاصول حکیم ترمذی۔ تاریخ الخلفاء۔ تاریخ ابن نجار۔ مسند الفردوس دیلمی۔ کتاب الضعفاء عقیلی۔ کامل ابن عدی۔ تاریخ خطیب بغدادی۔ تاریخ ابن عساکر۔

پانچویں قسم وہ کتابیں ہیں جن سے موضوع حدیثیں معلوم ہوتی ہیں جیسے موضوعات ابن جوزی۔ موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانی وغیرہ۔

(رسالہ فیما یجب حفظہ للناظر مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

بیان صحاح ستہ

صحاح ستہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ۔

اور بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے مؤطا امام مالکؒ اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے۔ اور ان چھ کتابوں کو صحاح کہنا تغلیباً ہے، کیوں کہ صرف صحیح تو بخاری و مسلم ہی ہیں۔ (کذا فی مقدمۃ المشکوٰۃ، عجالہ نافعہ)

مراتب صحاح ستہ

پہلا مرتبہ بخاری کا ہے۔ دوسرا مسلم کا۔ تیسرا ابوداؤد کا۔ چوتھا نسائی کا۔ پانچواں ترمذی کا۔ چھٹا ابن ماجہ کا۔

مذاہب اصحاب صحاح ستہ

امام بخاریؒ مجتہد ہیں (نافع کبیر کشف الحجاب) یا شافعیؒ (طبقات شافعیہ ج۲ الحطہ ص ۱۲۱) امام مسلمؒ شافعی ہیں۔ (الیانع الجنی ص۴۹) امام ابوداؤدؒ حنبلی ہیں (الحطہ ص۱۲۵) یا شافعی (طبقات شافعیہ ج۲ ص۴۸) امام نسائیؒ شافعی ہیں (الحطہ ص۱۲۴) امام ترمذیؒ و ابن ماجہؒ بھی شافعی ہیں (عرف الشذی)

جرح و تعدیل کا بیان

محدثین جب کسی راوی کی توثیق و تعدیل بیان کرتے ہیں تو کئی طرح کے الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ بعض توثیق میں اعلیٰ ہیں اور بعض متوسط اور بعض ادنیٰ۔ علیٰ ہذا الفاظ جرح بھی، جرح میں بعض اعلیٰ ہیں اور بعض متوسط اور بعض ادنیٰ۔ ذیل میں ان سب الفاظ کو اعلیٰ سے ادنیٰ تک باترتیب معتبر ذکر کیا جاتا ہے۔

الفاظ تعدیل

ثبت حجۃ۔ ثبت حافظ۔ ثقۃ متقن۔ ثقۃ ثبت۔ ثقۃ ثقۃ۔ ثقۃ۔ صدوق۔ لا باس بہ۔ لیس بہ باس۔ محلہ الصدق۔ جید الحدیث۔ صالح الحدیث۔ شیخ وسط۔ شیخ حسن الحدیث۔ صدوق ان شاء اللہ۔ صویلح وغیرہا۔

الفاظ جرح

دجال کذاب۔ وضاع یضع الحدیث۔ متہم بالکذب۔ متفق علیٰ ترکہ۔ متروک۔ لیس بثقۃ۔ سکتوا عنہ۔ ذاہب الحدیث۔ فیہ نظر۔ ہالک۔ ساقط۔ واہ بمرۃ۔ لیس بشئی۔ ضعیف جدا۔ ضعفوہ۔ ضعیف واہ۔ یضعف۔ فیہ ضعف۔ قد ضعف۔ لیس بالقوی۔ لیس بحجۃ۔ لیس بذاک۔ یعرف و ینکر۔ فیہ مقال۔ تکلم فیہ۔ لین۔ سیئ الحفظ۔ لا یحتج بہ۔ اختلف فیہ۔ صدوق لکنہ مبتدع وغیرہا۔ (دیباچہ میزان الاعتدال)

تقسیم جرح و تعدیل

ہر ایک جرح و تعدیل میں سے دو قسم پر ہے۔ مبہم، مفسر

جرح و تعدیل مبہم وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور نہ ہو۔

جرح و تعدیل مفسر وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور ہو۔

قبولیت و عدم قبولیت جرح و تعدیل

جرح مفسر و تعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں۔ البتہ جرح مبہم و تعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں گو بعض بزرگوں سے اختلاف منقول ہے مگر زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ جرح مبہم بالکل مقبول نہیں اور تعدیل مبہم مقبول ہے۔ یہی مذہب امام بخاریؒ و امام مسلمؒ و ترمذیؒ و ابوداؤدؒ و نسائیؒ و ابن ماجہؒ و جمہور محدثین و فقہاء حنفیہؒ کا ہے۔

شروط قبولیت جرح و تعدیل

جرح مفسر و تعدیل مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے مشترکہ شروط یہ ہیں کہ جرح کنندہ و تعدیل کنندہ میں مندرجہ ذیل امور پائے جانے ضروری ہیں:۔

علم۔ تقویٰ۔ ورع۔ صدق۔ عدم تعصب۔ معرفۃ اسباب جرح و تعدیل اور خاص جرح مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے زائد شرط یہ ہے کہ جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے علاوہ متعنت و متشدد بھی نہ ہو۔

بعض اسماء محدثین جو جرح میں مُتعصِب ہیں

دارقطنی ۔ خطیب بغدادی

بعض اسماء محدثین جو جرح میں مُتعنِت ہیں

ابن جوزی ۔ عمر ۔ ۔ ۔ بہ رموصلی ۔ رضی صغانی بغوی ۔ جوزقانی مؤلف کتاب الاباطیل ۔ شیخ ابن تیمیہ حرانی ۔ مجد الدین لغوی مؤلف قاموس ۔

بعض اسماء محدثین جو جرح میں مُتَشَدِد ہیں

ابو حاتم ۔ نسائی ۔ ابن معین ۔ ابن قطان ۔ یحیٰی قطان ۔ ابن حبان ۔

جرح و تعدیل میں تعارض

ایک راوی میں جرح و تعدیل کے تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں ۔ جرح مبہم و تعدیل مبہم ۔ جرح مبہم و تعدیل مفسر ۔ جرح مفسر و تعدیل مبہم ۔ جرح مفسر و تعدیل مفسر ۔

پہلی اور دوسری صورت میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے ۔ تیسری اور چوتھی صورت میں جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے ۔ بشرطیکہ وہ جرح مفسر کسی ایسے شخص سے صادر نہ ہوئی ہو جو جرح کرنے میں مُتعصِب ، یا مُتشدِد یا مُتعنِت شمار کیا گیا ہے ۔

فائدہ

امام الائمہ سراج الامّۃ امامنا الاعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق جو بعض کتب مخالفین میں جرح منقول ہے وہ ہرگز مقبول نہیں اس لئے کہ حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں ہر قسم کی تعدیل تو اظہر من الشمس ہے ۔ رہی جرح سو بعض محدثین کی جرح مبہم ہے اور بعض جارحین خود مُتعصِب و مُتشدِد و مُتعنِت ہیں اور اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ایسی جرح بمقابلہ تعدیل ہرگز معتبر نہیں ہے ۔ (الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل)

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ   العبد الضعیف خیر محمد ۔ جالندھری

فقہی مسائل

خیر التنقید فی سیر التقلید
خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد
خیر المصابیح فی عدد التراویح
بیس رکعات تراویح سنت ہیں
مسائل نماز تراویح ،
خیر الوسیلہ
مسئلہ توسل کی صحیح حیثیت
خیر الجواب فی ایصال الثواب
ردِ غیر مقلدین ، خیر الافادات
خیر الاختبار فی خیر الاختیار

خیر التنقید فی سیر التقلید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُھْتَدِیْنَ وَالْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَمُتَّبِعِیْھِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ **اما بعد** ہر کام کی خوبی اور برائی اس کے نتیجہ و مقصد کی خوبی و برائی سے پہچانی جاسکتی ہے اور اس کی ضرورت و بے ضرورت کا فیصلہ بھی اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ثبوت و عدم ثبوت کا صحیح معیار شرعی دلائل سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے یعنی اگر کسی کام کا مقصد مفید اور ضروری ہے تو وہ کام بھی عمدہ اور ضروری ہوگا۔ اور جس کام کے دلائل قرآن و حدیث و تعامل خیر القرون و سلفِ صالحین میں بکثرت پائے جائیں اس کے صحیح و ثابت ہونے میں بھلا کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے پس اسی معیار کے ماتحت مسئلہ تقلید ائمہ مجتہدین کو اس مختصر رسالہ میں نہایت سادگی کیساتھ اپنے حنفی بھائیوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

مقصدِ تقلید دینِ اسلام کا وہ فریضہ جو بواسطہ سرورِ عالم نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید و حدیث شریف کی محفوظ و پیاری شکل میں دنیائے عالم کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اسکی پابندی اور حفاظت ہر مسلمان کا فرض اوّلی ہے اور اس فرض کے ممکن و مستحسن ذرائع کا حاصل کرنا

واجب۔ پس اس دورِ شر و فتن اور الحاد و زندقہ میں مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں خود رائی کو چھوڑ کر مجتہدین ائمہ دین کی تقلید و اتباع کرنے میں جس قدر دین کی حفاظت ہے اور جس قدر عمل کی پابندی میں دلجمعی و تسلی ہے۔ ترکِ تقلید میں اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہیں۔ پس تقلید ائمہ مجتہدین کا اصل مقصد دین کی حفاظت اور قرآن و حدیث پر بسہولت عمل[1] کرنا ہے۔ لہٰذا ایسی تقلید کی خوبی میں کسی سچے دیندار کو کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ اہلِ تجربہ کی شہادت سے اطمینان بڑھ جاتا ہے اس لئے ایک شافعی المذہب بزرگ کو اور ایک حنفی المذہب بزرگ کو اور تین علماء اہلِ حدیث کو شہادت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا بغور ملاحظہ فرما کر انصاف پسندی سے کام لیا جائے۔

پہلی شہادت قطبِ ربانی عارفِ صمدانی شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ میزان کبریٰ صفحہ ۵ جلد ۱ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فَقَدْ بَانَ لَكَ يَا اَخِیْ مِمَّا نَقَلْنَاہُ عَنِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ وَغَیْرِھِمْ اَنَّ جَمِیْعَ الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ دَائِرُوْنَ مَعَ اَدِلَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ حَیْثُ دَارَتْ وَاَنَّھُمْ کُلَّھُمْ مُنَزَّھُوْنَ عَنِ الْقَوْلِ بِالرَّاْیِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَاَنَّ مَذَاھِبَھُمْ کُلَّھَا مُحَرَّرَۃٌ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ کَتَحْرِیْرِ الذَّھَبِ وَالْجَوْھَرِ وَاَنَّ اَقْوَالَھُمْ کُلَّھَا وَمَذَاھِبَھُمْ کَالثَّوْبِ الْمَنْسُوْجِ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ سُدَاہُ وَلُحْمَتُہٗ مِنْھُمَا فَمَا بَقِیَ لَكَ عُذْرٌ فِی التَّقْلِیْدِ لِاَیِّ مَذْھَبٍ شِئْتَ مِنْ مَذَاھِبِھِمْ فَاِنَّھَا کُلَّھَا طَرِیْقٌ اِلَی الْجَنَّۃِ کَمَا سَبَقَ بَیَانُہٗ اَوَاخِرَ الْفَصْلِ قَبْلَہٗ فَاِنَّھُمْ کُلَّھُمْ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاَنَّہٗ مَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِھِمُ الْجَاھِلُ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ

---

[1] بعض علماء اہلِ حدیث کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہیں سے تقلید پیدا ہوئی۔ یہ طرزِ عمل ابتداءً تو ایک نیک نیتی اور خاص احتیاط پر مبنی تھا (الارشاد صک۱۳ و الکشاف جدید ص۵۸) ۱۲

لاسیما الامام الاعظم ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ الذی اجمع السلف والخلف علی کثرۃ علمہ وورعہ وعبادتہ ودقۃ مدارکہ واستنباطاتہ کما سیأتی بسطہ فی ہذہ الفصول ان شاء اللہ تعالیٰ و حاشاہ رضی اللہ عنہ من القول فی دین اللہ بالرای الذی لا یشہد لہ ظاہر کتاب ولا سنۃ۔

ائمہ اربعہ وغیرہم کے اقوال منقولہ سے تم کو اے بھائی واضح ہوچکا کہ تمام ائمہ مجتہدین ادلہ شرعیہ کے ساتھ ساتھ دائر ہیں۔ اور سب کے مذاہب دین الٰہی میں رائے زنی سے پاک ہیں اور قرآن وحدیث کی موافقت کی وجہ سے ایسے مزین ہیں جیسے سونا وجواہرات ہوا کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال ومذاہب اس کپڑے کی طرح ہیں جس کا تانا بانا قرآن وحدیث سے بنایا گیا ہے اور ان مذاہب میں سے جس کی چاہے (تقلید کر اب ترک) تقلید میں تجھ کو کچھ بہانہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ (ائمہ مجتہدین کے سب مذاہب جنت کے راستے ہیں۔ جیسا کہ پہلی فصل میں اس کا بیان گذرا ہے اور سب ائمہ مجتہدین اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور ان کے کسی قول پر طعن کرنے والا بوجہ جہالت کے یا ان کی دلیل سے ناواقف ہے یا ان کی دلیل سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ خصوصاً امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (کے دلائل) جن کے کثرت علم اور پرہیزگاری اور عبادت اور باریکی دلائل واستنباطات پر سلف وخلف کا اجماع ہے جیسا کہ آئندہ فصول میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ اور امام صاحبؒ دین الٰہی میں ایسی رائے وقیاس سے پاک ہیں جس کی شہادت ظاہر قرآن وحدیث میں نہ ہو۔

دوسری شہادت استاذ الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ الحجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص۱۲۳ ج۱ میں فرماتے ہیں

وفی ذالک (التقلید) من المصالح ما لا یخفی لاسیما فی ہذہ الایام التی قصرت الہمم جدا واشربت النفوس الہوی واعجب کل ذی رای برایہ یعنی تقلید میں بے انتہا مصلحتیں ہیں جو (کسی دیندار پر) مخفی نہیں۔ بالخصوص موجودہ دور میں کہ جس میں کم ہمتی بے اندازہ ہے اور خواہش پرستی میں نفوس مستغرق ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر مغرور ہو رہا ہے۔

اور عقد الجید ص۳۶ میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان فی الاخذ بہذہ المذاہب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنہا مفسدۃ کبیرۃ یعنی چاروں مذہبوں (حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی) کی تقلید کرنے میں بلند پایہ مصلحت (بہت بڑا دینی فائدہ) ہے اور ترک تقلید میں بہت بڑا (دینی) نقصان ہے۔

تیسری شہادت فرقہ اہل حدیث کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال اپنی جماعت، اہل حدیث کے متعلق الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص۶۷-۶۸ میں لکھتے ہیں:-

فقد نبتت فی ہذا الزمان فرقۃ ذات سمعۃ وریاء تدعی لنفسہا علم الحدیث والقرآن والعمل بہما علی العلات فی کل شان مع انہا لیست فی شیء من اہل العلم والعمل والعرفان۔ یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند اور ریا کار ظہور پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح کی خامی کے ..... اپنے لئے قرآن وحدیث پر علم وعمل کا مدعی ہے۔ حالانکہ اس کو علم وعمل اور معرفت کیساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

اسی مضمون کے درمیان میں لکھتے ہیں:-

فیاللہ العجب من این یسمون انفسہم الموحدین المخلصین وغیرہم بالمشرکین وہم اشد الناس تعصبا وغلوا فی الدین۔

یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر اپنا نام خالص موحد رکھتے ہیں اور مقلدین کو (تقلید ائمہ دین کی وجہ سے) مشرک بدعتی کہتے ہیں۔ حالانکہ غیر مقلدین تمام لوگوں میں سے خود سخت متعصب اور غالی ہیں۔

پھر اسی مضمون کے ختم پر لکھتے ہیں:۔

فَمَاهٰذَا دِیْنٌ اِنَّ هٰذَا اِلَّا فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ یہ (طریقہ جو غیر مقلدین کا ہے) کوئی دین نہیں۔ یہ تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہے۔

چوتھی شہادت

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم اہلحدیث رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں:۔

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ انتہیٰ۔

پانچویں شہادت

قاضی عبدالواحد صاحب خانپوری مرحوم اہلحدیث کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ (الملقب بہ) اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ کے صـ ۲۶۲ میں فرماتے ہیں۔ پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں۔ شیعہ و روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کیطرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں

ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے (الیٰ ان قال) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیدیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کا ذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے۔ مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کیساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبین بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں۔ ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللہ مااشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنۃ والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و متکبر ہو گئے ہیں۔ فافهم وتدبر۔ انتہیٰ۔

ضرورت اجتہاد و تقلید

مسائل شرعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا ثبوت ایسی آیات اور ایسی احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہے کہ جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا اور وہ کئی وجوہ کو بھی محتمل نہیں بلکہ ان مسائل پر ان کی دلالت قطعی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں ایسے مسائل میں مجتہد اجتہاد نہیں کیا کرتا کیونکہ اجتہاد کرنے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ حکم صراحۃً منصوص نہ ہو جب یہ محل اجتہاد ہی نہ ہوئے تو پھر ایسے مسائل میں کسی کی تقلید کی حاجت نہ رہی۔

دوسری قسم وہ مسائل ہیں کہ جن کا ثبوت صراحۃً کسی آیت یا حدیث صحیح سے نہیں پایا جاتا یا ثبوت تو پایا جاتا ہے مگر وہ آیت یا حدیث کئی وجوہ کی محتمل ہے یعنی ایک معنی پر دلالت کرنے میں قطعی نہیں یا وہ کسی دوسری آیت و حدیث سے بظاہر متعارض ہے۔ ایسے مسائل کو اجتہادیہ اور غیر منصوصہ کہتے ہیں۔ ان کا صحیح حکم مجتہد

کے اجتہاد سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چونکہ تمام جزئیات اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناکس بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور ان میں اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ بلکہ بہت سے مسائل اجتہادیہ ہیں کہ جن میں اجتہاد کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا امت کے بعض افراد کو ایسی قوت استنباط و اجتہاد کا عطا کیا جانا ضروری تھا کہ جس کے ذریعہ وہ نصوص میں غور و فکر کر کے مسائل جزئیہ اجتہادیہ غیر منصوصہ کے احکام نکال کر عامۂ امت کے لئے عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیں۔ گو وہ حضرات جو ہر وقت دربار نبوی میں حاضری کا شرف رکھتے تھے۔ ان کو اس قوت سے کام لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ کیونکہ آپ کی تو ذات اقدس ہی ہر سوال کا کافی شافی جواب ہوا کرتی ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مگر وہ حضرات جو اُس زمانہ میں دربار نبوی (مدینہ طیبہ) سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے تھے یا وہ جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ وہ اس قوتِ اجتہاد کی طرف اشد درجہ کے محتاج اور حاجتمند تھے۔ کیونکہ ان کے دین کی پوری حفاظت اس قسم کے مسائل (اجتہادیہ) میں اسی اجتہاد سے ہی ہو سکتی تھی۔ اس لئے حق تعالیٰ نے خیر القرون میں بیشمار صحابہ کرامؓ و تابعین و تبع تابعین عظام و من بعدہم (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو اس دولت اجتہاد سے نوازا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت صاف لفظوں میں اجتہاد

لہ مجتہد کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کا احساس اور اقرار اہل حدیث نے بھی کیا ہے اور باقی احکام کو اجمالی حالت پر چھوڑا جن کی تفصیل اور قوت سے فعل میں لانے کیلئے مجتہدین کی ضرورت ہوئی۔ مجتہدین نے ان کو اپنے اپنے فہم کے مطابق ظاہر کیا۔ پس مجتہدین کو جن مسائل سے اصلی تعلق ہے وہ وہی ہیں جنکی تصریح شارع سے ثابت نہیں ہوئی یا ان نصوص کے معانی کا بیان جن کے اشکال کا رفع اجتہادی علم ہی پر موقوف ہے۔ لہٰذا ایک غیر مجتہد کو کسی مجتہد کی طرف رجوع کی ضرورت ہے تو ایسے ہی موقعوں

کی تحسین و تصویب فرمائی۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۲۴ باب العمل فی القضاء والخوف منہ فصل ثانی میں ہے۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَہِدُ رَأْیِیْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو ملک یمن کیطرف (حاکم بناکر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا۔ کہ (وہاں) جب تمہارے سامنے مقدمات پیش ہونگے تو کیسے فیصلے دیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کرونگا۔ آپ نے فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ دوگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر حدیث سے، آپ نے فرمایا کہ اگر حدیث میں (بھی اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی ہمت کے موافق پورا پورا اجتہاد کیا کروں گا (اور اجتہاد کے موافق فیصلہ دیا کروں گا) اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی سے) معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا شکر ہے۔ جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے خدا کا پیغمبر خوش ہو رہا ہے۔

الغرض زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر حضرات مجتہدین نے مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے ذریعہ احکام ظاہر کرنیکا سلسلہ شروع کیا اور غیر مجتہدین نے یہ سمجھ کر کہ حضرات مجتہدین علم اور فہم اور تقویٰ و دیانت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بذریعہ اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ درحقیقت یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں جو بوجہ اختصار موقوف کی صورت میں ذکر کر دی گئی ہیں اور یا صحیح استنباطات

ہیں جو نصوص سے لئے گئے ہیں۔ بہرصورت وہ قابلِ اتباع ہیں ان کے مجتہدات پر اعتبار کر کے عمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ انصاف ص۲۰-۲۱ میں فرماتے ہیں:

وَيَسْتَدِلُّ بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ عِلْمًا مِنْهُمْ اَنَّهَا اَحَادِيْثُ مَنْقُوْلَةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَصَرُوْهَا فَجَعَلُوْهَا مَوْقُوْفَةً (اِلٰى اَنْ قَالَ) اَوْ يَكُوْنُ اِسْتِنْبَاطًا مِنْهُمْ مِنَ الْمَنْصُوْصِ اَوِ اجْتِهَادًا مِنْهُمْ بِاٰرَائِهِمْ وَهُمْ اَحْسَنُ صَنِيْعًا فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَجِيْئُ بَعْدَهُمْ وَاَكْثَرُ اِصَابَةً وَاَقْدَمُ زَمَانًا وَاَوْعٰى عِلْمًا فَتَعَيَّنَ الْعَمَلُ بِهَا اھ

اور (اہل طبقہ تبع تابعین) صحابہؓ و تابعین کے اقوال سے استدلال کیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو حدیثیں ہیں منقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ان کو مختصر کر کے موقوف بنا لیا ہے اور یا یہ اقوال صحابہ و تابعین کے حکم منصوص سے خود ان کے استنباط ہیں یا ان کی راؤں سے بطور اجتہاد (لئے گئے ہیں) اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان سے پیچھے ہوئے اور صواب بیان کرنے میں زیادہ اور زمانہ کے اعتبار سے پیشتر اور علم کے لحاظ سے سب سے بڑھکر ہیں۔ اسی لئے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

سلف پر اعتبار کرنا شریعت کی جڑ ہے

پس خدا کے نیک بندوں دین کے ہادیوں پر حسن ظن اور اعتبار و اعتماد کرنا وہ دولت ہے کہ آج ہماری نظر میں جو کچھ دین کے نشانات پائے جاتے ہیں سب اعتبار و اعتماد کا ہی صدقہ ہیں۔ گویا کہ اعتبار و اعتماد تمام شریعت کی جڑ ہے۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ عقد الجید ص۳۶ میں فرماتے ہیں:-

اِنَّ الْاُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِدُوْا عَلَى السَّلَفِ فِيْ مَعْرِفَةِ الشَّرِيْعَةِ

فَالتَّابِعُوْنَ اعْتَمَدُوْا فِيْ ذٰلِكَ عَلَى الصَّحَابَةِ وَتَبْعُ التَّابِعِيْنَ اعْتَمَدُوْا عَلَى التَّابِعِيْنَ وَهٰكَذَا فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ اعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى مَنْ قَبْلَهُمْ وَالْعَقْلُ يَدُلُّ عَلٰى حُسْنِ ذٰلِكَ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ لَا تُعْرَفُ اِلَّا بِالنَّقْلِ وَالْاِسْتِنْبَاطِ وَالنَّقْلُ لَا يَسْتَقِيْمُ اِلَّا بِاَنْ يَّاْخُذَ كُلُّ طَبَقَةٍ عَمَّنْ قَبْلَهَا بِالْاِتِّصَالِ۔

یعنی معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد (و اعتبار) کیا ہے۔ چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتبار کیا۔ اسی طرح ہر ہر طبقے میں پچھلے علماء پہلوں پر اعتماد و اعتبار کرتے چلے آئے ہیں۔ عقل سلیم بھی اسی طریق کو پسند کرتی ہے۔ کیونکہ شریعت بغیر نقل و استنباط کے معلوم نہیں ہو سکتی اور نقل اسی طرح ٹھیک ہو سکتی ہے کہ ہر ہر طبقہ میں پچھلے لوگ پہلوں سے بالاتصال لیتے چلے جائیں۔

تعریف تقلید

جب یہ معلوم ہو چکا کہ تمام شریعت کی جڑ ہی سلف گذشتہ پر اعتبار و اعتماد ہے تو اب تقلید کے معنی سمجھنا بھی آسان ہو گیا کہ کسی آدمی کا کسی بزرگ پیشوائے دین کے قول و فعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کر کے اس پر عمل کر لینا اور اپنے تسلیم و عمل کو اس بزرگ کی دلیل کے معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا اصطلاح میں یہی تقلید ہے

(۱) مولانا قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون مطبوعہ کلکتہ کے ص۱۱۷۸ میں بعض شروح حسامی سے نقل فرماتے ہیں:-

اَلتَّقْلِيْدُ اِتِّبَاعُ الْاِنْسَانِ غَيْرَهُ فِيْمَا يَقُوْلُ اَوْ يَفْعَلُ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِيْقَةِ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ اِلَى الدَّلِيْلِ كَاَنَّ هٰذَا الْمُتَّبِعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَيْرِ اَوْ فِعْلَهُ قِلَادَةً فِيْ عُنُقِهِ مِنْ غَيْرِ مُطَالَبَةِ دَلِيْلٍ (یعنی تقلید کے اصطلاحی معنی یہ ہیں) کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے (ایسی اتباع) جس کی ابتدا دلیل کے غور کرنے پر مبنی نہیں۔ گویا کہ اس اتباع کنندہ (مقلد) نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے

گلے کا ہار بنا لیا ہے۔ بلا دلیل طلب کرنے کے۔

(۲) علامہ ابن ملک اور علامہ ابن العینی شرح منار مصری کے صـ ۲۵۲ میں فرماتے ہیں۔ وَھُوَ عِبَارَۃٌ عَنِ اتِّبَاعِہٖ فِیْ قَوْلِہٖ اَوْفِعْلِہٖ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِیَّۃِ مِنْ غَیْرِ تَاَمُّلٍ فِی الدَّلِیْلِ یعنی تقلید نام ہے دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا حسنِ ظن وعقیدت کی بنا پر بغیر اس کے کہ اس کی دلیل کے فکر میں پڑے۔

(۳) نامی شرح حسامی مطبوعہ مجتبائی صـ ۱۹۰ میں لکھا ہے:۔

اَلتَّقْلِیْدُ اِتِّبَاعُ الْغَیْرِ عَلٰی ظَنِّ اَنَّہٗ مُحِقٌّ بِلَا نَظْرٍ فِی الدَّلِیْلِ۔ یعنی دوسرے کو اہلِ حق خیال کرتے ہوئے اس کی دلیل کے فکر میں پڑنے کے بغیر اس کا اتباع کر لینا تقلید ہے۔

تینوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ مجتہد کے قول وفعل کو معلوم کر کے محض حسنِ ظن وعقیدت کی بنا پر عمل کرے اور تسلیم وعمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے اور نہ اس سے دلیل طلب کرے۔ خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہو جائے یا اپنے مطالعہ وتجسس سے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے دلائل معلوم ہو جائیں یہ تقلید کے منافی نہیں۔

تنبیہ اول مذکورہ بالا تینوں تعریفوں سے ظاہر ہوا کہ لفظ تقلید اور اتباع متقدّمین کی اصطلاح میں مترادف ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر کے صـ ۱۳۲ جلد ۱ میں فرماتے ہیں:۔

لَا یُقَلِّدُ دُوْنَ اِلَّا صَاحِبَ الشَّرْعِ اہلِ حدیث کے مایۂ ناز مصنف حکیم ابو یحییٰ محمد شاہ جہانپوری اپنی کتاب الارشاد الیٰ سبیل الرشاد کے صـ ۱۳۹ میں عبارت مذکورہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ شارع کی تقلید (اتباع) کرتے تھے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا

رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ سبیل الرشاد کے صـ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔ اور اتباع وتقلید کے معنے واحد ہیں[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں[2] نے اتباع وتقلید میں فرق کیا ہے وہ ان کی خاص اصطلاح ہے جو ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ لَا مُنَاقَشَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ۔

تنبیہ دوم مفہومِ تقلید میں ابتداءً بوقت تسلیم وعمل کے عدم مطالبہ دلیل داخل ہے اور عدم دلیل یا عدم علم بالدلیل داخل نہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لازم جہالت ہے کیونکہ اسکی ماہیت میں عدم معرفت دلیل داخل ہے یا یہ کہنا کہ ہدایہ جیسی مدلل کتاب کے پڑھنے پڑھانے والے مقلد نہیں رہ سکتے۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ تقلید معرفت دلیل کے منافی نہیں[3] اور اگر کوئی تقلید کی تعریف اپنی طرف سے

---

[1] مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اس عبارت کو اپنے رسالہ حدیث نبوی اور تقلید شخصی صـ ۱۶ میں لکھ کر اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور اپنی عادت کے موافق اسپر انکاری نوٹ نہیں لکھا۔ حالانکہ اس سے پہلے صـ ۱۵ میں مطلق تقلید کی تقسیم پر منطقی لہجہ میں اعتراض کر چکے ہیں لہٰذا بطور لزوم ان کو بھی اتباع وتقلید میں اتحاد تسلیم ہوا۔ ۱۲

[2] جیسا کہ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین صـ ۱۳۵ ج ۲ میں لکھا ہے کہ تقلید محض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنیکا نام ہے اور اتباع علیٰ وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام۔ ۱۲

[3] اس تقریر سے بحمد اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اعتراض واشکال مندرجہ رسالہ تقلید شخصی وسلفی صـ ۵۱ اور مندرجہ رسالہ فقہ وفقیہہ از صـ ۸ تا صـ ۱۲ اور صـ ۲۶-۲۷ اور مندرجہ رسالہ "اجتہاد وتقلید" از صـ ۵۲ تا صـ ۵۵ کا پورا جواب ہو گیا۔ کیونکہ سب اشکالات کا مشترکہ حاصل یہ ہے[*] تقلید کی ہر سہ مندرجہ بالا تعریفوں میں جو لفظ الدلیل ہے اس پر لام عہدی ہے۔ مراد اس سے وہ خاص دلیل ہے جس کو مجتہد نے پیشِ نظر رکھ کر اجتہاد کیا ہے اور من غیر نظر الی الدلیل اور من غیر تامل فی الدلیل کی تفسیر ہے من غیر مطالبۃ الدلیل اب حاصل یہ ہوا کہ بوقت اتباع مجتہد کی خاص دلیل کی طلب اور تحقیق نہ کرنا بلکہ محض حسنِ ظن کی بنا پر اسکی اتباع کر لینا تقلید ہے اسکے بعد مجتہد کی اسی خاص دلیل یا دوسری کا بدون طلب از مجتہد معلوم ہو جانا یا دوسرے کسی عالم سے دلیل طلب کر لینا یا مطالعہ کتب کے ذریعہ یا اپنے فہم وذکاوت کے ذریعہ دلائل پر اطلاع پا لینا یا عوام کی تفہیم کے لئے یا مناظروں میں منازعین کی زبان بندی کے لئے دلائل کا بیان کر دینا مفہوم تقلید کے ... اور ... ہونے سے حکمی کا نام نہیں۔ فافہم۔ ۱۲

[*] کہ مفہوم تقلید کو علم بالدلیل کے منافی سمجھا گیا ہے۔ ہماری طرف سے مشترکہ جواب یہ ہے کہ

بیان کر کے تقلید اور علم میں منافاۃ کا قائل ہو تو یہ اسکی خاص اصطلاح ہوگی جو ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور اگر مسلم الثبوت والی تعریف (اَلتَّقْلِیْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّۃٍ) سے کسی کو وہم ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تعریف میں پہلی تعریف کے قرینہ سے مضاف محذوف ہے (ای من غیر مطالبۃ حجۃ) یعنے دلیل طلب کرنے کے بغیر دوسرے کی بات پر عمل کر لینا تقلید ہے۔

تقسیم تقلید شخصی و غیر شخصی

شرعی تقلید کی اصطلاحی تعریف کے معلوم ہونے کے بعد اب اسکی تقسیم سنئے۔ مطلق تقلید دو قسم پر ہے شخصی اور غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک خاص مجتہد کی طرف جو مذہب منسوب ہے اسکے جملہ مسائل مفتی بہا کو دلیل کے طلب کرنے کے بغیر قبول کر لینا اور اسکو اپنے عمل کیلئے کافی سمجھنا عام اس سے کہ ان مسائل مفتی بہا میں سے بعض مسائل خود اس امام مجتہد کے ہوں اور بعض اس کے شاگردوں کے اور بعض اسکے علماء مقلدین کے مگر سب کا مجموعہ ایک مذہب معیّن کہلاتا ہو کہ جس کی نسبت ایک خاص امام کی طرف کی جاتی ہو۔

اور تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے متعدد مجتہدین کے مسائل کو انکی دلیل طلب کرنے کے بغیر اپنا معمول ٹھہرانا یعنی کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا اور کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا لے کر عمل کر لینا اور ایک معین مجتہد کے مذہب کی جملہ مسائل مفتی بہا میں پابندی نہ کرنا۔

تقلید غیر شخصی کا رواج

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کیلئے مسائل جزئیہ و واقعات حادثہ میں عمل کرنے کے تین راستے کھلے ہوئے ہیں:۔ ذاتِ اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجتہاد۔ تقلید۔ جب کسی جزئیہ میں کسی صاحب کو تردد ہوتا تو بشرط قرب ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تشفی حاصل کر کے عمل

کر لیتے اور اگر بوجہ بُعد مکانی وغیرہ ملاقات نہ ہو سکتی تو بذریعہ قاصد یا مکاتبت دریافت کرنیکی کوشش کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکتا تو بشرط قوت اپنے اپنے اجتہاد و استنباط سے کام لیکر عمل کر لیتے اور اگر قوت اجتہادیہ میسر نہ ہوتی یا اس سے کام نہ لینا چاہتے تو جو عالم مل جاتا اس سے دریافت کرتے وہ اپنی روایت یا درایت سے جو کچھ جواب دیتا پورے وثوق و اعتبار سے اس پر یقین کر لیتے۔ چونکہ ان حضرات کا مقصود خالص عمل ہوتا تھا اسلئے اسکا راستہ تلاش کر کے مشغول بکار ہو جاتے اور قیل و قال میں وقت کو ضائع نہیں کیا کرتے تھے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایسے مسائل (غیر منصوصہ اجتہادیہ) میں صرف دو ہی چیزوں (اجتہاد و تقلید) پر عمل کا مدار رہ گیا۔ اور خدا کے فضل سے مجتہدین بیشمار تھے مگر کسی کے اصول و قواعد منضبط نہ ہوئے تھے اور فروع و مسائل بھی مدون نہ ہوئے تھے اس لئے کسی خاص معین مجتہد کے مسائل اجتہادیہ پر اطلاع پا کر اسکے مذہب معین کی پابندی کرنا اور اس پر عمل کرنا سخت دشوار بلکہ ناممکن تھا۔ ادھر غیر مجتہدین حضرات میں تدیّن و تقوے اور اخلاص عمل کا جذبہ موجزن تھا۔ لہذا جسکو جو مجتہد مل جاتا اسی سے ضرورت کا مسئلہ دریافت کر کے عمل کر لیتا اور اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کر لیتا کسی خاص مجتہد کی تقلید کی پابندی نہ تھی اور نہ یہ اس وقت ہو سکتی تھی۔ تخمیناً دوسری صدی کے آخر تک اسی طریقہ سے تقلید غیر شخصی جاری رہی اور اس کا ایسا عام رواج رہا کہ کسی قابل اعتبار بزرگ نے اس پر انکار نہیں کیا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عقد الجید صـ۳۳ میں فرماتے ہیں:۔

لِاَنَّ النَّاسَ لَمْ یَزَالُوْا مِنْ زَمَنِ الصَّحَابَۃِ اِلٰی اَنْ ظَهَرَتِ الْمَذَاهِبُ الْاَرْبَعَۃُ یُقَلِّدُوْنَ مَنِ اتَّفَقَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ مِنْ اَحَدٍ یُعْتَبَرُ اِنْکَارُهٗ وَلَوْ کَانَ ذَالِکَ بَاطِلًا لَاَنْکَرُوْهُ۔

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیکر چار مذہبوں کے ظہور تک سب

لوگوں کا یہی دستور (رواج) رہا ہے کہ جو عالم (مجتہد) مل جاتا اسی کی تقلید کر لیتے اس پر کسی ایسے آدمی نے انکار نہیں کیا جو معتبر ہو۔ اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو بیشک وہ حضرات اس پر اعتراض کرتے (مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ ایسی تقلید سب کو پسندیدہ تھی) انتہیٰ۔

تقلید شخصی کا رواج

دوسری صدی میں جب علماء ربانی نے بالہام الٰہی اصول و فروع کی تدوین و تالیف کا سلسلہ رفتہ رفتہ شروع کیا تو کچھ کچھ مسائل کے ایسے مجموعے پائے جانے لگے جن سے بعض بعض مجتہدین کے مذاہب کا پتہ چلنے لگا اور ان مجتہدین کے قابل تلامذہ نے اپنے اپنے بزرگوں کے مذاہب کے بقا اور ترویج میں بھی کوشش کرنی شروع کر دی تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں تقلید شخصی کے رواج کی ابتدا ہوئی۔ مگر چونکہ ان مذاہب مدونہ کے مجموعوں کا اس قدر عام رواج نہ ہوا تھا کہ ہر جگہ اور ہر شخص کو بآسانی میسر آسکیں اور مجتہدین کی تعداد بھی غیر محصور تھی۔ اسلئے جن لوگوں کو مذاہب مدونہ پورے طور پر میسر نہ آئے وہ اسوقت بھی حسب دستور سابق تقلید غیر شخصی پر عامل رہے اور بہتوں نے ایک ایک مذہب معین پر پابندی کر کے تقلید شخصی کا التزام کر لیا اور وہ تقلید شخصی بھی ان چار مذاہب مشہورہ میں منحصر نہ تھی۔ کیونکہ ان چار مذاہب کے سوائے اور بھی بعض بعض مجتہدوں کے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی تک یہی رواج رہا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ الضاف کے صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں۔

وَبَعْدَ الْمِأَتَيْنِ ظَهَرَ فِيْهِمُ التَّمَذْهُبُ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ بِأَعْيَانِهِمْ وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذْهَبِ مُجْتَهِدٍ بِعَيْنِهٖ وَكَانَ هٰذَا هُوَ الْوَاجِبُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ۔ اور دو صدیوں کے بعد لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور ایسے کم آدمی تھے جو مجتہد معین کے مذہب (کی تقلید شخصی) پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔

اور اُس وقت تقلید شخصی ہی واجب تھی۔

اور حجۃ اللہ البالغہ جلد اول کے صـ ۱۲۲ میں فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ بِعَيْنِهٖ۔

یعنی چوتھی صدی سے پہلے سب لوگوں میں صرف تقلید شخصی ہی (تنہا) نہ پائی جاتی تھی، بلکہ بعض لوگوں میں اس وقت تک تقلید غیر شخصی کا بھی وجود تھا)

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار

مگر چوتھی صدی کے اندر جبکہ مذاہب اربعہ (حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی) کی کتب فقہ تدوین ہو کر اقطارِ عالم میں پھیل گئیں۔ اور ان مذاہب میں سے کسی نہ کسی پر ہر جگہ اور ہر شخص کو عمل کرنا آسان ہو گیا۔ اور بتقدیر الٰہی ان چار مجتہدوں (امام ابوحنیفہ۔ امام مالک امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالےٰ) کے سوائے جن دیگر مجتہدوں کے چوتھی صدی سے قبل مذاہب کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے۔ سامانِ حفاظت کے کافی نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب ختم ہو گئے اور ان چاروں مذاہب مشہورہ کے سوائے کوئی مذہب اہلسنت والجماعت کا مروج نہ رہ گیا اور بوجہ ارتفاع ضرورت کے اجتہاد میں بھی کمی آگئی۔ تو بمشیت الٰہیہ چوتھی صدی میں ان چاروں ائمہ کے مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار متعین ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب دہلویؒ عقد الجید کے صـ ۳۸ میں فرماتے ہیں:۔

وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاهِبُ الْحَقَّةُ اِلَّا هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ كَانَ اتِّبَاعُهَا اِتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْهَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔

یعنی بجز مذاہب اربعہ دوسرے مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ٹھہرا۔ اور ان سے نکلنا سوادِ اعظم سے نکلنا ہوا۔

اور علامہ ابن خلدون نے مقدمہ[1] تاریخ میں لکھا ہے۔ دیار و امصار میں انہیں ائمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد ایسے شخص کی طرف مستند نہ ہو جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ یا اس کی رائے یا دین قابل وثوق نہ ہو۔ لہٰذا علمائے زمانہ نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح کر دی اور انہیں مجتہدین کی تقلید کے لئے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے لوگوں کو ہدایت کرنے لگے اور چونکہ تداول تقلید میں تلاعب ہے لہٰذا کبھی ان کی اور کبھی ان کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے اور صرف نقل مذاہب باقی رہ گئی اور بعد تصحیح اصول و اتصال سند بالروایۃ ہر مقلد اپنے اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں اور فی زماننا مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے ہیں۔ انتہی۔

[1] عبارت یہ ہے۔ ووقف التقلید فی الامصار عند ہولاء الاربعۃ ودرس المقلدون لمن سواہم وسد الناس باب الخلاف وطرقہ ولما کثر تشعب الاصطلاحات فی العلوم ولما عاق عن الوصول الی رتبۃ الاجتہاد ولما خشی من اسناد ذالک الی غیر اہلہ ومن لا یوثق برائہ ولا بدینہ فصرحوا بالعجز والاعواز وردوا الناس الی تقلید ہولاء کل من اختص بہ من المقلدین وحظروا ان یتداول تقلیدہم لما فیہ من التلاعب ولم یبق الا نقل مذاہبہم وعمل کل مقلد بمذہب من قلدہ منہم بعد تصحیح الاصول واتصال سندہا بالروایۃ لا محصول الیوم للفقہ غیر ہذا ومدعی الاجتہاد لہذا العہد مردود علی عقبہ مہجور تقلیدہ وقد صار اہل الاسلام الیوم علی تقلید ہولاء الائمۃ الاربعۃ (منقول از رشحۃ الجید صفحہ ۹) ۱۲

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار فضل الٰہی ہے

مسائل اجتہادیہ غیر منصوصہ میں مجتہد سے تو کسی صورت میں استغنا ہو نہیں سکتا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کے سوائے باقی مذاہب حقہ چوتھی صدی تک ختم ہو گئے۔ اور ائمہ اربعہ کے برابر کسی پچھلے آنے والوں کے مجتہد بننے کی توقع بھی نہ رہی تو اب دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو لوگ اپنے اپنے خیالات کو کافی سمجھ کر اتباع ہوئی کے گناہ میں مبتلا ہوتے اور یا ائمہ اربعہ کے مذاہب حقہ محفوظہ کی تقلید اختیار کر کے اتباع ہوئی سے محفوظ رہتے سو حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے بدون کسی ظاہری دباؤ اور لالچ کے ان لوگوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا کر کے ان کے دین کو اتباع ہوئی کے گناہ سے بچا لیا[1]۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رح الانصاف کے صفحہ ۶۳ میں فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ فَالتَّمَذْهُبُ لِلْمُجْتَهِدِينَ سِرٌّ أَلْهَمَهُ اللهُ تَعَالَى الْعُلَمَاءَ وَجَمَعَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ يَشْعُرُونَ أَوْ لَا يَشْعُرُونَ۔

خلاصہ یہ کہ مجتہدین کے مذاہب پر پابند (تقلید شخصی) ہونا ایک راز ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے علماء (کے قلوب میں) الہام فرمایا اور ان کو اس پر جمع فرمایا ہے (تقلید شخصی کی خوبیاں) خواہ وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

[1] پس غیر مقلدین کا یہ زعم کہ پہلے بزرگوں میں تقلید شخصی کے عام رواج کا سبب حب مال اور حب جاہ یعنی حکومت تقلیدی کے وظائف اور قضا و افتا کے عہدے کا لالچ اور سلاطین کا رعب و خوف ہوا ہے۔ دیکھو الارشاد مصنفہ حکیم ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری از صفحہ ۱۰ تا صفحہ ۴۲ وغیرہ بزرگان دین پر سراسر بہتان و افترا اور اہل تشیع کی طرح تقیہ کا الزام ہے ہاں صفحہ ۱۸۵ وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے اہلحدیث علماء اوپر سے مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کے معتقد ہونا ظاہر کر دیا کرتے تھے اور اخیر عمر تک وہ اسی کے پابند رہے لہٰذا لوگ انکو مقلد ہی سمجھتے رہے مگر وہ درحقیقت مقلد نہ تھے۔ غیر مقلدین کو یہ عقیدہ مبارک ہو۔ ۱۲

(۲) علامہ ابنِ امیر الحاج کتاب التقریر والتحبیر فی شرح التحریر مطبوعہ مصر کے ص۳۵۴ جلد ثالث میں فرماتے ہیں:۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةَ اِنْخَرَقَتْ بِهِمُ الْعَادَةُ عَلٰی مَعْنَی الْكَرَامَةِ عِنَايَةً مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِهِمْ اِذَا قِيْسَتْ اَحْوَالُهُمْ بِاَحْوَالِ اَقْرَانِهِمْ ثُمَّ اشْتِهَارُ مَذَاهِبِهِمْ فِیْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَاجْتِمَاعُ الْقُلُوْبِ عَلَی الْاَخْذِ بِهَا دُوْنَ مَا سِوَاهَا اِلَّا قَلِيْلًا عَلٰی مَمَرِّ الْاَعْصَارِ۔

حاصل یہ کہ ائمہ اربعہ (کی تقلید میں مذاہب کا انحصار) رحمتِ الٰہی سے بطورِ خرق عادت ان کی کرامات کی دلیل ہے جبکہ ان کے احوال کو ان کے ہم زمانہ بزرگوں کے احوال پر جانچا جائے۔ پھر اطرافِ عالم میں ان کے مذاہب کی شہرت اور باوجود امتدادِ زمانہ باستثنائے قلیل بہ نسبت دوسروں کے انہیں چار مذہبوں کی (تقلید شخصی کی) پابندی کی طرف سب قلوب کا مجتمع ہونا (دیکھا جائے تو لامحالہ ان کی مقبولیت عنداللہ کا اقرار کرنا پڑے گا) انتہیٰ۔

(۳) مولانا شیخ احمد جیون تفسیر احمدی ص۲۹۷ میں فرماتے ہیں:۔

وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِی الْاَرْبَعَةِ وَاتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِیٌّ وَقَبُوْلِيَّةٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا مَجَالَ فِيْهِ لِلتَّوْجِيْهَاتِ وَالْاَدِلَّةِ۔

انصاف یہ ہے کہ چار اماموں اور ان کے مقلدین میں مذاہب کا منحصر ہونا محض فضلِ الٰہی اور عنداللہ قبولیت کی علامت ہے۔ توجیہات اور ادلّہ کو اس میں دخل نہیں۔

(۴) مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم غیث الغمام ص۳ میں فرماتے ہیں:۔

وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ انْحِصَارَ الْمَسَالِكِ فِی الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ الْمَشْهُوْرَةِ فِی الْاَزْمِنَةِ الْمُتَاَخِّرَةِ اَمْرٌ اِلٰهِیٌّ وَفَضْلٌ رَبَّانِیٌّ لَا يَحْتَاجُ اِلٰی اِقَامَةِ الدَّلِيْلِ۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پچھلے زمانہ میں تقلید شخصی کا چاروں مذہبوں میں منحصر ہونا محض حکمِ الٰہی اور فضلِ ربانی ہے۔ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے انصاف کے ص۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ مجتہد[1] کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کیلئے قبولیت آسمان سے اُترے (بایں طور) کہ اسکے علم کی طرف علماء مفسرین اور محدثین اور اربابِ اصول اور حفاظ کتب فقہ گروہ در گروہ جھک پڑیں اور اس مقبولیت اور علماء کے متوجہ ہونے پر زمانہائے دراز گزر جائیں۔ یہاں تک کہ یہ قبولیت دلوں کی تہہ میں گھس جائے۔ سو الحمدللہ یہ علامت ائمہ اربعہ میں پوری پوری پائی جاتی ہے۔ لہٰذا مذاہب اربعہ بلاشبہ عنداللہ مقبول ہیں۔

اہلِ کشف کے کشف سے حقیقت مذاہب اربعہ کی تائید

اسی لئے پہلے سے اصحابِ کشف کو انکے مکاشفات میں

حق تعالیٰ نے مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا معائنہ کرایا ہے ان میں سے ایسے دو[2] بزرگوں کے کشف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے مکاشفات کے صحیح ہونے کے اکابر علماء اہلحدیث بھی قائل ہیں۔[3]

(۱) قطبِ ربانی امام شعرانیؒ میزان کبریٰ کے ص۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

---

[1] عبارت یہ ہے۔ وخصلة رابعة تتلوها وهي ان تنزل له القبول من السماء فيقبل الى علمه جماعات من العلماء من المفسرين والمحدثين والاصوليين وحفاظ كتب الفقه ويمضي على ذالك القبول والاقبال قرون متطاولة حتى يدخل ذالك في صميم القلوب ۱۲۔

[2] نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم اہلحدیث لکھتے ہیں۔ کشف اولیاء والہام شاں موجب علم ظنی است۔ الخ (ریاض المرتاض ص۳۰) واگر کشف دو کس باہم متوافق شود ظن غالب شود (ایضاً ص۲۱) اس لئے ہم نے دو بزرگوں کو شہادت میں پیش کیا ہے۔ ۱۲

[3] ان کو نواب صاحب موصوف نے تاج مکلل میں صوفی عالم محدث صاحب کرامات کثیرہ و تالیفات لطیفہ متبع سنت مجتنب عن البدعة جامع بین الشریعة والطریقة لکھا ہے۔ ۱۲

فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا مَنَّ عَلَیَّ بِالْاِطِّلَاعِ عَلٰی عَیْنِ الشَّرِیْعَةِ رَاَیْتُ الْمَذَاهِبَ کُلَّهَا مُتَّصِلَةً بِهَا وَرَاَیْتُ مَذَاهِبَ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ تَجْرِیْ جَدَاوِلُهَا کُلُّهَا وَرَاَیْتُ جَمِیْعَ الْمَذَاهِبِ الَّتِیْ اِنْدَرَسَتْ قَدِ اسْتَحَالَتْ حِجَارَةً وَرَاَیْتُ اَطْوَلَ الْاَئِمَّةِ جَدْوَلًا اَلْاِمَامَ اَبَا حَنِیْفَةَ وَیَلِیْهِ الْاِمَامُ مَالِکٌ وَیَلِیْهِ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ وَیَلِیْهِ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ۔ الخ یعنی اوپر گذر چکا کہ جب مجھ کو اللہ تعالیٰ کے احسان سے عین شریعت سے اطلاع ہو گئی تو کشف میں کل مذاہب کو شریعت کے دریا سے متصل پایا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور جو مذاہب حقہ مندرس ہو گئے ہیں وہ خشک ہو کر پتھر نظر آ رہے ہیں۔ اور سب سے بڑی نہر امام ابو حنیفہؒ کی دیکھی۔ پھر اس کے قریب قریب امام مالکؒ کی پھر امام شافعیؒ کی۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ کی۔

(۲) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ[1] مکتوبات کی جلد دوم کے مکتوب پنجاہ و پنجم میں فرماتے ہیں۔ بے[2] شائبۂ تکلیف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگِ دریائے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظرے در آیند۔ و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند۔ انتہی۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مذہب حنفی کو اپنے کشف میں ایک بھاری دریا

---

[1] حضرت مجدد صاحبؒ کے کشفوں کے متعلق جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب اہلحدیث لکھتے ہیں۔ علو مرتبہ کشف ہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ وصحو سر زدہ و گاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر از شرع موید است (ریاض المرتاض ص۲۱) یعنی حضرت مجدد الف ثانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مکاشفات بہت عالی پایہ ہیں کہ ہوشیاری (بیداری) سے ہوا کرتے ہیں اور شرع (شریف) کے مخالف کبھی نہیں ہوتے بلکہ اکثر کی شرع میں تائید ہوتی ہے۔ [2] یعنی تکلف و تعصب کے بغیر کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت وسیع دریا کی طرح نمایاں ہوتی ہے اور باقی مذاہب (حفہ) حوضوں اور ندیوں کی طرح نظر آتے ہیں اور بظاہر بھی نظر آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے متبعین کی جماعت بڑی ہے۔ ۱۲

کی شکل میں دیکھا۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ ۲۲۸ھ میں جب واثق عباسی نے سد سکندری کا حال دریافت کرنے کو کچھ لوگ بھیجے تو وہاں کے لوگوں کو حنفی المذہب پایا۔ جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی اہلحدیث ریاض المرتاض کے ص۳۱۶ میں بحوالہ مسالک الممالک لکھتے ہیں:۔

محافظان[1] سد کہ در انجا بودند ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی۔ زبان عربی و فارسی مے گفتند اما از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند۔

اثباتِ تقلید

چونکہ دین کے اماموں کی تقلید ایک امر الٰہی اور پسندیدہ خدا و رسول تھی اور ابتدا اسلام ہی سے اسکی محبت کا بیج اہل ایمان کے قلوب میں بویا گیا تھا اور اس کی ضرورت کا اس قدر احساس ہو چکا تھا کہ دوسری صدی کے آخر تک بصورت غیر شخصی سب میں اور دوسری صدی کے بعد تیسری کے آخر تک اکثر لوگوں میں بصورت شخصی اور بعض میں بصورت غیر شخصی اور چوتھی صدی میں سب لوگوں میں بصورت شخصی تقلید کا اظہار و شیوع ہوا اور آج تک تقلید شخصی کا رواج بدستور چلا آ رہا ہے۔ اس لئے اس کا ثبوت چنداں دلائل کا محتاج نہیں۔ مگر کچھ عرصہ سے فرقہ اہل حدیث نے اس سنت اسلامیہ قدیمہ سے غلو و مبالغہ کیا تھا انکار کر کے بھولے بھالے مقلدین کو ائمہ دین کی تقلید سے روکنا شروع کیا ہوا ہے اس لئے دلائل شرعیہ کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] یعنی سد سکندری کے تمام محافظ (باشندے) مسلمان حنفی المذہب تھے اور عربی و فارسی زبان سے واقف تھے۔ مگر حکومت عباسیہ سے بے خبر تھے۔

[2] بلکہ فرقۂ اہلحدیث کے پیشواؤں کو بھی مجبوراً اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں۔ یہ بات تو طے ہو چکی کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیے۔ (رسالہ تقلید شخصی ص۲۰) اور مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم دہلوی نے تقلید کی تقسیم کر کے ایک قسم کو واجب اور ایک قسم کو مباح کہا ہے (دیکھو معیار الحق ص۴۱)۔ ۱۲

سلسلہ دلائل اگرچونکہ مطلق تقلید کے وقوع و تحقق کا ثبوت بعینہ اس کی دو قسموں (شخصی و غیر شخصی) میں سے ایک قسم کا لاعلی التعیین ثبوت ہے کیونکہ مطلق کے وقوع و تحقق کے لئے اسکی کسی نہ کسی قسم کا وقوع و تحقق ضروری ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر ایک قسم پر جداگانہ دلائل بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ مطلق تقلید کے وجوب و استحسان پر دلائل کا پیش کرنا کافی ہوگا۔

قرآن مجید سے تقلید کا ثبوت

پہلی آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورہ نساء پ۵) اے ایمان والو تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر اور اولی الامر (دین کے مجتہدوں) کا جو تم میں سے ہیں۔

اولی الامر کی تفسیر کتب تفسیر میں اولی الامر کی تفسیر دو طرح سے آئی ہے۔ دنیاوی[1] حکام یعنی بادشاہانِ اسلام باعتبار سیاستہ مدنیہ۔ اور دینی[2] حکام یعنی علماء مجتہدین باعتبار علم ظاہری اور شیوخِ طریقت باعتبار علم باطنی مگر یہاں پر علماء مجتہدین کو مراد لینا زیادہ راجح ہے کیونکہ دنیاوی دینی احکام میں خود مختار نہیں بلکہ علمائے شریعت کے فتووں پر چلنے کے مکلف ہیں۔ لہذا علمائے شریعت دنیاوی حکام کے بھی حاکم ہوئے۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مصری کے جلد ۳ صفحہ ۳۳۴ میں فرماتے ہیں۔

وَخَامِسُهَا اَنَّ اَعْمَالَ الْاُمَرَاءِ وَالسَّلَاطِیْنِ مَوْقُوْفَةٌ عَلٰی فَتَاوٰی

ف اگر کہا جائے کہ غیر مقلدین کو صرف تقلید شخصی سے انکار ہے تو جواب میں کہا جائیگا کہ غیر شخصی ان کو تسلیم ہے یا نہیں۔ بصورت تسلیم وہ غیر مقلد نہ رہے بلکہ بوجہ قیام ماخذ ان کو اپنا لقب مقلد تجویز کرنا چاہیئے اور بصورت نفی دونوں قسموں کا انکار مطلق تقلید کے انکار کو مستلزم ہوا۔ ۱۲

الْعُلَمَاءِ وَالْعُلَمَاءُ فِی الْحَقِیْقَةِ اُمَرَاءُ الْاُمَرَاءِ فَکَانَ حَمْلُ لَفْظِ اُولِی الْاَمْرِ عَلَیْهِمْ اَوْلٰی۔

یعنی حکام اور سلاطین کے امور دینیہ علماء کے فتووں پر موقوف ہیں۔ اور علماء درحقیقت حکام کے بھی حاکم ہیں۔ لہذا بقاعدہ علماء اصول (المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل) لفظ اولی الامر سے علماء مراد لینا زیادہ راجح ہے نیز خیر القرون میں سے حضرت ابن عباس۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت عطاء۔ حضرت مجاہد حضرت حسن بصری۔ حضرت ضحاک۔ حضرت ابو العالیہ۔ حضرت امام مالک حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہم اجمعین کا علماء و فقہاء سے اولی الامر کی تفسیر فرمانا دوسری تفسیر کے راجح ہونے کی مزید تائید کرتا ہے۔[1]

تنبیہ ہاں یہ یاد رہے کہ اولی الامر کی تفسیر میں جو علماء و فقہاء کا لفظ آیا ہے ان سے مراد صرف مجتہدین ہیں اسلئے کہ دوسری آیت میں اولی الامر کی تفسیر اہل استنباط سے آئی ہے اور وہ خاص علماء مجتہدین ہی ہوا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورہ نساء پ۵)۔

اور اگر یہ لوگ اس امر کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف پھیرتے تو وہ لوگ جو ان میں سے استنباط (و اجتہاد) کرنیوالے ہیں معلوم کر لیتے۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کے اوپر لکھا ہے هُمُ الْعُلَمَاءُ الْمُجْتَهِدُوْنَ (وہ مجتہد علماء ہیں۔ امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں:۔

لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْجَبَ طَاعَةَ اُولِی الْاَمْرِ وَالَّذِیْنَ لَهُمُ الْاَمْرُ وَالنَّهْیُ فِی

---

[1] حوالوں کیلئے دیکھو تفسیر فتح البیان صفحہ ۵۸۵ جلد ۱۔ خازن صفحہ ۳۹۶ جلد ۱۔ مدارک صفحہ ۳۹۶۔ ابن جریر صفحہ ۸۸ جلد ۵۔ کبیر صفحہ ۳۴۳ جلد ۳ وغیرہا۔ ۱۲ منہ

الشَّرْعِ لَیْسَ اِلَّا هٰذَا الصِّنْفُ مِنَ الْعُلَمَاءِ لِاَنَّ الْمُتَکَلِّمَ الَّذِیْ لَا مَعْرِفَةَ لَهٗ بِکَیْفِیَّةِ اِسْتِنْبَاطِ الْاَحْکَامِ مِنَ النُّصُوْصِ لَا اِعْتِبَارَ بِاَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ وَکَذٰلِکَ الْمُفَسِّرُ وَالْمُحَدِّثُ الَّذِیْ لَا قُدْرَةَ لَهٗ عَلٰی اِسْتِنْبَاطِ الْاَحْکَامِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ (تفسیر کبیر ص ۲۴۷ جلد ۳ مطبوعہ مصر)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت واجب کی اور شرع میں جن کو امر و نہی کا حق حاصل ہے وہ علماء مجتہدین ہی ہیں اس لئے کہ جو عالم متکلم نصوص سے احکام مستنبط کرنے کی معرفت نہیں رکھتا اس کے امر و نہی کا کچھ اعتبار نہیں علیٰ ہٰذا جو مفسر و محدث کہ قرآن و حدیث سے استنباط احکام پر قادر نہیں (اس کے بھی امر و نہی کا کچھ اعتبار نہیں)۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ شرع کے اولی الامر مجتہدین ہیں اور یہ امر ظاہر ہے کہ اتباع اسی وقت تک کیا جاتا ہے جب تک تابع متبوع کے درجے کو نہ پہنچے۔ تو اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں اس کو کسی مجتہد کا حکم بجالانا اور کہنا ماننا واجب ہے رہی یہ بات کہ وہ حکم مجتہد کی روایت ہو یا درایت (اجتہاد) اور محض حسن ظن سے مجتہد کا حکم مان لیا جائے یا اس سے دلیل بھی طلب کی جائے سو اس کا فیصلہ بھی آیت کریمہ ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے اس طرح پر کہ پہلے درجہ میں خدا کے حکم ماننے کا امر فرمایا گیا ہے دوسرے درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کا امر فرمایا گیا ہے اور تیسرے درجہ میں مجتہدین کے کہنے پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اب غور کرو کہ مجتہدین کی جو روایت قرآن اور حدیث سے ہوگی وہ بعینہ پہلے دو حکموں میں داخل ہوئی۔ اسکو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت کیا۔ نیز روایت تو غیر مجتہدین کی بھی واجب الاطاعت ہے بشرطیکہ وہ ثقہ ہوں پھر مجتہدین کی تخصیص کا کیا فائدہ۔ لہٰذا تیسرے درجہ میں مجتہدین کی درایت (یعنی اجتہادی مسائل) کا واجب الاطاعة ہونا متعین ہوا۔ اور اولی الامر کو بلا اعادہ فعل

(اَطِیْعُوْا) الرَّسُوْلَ پر عطف کر کے یہ اشارہ کیا گیا۔ کہ جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے اسی طرح حضرات مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ کی اطاعت[1] بھی دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے۔ گو دونوں جگہ منشاء حسن ظن مختلف ہے۔ پہلی جگہ منشاء رسالت ہے۔ جس کی اطاعت واجب قطعی ہے اور دوسری جگہ منشاء حسن ظن مجتہدین کا تقوےٰ و اجتہاد صحیح ہے۔ جس کی اطاعت واجب ظنی ہے اور مجتہدین کی ایسی اطاعت کہ جس کا منشاء حسن ظن ہو تقلید ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں غیر مجتہدین کو حضرات مجتہدین کی تقلید کے وجوب کا مسائل اجتہادیہ میں حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں کے وجوب کو شامل ہے اس لئے کہ اولی الامر میں اضافت[2] جنسی ہے جو ایک مجتہد اور ایک سے زیادہ کو برابر شامل ہے۔

رہا یہ سوال کہ آیت مذکورہ کے متصل دوسری آیت میں ہے۔

سوال فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

سو اگر تم کسی شے میں جھگڑو تو اس کو اللہ و رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تمہارا ایمان خدا اور یوم جزا پر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو براہ راست خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لینا چاہیئے۔ لہٰذا کسی شخص کو مجتہدین کی تقلید کا مکلف کہنا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

---

[1] یہ بھی تابعیت عطف کے مقتضاء سے ثابت ہے۔ [2] شارح جامی[رح] کے قول و اذا ہر پر ملا کابلی نے لکھا ہے ان اضافة الذات الی الضمیر للجنس لا للاستغراق (رسول کابلی ص ۲) ۱۲

جواب دونوں آیتوں میں مخالفت تب ہوتی اگر تنازعتم میں خطاب عام ہوتا۔ حالانکہ یہ خطاب خاص مجتہدین کو ہے اور وجوب تقلید غیر مجتہدین پر ہے۔ جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اہلحدیث تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں۔

وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ خِطَابٌ مُسْتَقِلٌّ مُسْتَأْنِفٌ مُوَجَّهٌ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ الخ وَلَيْسَ الْمُرَادُ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ أَيُّهَا الرَّعَايَا مَعَ أُولِي الْأَمْرِ الْمُجْتَهِدِ لِأَنَّ الْمُقَلِّدَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُنَازِعَ الْمُجْتَهِدَ فِي حُكْمِهِ۔ قَالَهُ أَبُو السُّعُوْدِ (صـ ۵۸۷ جـ ۱)۔

ابوسعود کہتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ تنازعتم میں خطاب مستقل مستانف مجتہدین کو ہے الخ۔ اور یہ مراد نہیں کہ اے رعایا اگر تم اولی الامر مجتہد سے جھگڑو (یہ کیوں مراد نہیں) اس لئے کہ مجتہد فیہ حکم میں مجتہد کے ساتھ مقلد (غیر مجتہد) جھگڑا نہیں کر سکتا۔

احکام القرآن امام جصاص صـ ۲۵۷ جـ ۲ میں بھی اسی طرح ہے۔

دوسری آیت کریمہ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (سورہ نساء پ ۵) اور جب ان (عوام الناس) کے پاس امن یا خوف کا کوئی امر آتا ہے تو اسے شائع کر دیتے ہیں اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف اسے پھیرتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین) خوب معلوم کر لیتے۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے وَهُمُ الْعُلَمَاءُ الَّذِيْنَ عَلِمُوْا مَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُكْتَمَ مِنَ الْأُمُوْرِ وَمَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُذَاعَ مِنْهَا (خازن صـ ۵۷۴ جـ ۱) وہ علماء ہیں جو ایسی خبر رکھتے ہیں کہ کونسے امور قابل چھپانے کے ہیں۔ اور کونسے قابل اشاعت کے ہیں۔ اور پہلے حاشیہ بیضاوی سے منقول ہو چکا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ سے مراد مجتہد علماء ہیں۔

اور أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ أَيْ ذَوُو الرَّأْيِ مِنَ الصَّحَابَةِ

كَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (سراج المنیر صـ ۳۶۳)

یعنے ذو رائے صحابہ کرام جیسے حضرات خلفاء راشدین۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس آیت کریمہ میں غیر مجتہدین کو از خود عمل کرنے یا کسی امر کے ابلاغ و اظہار سے منع فرما کر مستنبطین (مجتہدین) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ پورے طور پر یہی لوگ دینی منفعت اور مضرت کو سمجھ سکتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد اولی الامر کا ذکر اس طرح کیا کہ دونوں کو ایک ہی فعل رَدُّوْهُ کے تعلق میں شریک کر کے اشارہ فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن اور اعتماد و اعتبار کی بنا پر ہے اسی طرح مجتہدین کے قول و فعل کی طرف رجوع کرنا دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن اور اعتماد و اعتبار کی بنا پر ہونا چاہیئے گو نوعیت اعتماد دونوں جگہ مختلف ہے۔ مقلدین کی اصطلاح میں اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔ لہذا اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ غیر مجتہدین کو مجتہدین کی تقلید ضرور کرنی چاہیئے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ سے چند امور استنباط فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

فَثَبَتَ أَنَّ الْاِسْتِنْبَاطَ حُجَّةٌ وَالْقِيَاسُ إِمَّا اِسْتِنْبَاطٌ أَوْ دَاخِلٌ فِيْهِ فَوَجَبَ أَنْ يَكُوْنَ حُجَّةً إِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ الْآيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى أُمُوْرٍ أَحَدُهَا أَنَّ فِيْ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ مَا لَا يُعْرَفُ بِالنَّصِّ بَلْ بِالْاِسْتِنْبَاطِ وَثَانِيْهَا أَنَّ الْاِسْتِنْبَاطَ حُجَّةٌ وَثَالِثُهَا أَنَّ الْعَامِّيَّ يَجِبُ عَلَيْهِ تَقْلِيْدُ الْعُلَمَاءِ فِيْ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صـ ۲۷۲ جـ ۳)

پس ثابت ہوا استنباط حجت ہے اور قیاس یا استنباط ہے اور یا اس میں

بزرگوں کی پیروی کرے جو توبہ و اخلاص سے خدا کی طاعت میں مشغول رہے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین بھی پورے طور سے ان صفات کیساتھ موصوف تھے اور لفظ اتباع (پیروی) جو یہاں سلف صالحین کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میں بعینہٖ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع (پیروی) دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بنا پر ہے تو معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں سلف صالحین کی اتباع (پیروی) بھی دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد و اعتبار کی بنا پر ہونی ضروری ہے اسی کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی تقلید کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ صیغہ امر سے حکم دیا گیا ہے۔

چوتھی آیت کریمہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور پ۲۷)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کی پیروی کی تو ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہ کریں گے۔

ذریت سے مراد عام ہے کہ نسبی ہو یا معنوی۔ وَيُلْحَقُ بِالذُّرِّيَّةِ مِنَ النَّسَبِ الذُّرِّيَّةُ بِالسَّبَبِ وَهُوَ الْمَحَبَّةُ فَاِنْ كَانَ مَعَهَا اَخْذُ عِلْمٍ اَوْ عَمَلٍ كَانَتْ اَحَدُ وَتَكُوْنُ ذُرِّيَّةُ الْاِفَادَةِ كَذُرِّيَّةِ الْوِلَادَةِ قَالَهُ الْخَطِيْبُ۔

(تفسیر فتح البیان ج۴ ص۳۷۶، سراج المنیر مصری ج۴ ص۹۳)

خطیب نے کہا ہے کہ ذریت نسبی کے حکم میں ذریت سببی بھی ہے۔ مراد سبب محبت ہے۔ اگر محبت کیساتھ استفادہ علم و عمل بھی ہو تو وہ بطریق اولیٰ ذریت میں داخل ہے پس ذریت افادہ (مرید۔ شاگرد۔ مقلد) ذریت ولادت (اولاد) کی طرح ہے۔

داخل ہے پس قیاس کا حجت ہونا بھی وجوباً ثابت ہے اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ چند امور (مندرجہ ذیل) پر دال ہے:۔

(۱)۔ بعض ایسے احکام بھی ہیں کہ جن کی معرفت نص سے نہیں ہوتی بلکہ استنباط سے معلوم ہوتے ہیں (جیسے امور اجتہادیہ غیر منصوصہ)

(۲) استنباط حجت (شرعیہ) ہے۔

(۳)۔ احکام حوادث (اجتہادیہ) میں غیر مجتہد پر (مجتہدین) علماء کی تقلید واجب ہے

تیسری آیت کریمہ

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورہ لقمان پ۲۱)

(حق تعالیٰ فرماتا ہے) اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب اہل حدیث لکھتے ہیں:۔

وَالْخِطَابُ لِسَائِرِ الْمُكَلَّفِيْنَ اَيِ اتَّبِعْ اَيُّهَا الْمُكَلَّفُ دِيْنَ مَنْ اَقْبَلَ اِلٰى طَاعَتِيْ مِنْ عِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِخْلَاصِ (تفسیر فتح البیان ج۲ ص۵۵۲)

اِتَّبِعْ میں خطاب عام مکلفوں کو ہے۔ یعنی اے مکلف اس شخص کے مذہب کی پیروی کر جو توبہ و اخلاص سے میرے نیک بندوں میں سے میری طاعت کیطرف متوجہ ہوا ہے

علامہ ابن جریر طبری رح لکھتے ہیں:۔

يَقُوْلُ وَاسْلُكْ طَرِيْقَ مَنْ تَابَ مِنْ شِرْكِهٖ وَرَجَعَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاتَّبَعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ج(۲) ص۴۱)

اے مخاطب اس شخص کے راستہ پر چل جس نے شرک سے توبہ کی اور جو اسلام کی طرف رجوع ہوا۔ اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ حضرت قتادہ سے (یوں تفسیر منقول) ہے۔ یعنی جو متوجہ ہوا میری طرف۔

اس آیت کریمہ میں بخطاب عام ہر مکلف کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو خلف اپنے سلف صالحین کی اتباع (پیروی) دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بنا پر کریں گے۔ اس اتباع و تقلید کی برکت سے حق تعالے اتبعین مقلدین کو ان کے پیشواؤں کیساتھ ملا دیں گے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ تقلید امر مستحسن ہے جو گنہگار مقلدوں کو ان کے بزرگوں کیساتھ ملانیکا ذریعہ ہے

ایک اور آیت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵) ہم جس دن پکارینگے ہر انسان کو اس کے پیشوا کے ساتھ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مقلدین اپنے مجتہدین کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونگے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ امام سے مراد صاحب مذہب ہیں سو (قیامت کے دن) یوں کہا جائیگا کہ فلاں کہ فلاں بن فلاں امام کے متبعین (مقلدین) کہاں ہیں۔ اور قرطبی کہتے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے مذہب کے نام سے پکارے جائیں گے۔ سو دنیا میں جس جس امام کی اقتداء تقلید کیا کرتے ہوں گے اسی کے نام سے پکارے جائینگے۔ مثلاً کہا جائیگا۔ اے حنفی اے شافعی (تفسیر فتح البیان ص۳۰) یا اسی مقدم کیساتھ کہ مذہب میں جسکی متابعت کی ہی جیسے پکارینگے کہ اے حنفی۔ اے شافعی (تفسیر قادری ص۶۰۸)۔

پانچویں آیت کریمہ	وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورہ توبہ پ۱۱)۔

اور مہاجرین و انصار میں سے جو (نیک کاموں میں) پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ اور جو نیکی میں ان کے پیرو (مقلد) ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گیا اور وہ اس سے

(جزا پاکر) خوش ہوں گے۔ اور ان کیلئے اللہ تعالے نے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے تلے نہریں جاری ہیں۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔

اس آیت کریمہ سے تقلید کا پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی پیروی و تقلید کرنیوالوں کیلئے بھی تین بشارتیں دی ہیں۔ ان پر اپنی رضا نازل فرمانا۔ اور ان کو جنت میں داخل فرمانا اور ان کو فوز عظیم نصیب فرمانا۔

چھٹی آیت کریمہ	فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ انبیاء پ۱۷) اگر تم کو معلوم نہیں تو یاد (اور استنباط کا ملکہ) رکھنے والوں سے

دریافت کر لیا کرو۔

ذکر سے مراد افراد مسائل جزئیہ شرعیہ ہیں اور اس کی طرف اہل اضافت اختصاص کیلئے ہے۔ معنے یہ ہوئے کہ جو لوگ تمام مسائل جزئیہ شرعیہ کو قرآن و حدیث سے اخذ کر سکتے ہوں ان سے دریافت کر کے عمل کیا کرو اور وہ ائمہ مجتہدین ہیں۔ یہ آیت گو باعتبار شان نزول خاص ہے مگر باعتبار عموم الفاظ خطاب عام ہے۔ اور اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَا لِخُصُوْصِ الْمَوْرِدِ۔ اصول تفسیر کا قاعدہ مشہور ہے اور اہل الذکر کی تفسیر اہل القرآن (علماء مجتہدین) سے بھی وارد ہے۔ لہذا اس آیت میں غیر مجتہدین کو مجتہدین سے دریافت کر کے عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور دلیل طلب کرنے کا امر نہیں فرمایا گیا۔ یہی معنے تقلید کے ہیں۔

ف اگر یہ شبہ کیا جائے کہ سورہ نحل میں اس آیت کے بعد بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ آیا ہے۔ اور وہ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کے متعلق ہے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جو مسئلہ بھی کسی سے پوچھو وہ بادلیل پوچھو۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہاں بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ جار مجرور متعلق مقدر کے متعلق ہے یا لَا تَعْلَمُوْنَ مذکور کے فَاسْئَلُوْٓا کے متعلق ہونے کی صورت میں کلام بے معنی ہو جائیگی اس لئے کہ معنی یہ ہوں گے کہ سائل سوال کو یا دلائل ذکر کیا کرے۔ حالانکہ جب دلائل سے خود واقف ہے تو سوال کی کیا حاجت اور لَا تَعْلَمُوْنَ کے کیا معنے۔ ۱۲

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا ثبوت

پہلی حدیث: عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ يَقُولُ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَفِيهِ) وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ الخ (ابن ماجہ ص۵)

عرباض ابن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں خطبہ پڑھا (اور اثنار تقریر میں فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت اختلافات دیکھو گے سو تم میری سنت اور میرے خلفار راشدین مہدیین کی سنت پر پابندی کرو۔

اس حدیث شریف میں سنت خلفار راشدین کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عطف کیا گیا ہے جس کا مقتضار مغائرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفار سے مراد روایت خلفار نہیں۔ ورنہ علاوہ تخصیص روایت خلفار کے بے معنی ہونے کے عطف صحیح نہ ہوگا بلکہ سنت خلفار سے مراد خلفار راشدین کے مسائل اجتہادیہ ہیں۔ جو قرآن و حدیث سے باجتہاد صحیح نکالے گئے ہوں اور بقول بعض علمار خلفار راشدین سے مراد جانشین بطور عموم ہیں جن میں ائمہ اربعہ بھی داخل ہیں۔ مولانا شیخ عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مکیؒ لکھتے ہیں:۔

وَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ عَمَّمَ كُلَّ مَنْ كَانَ عَلٰى سِيْرَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْخُلَفَاءِ كَالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الْمَتْبُوْعِيْنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْاَئِمَّةِ الْعَادِلِيْنَ كَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كُلُّهُمْ مُرَادٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (انجاح الحاجہ ص۵)

جو علمار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوئے ہیں جیسے چاروں امام (ابوحنیفہؒ۔ مالکؒ۔ شافعیؒ۔ احمد بن حنبلؒ) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیزؒ سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

پس مجتہدین کی پیروی کرنا بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم مامور بہ ہوا اور اس میں دلیل کا طلب کرنا شرط نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ عطف سے معلوم ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دلیل طلب کئے بغیر اعتماد کی بنار پر واجب الاطاعت ہے اسی طرح مجتہدین کا طریقہ بھی دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بنار پر واجب الاطاعت ہے۔ اس کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں خواہ ایک مجتہد کی ہو یا بہتوں کی۔ لہذا اس حدیث سے مجتہدین کی تقلید کا وجوب ثابت ہوا۔

دوسری حدیث

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّيْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ (رواہ رزین (مشکوٰۃ ص۵۴۶)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد جو میرے صحابہ کرامؓ میں اختلاف (فروعی) ہوگا اس کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا (اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ وحی کی۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نزدیک آپ کے صحابہ ایسے ہیں جیسے آسمان میں تارے (اختلاف مراتب میں) بعض سے بعض قوی ہیں (ویسے) سب کے پاس نور ہدایت ہے (باوجود ان کے اختلاف کے) جس آدمی نے ان کے نور سے کچھ حصہ پایا وہ میرے نزدیک ہدایت پہ ہے (نیز) حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سب اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ پس تم ان میں سے جس کی پیروی (و تقلید) کرو گے سیدھا راستہ پاؤ گے۔

اس حدیث شریف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ اور اسی کو راہِ راست فرمایا گیا۔ مگر ساتھ ہی دلیل کے طلب کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ایسی پیروی کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید ثابت ہوئی اور باقی ائمہ مجتہدین کی تقلید بھی اسی حکم میں ہے۔

تیسری حدیث

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ (ترمذی ص۲۰۷)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتدار کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا۔

اس حدیث میں شیخین کی اقتدار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا۔ اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید[1] کرنے کا وجوب ثابت ہوا۔ باقی ائمہ مجتہدین بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے تقلید ائمہ دین کے ثبوت میں اور بھی دلائل مل سکتے ہیں۔ مگر ہم بغرض اختصار مذکورہ بالا قوی دلائل پر کفایت کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

تتبع کرنے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے اقوال ایسے ملتے ہیں جن سے تقلید کا ثبوت ہوتا ہے مگر ہم صرف ایسے دو قولوں کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] بلکہ اگر غور کیا جائے تو تقلید شخصی کا خصوصیت سے ثبوت ہوتا ہے اس لئے کہ (میرے بعد) سے مراد شیخین رضؓ کی حالت خلافت ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کی اقتدار و تقلید کیجو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ان کی تقلید کیا کرنا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔ لہٰذا اس حدیث سے تقلید شخصی ثابت ہوئی گو ایک معین زمانہ تک سہی ۱۲۔

جن سے تقلید شخصی خصوصیت کیساتھ صراحتاً ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے تقلید شخصی کا ثبوت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکُمْ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ اَمِیْرًا وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ مُعَلِّمًا وَّوَزِیْرًا وَّھُمَا مِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ فَاقْتَدُوْا بِہِمَا وَقَدْ اٰثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۳)۔

(کہ اے اہلِ کوفہ) میں تمہاری طرف عمار بن یاسرؓ کو امیر مقرر کر کے اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں اور یہ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بزرگ صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ سو تم لوگ ان کی اقتدار (و تقلید) کیا کرو۔ (اور دل یوں چاہتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنے پاس رکھوں مگر) عبداللہ کو بھیجنے میں میں نے اپنی جان پر تم کو ترجیح دی ہے۔ (لہٰذا ان کی تقلید سے پورا فائدہ اٹھانا)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کے قول سے تقلید شخصی کا ثبوت

(عن) ھُزَیْلِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ یَقُوْلُ سُئِلَ اَبُوْمُوْسٰی (وفیہ) فَاَتَیْنَا اَبَامُوْسٰی فَاَخْبَرْنَاہُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ مَادَامَ ھٰذَا الْحَبْرُ فِیْکُمْ (بخاری ص۹۹۷)

(یعنی) حضرت ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا (پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا

اور حضرت ابو موسیٰؓ کے قول سے بھی مطلع کیا گیا۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابو موسیٰ کے خلاف مسئلہ بتایا) پھر ہم نے حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس آکر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک تم میں یہ عالم متبحر (عبد اللہ بن مسعودؓ) موجود ہیں تم مجھ سے کچھ مت پوچھا کرو (بلکہ انہیں سے دریافت کرکے عمل کیا کرو)۔

صحابہ کرام کے تعامل سے تقلید کا ثبوت

پہلے محقق ہو چکا ہے کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل کو محض اس حسن ظن واعتماد سے مان لینا کہ یہ ٹھیک اور دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق اور طلب نہ کرنا یہی تقلید ہے۔ لہذا پہلے ہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تعامل سے اور پھر حضرات تابعینؒ کے تعامل سے یہ دکھلاتے ہیں کہ ان حضرات کے مبارک زمانہ میں ایک دوسرے پر محض حسنِ ظن اور اعتبار واعتماد کی بنا پر مسائل تسلیم کر لینے کا عام رواج تھا اور دلیل کی تحقیق کرنے کی عادت نہ تھی۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے۔ کہ خیر القرون کے زمانہ میں شرعی مسائل میں تقلید کرنے کا عام رواج تھا۔ کسی کو اس پر انکار نہ تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر چار مذہبوں کے ظہور تک سب لوگوں کا یہی رواج رہا ہے۔ کہ جو عالم (متبحر) مل جاتا اسی کی تقلید کر لیا کرتے تھے (عقد الجید ص ۳۳)۔

(۱) عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَانُكِ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ

فَصَلَّیَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ (بخاری ص ۲۶۴ ج ۱)

حضرت عون اپنے والد حضرت ابی جحیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء کے درمیان برادری قائم کر دی (ایک روز) حضرت سلمان حضرت ابو الدرداء کے گھر مہمان ہوئے تو (حضرت ابو الدرداء کی بیوی) ام الدرداء کو پریشان حال دیکھ کر فرمایا ایسی خراب حالت کیوں ہے۔ ام الدرداء نے جواب دیا کہ آپ کا بھائی ابو الدرداء دنیا (یعنی بیوی وغیرہ سے) بے حاجت ہے۔ پس ابو الدرداء گھر آئے تو سلمان کیلئے کھانا تیار کرکے فرمایا آپ کھائیں میں روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا میں ہرگز نہیں کھاؤں گا جب تک آپ (ہمراہ) نہ کھائیں۔ حضرت ابو الدرداء نے دلیل طلب کرنے کے بغیر حضرت سلمان کا کہنا مان کر) کھانا کھا لیا۔ پھر جب رات ہوئی تو ابو الدرداء (حسب عادت) نوافل کیلئے اٹھنے لگے۔ حضرت سلمان نے ان سے فرمایا سو جاؤ وہ (ان کا کہنا مان کر) سو رہے پھر (دوبارہ) نوافل کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت سلمان نے (مکرر) فرمایا (ابھی) سو جاؤ وہ (ان کا کہنا مان کر) سو رہے۔ پھر جب صبح صادق کا قرب ہوا تو حضرت سلمان نے (خود) ابو الدرداء سے فرمایا اب اٹھئے۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے (اٹھ کر) تہجد پڑھی۔ پھر حضرت سلمان نے ابو الدرداء سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ پر آپ کے پروردگار کا حق ہے اور آپ پر آپ کی جان کا حق ہے اور آپ پر آپ کی بیوی کا حق ہے۔ سو ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو پھر ابو الدرداءؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ ذکر کیا۔ آپ نے (سن کر) فرمایا سلمان نے سچ کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

دیکھئے اس واقعہ میں حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء کو چار دفعہ امر کیا۔ (۱) کھانا کھاؤ (۲-۳) سو رہو (۴) جاگو۔ اور حضرت ابوالدرداء نے دلیل طلب کئے بغیر محض حسن ظنی سے حضرت سلمان کے ارشاد کی ہر دفعہ تعمیل کی۔ اصطلاح میں اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ اور یہ زمانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بلکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت سلمان کی تصدیق فرمائی اور حضرت ابوالدرداء کے تقلید کرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ تقریر فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقلیدی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقلید کیا کرتے تھے۔

(۲) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَّاَمِيْرًا فَسَاَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهٗ وَاُخْتَهٗ فَاَعْطَى الْاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالْاُخْتَ النِّصْفَ (بخاری شریف ص۹۹۷)

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں یمن میں معلم (دینی احکام کی تعلیم کرنیوالے) اور حاکم بن کر آئے۔ ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا۔ کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑے۔ حضرت معاذ نے نصف مال کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا۔

دیکھئے اس فیصلہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دلیل بیان نہیں کی اور سائل نے ان سے دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض ان کے تدین پر اعتماد کر کے ان کا کہنا قبول کر لیا۔ یہی تقلید ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلید کا رواج بلا نکیر عام تھا۔

(۳) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ اِلٰى اَجَلٍ فَيَضَعُ مِنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَيُعَجِّلُهُ الْاٰخَرُ

فَكَرِهَ ذَالِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَنَهٰى عَنْهُ (مؤطا امام مالک مجتبائی ص۲۷۹)

حضرت سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر دَین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط پر معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دَین دے دے آپ نے اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا۔

دیکھئے یہ مسئلہ جزئیہ حضرت ابن عمرؓ کا اجتہادی ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا خود دلیل بیان نہ کرنا تقلید کو جائز رکھنا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنْ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ (الٰى قولہ) وَاقْرَأْ بِسُوْرَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ (مؤطا امام مالک مجتبائی ص۳)

ابی سہیل اپنے والد مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ کی طرف خط میں لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جبکہ زوال شمس ہو اور عصر کی جب زردی سے قبل سورج خوب روشن ہو اور مغرب کی جب سورج غروب ہو اور عشاء کی تاخیر کرو سونے تک۔ اور نماز صبح پڑھو حالانکہ ستارے ظاہر ہوں اور مفصل میں سے دو لمبی سورتیں اس میں پڑھا کرو۔

دیکھئے حضرت عمرؓ نے مسئلہ تحریر فرماتے وقت دلیل نہیں لکھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کی دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض اعتماد سے تسلیم کر لیا۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں نے تقلید کو جائز رکھا۔

(۵) عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ سُئِلَ عَنْ

لِلْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَمْسَحَ الشَّعْرَ بِالْمَاءِ (موطا امام مالک ص۱۱)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا (پگڑی پر مسح کرنا جائز) نہیں۔ یہاں تک کہ پانی کے ساتھ بالوں پر مسح کرے۔

دیکھئے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی اور سائل نے دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض اعتماد سے تقلید کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تقلید کو جائز رکھا۔

اختصار کی وجہ سے انہی پانچ واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ موطین اور شرح معانی الآثار وغیرہا کتب احادیث کے مطالعہ کرنے سے صدہا واقعات ملتے ہیں جن سے صحابہ کرام میں تقلید کا پایا جانا اظہر من الشمس نظر آتا ہے۔

تابعینؒ کے تأمّل سے تقلید کا ثبوت

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ أَنَّهُمَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهُ وَيَأْخُذَانِ ذَالِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (ابو داؤد ص۱۶۵ ج۲)

جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونو صاحب (خیسانده کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے تھے اور اس فتوے کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے (بطور تقلید) لیا کرتے تھے۔

دیکھئے اجلہ تابعین میں سے حضرت جابر بن زید اور حضرت عکرمہ محض حسن ظن سے حضرت عبداللہ بن عباس کے فتوے پر عمل کرتے تھے اور ان سے دلیل طلب نہ کیا کرتے تھے۔ یہی تقلید ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونو صاحبوں نے تقلید شخصی کو اختیار کیا۔

(۲) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَنَّهُ قَالَ بِعْتُ بَزًّا مِنْ أَهْلِ دَارِ نَخْلَةَ إِلَى

أَجَلٍ ثُمَّ أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى الْكُوفَةِ فَعَرَضُوا عَلَيَّ أَنْ أَضَعَ عَنْهُمْ وَيَنْقُدُونِي فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ لَا آمُرُكَ أَنْ تَأْكُلَ هٰذَا وَلَا تُوكِلَهُ (موطا امام مالک ص۲۷۰)۔

عبید بن ابی صالحؒ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کیلئے ایک میعاد مقرر کردی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں۔ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس کے کھانے کی اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھلانے کی۔

دیکھئے اس مسئلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دلیل نہیں بیان کی اور عبید بن ابی صالح نے دلیل طلب کرنے کے بغیر اس کو قبول کر لیا۔ بس یہی تقلید ہے۔

مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعین سے تقلید شخصی کا ثبوت

عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ۔ اھ (صحیح بخاری ص۲۳۷ ج۱)

حضرت عکرمہ تابعیؒ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے (یہ مسئلہ پوچھا) کہ جو عورت طواف زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے (وہ طواف وداع ترک کرکے جا سکتی ہے یا نہیں) انہوں نے جواب میں فرمایا۔ جا سکتی ہے۔ (یہ جواب سن کر) اہل مدینہ نے کہا۔ ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ (عالم مدینہ) کے قول پر پابند رہیں گے۔

شروح بخاری میں اس روایت میں زائد الفاظ بھی مروی ہیں۔ چنانچہ فتح الباری ص ۴۶۳ ج ۳ عمدۃ القاری ص ۲۲۲ ج ۴۔

ارشاد الساری ص ۲۴۴ ج ۳ میں ہے:-

زَادَ الثَّقَفِيُّ فَقَالُوا لَا نُبَالِي أَفْتَيْتَنَا أَوْ لَمْ تُفْتِنَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَقُولُ لَا تَنْفِرُ۔ اھ

اہلِ مدینہ نے حضرت ابنِ عباسؓ سے کہا آپ ہمیں خواہ فتویٰ دیں یا نہ دیں (ہم تو حضرت زید بن ثابتؓ کے فتویٰ پر قائم رہیں گے۔ لَا تَنْفِرُ۔

فتح الباری ص ۴۶۳ ج ۳ میں ہے۔ رواہ سعید بن ابی عروبۃ فی کتاب المناسک الَّذِي رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الْقَطِيعِي عَبْدِ الْعَلِيِّ عَنْهُ قَالَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ لَا نُتَابِعُكَ إِذَا خَالَفْتَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ۔ اھ

عمدۃ القاری ص ۲۲۲ ج ۴ میں ہے فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ لَا نُتَابِعُكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَنْتَ تُخَالِفُ زَيْدًا۔ اھ

انصار مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ہم آپکی متابعت (تقلید) نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ آپ ہمارے (امام) حضرت زید بن ثابت کے مخالف ہیں۔ دیکھئے حضرات اہلِ مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید پر کیسے جمے رہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ جیسے متبحر عالم کی متابعت سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس سے زیادہ تقلید شخصی اور کیا ہو گی۔

اوستاذ الہند کی شہادت

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

فَعِنْدَ ذَالِكَ صَارَ لِكُلِّ عَالِمٍ مِنْ عُلَمَاءِ التَّابِعِينَ مَذْهَبٌ عَلَى حِيَالِهِ فَانْتَصَبَ فِي كُلِّ بَلَدٍ إِمَامٌ (الانصاف ص ۱۷ ص ۱۲ مصری)

پس اس وقت تابعین علماء میں سے ہر عالم (مجتہد) کے لئے جدا مذہب ہوا۔ اور وہ ہر ایک شہر میں امام قرار پایا۔

اجماعِ امت سے تقلید کا ثبوت

(۱) هٰذِهِ الْمَذَاهِبُ الْأَرْبَعَةُ الْمُدَوَّنَةُ الْمُحَرَّرَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ أَوْ مَنْ يُعْتَدُّ بِهَا مِنْهَا عَلَى جَوَازِ تَقْلِيدِهَا إِلَى يَوْمِنَا هٰذَا (حجۃ اللہ البالغہ مصری ص ۱۳۲ ج ۱)

تمام امت نے یا امت کے قابلِ اعتبار افراد نے ائمہ اربعہ کے چار مشہور مذہبوں کی تقلید کے جواز پر آج تک اجماع کیا ہے۔

(۲) اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى عَدَمِ الْعَمَلِ بِالْمَذَاهِبِ الْمُخَالِفَةِ لِلْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ (فتح القدیر)۔

اس امر پر اجماع منعقد ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

(۳) وَمَا خَالَفَ الْأَئِمَّةَ الْأَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ وَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيرِ أَنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلَى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ لِلْأَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثْرَةِ أَتْبَاعِهِمْ (اشباہ)

جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہے وہ اجماع کے مخالف ہے۔ تحریر (ابن الہمام) میں مصرح ہے کہ مذاہب اربعہ کے مخالف کسی مذہب پر عمل کرنا اجماعاً جائز نہیں۔ کیونکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب منضبط ہیں اور ان کے اتباع (مقلدین) کثیر ہیں۔

ائمہ مجتہدین سے تقلید کا ثبوت

(۱) وَإِذَا كَانَ الْمُفْتِي عَلَى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِّيِّ تَقْلِيدُهُ وَإِنْ كَانَ الْمُفْتِي أَخْطَأَ فِي ذَالِكَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِهِ هٰكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ (کفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

جب مفتی اس صفت کا (مجتہد) ہو تو عامی آدمی (غیر مجتہد) پر اسکی تقلید کرنی ضروری ہے۔ خواہ مفتی سے خطا ہو جائے۔ اسکے سوا کا اعتبار نہیں۔ ایسا ہی روایت کیا ہے حسن رح نے امام ابوحنیفہ رح سے اور ابن رستم نے امام محمد رح سے اور بشر بن ولید رح نے امام ابویوسف رح سے۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ خِلَافُ ذٰلِكَ لِاَنَّ عَلَی الْعَامِیِّ الْاِقْتِدَاءَ بِالْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ فِیْ حَقِّهٖ اِلَی مَعْرِفَةِ الْاَحَادِیْثِ (ہدایہ اولین ص ۲۰۶ کتاب الصوم۔ باب ما یوجب القضاء والکفارۃ۔ شامی ص ۱۱۶ ج ۱ مطبوعہ مصر)۔

اور امام ابویوسف رح سے (مسئلہ احتجام صائم میں اس کے خلاف مروی ہے اس لئے کہ عامی (غیر مجتہد) پر فقہا (مجتہدین) کی تقلید لازم ہے کیونکہ وہ احادیث کی (پوری) معرفت کی طرف راہ نہیں پا سکتا۔

(۳) مولانا عبدالحی صاحب رح لکھنوی ترجمہ شمس الائمہ حلوانی رح میں لکھتے ہیں:-
وَقَدْ رُوِیَ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ جَوَازُ تَقْلِیْدِ الْمُجْتَهِدِ بِمَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ (التعلیقات السنیہ علی تراجم الحنفیہ ص ۹۶ ج ۲)۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ مجتہد کو اپنے سے بڑے عالم کی تقلید جائز ہے۔ جب مجتہد کو امام صاحب رح کے نزدیک تقلید جائز ہوئی تو عامی کو تقلید کرنی امام صاحب رح کے نزدیک ضرور واجب ہوگی۔

(۴) وَاَمَّا تَقْلِیْدُهٗ اَیْ قَبْلَ الْاِجْتِهَادِ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَعَنِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رِوَایَتَانِ فِیْ رِوَایَةٍ یَجُوْزُ وَفِیْ اُخْرٰی لَا وَعَنِ الْاِمَامِ مُحَمَّدٍ یُقَلِّدُ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ وَهُوَ ضَرْبٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فَاِنَّهٗ لَا یَكُوْنُ اِلَّا بِالتَّاَمُّلِ فِی الرِّجَالِ لِیَعْرِفَ الْاَعْلَمَ وَقَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْجُبَّائِیُّ الْمُعْتَزِلِیُّ یَجُوْزُ اِنْ كَانَ الْمُقَلَّدُ بِهٖ صَحَابِیًّا (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۳۹۴

(ایک مجتہد کو) قبل از اجتہاد (دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (سو اس مسئلہ میں) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ (یہ تقلید) جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جائز نہیں (کیونکہ مجتہد کو اپنے اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ اور خالص تقلید تو عامی غیر مجتہد کے لئے ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرے۔ اور (علم کا پتہ چلانا بھی) ایک قسم کا اجتہاد ہے۔ کیونکہ رجال میں تامل کریگا تو اعلم کا پتہ لگے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور جبائی معتزلی نے کہا ہے کہ جس کی تقلید (مجتہد کر رہا ہے اگر وہ صحابی رض ہے تو تقلید جائز ہے۔

(۵) وَحُكِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَغَیْرِهٖ اَنَّهٗ یَجُوْزُ لَهُ التَّقْلِیْدُ قِیْلَ مُطْلَقًا وَقِیْلَ یَجُوْزُ تَقْلِیْدُ الْاَعْلَمِ (فتاوےٰ ابن تیمیہ ص ۲۰۲ ج ۲)۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے (ائمہ) سے منقول ہے کہ (مجتہد کو) تقلید جائز ہے کہا گیا کہ مطلقاً (جائز ہے) اور کہا گیا کہ زیادہ علم والے کی تقلید جائز ہے۔

(۶) قَالَ الشَّیْخُ اَبُوْبَكْرِ الرَّازِیُّ مِنَّا وَالْاِمَامُ اَبُوْسَعِیْدِ الْبَرْدَعِیُّ وَالْاِمَامُ فَخْرُ الْاِسْلَامِ الْبَزْدَوِیُّ وَشَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرْخَسِیُّ قُدِّسَ اَسْرَارُهُمْ وَاَتْبَاعُهُمْ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ فِی الْقَوْلِ الْقَدِیْمِ وَاَحْمَدُ فِیْ رِوَایَةٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْلُ الصَّحَابِیِّ فِیْمَا یُمْكِنُ فِیْهِ الرَّاْیُ مُلْحَقٌ بِالسُّنَّةِ لِغَیْرِ الصَّحَابِیِّ فَیَجِبُ عَلَیْهِ تَقْلِیْدُهٗ وَتَرْكُ رَاْیِهٖ ۔ (فواتح الرحموت ص ۱۷۴)

یعنی حنفیہ میں سے شیخ ابوبکر رازی اور امام ابوسعید بردعی اور امام فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی اور ان کے متبعین اور امام مالک رح اور امام شافعی رح قول قدیم میں اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں سب فرماتے ہیں کہ صحابی رض کا وہ قول جس میں صحابی کے اجتہاد کو دخل ہے غیر صحابی کے لئے سنت کے حکم میں ہے۔

لہذا اپنی رائے چھوڑ کر صحابی رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنا اس پر لازم ہے۔

فقہاء و علماء کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

فَاِذَا کَانَ اِنْسَانٌ جَاهِلٌ فِیْ بِلَادِ الْهِنْدِ وَبِلَادِ مَاوَرَاءِ النَّهْرِ وَلَیْسَ هُنَاكَ عَالِمٌ شَافِعِیٌّ وَلَا مَالِکِیٌّ وَلَا حَنْبَلِیٌّ وَلَا کِتَابٌ مِنْ کُتُبِ هٰذَا الْمَذَاهِبِ وَجَبَ عَلَیْهِ اَنْ یُّقَلِّدَ بِمَذْهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رحمه الله وَیَحْرُمُ عَلَیْهِ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْ مَذْهَبِهٖ لِاَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَخْلَعُ مِنْ عُنُقِهٖ رِبْقَةَ الشَّرِیْعَةِ وَیَبْقٰی سُدًی مُهْمَلًا (انصاف ص ۶۹، ۷۱)۔

جب (غیر مجتہد) عامی انسان علاقہ ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو۔ کہ جہاں کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی اور انکی کتب مذہبیہ میسر نہ آسکتی ہوں۔ تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کیلئے حرام ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت (ترک تقلید کی وجہ سے) شریعت کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔

(۲) علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اَمَّا فِیْ زَمَانِنَا فَقَالَ اَئِمَّتُنَا لَا یَجُوْزُ تَقْلِیْدُ غَیْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الشَّافِعِیِّ وَمَالِكٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ (فتح المبین شرح اربعین)

ہمارے ائمہ (شافعیہ) نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سوائے چار اماموں (یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کے کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(۳) علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یَجِبُ عَلَی الْعَامِیِّ وَغَیْرِهٖ مِمَّنْ لَّمْ یَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ اِلْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَیَّنٍ مِّنْ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِیْنَ (شرح جمع الجوامع)

عامی اور جو شخص مرتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی مذہب معین (کی تقلید) کا التزام واجب ہے۔

(۴) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:۔

مَنْ کَانَ خَارِجًا عَنْ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ (طحطاوی)۔

اس زمانہ میں جو شخص ان چار مذہبوں سے (استخفافاً) باہر ہو وہ بدعتی اور ناری (بہتر فرقوں کے) لوگوں میں سے ہے۔

(۵) علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

حُکِیَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ خَطَبَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ الْحَدِیْثِ اِبْنَتَهٗ فِیْ عَهْدِ اَبِیْ بَکْرِنِ الْجُوْزَجَانِیِّ فَاَبٰی اِلَّا اَنْ یَّتْرُكَ مَذْهَبَهٗ (اِلٰی قَوْلِهٖ) وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْهِ اَنْ یَّذْهَبَ اِیْمَانُهٗ وَقْتَ النَّزْعِ لِاَنَّهُ اسْتَخَفَّ بِمَذْهَبِ الَّذِیْ هُوَ حَقٌّ عِنْدَهٗ وَتَرَكَهٗ لِاَجْلِ جِیْفَةٍ مُّنْتِنَةٍ الخ (ردالمحتار، باب التعزیر ص ۲۶۳ ج ۳)۔

منقول ہے کہ (شیخ) ابی بکر جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ایک حنفی شخص نے ایک اہلحدیث آدمی کی طرف اس کی لڑکی کے رشتہ کے متعلق خطبہ کا پیغام بھیجا تو اس اہلحدیث نے اس شرط پر اپنی لڑکی کا نکاح دینا منظور کیا کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ کر فاتحہ خلف الامام پڑھنا اور رفع یدین وقت رکوع وغیرہ شروع کردے۔ حنفی نے اسے منظور کیا۔ اہل حدیث نے لڑکی کا اس سے نکاح کردیا۔ پھر شیخ ابوبکر جوزجانی سے فتوے پوچھا گیا۔ انہوں نے سرنگوں ہونے کے بعد فرمایا۔ نکاح جائز ہے۔ لیکن

نزاع کے وقت اس حنفی (غیر مقلد بننے والے) کے ایمان دور ہو جانے کا مجھ کو اندیشہ ہے۔ کیونکہ جو مذہب اس کے اعتقاد میں حق تھا (یعنی حنفیت) اس کو گندے مردار کی خاطر چھوڑ کر مذہب حق کی اس نے توہین کی ہے۔

(۶) مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

در اعمال اتباعِ مذاہب اربعہ کو رائج در تمام اہلِ اسلام است بہتر و خوب است (صراطِ مستقیم)

(۷) علامہ محب اللہ بہاری اور بحر العلوم لکھتے ہیں :۔

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيدُ لِمُجْتَهِدٍ فِيمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِجْتِهَادِيَّاتِ الخ (فواتح الرحموت ص ۶۲۶)

غیر مجتہد کو مسائل اجتہادیہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرنی لازمی ہے خواہ عالم ہی ہو۔

محدثین کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) وَحُكِيَ فِي الطَّبَقَاتِ الشَّافِعِيَّةِ اَنَّ اَبَا مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيَّ اَرَادَ اَنْ يَكْتُبَ تَصْنِيفًا يَخْرُجُ عَنْ تَقْلِيدِ الشَّافِعِيِّ فَكَتَبَ اِلَيْهِ الْبَيْهَقِيُّ اِنِّي سَمِعْتُ اِرَادَتَكَ فَاعْلَمْ اَنَّكَ لَسْتَ اَهْلَ الْاِجْتِهَادِ فَلَا تَخْرُجْ عَنْ تَقْلِيدِ الشَّافِعِيِّ فَتَرَكَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ مَا اَرَادَ (عرف الشذی ص ۲۷۲)۔

طبقات شافعیہ میں منقول ہے کہ ابو محمد جوینی (محدث شافعی المذہب) کا ارادہ ہوا کہ کتاب تصنیف کریں اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑ دیں (امام بیہقی محدث کو اس کی خبر ہوئی)، تو امام بیہقی (محدث) نے ابو محمد جوینی کی طرف لکھا کہ میں نے آپ کا ارادہ (ترک تقلید) کا سنا ہے سو واضح ہو کہ آپ مجتہد نہیں ہیں۔ لہٰذا امام شافعی کی تقلید ترک نہ کیجیے۔ اس کے بعد ابو محمد جوینی نے اپنا قصد چھوڑ دیا۔

(اور تقلید شافعی پر بدستور قائم رہے)۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحبؒ امام البغوی محدث سے نقل فرماتے ہیں

وَيَجِبُ عَلٰى مَنْ لَمْ يَجْمَعْ هٰذِهِ الشَّرَائِطَ تَقْلِيْدُهٗ فِيْمَا يَعِنُّ لَهٗ مِنَ الْحَوَادِثِ (عقد الجید ص ۹)

جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہیں اس پر واجب ہے کہ پیش آنے حوادث میں مجتہد کی تقلید کرے۔

صوفیہ کرامؒ کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) شیخ عبد الوہاب شعرانی شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ سَيِّدِيْ عَلِيُّ بْنُ الْخَوَّاصِ اِذَا سَاَلَهُ اِنْسَانٌ عَنِ التَّقْلِيْدِ لِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ اَلْاٰنَ هُوَ وَاجِبٌ اَمْ لَا يَقُوْلُ لَهٗ يَجِبُ عَلَيْكَ التَّقْلِيْدُ مَا دُمْتَ لَمْ تَصِلْ اِلٰى شُهُوْدِ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ الْاُوْلٰى (میزان کبریٰ)۔

میرے شیخ حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی شخص مذہب معین کی تقلید کے متعلق پوچھتا کہ اب وہ واجب ہے یا نہیں تو فرماتے کہ تم پر تقلید واجب ہے۔ جب تک کہ تم شہود عین شریعت اولیٰ (یعنی مرتبہ اجتہاد) تک نہ پہنچو۔

(۲) شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ کا اپنا ارشاد ہے :۔

فَاِنْ قُلْتَ فَهَلْ يَجِبُ عَلَى الْمَحْجُوْبِ عَنِ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْعَيْنِ الْاُوْلٰى لِلشَّرِيْعَةِ التَّقْلِيْدُ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ فَالْجَوَابُ نَعَمْ يَجِبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَيُضِلَّ غَيْرَهٗ (میزان کبریٰ ص ۲۷)۔

اگر تم یہ کہو کہ ایسے شخص پر جو درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو۔ مذہب معین کی پابندی واجب ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر (مذہب معین کی پابندی)

واجب ہے تاکہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

دار الحدیث دہلی کا خاندان حنفی المذہب تھا

قریب زمانہ کے بزرگوں میں سے حضرات دہلویہ کی شخصیت چونکہ تمام مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اسلئے بعض علماء اہلحدیث عوام کو بہکانے کیلئے یہ ظاہر کیا کرتے ہیں کہ حضرات دہلویہ مقلد نہ تھے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ انکا صحیح صحیح حال عرض کر دیں۔ مولانا محسن تیمی رسالہ الیانع الجنی کے صفحہ ۶ پر ایک سند میں مولانا شاہ عبد الغنی مولانا شیخ ابو سعید۔ مولانا شاہ عبد العزیز، مولانا شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالے کے اسماء گرامی کا ذکر کر کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں:۔

قُلْتُ وَمِنْ لَطَائِفِ هٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّهُ اجْتَمَعَ فِي أَوَّلِهِ أَرْبَعَةٌ آخِرُهُمْ أَبُو عَبْدِ الْعَزِيْزِ اشْتَرَكُوْا فِي أَرْبَعِ خِصَالٍ وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ دِهْلَوِيُّوْنَ سُكْنٰى وَعُمَرِيُّوْنَ صُلْبِيَّةً وَأَنَّهُمْ صُوْفِيَّةٌ أَصْحَابُ الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ وَأَنَّهُمْ حَنَفِيُّوْنَ عَلٰى مَذْهَبِ النُّعْمَانِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

یعنی منجملہ اس سند کی خوبیوں کے یہ امر ہے کہ اس کے شروع میں چار بزرگ جن کے آخری ابو عبد العزیز (شاہ ولی اللہ صاحب) ہیں۔ ایسے ہیں جو چار امور میں شریک ہیں

۱۔ وہ چاروں سکونت کے اعتبار سے دہلوی ہیں۔

۲۔ نسبی خاندان کے اعتبار سے عمری (فاروقی) ہیں۔

۳۔ چاروں زاہد پرہیزگار صوفی ہیں۔

۴۔ چاروں امام ابو حنیفہ نعمان (بن ثابت) اور صاحبین کے مذہب کے موافق حنفی المذہب ہیں۔

نواب صدیق خانصاحب اہلحدیث لکھتے ہیں:۔ بَلْ هُمْ بَيْتُ عِلْمِ الْحَنَفِيَّةِ

(الحطہ ص۱۵۶) بلکہ حضرات دہلویہ حنفی مذہب کے علم کے ظرف ہیں (یعنی پکے حنفی ہیں)۔ مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی۔ مولانا عبد العزیز صاحب اور مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"دونوں میاں صاحب اہل سنت وحنفی المذہب تھے" (کشف الحجاب ص۱۳)

پھر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کے متعلق لکھتے ہیں:۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کو ہم نے دیکھا۔ اہل سنت اہل مذہب حنفی و محدث مفسر تھے (کشف الحجاب ص۲۳) پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"گواب کے لوگوں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو نہیں دیکھا۔ پر ہم نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ ایک عالم مقلد نیک نیت باخدا اور شہید تھے۔ وہ ہرگز لامذہب غیر مقلد نہیں تھے۔ ان کو غیر مقلد کہنے والا جھوٹا ہے۔ اور ان کی بعض تحریر میں جو خلاف مذہب کے ہے سو یہ بھی ان کی تقلید اپنے دادا حضرت شاہ ولی اللہ کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب علم حدیث اپنے اوستاذ محمد بن ابراہیم شافعی مدنی سے سند کیا تو بعض مسائل مذہب شافعی کے دلائل معتبر سمجھے اور مذہب شافعی اختیار کیا جب ان کے اوستاذ جو شافعی مذہب تھے ان کو خبر ہوئی۔ انہوں نے تبدیل مذہب کا سبب پوچھا۔ تو شاہ صاحب نے سبب اس کا قوت دلائل مذہب شافعی کی بیان کی۔ حضرت اوستاذ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ مذہب حنفی کے دلائل قوی ہیں تم سمجھے نہیں۔ میں اگرچہ شافعی ہوں پر ابو حنیفہ کی طرف سے جواب دیتا ہوں ضعف دلیل کا جو شبہ تم کو ہو بیان کرو۔ چنانچہ بعد گفتگو کے حضرت اوستاذ نے شاہ ولی اللہ کو مذہب حنفی پر قائم کیا۔ چنانچہ عمر بھر مذہب حنفی پر قائم رہے (الی ان قال) مولوی اسمٰعیل صاحب نے جو اپنے دادا کی تصانیف دیکھی اپنے دادا کی تقلید کر لی۔ (کشف الحجاب ص۲۲) نواب صدیق حسن خانصاحب بھی اسکی تائید کرتے ہیں (الحطہ ص۱۵۶)

منکرین تقلید کے شبہات کا جواب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین تقلید کے موٹے موٹے شبہات کا اختصار سے پہلے اجمالی جواب اور پھر تفصیلی جواب ذکر کر دیا جائے تاکہ مسئلہ تقلید کے دونوں پہلو سامنے آجائیں۔

اجمالی جواب

تقلید دو قسم پر ہے۔ مشروع۔ غیر مشروع۔

تقلید مشروع ایسے مسائل اجتہادیہ میں ہے۔ جن میں شرعاً اجتہاد کا دخل ہے اور ان کو ایسے ائمہ دین نے بطور تشریح قرآن و حدیث سے استنباط کیا ہے جو اجتہاد کے اہل ہیں اور جن کا زہد و تقوےٰ اور صدق و اخلاص شہرۂ آفاق ہے اور جن کا اجتہاد فی الدین اور استنباط مسائل شرعیہ مسلّم ہے ایسے مسائل میں ہر ہر جزئی کی تفصیلی تحقیق معلوم کرنے کے بغیر صرف ان ائمہ دین کی مجموعی حالت علمی و عملی کو بطور تحقیق اجمالی قابل اعتماد سمجھ کر واجب العمل اعتقاد کرنا شرعاً مستحسن بلکہ واجب ہے۔ مقلدین اسی تقلید کے قائل ہیں، خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث و تعامل خیر القرون و اقوال فقہا و محدثین و ارشادات صوفیہ عظام سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ جیسا کہ اوراق سابقہ سے معلوم ہوا۔

تقلید غیر مشروع ایسے امور میں ہے جن میں شرعاً اجتہاد کا دخل نہیں یا ان کا استنباط کرنے والا اجتہاد کا اہل نہیں یا دیندار نہیں یا مسلمان ہی نہیں یا جہاں مجموعی حالت مخالف نصوص ہے اس لئے اس قسم کی تقلید قبیح بلکہ حرام ہے۔ اس تمہید کے بعد تمام شبہات کا اجمالاً جواب یہ ہے کہ علماء اہلحدیث کے تمام شبہات ایک مغالطہ باطلہ پر مبنی ہیں۔ وہ یہ کہ مقلدین کے مقابلہ میں دعویٰ تو کرتے ہیں۔ تقلید مشروع کے ممنوع ہونے کا اور ثبوت دعویٰ میں دلائل وہ پیش کرتے ہیں جو تقلید غیر مشروع کے رد

میں وارد ہوئے ہیں پس تقریب تام نہیں۔ لہٰذا ہم کو جواب میں یہی عرض کر دینا کافی ہے

ہرگز نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

تفصیلی جواب

تعداد و شمار بڑھانے کے لئے تو رسائل اہلحدیث میں دلائل بہت ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر اختلاف نتائج کے اعتبار سے بالکل کم ہیں اس لئے ان کے چیدہ چیدہ دلائل کو بعنوان شبہات ذکر کر کے جواب دیا جاتا ہے۔ نظر انصاف سے مطالعہ فرمایا جائے۔

پہلا شبہ

قرآن مجید میں ہے:۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (سورہ بقرہ پ ۲)۔

جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو۔ ان احکام کی جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ (حق تعالےٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا ہر حالت میں اپنے باپ دادوں کی پیروی کرتے رہیں گے۔ گو ان کے باپ دادے نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں اور نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی تقلید جائز نہیں۔

جواب

یہ شبہ سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کی تقلید کی جاتی ہے۔ وہ دو قسم پر ہیں۔ ایک کفار اور دوسرے ائمہ مجتہدین۔

(۱) کفار کی تقلید حرام ہے اور اسی کو حق تعالیٰ نے رد فرمایا ہے۔ کیونکہ کفار جن گوروں کی تقلید کیا کرتے تھے وہ خود دین الٰہی کے منکر اور گمراہ تھے اور احکام الٰہی کے خلاف حکم دیا کرتے تھے۔ ان کے چیلے شرعی احکام کے رد کرنے کی غرض سے

ان کی تقلید کیا کرتے تھے۔

(۲) بزرگانِ دین ائمہ مجتہدین کی تقلید جو عام مسلمانوں میں شروع اسلام سے رائج ہے۔ کسی آیت یا حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ جابجا اس کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ ائمہ مجتہدین علم شریعت و طریقت کے جامع اور ہادی و مہتدی اور ان کی تقلید سے اصل مقصد خدا و رسول کی اتباع کرنا ہے وَالْعَامِیُّ اِنَّمَا اتَّبَعَ الْمُجْتَهِدَ مِنْ جِهَةِ تَوَجُّهِهِ اِلٰى صَوْبِ الْعِلْمِ الْحَاكِمِ (الاعتصام ص۵۲ ج۲) مجتہد کی اتباع عامی سلئے کرتا ہے کہ وہ اس کے واسطہ سے علم حاکم (قرآن و حدیث) کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے فَعَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ لَا يَتَّبِعُ اَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اِلَّا مِنْ حَيْثُ هُوَ مُتَوَجِّهٌ نَحْوَ الشَّرِيْعَةِ قَائِمٌ بِحُجَّتِهَا (الاعتصام ص۵۳ ج۲) ہر مجتہد عالم اسی لئے تقلید کیا جاتا ہے کہ وہ شرعی دلائل کیساتھ شریعت کی طرف متوجہ ہو رہا ہے وَلَيْسَ مَحَلُّهُ فِيْمَنْ لَا يَدِيْنُ اِلَّا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْتَقِدُ حَلَالًا اِلَّا مَا اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا حَرَامًا اِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلٰكِنْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ لَهُ عِلْمٌ بِمَا قَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِطَرِيْقِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمُخْتَلِفَاتِ مِنْ كَلَامِهِ وَلَا بِطَرِيْقِ الْاِسْتِنْبَاطِ مِنْ كَلَامِهِ اتَّبَعَ عَالِمًا رَاشِدًا عَلٰى اَنَّهُ مُصِيْبٌ فِيْمَا يَقُوْلُ وَيُفْتِيْ ظَاهِرًا مُتَّبِعٌ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ خَالَفَ مَا يَظُنُّهُ اَقْلَعَ مِنْ سَاعَتِهِ مِنْ غَيْرِ جِدَالٍ وَلَا اِصْرَارٍ فَهٰذَا كَيْفَ يُنْكِرُهُ اَحَدٌ مَعَ اَنَّ الْاِسْتِفْتَاءَ وَالْاِفْتَاءَ لَمْ يَزَلْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّسْتَفْتِيَ هٰذَا دَائِمًا اَوْ يَسْتَفْتِيَ هٰذَا حِيْنًا وَذَالِكَ حِيْنًا بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ مُجْمَعًا عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص۱۲۴)۔

شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں۔ تقلید اس شخص کے حق میں ممنوع نہیں جس کا مقصود قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ہو اور وہ اللہ و رسول کی حلال کردہ چیز کو حلال اور حرام کردہ کو حرام اعتقاد کرتا ہو لیکن جبکہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا پورا علم نہیں ہوا اور جمع بین المختلفات کا طریق معلوم نہیں۔ اور نہ آپ کی کلام سے استنباط احکام پر قدرت ہے تو (ایسی صورت میں) اس نے کسی دینی پیشوا کی بایں خیال پیروی کرلی کہ یہ اپنے قول و فتویٰ میں ظاہراً مصیب ہے اور متبع سنت نبویہ ہے (ہاں یہ بھی خیال ہے) کہ اگر کسی وقت اسکو مخالف سنت نبویہ پایا تو فوراً چھوڑ دوں گا۔ تو ایسی تقلید کا کون انکار کرسکتا ہے۔ باوجودیکہ عہد نبوی سے اہلِ اسلام میں اس قسم کی تقلید یعنی استفتاء و افتاء کا سلسلہ جاری چلا آتا ہے اور اس میں تقلید شخصی اور غیر شخصی کا کوئی فرق نہیں (جواز میں دونوں برابر ہیں)۔

دوسرا شبہ قرآن مجید میں ہے۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ توبہ پ۱۰)۔

ٹھہراتے ہیں اپنے علماء اور درویشوں کو خدا۔ اللہ کو چھوڑ کر۔

اس آیت کے تحت میں امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے ص۲۲۴ ج۴ میں لکھتے ہیں:۔

اَلْاَكْثَرُوْنَ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ قَالُوْا لَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الْاَرْبَابِ اَنَّهُمْ اِعْتَقَدُوْا فِيْهِمْ اَنَّهُمْ اٰلِهَةُ الْعَالَمِ بَلِ الْمُرَادُ اَنَّهُمْ اَطَاعُوْهُمْ فِيْ اَوَامِرِهِمْ وَنَوَاهِيْهِمْ۔ نُقِلَ اَنَّ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ كَانَ نَصْرَانِيًّا فَانْتَهٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَءُ سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ فَوَصَلَ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ فَقُلْتُ لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ فَقَالَ اَلَيْسَ يُحَرِّمُوْنَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فَتُحَرِّمُوْنَهُ وَيُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَتَسْتَحِلُّوْنَهُ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی پیشوا کے امر و نہی کی اطاعت کرنا شرک ہے لہذا تقلید ائمہ مجتہدین شرک ہوئی۔

جواب یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان محض اپنی رائے سے احکامِ الٰہی کے خلاف امر و نہی کیا کرتے اور لوگ انہیں کو مطاعِ مطلق جانتے تھے اس لئے ایسی اطاعت کو شرک کہا گیا۔ اور ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ قرآن و حدیث کی مراد کے لئے مظہر ہوا کرتے ہیں اور ان کا اجتہاد قرآن و حدیث سے مستنبط ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان کا امر و نہی از خود نہیں ہوتا اور نہ ان کو مطاعِ مطلق سمجھ کر ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ بلکہ ان کو خدا اور رسول کی اطاعت کا واسطہ سمجھا جاتا ہے۔ لہذا تقلید ائمہ مجتہدین کی مخالفت اس آیت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

مولانا عبد الحی لکھنوی اس استدلال کو نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

قَدْ ضَلَّ مَنِ اسْتَشْهَدَ بِالْآيَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَالْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ وَالْعِبَارَةِ الْمَسْطُوْرَةِ وَنَحْوِهَا الْوَاقِعِ مِنْ اَجِلَّةِ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اِبْطَالِ مُطْلَقِ التَّقْلِيْدِ وَحَكَمَ بِكَوْنِهٖ شِرْكًا وَضَلَالَةً وَبِدْعَةً مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ التَّقْلِيْدِ الْجَامِدِ الْكَاسِدِ وَبَيْنَ التَّقْلِيْدِ الْمَرْغُوْبِ الْمَنْدُوْبِ (غیث الغمام ص ۹)۔

تیسرا شبہ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا) (مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۱)۔

امام مالکؒ موطا میں مرسل روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان پر عمل کرو گے ہرگز

---

[1] یعنی جس شخص نے کہا کہ مطلق تقلید باطل اور شرک اور ضلالت اور بدعت اور دلیل میں آیت مذکورہ اور عبارت مسطورہ کو پیش کیا وہ شخص گمراہ ہے کیونکہ اس نے تقلید فاسد اور تقلید مستحسن میں فرق نہیں کیا ۱۲۔

گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

اس حدیث میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قابلِ عمل ہونا اور گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے سوائے کسی امام کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید کرنا جائز نہیں۔

جواب ائمہ مجتہدین مسائل اجتہادیہ کو قرآن و حدیث ہی سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور انہی کی تشریح کیا کرتے ہیں۔ پھر ایسے مسائل کو تقلیداً قبول کرنا عین قرآن و حدیث کی اتباع ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث سے مراد عام ہے کہ اس کے مسائل ظاہرہ ہوں یا اجتہادیہ۔

چوتھا شبہ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ (اِلٰى اَنْ قَالَ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ (رواہ الدارمی مشکوٰۃ ص ۳۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک نسخہ تورات کا لے کر آئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے۔ آپ خاموش رہے۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے (اس حدیث کے آخر میں ہے) کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی کہ محمد کی جان اس کے قبضہ میں ہے اگر تمہارے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا

طریقہ چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی تقلید جائز نہیں تو کسی امام یا مجتہد کی تقلید کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت مستقلہ پیغمبر ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت شریعت موسویہ کیلئے ناسخ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی جاتی تو مسائل منسوخہ میں بھی اتباع ہوتی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے انکار کو مستلزم ہوتا۔ اور یہ صریح کفر ہے۔ اسی واسطے وَتَرَكْتُمُونِي (اور تم مجھ کو چھوڑ دیتے) فرمایا۔ ائمہ مجتہدین کی تقلید میں عین اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی فرمانبردار قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کی غرض سے مسائل اجتہادیہ کا استنباط کرنیوالے ہیں۔ فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ۔

پانچواں شبہ عہد صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم میں تقلید کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا تقلید بدعت ہوئی۔ نیز صحابہ کرامؓ افضل الامت ہیں۔ ائمہ اربعہ ان سے مفضول۔ اگر تقلید جائز ہوتی تو بجائے صحابہ کرامؓ کے ائمہ اربعہ کی تقلید رائج نہ ہوتی۔

جواب اولاً تعامل صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم سے زمانہ خیر القرون میں تقلید کا پایا جانا ثابت ہو چکا ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی تقلید جائز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

وَنُرِيدُ بِأَنْ اعْتِقَادُ أَفْضَلِيَّةِ الْإِمَامِ عَلَى سَائِرِ الْأَئِمَّةِ مُطْلَقًا غَيْرُ لَازِمٍ فِي صِحَّةِ التَّقْلِيدِ إِجْمَاعًا لِأَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ كَانُوا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَكَانُوا يُقَلِّدُونَ فِي كَثِيرٍ

مِنَ الْمَسَائِلِ بِخِلَافِ قَوْلِهِمَا وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَى ذٰلِكَ أَحَدٌ فَكَانَ إِجْمَاعًا عَلَى مَا قُلْنَاهُ (عقد الجید ص۲۲)۔

یعنی پہلی بات اس طرح رد کی گئی ہے کہ تقلید کے صحیح ہونے میں بالاجماع یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں کہ (میرا) امام باقی سب ائمہ پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام امت میں سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ حالانکہ بہت سے مسائل (اختلافیہ) میں ان دونوں حضرات کے مخالف دوسرے صاحبوں کی تقلید کیا کرتے تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ لہٰذا یہ مسئلہ اجماعی ہوا۔

ثانیاً صحابہ کرامؓ کی تقلید اس لئے ترک نہیں کی گئی کہ وہ افضل الامت نہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس لئے ترک کی گئی ہے کہ ان کے جملہ مسائل مجتہد فیہا مدوّن نہیں اور ہم تک پہنچے نہیں۔ بخلاف ائمہ اربعہ کے کہ ان کے سب مسائل مدوّن ہیں اور بوجہ میسر آسکنے کے ان پر عمل کرنا ہم کو آسان ہے۔

چھٹا شبہ ائمہ مجتہدین خود اپنی تقلید سے منع کرتے تھے پھر ان کی تقلید کیسے جائز ہوگی اسی طرح بہت سے فقہاء بھی۔

پہلا جواب یہ کہنا کہ ائمہ مجتہدین تقلید سے منع کیا کرتے تھے یہ صحیح نہیں اسلئے کہ ائمہ لوگوں کو جو فتوے دیا کرتے تھے وہ اکثر دلائل اور بیان ماخذ سے خالی ہوا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقلید کو عملی طور پر جائز رکھا کرتے تھے۔ فقہاء سے بھی اسی طرح عملاً تقلید کا ثبوت ہے۔

دوسرا جواب ائمہ مجتہدین نے تقلید سے جہاں منع کیا ہے وہ ان لوگوں کو منع کیا ہے جو خود درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى مَنْ لَهُ قُدْرَةٌ عَلَى اسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ مِنَ الْكِتَابِ

وَالسُّنَّةِ وَاِلَّا فَقَدْ صَرَّحَ الْعُلَمَاءُ بِاَنَّ التَّقْلِيْدَ وَاجِبٌ عَلَى الْعَامِّيِّ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ دِيْنِهٖ (میزان کبریٰ مطبوعہ مصر ص۳۸ ج۱)۔

یعنی تقلید کی ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو پورا مجتہد ہو ورنہ علماء کرام تصریح کرتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے تاکہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ ہو جائے اور فقہاء کرام نے بھی تقلید مذموم سے منع کیا ہے نہ محمود سے۔

وَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَنْ اُعْطِيَ قُوَّةَ الْاِجْتِهَادِ اَمَّا الضَّعِيْفُ فَيَجِبُ عَلَيْهِ التَّقْلِيْدُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَاِلَّا هَلَكَ وَضَلَّ (الیواقیت الجواہر ص۹۶ ج۲)

یہ مجتہد کیلئے ہے اور غیر مجتہد پر ایک امام کی تقلید واجب ہے ورنہ برباد اور گمراہ ہو جائے گا۔

ساتواں شبہ (۱):۔ مولانا رومؒ مثنوی معنوی میں کئی جگہ تقلید کی مذمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔ ؎

مر مرا تقلید شاں بر باد داد — کہ دو صد لعنت براں تقلید باد

(۲) شیخ سعدیؒ بوستاں کے باب ہشتم میں لکھتے ہیں:۔ ؎

عبادت بتقلید گمراہی است — خنک رہروے راکہ آگاہی است

جواب (۱) ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ تقلید دو قسم پر ہے مشروع و غیر مشروع۔ مولاناؒ نے شعر مذکور میں تقلید غیر مشروع کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے تقلید کو لفظ "شاں" سے مقید کیا ہے اور مطلق نہیں بیان کیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس شعر سے پہلے ایک صوفی کا قصہ ہے جو کہ نا اہلوں کی تقلید میں "خر برفت و خر برفت" کہتا رہا تھا۔ اور بعد میں پچھتایا تھا۔ تو اس کے متعلق مولاناؒ فرماتے ہیں کہ ایسی تقلید یعنی نا اہلوں کی جو غافل عن الحق ہیں گمراہی ہے۔ اسی طرح جو لوگ گمراہ ہیں ان کی تقلید کی بھی اس کے بعد مذمت فرماتے ہیں۔

خاصہ تقلید چنیں بیحاصلاں — کا برو رار یختند از ہر زناں

رہی تقلید مشروع جو اہل اللہ اور مقبول بندوں کی ہوا کرتی ہے۔ اس کی جابجا مدح اور تعریف بیان فرماتے ہیں ؎

عکس چنداں باید از یارانِ خوش — کہ شوی از بحر بے عکس آبکش

عکس کاول زد تو آں تقلید داں — چوں پیاپی شد شود تحقیق آں

تا نشد تحقیق از یاراں مبر — از صدف مگسل نہ گشتہ قطرہ در

(۲) شیخ سعدیؒ بھی بوستاں کے باب ہشتم میں تقلید غیر مشروع اور مذموم کی مذمت فرما رہے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ نے حکایت سفر ہندوستان و ضلالت بت پرستان میں سومنات کے بت اور مکار برہمن کا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلا شعر یہ ہے ؎

بُتے دیدم از عاج در سومنات — مرصع چو در جاہلیت منات

پھر اس واقعہ کے ضمن میں اس تقلید غیر مشروع کی مذمت کرتے ہیں۔ جو کہ بت پرستوں نے برہمن کی کی ہوئی تھی۔ بھلا اس کو اہل اللہ اور ائمہ دین کی تقلید کے ساتھ کیا دخل جو کہ مشروع اور مستحسن و محمود ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۞

خیر محمد جالندھری عفا اللہ عنہ

ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

اَلْکَلَامُ الْفَرِیْدُ فِیْ اِلْتِزَامِ التَّقْلِیْدِ

(منقول از امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۵۳)

اثبات تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن دُرِّ نادر ہے جسکو حجۃ العارفین سراج المفسرین مجدد الملت حکیم الامت سیدی حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی چشتی حنفی دامت برکاتہم نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانہ قیام مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا اس کا نام بھی آجکل تجویز فرما دیا۔

(خیر محمد عفا اللہ عنہ)

الجواب: احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں منصوص، غیر منصوص۔ منصوص دو نوع ہیں متعارض غیر متعارض۔ متعارض دو قسم ہیں معلوم التقدیم والتاخیر۔ غیر معلوم التقدیم والتاخیر۔ پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز۔ لقولہ تعالیٰ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ[1] ولقولہ تعالیٰ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ[2] اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کریگا یا کچھ کریگا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی[3] اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا[4] کے لازم آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعین کسی جانب کے عمل ممکن نہیں پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا۔[5] لِعَدَمِ النَّصِّ فِی الْاَوَّلِ وَلِلتَّعَارُضِ مِنْ غَیْرِ عِلْمٍ بِالتَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ فِی الثَّانِیْ۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد) خیالات پکاتے (سورہ بقرہ پ ۱) ۱۲

[2] نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی (سورہ نجم پ ۲۷) [3] کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا (سورہ قیامت پ ۲۹) ۱۲۔ [4] کیا تم نے یہ خیال ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے (سورہ مومنون پ ۱۸) ۱۲ [5] کیونکہ پہلی صورت میں نص نہیں اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعرض ہے ۱۲ خیر محمد عفی عنہ

ضرور علم بالتعین قیاس سے ہوگا۔ پس یا قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہیں۔ کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا لقولہ تعالیٰ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[1] پس بعض کا معتبر ہوگا، بعض کا نہ ہوگا جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔ پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے لقولہ تعالیٰ وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ[2]۔

اب جاننا چاہیئے کہ ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کے داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوگا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گذرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کیلئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں۔ پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا۔ رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں متفق علیہا۔ مختلف فیہا۔ مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہوگا۔ مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا۔ بعض کا ہی ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالیٰ نے اتباع کو[3] انابۃ الی اللہ پر معلق فرمایا ہے۔ جس امام کی انابۃ الی اللہ زائد معلوم ہوگی اس کا اتباع کیا جائے۔ اب تحقیق زیادہ انابۃ کی یا تفصیلاً کی جائیگی یا اجمالاً۔ تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے۔ اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہے اور کس کی انابت زائد ہے۔ صورت اولیٰ میں علاوہ حرج اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کی سبیل کا۔[4] وھو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوئی۔ کسی کو امام ابو حنیفہؒ پر انکے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب اعتقاد راجح ہوا کہ یہ مثیب و مصیب ہیں۔ کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام احمد حنبلؒ پر اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالا نابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدید اس کی مخالفت میں شق اول عود کرے گی۔

---

[1] اور اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف اسے پھیر لاتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین) خوب معلوم کر لیتے (سورہ نساء پ ۵) [2] اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی (سورہ لقمان پ ۲۱)۔

[3] توجہ الی اللہ۔ [4] اور وہ خلاف مفروض ہے ۱۲۔ خیر محمد۔

وقد ثبت بطلانہ۔ پس[1] بحمد اللہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً و انحصار فی المذاہب الاربعہ و وجوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہو گیا و دونہ خرط القتاد و الکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا اکفایۃ الطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ ولنعم ما قیل۔

ہر کہ سر بر خط فرماں ننہد — کے میسر شودش رہ بہ درون
ہر کہ خواہد کہ سر منزل مقصود رسد — بایدش پیروی راہ نمایاں کردن

اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے اسکو تو یہ خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں۔ دین محمدی کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں فرق بھی معلوم نہیں کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں۔ جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں کہ دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے۔ کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے۔ اور مذہب مثل شہر و دل اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلے کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں۔ البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں۔ اسی طرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلاوے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمائیے کونسا شرک و کفر لازم آگیا۔ اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی کہلاؤ۔ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہوگا۔[3] ایہا الاخوان لا تسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان واللہ المستعان علی البلیات الاخوان ثبتنا و توفنا علی الحق والایمان۔ فقط۔ ۱۰ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ انتہی

---

[1] اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے۔ [2] یعنی بحمد اللہ تقریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہو گیا کہ تقلید مطلق عموماً اور ائمہ اربعہ خصوصاً واجب ہے۔ اور اس وقت ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق باطل ہے اور بجز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طالب رشاد کیلئے مضمون مذکور کافی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ [3] اے بھائیو زمین میں فساد و طغیان کی سعی مت کرو اس لئے کہ نیزہ و شمشیر کے قتل سے فتنہ (دینی گناہ ہیں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجا سکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار حق و ایمان پر ہمارا خاتمہ کر۔

خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لمعرفۃ سبیل الاجتہاد و تقلیدہ وارشدنا الی طریق اتباع الائمۃ وتاشیدہ والصلوٰۃ والسلام علی من حبب الینا اقتداء المنیبین بعد اتباعہ ورضی لنا الاقتداء بھدی الراسخین بعد الوقوف علیہ واطلاعہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔

اما بعد۔ اس مختصر تحریر سے حنفیہ یا فقہ حنفی کی طرف دعوت و تبلیغ مقصود نہیں اور نہ ہی اس کے منکرین یا غیر حنفی مسالک پر کوئی رد و انکار منظور ہے بلکہ اس تحریر سے اصولی طور پر اجتہاد و تقلید کے بارہ میں نقل صحیح اور عقل سلیم کی روشنی میں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی معتبر اجتہاد کی تقلید کرنا کوئی بدعت نہیں ہے کہ اسے قابل ملامت اور اس کے مرتکب کو مستوجب تکبیر تصور کیا جائے۔ بلکہ یہ ایسا سلوک راستہ ہے جو سلف سے لے کر خلف تک اجماعی طور پر دینی شاہراہ بنا رہا ہے اور امت نے اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت اس کے سوائے نہیں سمجھی ہے بلکہ دین اور دنیا کے ہر شعبہ میں تقلید کا رواج ایسا عام ہے کہ ہر خواندہ و ناخواندہ شب و روز اس سے کام لے رہا ہے اور گھر میں آتے اور جاتے وقت ضرورت کی اشیاء کو محض اعتماد پر طلب کیا کرتا ہے اور بلا دلیل مان لیتا ہے۔ یہ بھی ایک گونہ تقلید ہے واللہ الموفق والیہ الصواب۔

اجتہاد لغوی	الاجتہاد فی اللغۃ ھو تحمل الجہد ای المشقۃ	اجتہاد لغت میں خوب محنت اٹھانے کا نام ہے
اجتہاد اصطلاحی	وفی الاصطلاح استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن لحکم شرعی (تحریر ص ۶۰۳)	اور اصطلاح میں یہ ہے کہ فقیہ کا اپنی طاقت کے موافق خوب محنت کرنا تاکہ حکم شرعی کا ظن حاصل ہو جائے۔

حقیقۃ الاجتہاد علی ما یفہم من کلام العلماء استفراغ الجہد فی ادراک الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ الراجعۃ کلیاتہا الی اربعۃ اقسام الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اھ (عقد الجید ص۶)

اجتہاد کی تعریف جو کلام علماء سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ شریعت کے احکام دریافت کرنے میں خوب محنت کرنا۔ فرعیہ کو انکی تفصیلی دلیلوں سے جن کی کلیات کا مآل چار قسم ہے یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اھ

حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چاروں اصلوں سے محنت تامہ کے ساتھ نکالنے کا نام اجتہاد ہے۔

شروطِ اجتہاد

قال البغوی والمجتہد من جمع خمسۃ انواع من العلم علم کتاب اللہ عز وجل وعلم سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلم اقاویل السلف من اجماعہم واختلافہم وعلم اللغۃ وعلم القیاس وھو طریق استنباط الحکم من الکتاب والسنۃ اذا لم یجدہ صریحاً فی نص الکتاب او سنتہ او اجماع فیجب ان یعلم من علم الکتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحکم والمتشابہ والکراہۃ والتحریم والعام والندب ویعرف ھذہ الاشیاء من السنۃ ویعرف الصحیح والضعیف والمسند والمرسل ویعرف ترتیب السنۃ علی الکتاب علی السنۃ وترتیب الکتاب علی السنۃ حتی لو وجد حدیث لا یوافق ظاہرہ الکتاب یہدی الی وجہ محملہ فان السنۃ بیان الکتاب ولا تخالفہ اھ

عقد الجید ص۱۸

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ مجتہد عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا جامع ہو۔ اوّل کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا علم دوم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوم علماء سلف کے اقوال کا علم کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں ہے۔ چہارم لغتِ عربی کا علم پنجم قیاس کا علم اور قیاس قرآن وحدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے جس صورت میں مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں نہ پاوے اب ان علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہیئے، تو قرآن کے علم میں سے اس پر ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ کراہت وتحریم اباحت واستحباب اور وجوب کا جاننا فروری ہے اور حدیث میں ان اشیاء مذکورہ کے علاوہ حدیث ....

صحیح ضعیف مرسل اور مسند کا جاننا اور حدیث کو قرآن پر مرتب کرنے اور قرآن کو حدیث پر مرتب کرنے کا علم اور مہارت فروری ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث پائے جو کہ ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سراغ لگانا کیونکہ حدیث قرآن مجید کا بیان ہے مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے اھ

ویعرف اقاویل الصحابۃ والتابعین فی الاحکام ومعظم فتاوی فقہاء الامۃ حتی لا یقع حکمہ مخالفاً لاقوالہم فیکون فیہ خرق الاجماع اھ

(ایضاً ص۹)

اور اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے اس قدر جانے جو باب احکام منقول ہیں اور بڑا حصہ ان فتووں کا جاننا بھی فروری ہے جو فقہائے اُمت نے دیئے ہوں تاکہ اس کا اجتہاد سلف کے اقوال کے خلاف نہ ہو ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہو گی۔ اھ

ضرورتِ اجتہاد

چونکہ تمام کے تمام مسائل جزئیہ اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس وناکس بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور اجتہاد کی ضرورت ہی نہ پڑے بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان میں اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں لہذا ضروری تھا کہ امت کے بعض افراد کو استنباط و اجتہاد کی قوت عطا کی جاتی کہ جس کے ذریعہ یہ حضرات نصوص میں غور وفکر کر کے غیر منصوصہ حوادثِ جزئیہ کے احکام نکال کر عام امت کے لئے عمل کی راہ استوار کرتے۔ ان نفوسِ قدسیہ کو جنہیں ہر وقت دربارِ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل تھا گو اس قوت سے کام لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہر سوال کا کافی شافی جواب تھی۔

اے لقاء تو جوابِ ہر سوال ❊ مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

مگر جو حضرات اس زمانہ میں مدینہ طیبہ سے باہر قیام پذیر تھے یا جو حضرات بعد میں اسلام لانیوالے تھے یا جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے وہ اس قوتِ اجتہاد کے از حد محتاج اور حاجتمند تھے اسی لئے حق تعالیٰ نے خیر القرون میں بیشمار صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعینِ عظام ومن بعدہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کو اس دولتِ اجتہاد سے نوازا۔

تحسینِ اجتہاد

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت صاف لفظوں میں اجتہاد کی تحسین وتصویب فرمائی ——— مشکوٰۃ شریف ص۳۲۴ میں ہے: ———

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو ملک یمن کیطرف حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا کہ (وہاں) جب تمہارے

فان لم تجد فی کتب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برأیی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے، عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا آپ نے ارشاد فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ دو گے عرض کیا حدیث رسول اللہ سے، ارشاد فرمایا کہ اگر حدیث میں (بھی اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر ...... عرض کیا کہ پھر میں اپنی ہمت کے موافق پورا پورا اجتہاد کروں گا۔ (اور اس کے موافق فیصلہ دوں گا) اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی سے) حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو رہا ہے (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

صحابہ کرام سے اجتہاد کا ثبوت

عن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق وقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدا منھم (بخاری ص۵۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب سے واپسی پر ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی بنو قریظہ کے سوا کہیں عصر کی نماز نہ پڑھے (اتفاق سے) راستہ میں نماز عصر کا وقت آ گیا بعض نے کہا ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے (یعنی انہوں نے الفاظ کے ظاہر پر عمل کیا) اور بعض نے کہا کہ نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ نہ تھا (اور اجتہاد سے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا مگر آپؐ نے ان میں سے کسی کو بھی سرزنش نہیں فرمائی (یعنی انکے اجتہاد کو جائز رکھا گیا)۔

فائدہ دیکھئے اس واقعہ میں بعض صحابہ کرام نے اپنی قوت اجتہاد سے حدیث کی دو محتمل وجوہ میں سے ایک کو نبوت کا اصل منشا قرار دیا اور راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان حضرات کو نہ تو اس پر ملامت فرمائی کہ ظاہر الفاظ کے خلاف عمل کیوں کیا اور نہ ہی ان کو عمل بالحدیث کا تارک قرار دیا۔

۲۔ عن طارق بن شھاب ان رجلاً اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال اصبت فاجنب رجل آخر فتیمم وصلی فقال نحوا مما قال للآخر یعنی اصبت۔ (نسائی ص۴۹)

طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ بیان کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر ایک اور شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہوئی تو اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی (آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو آپؐ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص کو اس سے پہلے فرما چکے تھے (یعنی تو نے ٹھیک کیا)

فائدہ اس حدیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوا کیونکہ انکو اگر نص معلوم ہوتی تو عمل کے بعد سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور آپؐ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی۔

۳۔ عن عمروؓ بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرتہ بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عز وجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں احتلام ہو گیا سخت سردی کی رات تھی مجھے اندیشہ ہوا کہ غسل کیا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کیا اور ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ قصہ ذکر کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی میں نے اپنا عذر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً اخرجہ۔

(ابوداؤد ص۴۸)

پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔

فائدہ اس حدیث سے بھی صراحۃً اجتہاد کے جواز کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی دلیل بھی نقل کر دی اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔

اجتہادِ صحابہ کے اسی نوع کے واقعات روایات میں بکثرت ملتے ہیں بطور نمونہ چند مثالیں ذکر کر دی گئی ہیں الغرض صحابہ کرام میں اگر کچھ حضرات ایسے تھے جن کی نگاہ نص کے ظاہری مدلول تک محدود و مرکوز ہو کر رہ جاتی تھی۔ تو کچھ حضرات ایسے بھی ضرور تھے جنکی دور رس اور عمیق نظر ظاہر سے گزر کر اسکے بطن اور تہہ تک پہنچتی اور ایسی علت جامعہ کا سراغ لگالیتی تھی جو مدار حکم قرار پاتی اور ہزارہا جزئیات کے علوم کا باب ان پر کھل جاتا تھا۔

تابعینِ عظام سے اجتہاد کا ثبوت

حضرات صحابہ کی طرح انکے بعد تابعین میں بھی بیشمار مجتہد ہوئے جو مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے تاکہ عامہ مسلمین کو مسائل دریافت کرنے میں آسانی ہو چنانچہ لوگ اپنے علاقہ کے عالم امام سے مسئلہ پوچھتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور کبھی کسی اور عالم سے ملاقات ہوتی تو حسب ضرورت اس سے مسئلہ پوچھتے اور اس پر عمل کرتے تھے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ج۱ ص۱۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذهب علی حیالہ فانتصب فی کل بلدۃ امام مثل سعید بن المسیب وسالم بن عبد اللہ فی المدینۃ وبعدهما الزهری والقاضی یحیی بن سعید وربیعۃ بن عبد الرحمن فیها وعطاء بن ابی رباح بمکۃ وابراهیم النخعی والشعبی بالکوفۃ والحسن البصری بالبصرۃ وطاؤس بن کیسان بالیمن ومکحول بالشام:

پس اسوقت علماء تابعین میں سے ہر عالم کے لئے علیحدہ مذہب قرار پایا اور ہر شہر میں ایک امام مقرر ہو گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ اور انکے بعد زہری اور قاضی یحیٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن مدینہ میں اور عطاء بن ابی رباح مکہ میں، ابراہیم نخعی اور شعبی کوفہ میں حسن بصری بصرہ میں طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں۔

اور حضرت شاہ صاحب عقد الجید ص۲۹ میں فرماتے ہیں۔

وان کان المأخذان متقاربین جاز التقلید والانتقال لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابۃ الی ان ظهرت المذاهب الاربعۃ یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکارہ ولو کان ذلک باطلاً لانکروہ ۱ھ

اور اگر دونوں ماخذ قریب قریب ہوں تو تقلید اور انتقال جائز ہے اس لئے کہ لوگ زمانہ صحابہ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک (ایسا ہی کرتے رہے کہ) جیسے اتفاق پڑتا کسی نہ کسی عالم کی تقلید کر لیتے تھے۔ اور کوئی معتبر عالم اس پر نکیر نہ کرتا تھا یہ طرزِ عمل باطل ہوتا تو نکیر بھی ضرور ہوتی۔

حاصل یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ ہی سے حضرات مجتہدین نے مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے ذریعہ احکام ظاہر کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور غیر مجتہدین نے انکے علم و فہم تقویٰ و دیانت پر اعتماد کر کے انکی تقلید و اتباع اختیار کی خواہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ (احکام اجتہادیہ) درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں جو بغرضِ اختصار اقوالِ موقوفہ کی صورت میں ذکر کر دی گئی ہیں یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص سے لئے گئے ہیں۔ (جاری)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب انصاف ص۱۳ فرماتے ہیں۔

ویستدل باقوال الصحابۃ والتابعین علماً منهم انها احادیث منقولۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختصروها وجعلوها موقوفۃ (الی) او یکون استنباطاً منهم من النصوص او اجتهاداً منهم بآرائهم وهم احسن صنیعاً فی کل ذلک فمن یجیء بعدهم اکثر اصابۃ واقدم زماناً واوعیٰ علماً فتعین العمل بها ۱ھ

اور تبع تابعین کا طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اقوال سے استدلال کیا کرتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو حدیثیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور بغرض اختصار انہیں موقوف بنا لیا گیا ہے۔ یا یہ ان حضرات کے اجتہاد ہیں جو نصوص سے اپنی رائے اور قیاس کے ذریعہ استنباط کئے گئے اور یہ حضرات (صحابہ کرام و تابعین) ان سب باتوں میں ان لوگوں سے کہیں بہت فائق ہیں جو ان کے بعد ہوئے نیز صحت رائے میں سب سے زیادہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے آگے اور علم کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہیں اسی لئے ان کے اقوال پر عمل کرنا طے پایا ہے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ان حضرات کے بعد دیگر ائمہ متبوعین کے مسائل مستنبط

کو بھی حکماً سُنّت ہی شمار کیا گیا۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایضاح الحق الصریح میں لکھتے ہیں۔

احکامِ مستنبطہ مجتہدین سابقین کہ مسلم الاجتہاد اند بقیاسات صحیحہ بیشک از قبیلِ سُنّت حکمیہ است ۔ ا ھ	مسلم الاجتہاد اماموں کے مسائل جو قیاس صحیحہ پر مشتمل ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہیں۔

نیز اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

احکامِ مستنبطہ مجتہدین سابقین خواہ بایں وجہ باشد کہ فلاں امر واجب است یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام یا بایں وجہ باشد کہ فلاں امر رکن است فلاں شرط است ہمہ از قبیلِ سُنّتِ حکمیہ است ا ھ	پہلے مجتہدین کے احکام خواہ اس طرح کے ہوں کہ فلاں امر واجب ہے یا مستحب مباح ہے یا مکروہ یا حرام یا مثلاً فلاں بات رکن ہے یا فلاں شرط سب سُنّتِ حکمیہ ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ ائمہ مجتہدین کے اجتہادات حکماً سُنّت ہی کا درجہ رکھتے ہیں لہٰذا ان پر عمل کرنا گویا سُنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر عمل کرنے کے درجہ میں ہے تو یہ دراصل اتباع ہی ہوگا ابتداع ہرگز نہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کے اکابر حضرات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں نواب صدیق حسن صاحب ہدیۃ السائل الی ادلۃ المسائل صت۲۳ میں لکھتے ہیں۔

اگر تنہا در مذہب حنفی تتبع کنی دریابی کہ قول یکے از ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ و محمد بالضرورت مطابق حدیث است و محدثین ثقات اثبات آں مے کنند ا ھ	صرف مذہبِ حنفی پر ہی غور کرنے سے تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ تینوں اماموں (ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) میں سے کسی ایک کا قول ضرور حدیث کے مطابق اور ثقہ محدثین نے اسے تسلیم کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید صت۲۹ میں لکھتے ہیں۔

اذا تحقق عندك ما بيناه علمت ان كل حكم يتكلم فيه المجتهد باجتهاده منسوب الى صاحب الشرع عليه الصلوات والتسليمات (الى قوله) او الى علة ماخوذة من لفظه ا ھ	ہماری اس تحقیق و تصریح کے بعد تمہیں یقین کرلینا چاہیے کہ جس حکم میں مجتہد اپنے اجتہاد سے بات کرتا ہے وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہی منسوب ہوگا خواہ آپؐ کے الفاظِ مبارکہ کی طرف یا اس علت کی طرف جو آپؐ کے الفاظِ مبارک سے لی گئی ہے۔

تعریفِ تقلید | قاضی محمد اعلیٰ تھانوی اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون صت۱۱۷۸ میں فرماتے ہیں:۔

التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقية من غير نظر الى الدليل كان هذا التبع جعل قول الغير او فعله قلادة فى عنقه من غير مطالبة دليل	تقلید کا اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرتا ہے اور کوئی دلیل اس کے پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ گویا اس اتباع کنندہ (مقلد) نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنا لیا ہے اور کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔

نامی شرح حسامی صت۱۹۰ میں لکھا ہے:۔

التقليد اتباع الغير على ظن انه محق بلا نظر فى الدليل ا ھ	یعنی دوسرے کو اہلِ حق اعتقاد کرتے ہوئے دلیل کی فکر میں پڑے بغیر اس کا اتباع کرلینا تقلید ہے۔ ا ھ

حاصل یہ ہے کہ تقلید کی دونوں تعریفوں میں دوسرے کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے وقت عدم مطالبۂ دلیل کا لحاظ ہے گو واقعہ اور نفس الامر میں وہ قول یا فعل مدلّل اور محقق ضرور ہوتا ہے۔ دلیل خواہ قطعی ہو یا ظنی مگر عدم دلیل یا عدم علم بالدلیل (دلیل کا معدوم ہونا یا معلوم نہ ہونا) تقلید کی تعریف میں ہرگز داخل نہیں۔ لہٰذا بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں کہ تقلید کو لازم جہالت ہے کیونکہ اس کی ماہیت میں عدم معرفت دلیل (دلیل کو نہ جاننا) داخل ہے یا یہ کہنا کہ ہدایہ جیسی مدلل کتاب کو پڑھنے پڑھانے والے مقلد نہیں کہلا سکتے کیونکہ تقلید معرفتِ دلیل کے منافی نہیں ہے بس اس تقریر سے بحمداللہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری کے اعتراضات[علٰہ] کا پورا پورا جواب ہو جاتا ہے۔ جو رسالہ تقلیدِ شخصی و سلفی صت۵۱، ۵۲ اور رسالہ فقہ و فقیہہ اور اجتہاد و تقلید وغیرہ میں تحریر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ سب اعتراضات کا مشترکہ ماحصل یہ ہے کہ تقلید کا مفہوم علم بالدلیل کے منافی ہے اور ہماری طرف سے سب کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ دلیل کا معلوم ہونا تقلید کے ہرگز منافی نہیں کیونکہ تقلید محض حسنِ ظن

علٰہ مولانا مرحوم اخبار اہلحدیث صت۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "التقليد اخذ قول الغير من غير حجة" (مسلم الثبوت صت۲۸۹) کسی غیر کی بات بغیر کسی دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے یعنی تقلید کی تعریف میں داخل ہے کہ مقلد کو دلیل معلوم نہ ہو کر یہ عام تقلید ہے اور شخصی تقلید یہ ہے کہ ایک معین امام کی بات بے دلیل مانے اور ہمیشہ مانتا رہے نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کے معنی میں بے علمی داخل ہے۔ یعنی چونکہ مقلد پر تقلید فرض و واجب ہے۔

کی بنا پر کسی مجتہد کے قول یا فعل کو تسلیم کر لینے کا نام ہے اس کے بعد خود اسی مجتہد سے یا کسی اور عالم سے بلا طلب اگر دلیل معلوم ہو جائے یا خود بذریعہ مطالعۂ کتب یا اپنی خداداد فہم و فراست کے اگر دلائل پر مطلع ہو جاتا ہے تو اس سے مفہوم تقلید کی نفی نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی تقلید کو جہل و بے علمی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

بقیہ حاشیہ

بنداس کا علم کسی وقت اور کسی زمانہ میں حاصل نہ کرے ورنہ وہ اس تقلید سے نکل جائیگا جو اس کے ذمہ فرض و واجب ہے اور فرض کی ضد حرام ہے۔

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کا لازمی اثر ہے کہ مقلد بے علم رہے جس کا عکس القضیہ یہ ہے کہ وجوب تقلید کی صورت میں علوم عقلیہ بالخصوص شرعیہ کا پڑھنا حرام ہے کیونکہ تعلیم تقلید میں خلل انداز ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ جو چیز وجوب میں خلل انداز ہو وہ حرام ہے (منقول از تنقیح التقلید ص ۲۸، ۲۹)

جواب مسلم الثبوت کی مذکورہ عبارت میں مضاف محذوف ہے جیسے کہ آیت واسئل القریۃ میں مفسرین کے بقول واسئل اہل القریۃ مراد ہے لہٰذا یہاں بھی تقدیر عبارت یوں ہوگی التقلید اخذ قول الغیر من غیر مطالبۃ حجۃ ——— لہٰذا سائل کا یہ ترجمہ کرنا غلط ہے۔ کسی غیر کی بات کو بغیر دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ ہمیں یہ ترجمہ تسلیم نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ غیر کا قول تسلیم کرنے میں دلیل کی ضرورت نہ ہو اور تسلیم طلب دلیل پر موقوف نہ ہو جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج تک بڑے بڑے علماء جو قرآن و حدیث کے ماہر اور دیگر علوم میں بھی یکتا تھے وہ اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے رہے اور طبقات و تاریخ کی کتابوں میں ان کو صدیوں سے مقلد ہی لکھا اور کہا جاتا رہا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ کے مقلد اپنے اپنے مذاہب کی ہمیشہ سے ایسی کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں جن میں مسائل کے علاوہ دلائل بھی پوری تفصیل اور شرح کے ساتھ مذکور ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے رہے ہیں جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ دلائل کا علم تقلید کے منافی نہیں۔

ایک اور شبہ مولانا امرتسری مرحوم کو ایک اور بھی شبہ گذرا ہے وہ بحوالہ مذکورہ رقم طراز ہیں:۔
"تقلید کوئی شرعی لفظ نہیں جیسے چوں چوں کا مربہ کوئی شئی نہیں ہے"

جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ لفظ تقلید اپنے اصطلاحی معنی کے ساتھ قرآن و حدیث میں مستعمل نہیں ہے تو اس طرح پر اصول حدیث کی سب اصطلاحیں مرفوع، موقوف، مقطوع، صحیح لذاتہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، منکر، معروف، وغیرہ۔ ایسے ہی علم صرف و نحو کی

تمام اصطلاحیں بلکہ تمام علوم و فنون کی سب اصطلاحیں چوں چوں کا مربہ بن کے رہ جائیں گی۔ اور ان سب کو ترک کرنا لازم ہوگا اور اگر شرعی سے مراد یہ ہے کہ اس لفظ کے مفہوم کا مصداق قرآن و حدیث اور سلف کے استعمال میں پایا جائے۔

تو اس معنی کے لحاظ سے تقلید ایک لفظ شرعی ہونا چاہیئے۔ جیسے کتابت حدیث پہلے عام نہ تھی بعد میں فرض کی قرار پائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب انصاف ص ۵۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"لان السلف لا یکتبون الحدیث ثم صار یومنا هذا کتابة الحدیث واجبة لان روایته لا سبیل لها الیوم الا معرفة هذا الکتب فان السلف لا یشغلون بالنحو واللغة وکان لسانهم عربیا لا یحتاجون الی هذه الفنون ثم صار یومنا معرفة اللغة العربیة واجبة بعدا لعهد عن العرب الاول وشواهد ما نحن فیه کثیرة جدا وعلی هذا ینبغی ان یقاس وجوب التقلید للامام بعینه۔ اه

سلف صالحین اپنے زمانہ میں حدیث نہ لکھتے تھے اور پھر اس زمانہ میں حدیث کا لکھنا ضروری ہو گیا ہے۔ اس لئے آج احادیث تک پہنچنے کا ان کتب کی معرفت کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ ایسے ہی سلف نحو و لغت میں مشغول نہ ہوتے تھے کہ ان کی زبان خود عربی تھی ان فنون کی ان کو حاجت نہ تھی پھر آج لغت عربی کا جاننا بھی ضروری ہو گیا۔ کیونکہ عرب اول سے بعد ہو گیا ہے۔ آپ کو اس مقصد کے شواہد اور مثالیں بکثرت ملیں گی اور تقلید شخصی کے وجوب کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے اھ

مذکورہ بالا تقلید کی دونوں تعریفوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے تقلید اور اتباع دو ہم معنی لفظ ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۲ ج ۱ میں ہے: "لا یقلدون الا صاحب الشرع" اس کا ترجمہ جماعت اہلحدیث کے مایۂ ناز حکیم ابو یحییٰ محمد شاہ جہانپوری اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۴۵ میں یوں کرتے ہیں: "شارع کی تقلید (اتباع) کرتے تھے"

شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ سبیل الرشاد ص ۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔
"اور اتباع و تقلید کے معنی واحد ہیں دونوں میں ایسی مغایرت نہیں جیسا کہ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین ص ۲۸۵ ج ۱ میں لکھا ہے کہ تقلید محض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں اتباع کا لفظ مطالبۂ دلیل کئے بغیر پیروی کرنے پر بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

"فَاِنِ اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیءٍ حتّٰی احدث لکَ منہ ذکراً"

یعنی اگر تو (اے موسیٰ علیہ السلام) میری اتباع کرے تو کسی چیز کا سوال مت کر"۔ معلوم ہوا کہ اتباع کے مفہوم میں دلیل کی معرفت یوں داخل نہیں کہ اس کے بغیر اتباع کا تحقق اور ثبوت ہی ممکن نہ ہو اور بعض مواضع میں لفظ اتباع اگر قبول علی وجہ البصیرۃ پر بولا گیا ہے تو وہ تحقیق بالا کے خلاف نہیں کیونکہ خود لفظ تقلید بھی گاہے اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ مذاہب اربعہ کے علماء محققین کو مقلدین کہا جاتا ہے حالانکہ یہ حضرات مسائل کا علم علی وجہ البصیرت رکھتے تھے عوام کی طرح دلائل سے ناواقف نہ تھے، پس ایک خاص استعمال کی وجہ سے اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اتباع کی حقیقت "قبول علی وجہ البصیرۃ" ہے۔ تو حقیقتِ تقلید کے بارے میں بھی بعینہٖ یہی بات کہنے کی گنجائش موجود ہے۔ **الغرض** حافظ ابن قیم" کے بقول اتباع اور تقلید کے مابین جو تفریق معلوم ہوتی ہے وہ قطعی اور لازمی نہیں ہے بلکہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔ اور جس طرح تقلید کے بعض افراد جائز اور بعض ناجائز ہیں ایسے ہی اتباع بھی علی الاطلاق محمود نہیں بلکہ اس کے بھی بعض افراد جائز و محمود ہیں اور بعض ناجائز و مذموم۔ چنانچہ مشرکین کہا کرتے تھے "بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا" بلکہ ہم تو اپنے باپ دادوں کے دین و رسوم کا اتباع کریں گے۔

ایک شبہ

یہ ہو سکتا ہے کہ تقلید کی تعریف میں "من غیر نظر الی الدلیل" وغیرہ الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں جن سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تقلید میں نفی دلیل کا اعتبار ہے

جواب یہ ہے کہ یہاں پر تفصیلی دلیل کی نفی مُراد ہے (کہ ہر ہر مسئلہ کی خصوصی دلیل کا علم مقلد کے لئے ضروری نہیں) اجمالی دلیل کی نفی مُراد نہیں ہے جو عموماً مقلد کو حاصل ہوتی ہے۔

ثبوت و دلائل

تقلید کا جواز عقلی و عرفی دلیل سے بھی ثابت ہے نقلی اور شرعی سے بھی۔

دلیلِ عقلی تو یہ ہے کہ تمام انسان زندگی میں پیش آنے والے حوادث و حوائج کیلئے قابلِ اعتماد ماہرینِ فن کی طرف ہمیشہ سے رجوع کرتے چلے آئے ہیں۔ پورے عالمِ انسانیت کا اس پر اجماع ہے اور تمام اقوامِ عالم میں آج تک بلا نکیر اس پر عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے (مثلاً) طب قدیم و جدید کے اصول و فروع مدون و منضبط ہیں مگر سب لوگ بوقتِ ضرورت اطباء اور معالجوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی تجویز پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ مرض اور مجوزہ نسخہ میں کیا ربط ہے اور اس تجویز کی دلیل کیا ہے۔ تعمیرات میں ماہر معماروں سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ہم سفر کرنا چاہتے ہیں اپنی منزل کا ہمیں صرف اجمالی علم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں مقام پر پہنچنا ہے۔ تفصیلی راستے کا کچھ علم نہیں ہوتا جس کے لئے ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہو جاتے ہیں اور ڈرائیور کی رہنمائی

پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی صورتِ حال تقلید کو حاصل ہے کہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کسی قابلِ اعتماد محقق عالم کی طرف رجوع کیا اور ان کی تحقیق و تجویز پر عمل کیا جائے۔ یہ طرزِ عمل اگر مسئلہ معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں ناجائز ہے تو علاج کرانے اور دیگر امور میں ماہرینِ فن کی آراء پر اعتماد کرنے کے بارے میں بھی ناجائز اور حرام ہو جانا چاہیئے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں بلکہ اقوامِ عالم کا مسلمہ، اجماعی، متواتر و مسلسل عمل ہے پس جوازِ تقلید میں بھی کوئی شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

دلیلِ شرعی

(۱) ارشادِ خداوندی ہے:۔

"فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" علامہ بیضاوی رح اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔ "وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیما لا یعلم" (ترجمہ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

۲۔ ایک اور آیت میں ہے "واتبع سبیل من اناب الیّ" (الآیۃ) یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا ہے اس کے راستے کا اتباع کرو، یہی مضمون دیگر بہت سی نصوص سے بھی معلوم ہوتا ہے لیکن بغرضِ اختصار انہی دو آیتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سلف صالحین پر اعتماد

مذکورہ دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر عالم کو عالم پر اور عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والوں پر اعتماد کرنا دین میں ایک لازمی اور بنیادی چیز ہے۔ خود رائی اور اتباعِ ہوی (اپنی مرضی پر چلنا) اختیار کرنا راہِ مستقیم نہیں بلکہ اللہ کے نیک بندوں اور دین کے ہادیوں پر اعتماد و اعتبار کرنا اور حسنِ ظن رکھنا ہی ہدایت کا ضامن ہے۔ فی زمانہ دین کے جو کچھ بھی آثار و نشانات دکھائی دے رہے ہیں یہ سب اسی کا صدقہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "عقد الجید" ص۳۶ میں فرماتے ہیں۔

ان الامۃ اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفۃ الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابۃ وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھکذا فی کل طبقۃ اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذلک لان الشریعۃ لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقۃ عمن

شریعت کی معرفت میں تمام اُمت نے سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین" نے صحابہ" پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح ہر طبقہ کے علماء پہلوں پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں اور عقلِ سلیم بھی اس طریق کو پسند کرتی ہے کیونکہ شریعت کا علم نقل و استنباط کے بغیر ممکن نہیں اور نقل بھی صحیح اور درست ہو سکتی ہے کہ ہر پچھلے طبقہ والے پہلوں سے بالاتصال لیتے

قبلھا بالاتصال اھ | چلے جائیں۔

مذمتِ تنقید

اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر اعتماد اور حسنِ ظن رکھنا شریعت کا ایک لازمی تقاضہ ہے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ ان پر تنقید کرنا جائز نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا سلف کی بات یا تو ناقد صاحب کی رائے کی موافق نہ ہوگی تو ان پر حسنِ ظن اور اعتماد نہ رہے گا بلکہ سوءِ ظن پیدا ہوگا اور اگر اس کی اپنی رائے کے موافق ہوگی تو اس میں اتباع اپنی خواہش اور رائے کی ہوگی جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

افرأيت من اتخذ الٰهه هواه (الآیہ)

مطلق تقلید

جب یہ معلوم ہو چکا کہ شریعت پر عمل کرنا سلفِ صالحین پر اعتماد و اعتبار ہی کا نام ہے تو اب تقلید کا معنی بھی سمجھنا آسان ہو گیا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل کو دلیل معلوم کئے بغیر تسلیم کر لینا تقلید کہلاتا ہے۔

اولین مقلد اور سب سے پہلا غیر مقلد

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو قرآن میں ہے " فسجدو الا ابلیس " سو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہ کیا) دیکھئے ملائکہ نے بلا طلب دلیل محض اعتماد پر سجدہ کیا یہ تو مقلد ہوئے اور ابلیس لعین نے بغیر دلیل کے سجدہ کرنے سے انکار کیا جو غیر مقلد ٹھہرا۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ سے تقلید کا ثبوت

حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جمع قرآن کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہو گئے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو قرآن کا اکثر حصہ جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ جمع قرآن کا امر صادر فرمائیں۔ ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا " کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " یعنی جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تم کیسے کرو گے۔ مگر حضرت عمرؓ بار بار جواب میں یہی دہراتے رہے " واللہ ھو خیر " بخدا یہ بہترین کام ہے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے قبول فرما لیا اور مان گئے۔ یہاں پر حضرت عمرؓ نے کوئی دلیل بیان نہیں کی اور صدیق اکبرؓ نے بھی۔ حضرت عمرؓ کی بات کو بالآخر بلا دلیل ہی تسلیم کیا جسے تقلید کہا جاتا ہے۔

۳۔ اہلِ مدینہ کی تقلیدِ شخصی

اہلِ مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہی مگر انہیں جب معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کا مسلک اس مسئلہ میں امام اہلِ مدینہ زید بن ثابتؓ کے خلاف ہے تو انہوں نے ابن عباس کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا۔ بخاری شریف میں ہے۔

عن عکرمۃؒ ان اھل المدینۃ سئلوا ابن عباسؓ عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لا ناخذ بقولک وندع قول زید الخ

اہلِ مدینہ نے (مکہ معظمہ میں) حضرت ابن عباس سے یہ مسئلہ پوچھا کہ جو عورت طواف زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے وہ طواف وداع کرکے جا سکتی ہے یا نہیں؟ فرمایا جا سکتی ہے اس پر اہلِ مدینہ کہنے لگے کہ ہم حضرت زید بن ثابت کا قول چھوڑ کر آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے۔

فتح الباری ص۴۶۳ ج۳ میں یہی قتادہ کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ ہے: " لا نتابعک اذا خالفت زید بن ثابت " اور عمدۃ القاری ص۶۵۰ ج۴ میں یہ الفاظ ہیں: " فقالت الانصار لا نتابعک یا ابن عباس وانت تخالف زیدا اھ " یعنی انصار مدینہ نے حضرت ابنِ عباس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم آپ کی متابعت (تقلید) نہیں کریں گے جبکہ آپ کا قول (ہمارے امام) زید بن ثابتؓ کے خلاف ہے ——— دیکھئے حضرات اہلِ مدینہ حضرت زید بن ثابت کی شخصی تقلید پر کس طرح جمے ہوئے تھے کہ حضرت ابن عباس ایسے متبحر عالم کی متابعت سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس سے بڑھ کر تقلیدِ شخصی کیا ہوگی (جبکہ حضرت ابن عباسؓ نے بھی ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی)۔

۴۔ فرمانِ نبوت میں تقلیدِ شخصی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم اھ مشکوٰۃ ص۵۵۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سب اصحاب (آسمانی) ستاروں کی مانند ہیں پس ان میں سے تم جس کی پیروی (تقلید) کرو گے سیدھا راستہ پا لو گے ——— اس حدیث پاک میں دلیل طلب کرنے کا ذکر نہیں بلکہ جس صحابی کی بھی پیروی کریں گے ہدایت پا لیں گے اور یہی تقلیدِ شخصی ہے۔

۵۔ آیت اور حدیث

عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اقتدا (تقلید)

بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ اھ — کیا کرنا۔ (ترمذی ص۲۰۷)

ف۔ من بعدی سے مراد ان دونوں حضرات کی حالتِ خلافت ہے جس کا مطلب ہوا کہ انکے دورِ خلافت میں انکی اتباع و تقلید کرنا اور ظاہر ہے کہ خلیفہ الگ الگ زمانہ میں ہوں گے اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا گویا پوری امت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں انکی تقلید کا اور عہدِ خلافت میں حضرت عمرؓ کی تقلید کا امر فرمایا:

۶۔ اجماعِ امت سے ثبوت

وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع وقد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة لانضباط مذاهبهم وکثرة اتباعهم اھ

ائمہ اربعہ کے خلاف چلنے والا اجماع کا مخالف ہے (ابن ہمامؒ اپنی کتاب) تحریر میں تصریح فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا اجماعاً جائز نہیں کیونکہ ان حضرات کے مذاہب منضبط ہیں اور انکے متبعین (مقلدین) کثیر ہیں۔ (اشباہ)

۷۔ ائمہ مجتہدین سے تقلید کا ثبوت

واذا کان المفتی علی هذه الصفة فعلی العامی تقلیده وان کان المفتی اخطاء فی ذلک ولا معتبر بغیره هکذا روی الحسن عن ابی حنیفةؒ وابن رستم عن محمد وبشیر بن الولید عن ابی یوسفؒ:

جب مفتی اس صفت کا مجتہد ہو تو عامی آدمی (غیر مجتہد) پر اسکی تقلید ضروری ہے خواہ مفتی سے خطا ہو جائے اور اس کے غیر کا اعتبار نہیں (کفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

قال الشیخ ابوبکر الرازی منا والامام ابوسعید البردعی والامام فخر الاسلام البزدوی وشمس الائمة السرخسی قدس اسرارهم واتباعهم ومالک والشافعی فی القول القدیم واحمد فی روایة قول الصحابی فیما

حنفیہ میں سے شیخ ابوبکر رازی اور امام ابوسعید بردعی اور امام فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی اور انکے متبعین امام مالکؒ اور امام شافعیؒ قول قدیم میں اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ صحابی کا وہ قول جس میں

یمکن فیه الرأی ملحق بالسنة لغیر الصحابی فیجب علیه تقلیده وترک رأیه (فواتح الرحموت ص۲۲۴ مسلم الثبوت ص۲۰۰)

اسکے اجتہاد کو دخل ہے غیر صحابی کیلئے سنت کا حکم رکھتا ہے لہٰذا اپنی رائے چھوڑ کر صحابی کی تقلید کرنا اس پر واجب ہے۔

۸۔ فقہاء و علماءؒ سے تقلید کا ثبوت

وعلی هذا ینبغی ان یقاس وجوب التقلید الامام لعینه فانه قد یکون واجباً وقد لا یکون واجبا فاذا انسان جاهل فی بلاد الهند وبلاد ماوراء النهر ولیس هناک عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب هذه المذاهب وجب علیه ان یقلد بمذهب ابی حنیفةؒ ویحرم علیه ان یخرج من مذهبه لانه حینئذ یخلع عن عنقه ربقة الشریعة ویبقی سدیً مهملاً اھ (الانصاف ص۵۲)

مناسب ہے کہ تقلید شخصی کے وجوب کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے کیونکہ یہ کبھی واجب ہوتی ہے (جبکہ کسی مجتہد پر حسن ظن سے اعتماد کر لیا جائے) اور کبھی واجب نہیں ہوتی اور اگر کوئی عام انسان (غیر مجتہد) ہندوستان یا ماوراء النہر کے علاقہ کا باشندہ ہو جہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم موجود نہ ہو اور نہ ہی ان مذاہب کی کتب میسر آتی ہوں تو اس پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرنا واجب ہوگا اور اسے ترک کرنا حرام ہوگا کیونکہ ایسے میں (ترکِ تقلید کرکے) وہ شریعت کی رسی کو اپنی گردن سے اتار دے گا اور شتر بے مہار بن کے رہ جائے گا۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے:

من کان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار اھ

اس زمانہ میں جو شخص ان چاروں مذہبوں سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ بدعتی اور دوزخی ہوگا۔

حضرت زید بن ثابتؓ سے ثبوت

مذکورہ واقعہ ہی میں جب حضرات شیخینؓ جمع قرآن پر متفق ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے سامنے یہ بات رکھی جس کا پہلے پہل انہوں نے بھی انکار کیا اور وہی کلمہ کہا "کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور سیدنا صدیق اکبرؓ جواب میں "واللہ ھو خیر" فرماتے رہے کہ خدا کی قسم یہی بہتر ہے۔ بالآخر حضرت زیدؓ کی رائے بدل گئی اور انہوں نے حضرت صدیقؓ کی بات کو بلا دلیل ہی

تسلیم کر لیا کیونکہ صدیق اکبرؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح "واللہ ھو خیر" تو کہا مگر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اسے یونہی مان لیا جو کہ تقلید ہے اور جو کچھ مواد پیش کیا گیا ہے اس سے تقلید کا ثبوت و جواز بخوبی واضح ہو جاتا ہے جسے تسلیم کرنے سے ایک منصف کے لئے کوئی چارہ کار نہیں مگر پھر بھی بعض کم فہم اس شبہ میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان دلائل سے تو نفس تقلید کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ اصل نزاع تقلیدِ شخصی کے بارے میں ہے اس لئے چند دلائل تقلیدِ شخصی کے بھی اختصار کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں:

نمبر (۱) فرمانِ خداوندی ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون، علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیما لا یعلم اھ آیت اور اس کی تفسیر سے بظاہر مطلق تقلید مامور بہ ہوئی اور کسی خاص فرد کی تعیین نصوص میں وارد نہیں تو اس کے ضمن میں اس کے دونوں افراد بھی مامور بہ قرار پائیں گے کیونکہ مطلق تقلید کا تحقق خارج میں انہی دو افراد میں سے کسی کے ضمن میں ہوگا اور ترجیح بلا مرجح ممتنع ہے لہٰذا تقلیدِ شخصی بھی ایسے ہی مامور بہ ہے جیسے کہ غیر شخصی۔

نمبر (۲) اصل کے اعتبار سے تقلیدِ شخصی و غیر شخصی دونوں جائز ہیں۔ حضرات تابعینؒ کے عہد سے کم و بیش دونوں پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے کلام سے عنقریب معلوم ہو۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ پہلی دو صدیوں میں تقلید غیر شخصی غالب تھی اور تیسری صدی میں تقلیدِ شخصی کا غلبہ ہو گیا بلکہ اس وقت تو یہ اس قدر عام اور شائع ہو گئی تھی کہ ڈھونڈنے پر بھی ایسے افراد کم ہی ملتے تھے جو کسی نہ کسی مجتہد کے مقلد اور اس کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں۔

"وبعد المأتین ظہر فیھم التمذھب للمجتہدین باعیانھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتہد بعینہ وکان ھو الواجب فی ذلک الزمان" اھ (انصاف ص ۴۴)	اور دوسری صدی کے بعد تقلیدِ شخصی کا ظہور ہو گیا، اور ایسے لوگ کم ہی ملتے تھے جو کسی نہ کسی مذہب کی تقلیدِ شخصی نہ کئے ہوئے ہوں اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا۔

بلکہ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ اس زمانہ میں تقلیدِ شخصی پر اجماع قائم ہو گیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم اپنی کتاب حجۃ اللہ ص ۱۲۳ میں ارشاد فرماتے ہیں

اِن ہٰذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ ومن یعتد بہ منھا علی تقلیدھا الیٰ یومنا ھذا۔ الخ	پوری اُمت یا کم از کم ایسے علماء جو دین میں قابلِ اعتماد و اعتبار ہیں اس بات پر اجماع ہے کہ مذاہب اربعہ مدونہ کی شخصی تقلید جائز ہے۔

پس جب پوری اُمت میں تقلیدِ شخصی کا شیوع اور عموم حد اجماع تک موجود ہے تو کیسے ممکن ہے کہ پوری اُمت کو گمراہ قرار دیا جائے اور یہی تقلیدِ شخصی بقول شاہ صاحب قدس سرہٗ دوسری صدی کے بعد درجۂ وجوب کو پا چکی تھی تو اسے حرام و ناجائز کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کیا واجب کی کوئی قسم حرام اور ناجائز بھی ہے؟۔ حضرت شاہ صاحبؒ تصریح فرما رہے ہیں کہ تقلیدِ شخصی پر اُمت مجتمع ہو گئی ——— حالانکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "لا تجتمع اُمتی علی ضلالۃ" کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی ——— ان دونوں باتوں کو صحیح مانتے ہوئے ایک مسلمان کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ وہ تقلید کو ضلالت کہنے کی جرأت کر سکے۔

فائدہ: واضح رہے کہ تقلیدِ شخصی فی نفسہٖ کسی بھی مسلّم امام و مجتہد کی جائز ہے اس کا ائمہ اربعہ میں سے ہونا ضروری نہیں چنانچہ بیسیوں مجتہدین حضرات کے مذاہب کتابوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں اور اپنے اپنے وقت میں ان کے متبعین بھی پائے جاتے رہے ہیں لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عملی لحاظ سے یہ مذاہب و مسالک بھی معدوم ہوتے چلے گئے۔ صرف ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین یا ان کے متبعین کے مذاہب باقی رہ گئے۔ علاوہ ازیں کچھ داخلی و خارجی اسباب و عوامل تھے جن کی بناء پر متاخرین نے اتفاق کیا کہ اس زمانہ میں مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید ضروری ہے اور ان سے خروج جائز نہیں جیسا کہ علامہ مناویؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

"اما الیوم فلا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ فی قضاء ولا افتاء" اھ (الامانی ص ۲۶)	اس زمانے میں قضاء اور افتاء کے لئے ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اسباب و عوامل

حضرت شاہ صاحب رحؒ نے اپنی تصنیفات میں ان عوامل و اسباب کی نشاندہی فرمائی ہے جن کی وجہ سے صرف مذاہب اربعہ کی تقلید پر ہی اتفاق کیا گیا۔ ہم نمونے کے طور پر ذکر کئے دیتے ہیں۔

الف:- یہ مذاہب اپنے اصول و فروع کی وسعت اور جامعیت کے لحاظ سے اس حیثیت میں ہیں کہ اُمت اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ان سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔

ب:- ان مذاہب کے تمام مسائل و جزئیات جمیع قیود و شروط کے ساتھ کتابوں میں مدون اور منضبط ہیں۔

ت:- ہر مذہب میں نقل مسائل و تحریر دلائل کی بیسیوں کتابیں متون، شروح کتب فتاویٰ وغیرہ کی

من المصالح مصالح لا یخفی لا سیما فی هذه الایام التی قصرت فیها الهمم جداً و اشربت النفوس الهوٰی و اعجب کل ذی رای برایہ؀
(حجۃ اللّٰہ البالغۃ ص ۱۲۳)

اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور خواہش نفسانی کا اتباع عام ہوگیا ہے اور ہر ذی رائے خود پسندی میں مبتلا ہے۔

ج —— صرف داخلی اور ظاہری عوامل ہی نہیں بلکہ ان مذاہب کے شیوع و بقاء کا ایک اور معنوی اور باطنی سبب یہ بھی تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی عنایت خاصہ سے ان مذاہب کو ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی جس کی نظیر موجود نہیں اسی کا یہ اثر تھا کہ پورے عالم اسلام میں عوام و خواص شعوری یا غیر شعوری طور پر انہیں کو اختیار کرتے چلے گئے۔ ان پر جمع کرنے والی آواز کو کسی نے نہیں سنی مگر دنیا نے دیکھا کہ شرق و غرب میں پوری امت کے قلوب کھنچتے گئے تاآنکہ ان کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا۔ حضرت شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

وبالجملۃ فالتمذهب للمجتهدین سر الهمه اللّٰه العلماء وجمع علیه من حیث یشعرون ولا یشعرون اھ (انصاف ص ۴۷) خلاصہ یہ کہ تقلید شخصی ایک ایسا بھید ہے جسے علماء کے لئے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا اور انہیں اس پر شعوری یا غیر شعوری طور پر جمع فرما دیا۔ ایسے ہی تفسیر احمدی میں ہے:۔

والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعۃ واتباعهم فضل اللّٰه وقبولیۃ عند اللّٰه لا مجال للتوجیهات والادلۃ (ص ۲۸۷) انصاف یہ ہے کہ فقہی مسالک کا ان چار میں منحصر ہو جانا ایسا فضل الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی بات ہے کہ جس میں کسی توجیہ اور دلیل کا کچھ دخل نہیں۔

صورت میں دستیاب ہیں اور ان کے پڑھنے پڑھانے والے ہر زمانہ میں پائے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے مقابل میں دوسرے فقہی مسالک میں جامعیت کی یہ شان موجود نہیں اور نہ ہی مستقل طور پر ان کی تدوین و تحریر کا کماحقہٗ انتظام ہو سکا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں

" لیس مذهب فی هذه الازمنۃ المتاخرۃ بهذه الصفۃ الا هذه المذاهب الاربعۃ (عقد الجید ص ۳۲)
اس زمانۂ اخیر میں کوئی مذہب بایں صفت (کہ اس کی تمام جزئیات منضبط ہوں) مذاہب اربعہ کے علاوہ موجود نہیں۔" نیز فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد به فیها علی جواز تقلیدها الی یومنا هذا وفی ذلک

تقریباً تمام امت کا اب تک اجماع ہے کہ ان مذاہب اربعہ مدونہ کی تقلید جائز ہے اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو کہ مخفی نہیں خصوصاً

مسئلہ تقلیدؒ
پر بعض شبہات اور ان کے جوابات

بعض غیر مقلدین حضرات طرح طرح کے اعتراضات و شبہات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آخر میں ہم چیدہ چیدہ شبہات اور انکے جوابات نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ناواقف حضرات مبتلاء فریب نہ ہوں ——

(۱) :۔ چاروں مذاہب باہم مختلف ہوتے ہوئے حق کیسے ہو سکتے ہیں ؟

جواب :۔ مذاہبِ اربعہ کا اصل مرکز و منبع تو قرآن و حدیث ہی ہے مگر قوتِ استنباط اور مدارکِ اجتہاد مختلف ہونے کی وجہ سے مسائل اجتہادیہ میں اختلاف کا ظہور ہوا۔ جیسے ایک چشمہ کا صاف و شفاف پانی مختلف رنگوں کے شیشوں میں بھر دیا جائے تو اسمیں اختلاف صرف شیشوں کے رنگوں کا ہے ورنہ پانی ایک ہی چشمہ کا ہے ایسے ہی مذاہب اربعہ میں اختلاف صرف اجتہادی رنگوں کا ہے ورنہ پانی سب میں قرآن و حدیث کے چشمہ صافی کا ہے۔

(۲) :۔ جب چاروں مذاہب حق ہیں تو پھر شخصی تقلید کی کیا ضرورت ہے جس امام کے مسئلہ پر چاہا اسی پر عمل کر لیا ؟

جواب :۔ تجربہ اور مشاہدہ میں یہ بات آچکی ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد اور غرض پرستی غالب ہے اور احادیثِ فتن میں اسکی خبر بھی دی گئی ہے لہٰذا اگر تقلید میں یہ عموم باقی رکھا جائے کہ جس امام کے مسئلہ پر چاہے اسی پر عمل کر لے تو اسمیں کئی طرح کی خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسائل اختلافیہ میں اسی قول کو لیا جائے گا بلکہ تلاش کیا جائے گا جو اپنی خواہش کے موافق ہو اور مطلوبہ غرض اس سے حاصل ہوتی ہو

ایسے شخص نے اس قول کو دین سمجھ کر قبول نہیں کیا بلکہ اپنا مطلب پورا کیا ہے اس طرح سے یہ شخص ہمیشہ دین کو اپنی خواہش کے تابع بنائے گا خواہشات کو دین کے تابع نہ کرے گا حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنی خواہش کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔

(۳) :- قرآن پاک میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے :- اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔
یعنی ظن افادۂ حق میں بالکل کافی نہیں اور قیاس و اجتہاد ظنی چیز ہے پھر اسکی تقلید کیونکر مفید ہوگی۔

جواب :- اس آیت میں ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے ورنہ بہت سی احادیث سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اس لئے کہ اکثر احادیث اخبار احاد ہیں جو کہ ظنی ہوتی ہیں۔ بلکہ یہاں وہ ظن مراد ہے جو بلا دلیل گمان کہلاتا ہے اور یہی قابلِ مذمت ہے۔

(۴) :- قرآنِ پاک میں تقلید کی مذمت وارد ہے۔ واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا علیه آباءنا اولو کان آباؤهم لا یعقلون شیئاً ولا یهتدون۔
یعنی ان کفار سے جب کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا وہ ہر حال میں پیروی کرتے رہیں گے اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں ـــــــ پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا بُرا ہے

جواب :- آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فقہاء مجتہدین کی تقلید سے اس آیت کا کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ اسمیں تو تقلیدِ کفار کا ذکر ہے اور دو طرح سے اسکی مذمت کی گئی ہے۔ اولؔ :- یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ اُن کے وہ بزرگ دین کی سمجھ اور ہدایت سے یکسر خالی تھے۔ اور مجتہدین کی تقلید میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں ـــــــ کیونکہ کوئی مقلد بھی یہ نہیں کہتا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ میں بے علم یا کم علم ہوں اور فلاں امام قرآن و حدیث کے ماہر انکے مطالب و معانی کو خوب صحیح صحیح سمجھتے ہیں لہذا میں ان کے سمجھے اور بتائے ہوئے مطالب کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کروں گا۔ غرض مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا بلکہ مجتہد سے انکے احکام و مطالب پوچھ کر ان پر عمل کرتا ہے جیسے وہ غلام جو اپنے آقا کی زبان نہیں جانتا مگر ترجمان کے ذریعہ احکامات معلوم کرکے دل و جان سے تعمیلِ ارشاد کرتا ہے تو کوئی باشعور آدمی اسے

یہ الزام نہیں دے سکتا کہ آقا کے بجائے اس کے ترجمان کی اطاعت پر کمربستہ ہے۔ اور پھر مقلد فہم و درایت اور علم و ہدایت سے کورے لوگوں کی تقلید نہیں کرتا بلکہ ایسے حضرات کی جو رشد و ہدایت اور فہم و فراست کے آفتاب و ماہتاب تھے، علم و ورع تقویٰ و تقدس میں یگانۂ روزگار تھے پوری دنیا نے جنہیں فقہاء و مجتہدین اور ائمہ ھدیٰ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

چراغ مردہ کجا چشمہ آفتاب کجا ٭ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(۵) :- حضرات مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اسکی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب :- ائمہ مجتہدین نے جہاں کہیں تقلید سے منع کیا ہے اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو خود درجۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں ـــــــ امام شعرانی فرماتے ہیں :- وهو محمول علی من له قدرة علی استنباط الاحکام من الکتاب والسنة والا فقد صرح العلماء بان التقلید واجب علی العامی لئلا یضل فی دینه
یعنی تقلید کی ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو پورا مجتہد ہو ورنہ علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے تاکہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ ہوجائے ـــــــ نیز ارشاد ہے۔
وهو محمول علی من اعلی قوة الاجتهاد اما الضعیف فیجب علیه التقلید لاحد من الائمة والا هلک وَضَلَّ ؎

یعنی اصحاب اجتہاد کو تقلید سے منع کیا گیا ہے جبکہ غیر مجتہد پر کسی ایک امام کی تقلید واجب ہے ورنہ وہ برباد اور گمراہ ہوجائے گا (ف)، خود سوال میں غور کرنے سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ تقلید سے اہلِ اجتہاد کو ہی منع کیا گیا ہے کیونکہ دلیل کی معرفت پر قدرت مجتہد ہی کو ہوسکتی ہے۔

نیز یہ کہنا کہ ائمہ مجتہدین اپنی تقلید سے منع کرتے ہیں :" اس لئے بھی صحیح نہیں کہ وہ حضرات عام لوگوں کو جو فتویٰ دیا کرتے تھے وہ اکثر دلائل اور بیانِ ماخذ سے خالی ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ عملی طور پر وہ تقلید کو جائز ہی رکھتے تھے۔

(۶، ۷) :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں تقلید نہ تھی لہذا بدعت ہے؟

جواب :- بیشک اس زمانہ میں تقلید کا لفظ استعمالِ عام میں نہ تھا مگر اسکی حقیقت اور معنی یقیناً عملی طور پر موجود تھا جیسا کہ بیشمار آثار سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے بعض نظائر ہم نقل بھی کرچکے ہیں۔ البتہ زمانہ

؎ میزان الکبریٰ بحوالہ ص ۹۴

صدق و دیانت ورع و تقویٰ اور پرہیزگاری کا تھا جس میں تقلید شخصی چنداں ضروری نہ تھی بعد میں زمانہ ہوا پرستی اور خود رائی کا آیا جس میں خطرہ تھا کہ دین خواہشات کے تابع ہو کر رہ جائے تو اس کے پیشِ نظر وقت کے ذمہ دار اہلِ علم نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا تو جس طرح حفاظتِ دین واجب ہے ایسے ہی تقلید شخصی بھی ایک وقت میں اسبابِ حفاظت اور اس کے مقدمات میں سے ہونے کی وجہ سے واجب ٹھہری کہ :۔
" مقدمۃ الواجب واجب " سے کسی کو انکار نہیں پس واضح ہو گیا کہ مطلق تقلید یا شخصی تقلید کو بدعت کہنا صحیح ہو گا ورنہ تدوینِ حدیث ، کتابتِ قرآن مع الترتیب وغیرہ بھی بدعت قرار پائیں گے —— اور پھر جب خواہش پرستی اور اتباعِ ہوا کی وبار عام ہونے پر حفاظتِ دین کی خاطر اسے واجب لغیرہ مانا گیا ہے تو یہ شبہ بھی ختم ہو گیا کہ واجب تھی تو خیر القرون کے سلف صالحین اس کے تارک کیونکر ہوئے۔ اس لئے کہ ان کے مُبارک دور میں سلامتِ صدر ، طہارتِ قلب ، تقویٰ و تقدّس کے پیشِ نظر ان کے لئے چنداں ضروری نہ سمجھا گیا ۔

(۸) تقلید شخصی اگر ضروری ہی تھی تو حضرت ابوبکر و عمر اور دُوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسکے زیادہ مستحق تھے ؟

جواب :۔ تقلید شخصی کے لئے مجتہد کے مذہب کا مدوّن ہونا ضروری ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی مذہب مدوّن نہیں اس لئے معذوری ہوئی اور پھر ائمہ اَربعہ کے ذریعہ انہی حضرات کا اتباع تو ہو رہا ہے ۔

(۹) :۔ جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں انمیں تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ خود اجتہاد بھی وہاں پر جائز نہیں —— ؟

جواب :۔ مسائل تین قسم کے ہیں ۔ اوّلؔ وہ مسائل جن میں نصوص متعارض ہیں ۔ دوؔم وہ جنمیں نصوص متعارض تو نہیں البتہ معانی متعددہ کو محتمل ہیں سوؔم وہ جنمیں نہ تعارض ہے اور نہ ہی معانی کے تعدد کا احتمال ہے ۔ پس قسمِ اوّل میں رفعِ تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہو گی ایسے ہی قسمِ ثانی میں کسی ایک احتمال کی تعیین کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہو گی ۔ مذکورہ دونوں قسمیں ظنی الدلالت کہلاتی ہیں ، اور قسمِ ثالث قطعی الدلالت کہلاتی ہے انمیں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں اور نہ ہی اس اجتہاد کی تقلید کو ۔

(۱۰) :۔ حدیث شریف میں ہے اَلدِّیْنُ یُسْرٌ —— یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے لہٰذا تقلید شخصی دین کے خلاف ہے ؟

جواب :۔ دین کے آسان ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ انمیں نفس کو بھی کوئی ناگواری اور گرانی نہیں ہوتی ورنہ

تو آیت وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ کا معنی کیا ہو گا ، اور کون کہہ سکتا ہے کہ گرمیوں کے روزہ میں دُشواری نہیں ہوتی اور کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی ؟ بلکہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم مقرر نہیں کیا گیا جو انسان کی طاقت سے خارج ہو جیسا کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا —— میں بھی اس کو بیان کیا گیا ہے تو اس اعتبار سے تقلید شخصی بھی آسان ہی ہے اور دین کے خلاف ہرگز نہ ہو گی ۔

(۱۱) مذہبی نسبت کے طور پر اپنے کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنا بدعت و شرک ہے اس کے بجائے اپنے آپکو محمدی کہنا چاہیئے ؟

جواب :۔ حنفی کا معنی ہے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب اور طریق پر چلنے والا اور کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دینی طریق کی نسبت غیر نبی کی طرف کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ۔ "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" (ابوداؤد ، ترمذی) کہ میرے طریق کو اور خلفاء راشدین کے طریق کو لازم پکڑو (اختیار کرو) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریق کی نسبت خلفاء راشدین کی طرف کی ہے اور اسی طرح کی نسبت تابعینؒ میں بھی رائج تھی چنانچہ بخاری شریف $\frac{۴۳۳}{ج ۱}$ پر ایک سند میں ہے :

"عن ابی عبد الرحمٰن وکان عثمانیاً فقال لابن عطیۃ وکان علویاً ۔"

اس میں عثمانیاً اور علویاً کے کلمات اپنے اپنے دینی طریق کی طرف نسبت ظاہر کرنے کے لئے ہیں اور یہ دونوں حضرات تابعی ہیں ایسے ہی اگر کوئی ابو حنیفہؒ کے بیان کردہ دینی طریق کو اپنانے کی نسبت سے حنفی کہلاتا ہے تو انمیں بھی کوئی قباحت نہیں جبکہ اسکی نظیر سُنّتِ نبوی اور خیر القرون کے طریق میں ملتی ہے اور پھر یہ نسبت (یعنی حنفی) محمدی ہونے کے نہ منافی ہے نہ اسکے بجائے استعمال ہوتی ہے ، کیونکہ محمدی تو اسوقت کہا جائے گا ، جبکہ دُوسرے ادیان کے ماننے والوں مثلاً عیسائی یا یہودی وغیرہ سے امتیاز ظاہر کرنا مقصود ہو اور جب محمدیوں ہی کے مختلف طرق اور مذاہب میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہو تو اسوقت حنفی یا شافعی وغیرہ ہی کہنا ہو گا اس موقعہ پر محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے یہ شبہ غالباً دین اور مذہب میں فرق نہ کر سکنے کا نتیجہ ہے ورنہ ؎ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

(۱۲) تقلید مجتہد کی جاتی ہے اور (امام) ابو حنیفہؒ مجتہد نہ تھے بلکہ بعض مورخین کے بقول انہیں صرف سترہ حدیثیں ہی پہنچی تھیں ؟

جواب :۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا علمی مقام اور انکی محدثانہ شان کمالِ اجتہاد و استنباط علم و ورع

تقویٰ و تقدس کا مختصر تذکرہ اور نمونہ پچھلے اوراق میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ آپ کا مجتہد ہونا بلکہ امام المجتہدین ہونا دوپہر کے سورج کی طرح درخشاں ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحبؒ کا نام حفاظِ حدیث میں ذکر کیا ہے اور محدثین حافظِ حدیث اس کو کہتے ہیں جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔ امام ابو حفص کبیرؒ حضرت امام صاحبؒ کے اساتذہ کا شمار ۴ ہزار بتلاتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سفر السعادت میں علامہ ذہبی علامہ ابن حجر اور سیف الائمہ سائلی وغیرہ حضرات کے حوالہ سے حضرت امامؒ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد ۴ ہزار ہی نقل کی ہے اگر بالفرض ایک استاد سے ایک حدیث ہی لیتے تو چار ہزار ہو جاتیں حالانکہ اسوقت حفاظ حدیث ہی کا دور دورہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مشہور مقولہ ہے۔ قولہٗ عندنا اذا لم یجد اثراً کالاثر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابو حنیفہؒ کے قول کو حدیث کے بجائے سمجھتے ہیں۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی بات کو انکی رائے مت کہو حدیث کی شرح اور تفسیر کہو۔ یہ بھی فرمایا کہ علماء امام صاحبؒ سے مستغنی نہیں ہو سکتے کم از کم حدیث کی شرح کے لئے تو انکی احتیاج ظاہر باہر ہے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ جس شخص کو امام صاحبؒ کے علم سے حصہ نہیں ملا وہ محروم ہے۔ انہی عبداللہؒ بن مبارک نے امام صاحبؒ سے ایک حدیث روایت کی ایک شخص نے کچھ کہا تو غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہی بلند ہوگا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کر لیا ہے وہی برگزیدہ ہوگا اور فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں انکی کوئی علمی حیثیت نہ تھی اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حقیر نہیں پایا سوا امام صاحب کی مجلس کے —— نیز یہ بھی فرماتے کہ ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس لائق نہیں کہ اسکی پیروی کیجائے کیونکہ وہ امام تھے متقی تھے پرہیزگار تھے عالم تھے فقیہہ تھے انہوں نے اپنی سمجھ دانائی ذکاوت اور بصیرت سے علوم کا وہ انکشاف کیا کہ کوئی اس کی نظیر نہ لاسکا —— موفق ص ۵۰، ۵۲، ۵۳ ج ۲ ——

راقم الحروف نے یہاں پر صرف حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بعض اقوال پر اکتفا کیا ہے جو کہ حضرت امام اعظمؒ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں اور امام بخاری کے وہ عظیم الشان استاد ہیں جنہیں امام بخاریؒ نے اپنے رسائل میں وقت کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے بلکہ انکے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک بھی کہدیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو تو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم امیر المومنین فی الحدیث اور وقت کا امام وغیرہ سب کچھ مانتے ہیں مگر خود عبداللہؒ بن مبارک نے جن

کو اپنا بڑا مانا اور سب کچھ سمجھا وہ انکی نظر میں کچھ نہ تھے اسی لئے محدث ابو عصمہ سعد بنؒ معاذ جب کسی سے ابن مبارک کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص سنتے تو فرمایا کرتے تھے کہ "جو لوگ عبداللہ بن مبارکؒ کو تو امام سمجھتے ہیں اور خود عبداللہ نے جس کو امام مانا تھا اسکو امام نہیں مانتے انکی مثال شیعہ حضرات کی سی ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو تو امام مانتے ہیں لیکن جن کو حضرت علیؓ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام ماننے کے لئے تیار نہیں (یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو) موفق ص ۵۲ ج ۲[1]

وھذا آخر ما اردنا فی ھذا الکتاب فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ وسید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

---

[1] امام اعظمؒ کی محدثانہ شان اور علمی کمال کا واضح ترین ثبوت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی محدث ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ امام موصوفؒ کا شاگرد نہ ہو آپؒ کے اس مقام و مرتبہ کے علم کے بعد زبانِ طعن دراز کرنا اپنے ہی نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا ہے۔
(از ہر)

شُبہ: جن لوگوں کو حنفی مذہب سے عناد ہے وہ یہ شُبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ قطب الاقطاب سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے غُنیۃُ الطالبین میں حنفیہ کو فرقہ ضالہ مرجیئہ کے اقسام میں شمار کیا ہے۔

جواب:۔ اس کے تفصیلی جواب کے لیے تو رسالہ الرفع والتکمیل مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کو ص۲۵ سے ص۲۸ تک ملاحظہ فرمانا کافی ہوگا۔ البتہ اجمالی جواب یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کی مراد فرقہ غسانیہ ہے۔ جس کا بانی غسان بن ابان کوفی (ہے۔ جو) اصول میں مرجیئہ خیال کا معتقد تھا۔ اور فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اتباع کا ادعاء کر کے حنفی کہلاتا تھا۔ چونکہ وہ اور اس کے متبعین بوجہ اعتقاد ارجاء باوجود اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہونے کے پھر بھی اپنا لقب حنفیہ مشہور کیا کرتے تھے۔ اس لیے حضرت شیخؒ نے اصولی اختلاف کے بیان میں اس فرقہ ضالہ کا تذکرہ ان کے مشہور لقب سے فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں واما الحنفیۃ فھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہٖ ا ھ ورنہ جو لوگ اہلِ سنت والجماعت میں سے اصول و فروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متبع و مقلد ہیں ان کو حضرت شیخؒ کیوں کر بُرا کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ جس اکرام و احترام سے دوسرے ائمۂ مجتہدین کا نام ذکر کرتے ہیں اسی اکرام و احترام سے امامِ اَبُوحنیفہؒ کا اسم گرامی بھی ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ نمازِ فجر کے وقت میں فرماتے ہیں:۔ وقال الامام ابوحنیفۃؒ الاسفار افضل۔ فقط

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

خیر المصابیح
فی عددِ التراویح

◎

بیس رکعات تراویح

احادیث، عمل صحابہؓ اور اجماعِ اُمّت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد

پاکستان کے اہل حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ نہیں سمجھتے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمر رضہ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ مشرق کہ ہندوستان میں دو صدی قبل پورے بارہ سو سال تک تمام مساجد شرق و غرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہل حدیث کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بلغیر ثبوت کے ہی بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی۔ بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسب عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو سال تک مسلمانوں کا عمل رہا

امام بیہقی رحہ نے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں سائب بن یزید رضہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ بشتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کرام رضہ کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رحہ حضرت ابن عمر رضہ کے مولیٰ جو حضرت عائشہ رضہ اور حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابورافع رضہ کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔ نافع رحہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحہ متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رحہ متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیز نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)۔

امام مالک رحہ متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحہ نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رحہ کے متبعین جہاں بھی ہوتے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رحہ کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رحہ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رحہ متوفی ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رحہ خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

—— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)۔

—— کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی ۷۵ھ) چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی ج ۲، ص ۷۳)۔

—— اور سوید بن غفلہ متوفی ۸۱ھ جو حضرت علی رض اور حضرت ابن مسعود رض کے صحبت یافتہ ہیں۔ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

—— نیز علی بن ربیعہ جو حضرت علی رض و سلمان رض کے شاگرد ہیں وہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

—— اور سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباس رض اور دوسرے صحابہ کرام رض کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں وہ اٹھائیس اور چوبیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔

—— امام کوفہ سفیان ثوری رہ متوفی ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)

—— امام اعظم ابوحنیفہ رہ متوفی ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

—— بغداد میں امام احمد م ۲۴۱ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ "مقنع، ج ۱، ص ۱۸۳۔ میں ہے۔

• ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بھا فی رمضان فی جماعۃ •

یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے۔

—— اسی طرح داؤد ظاہری رہ متوفی ۲۷۰ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۱۹۱) اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

—— ائمہ خراسان میں سے عبداللہ بن مبارک رہ متوفی ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)۔

عہد فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریباً وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعات تراویح کے باب میں یہی تھا کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا تھا اور نہ ہی اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رہ، امام مالک رہ، امام شافعی رہ، امام احمد بن حنبل رہ اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں

کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا اور جو آج تک جاری ہے آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفاء کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ان ائمہ اربعہ رہ کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری رہ اور داؤد ظاہری رہ مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس پر علماء کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں۔

—— ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد ولا ینقص منہ فقد اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ رہ، ج ۲، ص ۴۰۱)۔

—— یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی رہ لکھتے ہیں۔

—— اعلم انہ لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی ھل ھو عشرون او اقل الخ (شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار، ص ۱۹۲ - ومصابیح، ص ۲۲)۔

—— یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی رہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

—— والحاصل الذی دلت علیہ احادیث الباب وما یشابھا ھو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوۃ فیہ فقصر الصلوۃ المسمات بالتراویح علی

عدد معین وتخصیصها بقراءه مخصوصة لم ترد به سنة الخ (نیل الاوطار ج۳ ص۴۶)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔

چوتھی شہادت

مولوی وحید الزمان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ولا یتعین لصلوٰة لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین الخ (نزل الابرار ج۱ ص۱۲۶)۔

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے۔

پانچویں شہادت

ابو الخیر میر نور الحسن خان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

"وبالجملة عددے معین در مرفوع نیامدہ" (عرف الجادی ص۸۴)۔

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے۔

چھٹی شہادت

نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ان صلوٰة التراویح سنة باصلها لماثبت انه صلی الله علیه وسلم صلاها فی لیالی ثم ترکها شفقة علی الامة ان لا تجب علی العامة او یحسبوها واجبة ولم یأت تعیین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة لکن یعلم من حدیث کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجتهد فی رمضان مالا یجتهد فی غیره رواه مسلم ان عددها کثیر۔ (الانتقاد الرجیح، ص ۶۱)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت و کوشش کرتے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔ دو صرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا۔

ساتویں شہادت

علامہ جلال الدین سیوطی رح لکھتے ہیں۔ ان العلماء اختلفوا فی عددها ولو ثبت ذلك من فعل النبی صلی الله علیه وسلم لم یختلف فیه۔ الخ۔ (مصابیح، ص۷۴)۔

ترجمہ! یعنی علماء کا تراویح کے عدد میں اختلاف ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کوئی عدد ثابت ہوتا تو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

اہلحدیث کے ۲ دو دعوے

ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔

پہلا دعویٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کے ثبوت پر حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

" انه سأل عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشة رضی الله عنها فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (بخاری ج۱ ص۲۶۹)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان میں کیسی تھی؟ فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں زیادہ گیارہ رکعتوں سے نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے؟ فرمایا اے عائشہ رض! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر۔

پہلا جواب

اسی حدیث میں لفظ ولا فی غیره یعنی غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے جو دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال اس نماز تہجد کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رض

سے روایت ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ الخ

(بخاری شریف ج ۱، ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب اخیر عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اکثر آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق؟

دوسرا جواب

اگر بفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۱، ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر رح وغیرہ شراح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہٰذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہو گیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں۔

و الصواب ان کل شئی ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددہ واحوال مختلفة الخ (فتح الباری ج ۳، ص ۱۴)۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری رح نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلث عشرة رکعة سوی رکعتی الفجر الخ

(تحفة الاحوذی ج ۲، ص ۳)۔

یعنی یہ ثابت اور محقق ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہو چکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اسلئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب

بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہو گا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہ ہوا

چوتھا جواب

امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے "باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان" یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو در کنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب

اس حدیث کے آخر میں ہے۔

قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا آپ سوتے ہیں پہلے وتر پڑھنے کے؟ سو فرمایا اے عائشہ رضؓ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں۔ اور صحابہ رضؓ انتظار میں بیٹھے رہے ہوں۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ یعنی اتنام الخ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ رضؓ عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے۔

چھٹا جواب

علاوہ ازیں قرطبی رحؒ نے حدیثِ عائشہ رضؓ کو مضطرب نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحؒ کہتے ہیں۔

قال القرطبی اشکلت روایات عائشة رضؓ علی کثیر من اھل العلم حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب الخ (فتح الباری ج۳، ص ۱۶)۔

یعنی اکثر اہلِ علم پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا محکم ہے۔

ساتواں جواب

اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں، اس لئے محدثین رحؒ نے اس پر تعدادِ تراویح کا باب منعقد نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۵۴ میں " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مقولہ کم سے ہے۔ اور مثلاً ص۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد۔ اور مثلاً ص۵۰۰، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عددِ تراویح اور مثلاً ص ۱۳۵، ج۱ ۔ میں " باب ماجاء فی الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت میں عددِ تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

کان یصلی احدی عشرة رکعة کانت تلك صلوته تعنی باللیل فیسجد السجدة من ذلك قدر ما یقرأ احدکم خمسین آیة الخ

کس صراحت کے ساتھ نمازِ تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

حکمت

وظھرلی ان الحکمة فی عدم الزیادة علی احدی عشرة ان التھجد والوتر مختص بصلوة اللیل وفرائض النھار الظھر وھی اربع والعصر وھی اربع والمغرب وھی ثلاث وتر النھار فناسب ان تکون صلوة اللیل کصلوة النھار فی العدد جملة وتفصیلاً الخ (فتح الباری ج۳، ص ۱۷)۔

اور میرے لئے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے اور وہ چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں (یعنی گیارہ رکعت تہجد)۔

اما مناسبة ثلاثة عشرة فبضم صلوة الصبح لکونھا نھاریة الی ما بعدھا الخ (فتح الباری ج۳، ص ۱۷)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملانے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نمازِ تہجد ہیں نہ کہ تراویح میں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل

تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی ہے۔ فتہجد بہ نافلۃ لک۔ قم اللیل الا قلیلا ۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے۔ سننت لکم قیامہ (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا

تیسری دلیل تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم از کم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے اسلئے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا زائد کہتا ہے۔

چوتھی دلیل حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ مقنع میں ہے۔ ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بھا فی رمضان فی جماعۃ ویوتر بعدھا فی الجماعۃ فان کان لہ تہجد یوتر بعدہ۔ (مقنع ص ۱۴۴)۔

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ اس کو با جماعت پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

ھذا کتاب فی الفقہ علی مذھب ابی عبداللہ محمد بن احمد بن حنبل رح اللہ۔

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رح بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری رح کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اول حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر با جماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں ہیں۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبداللہ ثنا عیسٰی بن جاریۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت اوخشیت ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل : ص ۱۵۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر ؟

جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسٰی بن جاریہ ہے۔

عیسٰی بن جاریہ اس راوی کا حافظ ذہبی رح نے "میزان الاعتدال" میں اور حافظ ابن حجر رح نے "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ امام فن جرح و تعدیل یحیٰی بن معین رح نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذاک وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں۔ اور امام نسائی رح و امام ابو داؤد رح نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی رح نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسٰی رح بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہ رح ہیں جنہوں نے عیسٰی کو لا بأس کہا ہے۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان رح ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسٰی مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ عیسٰی پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی رح و ابو داؤد رح نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رح اہلحدیث نے "ابکار المنن" میں سخاوی رح کے حوالہ سے بغیر رد و کد کے یہ لکھا ہے۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ۔ (ابکار المنن ص ۱۹۱)
یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کردی جائے۔ اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے، اس لئے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابرؓ سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی رحؒ نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنیکے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا الاسناد۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی

محمد بن حمید الرازی ہے "تقریب" میں ہے کہ حافظ نے اسکی تضعیف کی ہے (تقریب)

غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے۔ ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابرؓ کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء ابیؓ بن کعبؓ فی رمضان فقال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان منی لیلۃ شئ قال وما ذلک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء الخ۔

(قیام اللیل، ص ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کہا۔ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی۔

جواب اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہٖ پہلی ہے۔ جس میں عیسیٰ بن جاریہ واقع ہے اور اس پر کلام گزر چکا ہے۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے۔ لہٰذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہٰذا عدد میں صحابہؓ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر گیارہ تراویح کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا دعوےٰ

اس کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث مالک عن محمد بن یوسف عن سائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطابؓ ابی بن کعب وتمیم الداریؓ ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الخ

(قیام اللیل، ص ۹۱ - مؤطا امام مالک، ص ۹۰ مطبع اصح المطابع)

یعنی امام مالک رحؒ روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رضؓ سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رضؓ سے نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف رحؒ۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں ۱: امام مالک رحؒ۔ ۲: یحییٰ بن قطان رحؒ۔ ۳: عبدالعزیز ابن محمد رحؒ۔ ۴: ابن اسحاق رحؒ۔ ۵: عبدالرزاق رحؒ۔ اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱: امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے ابیؓ و تمیم رضؓ پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت عمر رضؓ کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی

ذکر نہیں۔

۳ ؛ عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے، نہ ابی بن کعب رض و تمیم رض کا نہ رمضان کا)۔

۴ ؛ ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہِ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں بھی حضرت عمر رض کے حکم اور ابی رض اور تمیم رض کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)۔

۵ ؛ عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب رض بن یزید

↓

محمد بن یوسف رح

امام مالک رح	یحیٰ بن قطان رح	عبدالعزیز بن محمد رح	ابن اسحاق رح	عبدالرزاق رح
حضرت عمر رض نے ابی بن کعب رض اور تمیم داری رض کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں	حضرت عمر رض نے ابی رض اور تمیم رض پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہِ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا تھا

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوا کیونکہ یحیٰ بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں نہ گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راویِ حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابل حجت نہیں۔

دوسرا جواب یہ محمد بن یوسف رح راوی سائب بن یزید رح کے طریق میں گفتگو تھی۔ اب محمد بن یوسف رح کے ساتھی یزید بن خصیفہ رح کی روایت سائب بن یزید رض سے سنن کبریٰ بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶ میں یہ ہے۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال کان یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رض فی شهر رمضان بعشرین رکعة الخ

یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ عہدِ فاروقی میں ان کے زمانہ کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رح، امام عراقی رح، امام سیوطی رح وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو (تحفة الاخیار، ص ۱۹۲۔ اور ارشاد الساری تحفة الاحوذی، ص ۷۵)۔

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب "معرفة السنن والاثار" میں ہے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رح نے "شرح منہاج" میں اور ملا علی قاری رح نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفة الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب رض سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہدِ فاروقی رض میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ برخلاف محمد بن یوسف رح کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب رح کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رح کی روایت پر اعتماد کیا جائے۔ مگر اہلِ حدیث نے محمد بن یوسف رح کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔

بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث

عن العرباض بن ساریۃ قال فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الخ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو۔ اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔"

اس حدیث میں سنتِ خلفاء کا عطف سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنتِ نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں۔ بہر صورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء ...... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبدالغنی صاحب رح محدث دہلوی مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والخلفاء کالائمۃ الاربعۃ المتبوعین المجتہدین والائمۃ العادلین کعمر بن عبدالعزیز کلھم موارد لھذا الحدیث۔ (انجاح الحاجۃ ، ص ۵)۔

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح ، امام شافعی رح ، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنتِ خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کی اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض ، تابعین رح وتبع تابعین رح ، جمہور مجتہدین رح ، مقلدین ائمہ اربعہ ، عمر بن عبدالعزیز رح

بیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بیس تراویح سے کم پڑھنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتِ خلفاء راشدین کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور قول ہے۔ کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدرالدین عینی حنفی رح "بنایہ شرح ھدایہ" میں لکھتے ہیں۔

سیرۃ العمرین لاشک فان فی فعلھا ثواب وفی ترکھا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بھما لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء مامور بہ یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب الخ (مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ، ص ۲۱۵)۔

یعنی اس میں شک نہیں کہ افعالِ حضرت ابوبکر رض وحضرت عمر رض کا اتباع کرنا ثواب ہے اور اس کے ترک میں عذاب ہے کیوں کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

" اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض۔"

پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہے۔"

۲ ۔ اور کمال الدین بن ہمام رح "تحریر الاصول" میں لکھتے ہیں۔

قسم الحنفیۃ العزیمۃ الی فرض ما قطع بلزومہ وواجب ماظن وسنۃ الطریق الدینیۃ منہ علیہ الصلوۃ والسلام والخلفاء الراشدین او بعضھم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم فرض کی جانب کی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو۔ اور واجب کی جانب جس میں غلبہ ظن ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رض کی دینی سنت کی جانب۔

۳ ، اور مولانا عبدالعلی رہ بحر العلوم "شرح تحریر" میں لکھتے ہیں۔

ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ او باذن الخلفاء۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۳۱۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے۔ خواہ دینی طریقہ ہو جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عملدرآمد رہا ہو۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفاء کے حکم سے اس کے پابند رہے ہوں۔

۴ ، تبیین شرح حسامی میں ہے۔

وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول ص او للصحابۃ رض حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الراشدین رض

(مجموعۃ الفتاوی ، ج ۱ ، ص ۲۱۷)

اور عرف شرع میں سنت طریقہ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین رض کی سنت ہے۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنت خلفاء راشدین پر۔ تو بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنت خلفاء نہیں۔

دوسری حدیث

عن یزید بن خصیفۃ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر رض بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ و قال کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیہم فی عہد عثمان رض بن عفان من شدۃ القیام - (رواہ البیہقی : ج ۲ ، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن خصیفہ رہ کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رض کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور مئین پڑھتے

(سنتے تھے) سینکڑوں آیتوں والی سورتیں اور حضرت عثمان بن عفان رض کے عہد میں لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔ بوجہ سخت ہونے قیام کے۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابوعبداللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں ؟

جواب ابوعبداللہ بن فنجویہ رہ کے بارے میں ذہبی رہ نے مرنے والے مشاہیر ۴۱۴ھ میں یوں ذکر کیا ہے۔

والمحدث ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن عبداللہ بن فنجویہ الثقفی الدینوری النیشاپوری۔ الخ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ، ص ۲۴۲)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظ محدث سے یاد کیا ہے۔ اور ابن اثیر جزری رہ نے لکھا ہے۔

" عرف بہا ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن الحسین فنجویہ الفنجوی الدینوری الحافظ روی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی وابی بکر بن مالک القطیعی وغیرہما روی عنہ ابواسحاق الثعلبی فاکثر فی تفسیرہ ویذکر کثیرا فیقول اخبرنا الفنجوی الخ

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابوعبداللہ حسین مشہور و معروف ہے۔ وہ ابوالفتح ازدی اور ابوبکر قطیعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رہ نے خبر دی۔

اور سمعانی نے برہان دینوری رہ کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے۔ اور امام بیہقی رہ نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔

جب ذہبی رہ ابن فنجویہ رہ کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رہ اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں۔ اور ابوالفتح رہ اور ابوبکر بن مالک قطیعی رہ وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابواسحاق ثعلبی رہ کر رہے ہیں۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا

شک وشبہ رہا۔

مقدمہ ابن الصلاح اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

عدالة الراوى تارة تثبت بتنصيص العدلين على عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل اونحوهم من اهل العلم وشاع الثناء عليه بالثقة و الامانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالة تنصيصا هذا هو الصحيح فى مذهب الشافعى رہ وعليه الاعتماد فى فن اصول الفقه۔ (ص ۱۰)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کردیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہل علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونے کی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحۃً شاہد ہو یہی صحیح ہے مذہب شافعی رہ میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فنِ اصولِ فقہ میں۔ بلکہ حافظ ابوعمرؒ بن عبدالبر رہ نے تو اور توسیع کرکے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

كل حامل علم معروف العناية به فهو عدل محمول فى امره ابدا على العدالة حتى يتبين الجرحة الخ (مقدمه، ص ۲۰)۔

یعنی ہر صاحب علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ عہدِ عثمان غنی رضؓ میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقیؒ نے معرفت میں بالاسناد صحیح روایت کیا ہے۔ نووی رہ نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رہ نے شرح تقریب میں۔ اور سیوطی رہ نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث عن يزيد بن رومان ، انه قال كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب رضؓ فى

رمضان بثلاث وعشرين ركعة۔ (رواه مالك اسناده قوى) بيهقى ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رہ کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ:۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ حدیث امام مالک رہ کے مؤطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مؤطا کے متعلق "حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۰۶، ج ۱" میں فرمایا ہے۔

قال الشافعى رہ اصح الكتب بعد كتاب الله موطا امام مالك رہ واتفق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى مالكؒ ومن وافقه واما على رأى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى وقد صنف فى زمان مالك رہ موطات كثيرة فى تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابى ذئب وابن عيينه والثورى ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رہ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک رہ ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک رہ اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رہ کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئبؒ ابن عیینہ رہ ثوری رہ اور معمر رہ کی کتابیں۔

دوسرا جواب مرسل کے قبول وعدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رہ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بناء پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اور امام شافعی رہ کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری مسند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے۔ چنانچہ ابن حجرہ شرح نخبۃ الفکر" ص ۵۰ میں فرماتے ہیں

وقال الشافعی رحمه یقبل اذا اعتضد بمجیئه من وجه آخر یباین الطریق الاولی مسندا کان او مرسلا الخ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا مؤید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی۔ (حاشیہ شرح نخبہ)۔

خطیب بغدادی رحمہ "کفایہ، ص ۳۸۲" میں لکھتے ہیں۔

فقال بعضهم انه مقبول ویجب العمل به اذا کان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك واهل المدینة وابی حنیفة و اهل العراق وغیرهم۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سنئے کہ یزید بن رومان رحمہ کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے۔ جو عنقریب مذکور ہوں گے۔ لہٰذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائب رحمہ کی حدیث سے ہے۔ اور یزید بن رومان رحمہ کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رضہ امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر ابن ابی شیبه رحمہ فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں۔

پانچویں حدیث

عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

چھٹی حدیث

عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر۔ (رواه ابن ابی شیبه اسناده حسن)۔

یعنی عطاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تئیس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث

عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة۔ (رواه البیهقی، ج ۲، ص ۴۹۶۔ اسناده حسن)۔

یعنی ابو الخصیب رحمہ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رحمہ ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (رواه ابوبکر بن ابی شیبة اسناده صحیح)۔

یعنی نافع بن عمر رحمہ کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث

عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث (اخرجه ابوبکر بن ابی شیبه فی مصنفه واسناده صحیح)۔

یعنی سعید بن عبید رحمہ سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ رحمہ انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث

عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر الخ (ابن ابی شیبه والبیهقی، ج ۲، ص ۴۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ اس حدیث کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رہ ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھو ابن عدی رہ ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احادیث صالحة وهو خیر من ابراهیم بن ابی حیة (تهذیب ج ۱ ص ۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رہ جو امام بخاری رہ کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظ حدیث تھے۔ ابراہیم رہ کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ما قضی علی الناس یعنی فی زمانه اعدل فی قضاء منه الخ (تهذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ یزید رہ سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید رہ ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید رہ کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تدین اور دوسرے اس کی قوت حافظہ۔ پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوت حافظہ۔ تو ابن عدی رہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابن عدی رہ نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رہ کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رہ ضعیف راوی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رہ کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی رہ کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی رہ کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف ایسے ہیں

جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں۔ الخ (اخبار اہلحدیث، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء)

گیارہویں حدیث وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ الخ

(بیہقی ج ۲ : ص ۴۹۶)۔

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے۔ بیہقی نے اخیر عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک عن وجہ اخر عن علی رضہ (بیہقی ج ۲ : ص ۴۹۶)۔

یعنی ابو عبدالرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قراء کو رمضان میں بلا کر ان میں ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ روایت حضرت علی رض سے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے۔ پہلے اثر علی رضہ کو قوی بتلایا۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ تو مجموعہ اتنا قوی تر ہو گیا کہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے۔

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ کذا فی الجواہر النقی بیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے۔

ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن منجبر بتعدد طرقہ الخ (ابکار المنن ص ۱۹۵)

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن وہ تعدد طرق کے ساتھ مجبر ہے۔

ولو سلم ان کلہا ضعیفۃ فہی مجموعہا تبلغ درجۃ الحسن الخ

(ابکار المنن : ص ۱۳۱)۔

یعنی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناء رہ مجہول راوی ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصولِ حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول الذات نہیں ہوتا۔ لہذا جب ابوالحسناء رہ سے ابوسعد رہ اور عمرو بن قیس رہ دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا۔ اس کو تو مستور کہتے ہیں۔ اور مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابو عبدالرحمٰن سلمی رہ موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لقاء ثابت نہیں لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناء رہ دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہ رہ سے روایت کرتے ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں) اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیساکہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد لبقال رہ اور عمرو بن قیس رہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے ؟

بارہویں حدیث وقال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان عشرین رکعۃ یطیلون فیہا القراءۃ ویوترون بثلاث الخ

(قیام اللیل : ص ۹۱)

یعنی محمد بن کعب القرظی رہ سے مروی ہے۔ کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبا کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث قال الاعمش کان عبد اللہ بن مسعودؓ یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔ الخ (قیام اللیل ، ص ۹۱)

یعنی اعمش رہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱ : فالمسنون عند ابی حنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمد رہ عشرون رکعۃ وحکی عن مالک رہ ان التراویح ست وثلاثون (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ اور امام احمد رہ کے نزدیک۔ اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رہ سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲ : فاختار مالکؒ فی احد قولیہ وابو حنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمد رہ وداؤد رہ القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسمؒ عن مالک رہ انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث رکعات (بدایۃ المجتہد)۔ (ج ۱ : ص ۲۱۰)۔

یعنی امام مالک رہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ امام احمدؒ اور امام داؤد ظاہری رہ نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ۔ اور ابن القاسم رہ نے امام مالک رہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم رہ عن مالک رہ انہ الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعۃ الخ

یعنی ابن القاسم رہ (شاگرد امام مالک رہ) نے امام مالکؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے۔ ابن رشد مالکی رہ کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ امام مالکؒ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رہ کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالكية انها كانت ثلاثة وعشرين ثم جعلت تسعا وثلاثين۔

یعنی مالکیہ نے کہا ہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کر دی گئیں۔ دوسرا انہوں نے صرف امام مالکؒ کے دو قول بتلاتے ہیں۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو اپنے مذہب کی روایات میں اتنا کمزور سمجھا کہ اس کو قابل شمار قرار نہیں دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

فقہائے کلام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علیؓ وعمرؓ وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوریؒ وابن المبارکؒ والشافعیؒ وقال الشافعیؒ وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشیء وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعبؓ الخ

(ترمذی شریف ج ۱، ص ۱۱۲)

یعنی قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ سو بعض قائل ہیں اکتالیس رکعت مع الوتر کے یہی قول ہے اہل مدینہ کا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں۔ اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں۔ موافق اس کے حضرت علیؓ وحضرت عمرؓ وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوریؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ وشافعیؒ کا قول ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ اور امام احمدؒ نے کہا تراویح میں مختلف روایات ہیں بیس سے لے کر اکتالیس تک، پس اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں۔ موافق اسکے جو حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے۔ (انتہی)۔

دیکھو زمانہ نبوی میں یا صحابہ کرامؓ یا تابعینؒ یا تبع تابعینؒ کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوئی یا اکیلا آدمی مشہور ومعروف کوئی فقیہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذیؒ ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام سیوطی شافعیؒ لکھتے ہیں۔

ومذهبنا ان التراویح عشرون رکعة۔ الخ

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلیؒ "کشاف القناع عن متن القناع" ص ۲۷۶ میں لکھتے ہیں

"وهی عشرون رکعة فی رمضان الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ "شرح منتہی الارادات، ص ۲۵۶ - ج ۱۔ میں فرماتے ہیں

"وهی عشرون رکعة فی رمضان جماعة الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔ "توشیح (شافعیہ) میں ہے۔

"والثالث منها صلوة التراویح وهی عشرون رکعات ولو فرادی وتسن الجماعة الخ"

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھ لے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔" اور روضہ میں ہے۔

ومنه صلوة التراویح عشرون رکعة کل رکعتین بتسلیمة۔ الخ

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونی چاہئے۔

(کتب مالکیہ) وتتأکد صلوة التراویح فی رمضان عشرون رکعة بعد صلوة العشاء یسلم من کل رکعتین الخ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب الحنابلہ) التراویح سنة مؤکدة عشرون رکعة برمضان والاصل فی مسنونیتها الاجماع۔ (نیل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرامؓ اور ائمہ اربعہؒ اور جمہور مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

آٹھ کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث وھکذا جری التوارث من زمان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ھذا الآن و ھذا الاحکام مما اتفق علیہ فقہاء المذاھب الاربع من غیر خلاف الخ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

من علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۷)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رح نے لکھا ہے۔

ولکن اجمعت الصحابۃ رض علی ان التراویح عشرون رکعۃ الخ (زرقانی)

لیکن صحابہ رض نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔ وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین۔ الخ

یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی ، ص ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" پس آتی بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ " (ہدایت السائل ، ص ۱۱۸)

گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرآتے معین را مستحسن داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے است کہ بر آں ایں معنی صادق است کہ

انہ صلوۃ انہ جماعۃ وانہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں چہ معنی۔ (بدور الاہلہ ، ص ۸۴)

ترجمہ :- لیکن جن اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوۃ التراویح سنۃ باصلھا لماثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا فی لیالی ثم ترکہ شفقۃ علی الامۃ ان لا تجب علی العامۃ او یحسبوھا واجبۃ ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کان کثیراً۔

(الانتقاد الرجیح ، ص ۶۱)

ترجمہ :- نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں اور عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں، پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں ایا لیکن اس حدیث سے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان مالا یجتہد فی غیرہ - رواہ مسلم -

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرأت لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرأت میں تخفیف کر دی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کر دیں اور وتر تین رکعت اسکے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تیئس رکعت ہو گئیں۔

علامہ سبکی رہ ابن عبدالبر رہ سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں۔

قال السبکی عن عبد البر اختاروا فی وقت تطویل القیام فجعلوها احدی عشرة رکعة وفی وقت عدد الرکعات فجعلوها عشرین وقد استقر العمل علی هذا - (هدایت السائل، ص ۱۳۰)

یعنی ابن عبدالبر رہ سے سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرأت کو انہوں نے پسند کیا اور گیارہ رکعت کو مقرر کر دیا۔ دوسرے وقت عدد رکعات بڑھا دیا اور بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب امت کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانی رہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلانی رہ فی شرح البخاری جمع البیہقی بانہم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم قاموا بعشرین و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمان عمر رض کالاجماع - (اوجز المسالک، ص ۳۹۵ ج ۲)

یعنی قسطلانی رہ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بیہقی رہ نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور محققین شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔

" من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده الخ "

یعنی جو تم سے خلاف شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

مگر بیس خلاف شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رض و حضرت علی رض کے زمانہ میں اور ما بعد میں لاکھوں علماء ہوتے ہیں کوئی تو اس پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وروی اسد بن عمروؒ عن ابی یوسف رہ قال سالت ابا حنیفة رہ عن التراویح وما فعله عمر رضی اللہ تعالی عنه فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرصه عمر رضی اللہ تعالی عنه من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمر به الا عن اصل لدیه وعهد من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا فی مراقی الفلاح نقلا من الاختیار (ص ۲۲۲)۔

وفیه اشعار بکون التراویح سنة مؤکدة علی الحال التی امر بها عمر رضی اللہ عنه وهی عشرون رکعة۔ الخ - (اعلاء السنن، ج ۷)

ترجمہ

اسد بن عمرؒ امام ابو یوسف رہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ رہ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدعتی اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنت مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲: ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تئیس کا حکم باعتبار مجموعہ کے دیا تھا یعنی ہر ماہرہ کو دس دس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھاتے اور کبھی وہ پڑھاتے۔ (اوجز المسالک، ص ۳۹۴ - ۲۳)

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور اتباعِ تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبطِ وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ دو سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا بنی رہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہو گیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعدادِ رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماءِ اہلِ سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس پر ہی عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاءِ متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کیے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحۃً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

امامِ ابنِ عبد البرؒ :-

حافظ امام ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵)

حافظ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البرؒ قرطبی ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہلِ زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبد البرؒ) کی تصنیف ہے، فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبد البرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک شہرۂ آفاق کتاب "کافی" جو امام مالکؒ کے مذہب پر ہے پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کیے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ جن کے نام "تذکرۃ الحفاظ" میں درج ہیں۔

حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرتِ تام رکھنے کے علاوہ علمِ نسب و اخبار کے بھی بڑے ماہر تھے۔ ثقہ حجت اور صاحبِ سنت و اتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکیؒ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدیؒ کا بیان ہے کہ ابو عمرؒ فقیہ، حافظ اور قراءت و خلاف اور علومِ حدیث و رجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے بیہقیؒ کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۲۰)

امام محمد غزالیؒ -

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ۔

(احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۹)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے تراویح سنتِ مؤکدہ ہے۔

قطبِ ربانی سید عبد القادر جیلانیؒ -

حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرما ہیں۔

"صلاۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی عشرون رکعۃ"

(غنیۃ الطالبین، ص ۲۶۳ ، ۵۶۷)۔

نماز تراویح حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے۔

امام ابنِ قدامہ حنبلیؒ -

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں۔

"والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوریؒ و ابو حنیفۃؒ والشافعیؒ وقال مالکؒ ستۃ وثلاثون وزعم انہ الامر القدیم وتعلق بفعل اھل المدینۃ ولنا ان عمر رضی اللہ تعالی منہ لما جمع الناس علی ابی بن کعبؓ کان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

(مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۸۰۲)۔

امام احمد رح کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رح ابوحنیفہ رح اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رح چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رض کی اقتدار پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح :- امام محی الدین نووی رح شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلاۃ التراویح سنۃ باتفاق المسلمین وھی عشرون رکعۃ۔ (کتاب الاذکار، ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح :- شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ رح، ج ۱، ص ۱۸۶)۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابی رض حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سُبکی رح :- علامہ سُبکی رحمۃ اللہ "منہاج" میں لکھتے ہیں کہ۔

• اس بات کا یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح مترجم، ص ۹۰ مطبوعہ امرتسر)۔

علامہ عینی رح :- علامہ بدرالدین عینی رح شارح بخاری جو بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر رح وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون

والشافعی رح واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب رض من غیر خلاف من الصحابۃ رض۔ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبر رح نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابوحنیفہ رح اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوری رح اور شافعی رح اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابنِ حجر عسقلانی رح :- شیخ الاسلام علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلھم فی وقت اجاز وا تطویل القیام علی عدد الرکعات فجعلوھا عشرین وقد استقر العمل علی ھذا۔ (المصابیح، ص ۱۶)۔

اور شاید صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کرکے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کردیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہوگیا۔

امام عبدالوھاب شعرانی رح :- امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ رقم فرما ہیں۔

ومن ذلک قول ابی حنیفۃ، والشافعی، واحمد رحمھم اللہ ان صلاۃ التراویح فی شھر رمضان عشرون رکعۃ وانھا فی الجماعۃ افضل۔ (میزان شعرانی رح، ص ۱۵۳)۔

اور اسی قبیل سے امام ابوحنیفہ رح امام شافعی رح اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامی رح :- علامہ ابن عابدین شامی الدرالمختار کی شرح میں لکھتے ہیں

التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اجماعًا بعد صلاۃ العشاء وھی عشرون رکعۃ وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا و غربا۔ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۱۱)۔

تراویح بالاجماع سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین رض نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نمازِ عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ ۔ اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابوالحسن صاحب ۔ مولوی وحید الزمان صاحب علامہ شوکانی رحمہ علامہ سبکی رحمہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی ؟ اس لئے آج کل کے اہلِ حدیث اصح الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں ۔ گو وَلَا فِی غَیرِہٖ کہہ کر بارہ ماہ کی نماز تہجد کیوں نہ ہو ۔ بہرحال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو ۔

۲ ۔ پہلی رات جب کہ ثلث رات تک تراویح پڑھی تھیں ۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا ۔ صراحۃً کسی دلیل سے ثابت کیا جائے کہ سو گئے تھے یا کچھ اور پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے ایسے خاموش بیٹھے رہنا حدیث (احیی لیلہ یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے ۔

۳ ۔ عہد فاروقی سے لے کر اب تک یعنی بارہ صدی کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے ۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی ۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے ۔

۴ ۔ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے ۔

۵ ۔ اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے ۔

۶ ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو ۔

۷ ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے ۔

۸ ۔ سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا ؟ کس سن میں ؟ اور کس شہر میں ؟

۹ ۔ بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے ۔

۔ انما یوخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر ۔

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول کے لئے ناسخ ہوگا ۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہلِ حدیث کو چاہیئے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہو جائے ۔

۱۰ ۔ اور اس میں عدد کی تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بیس سے ۔

۱۱ ۔ محمد بن یوسف رحمہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے ۔ اس لئے آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں ۔ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں ، کسی نے دس اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے فعل کو دیکھتے ہیں اور آخری فعل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہلِ اسلام کا عمل مستقر ہوا جو بیس رکعت ہے ۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ وغیرہم نے نقل کیا ہے ۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعۃ فانہ المتوارث ۔

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہو گیا ۔ اور یہی اہلِ اسلام کا مسلسل عمل ہے ۔

بیس[20] رکعت تراویح سُنّت میں

حق تعالیٰ تعالیٰ شانہٗ کے فضل وکرم سے وہ مبارک مہینہ رمضان المبارک شروع ہوگیا ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

" جس نے ایمان ونیک نیتی سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان اور نیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان ونیک نیتی سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے"۔ (مشکوٰۃ ص۱۶۵)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۱۶۵)

حق تعالیٰ کا منادی (ہر رات) پکارتا ہے اے نیکی کے طالب متوجہ ہو۔ اور اے بدی کے طالب رک جا۔

اس لئے ہر مسلمان بدل وجان سعی کرے گا کہ حسن صیام وقیام تراویح وتکثیر عبادات سے اپنے لئے ذخیرہ عقبیٰ جمع کروں جو میرے لئے معاصی سابقہ کے کفارہ ہونے کے علاوہ حق تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور فضلوں کا مورد ہو مگر جب تعداد تراویح کی طرف نظر کرے گا تو متحیر ہوگا کہ خدا کے ایسے بھی مقبول بندے گذرے ہیں جو ہر رات رمضان المبارک میں چالیس رکعت سے بھی زیادہ زیادہ پڑھتے رہے ہیں مگر ہمارے زمانہ کے بعض جدید مدعیانِ علم آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنے کو بدعت کہہ کر عوام کو بیس رکعت تراویح پڑھنے سے بھی روکنے میں سعی بے سود کرنے میں منہمک ہوتے ہیں۔ حالانکہ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے کی ممانعت نہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے صراحۃً ثابت اور نہ کہیں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول وفعل سے زیادتی کا انکار بلکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہٗ سے لگاتار صلحاء عظماء اُمت کا بیس رکعت

تراویح اور اس سے زائد پر بلا اختلاف معتدبہ تعامل چلا آیا ہے۔ پھر ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم اس فرقہ کے زعماء سے یہ سنتے ہیں کہ بیس[20] رکعت تراویح بدعت ہیں مگر خدا بھلا کرے جناب نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی مرحوم (اہلحدیث) کا کہ وہ اپنے فرقہ کے احوال میں ہماری حیرت یوں دُور فرماتے ہیں:۔

فقد نبت فی ھذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعی لا نفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما علی العلات فی کل شان مع انها ليست فی شیٔ من اهل العلم والعمل والعرفان (الحطہ ص۶۶)

اس زمانہ میں ایک فرقہ ریاکار شہرت پسند پیدا ہوا ہے جو اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم وعمل کا مدعی ہے حالانکہ وہ ہر طرح سے ناقص ہونے کی وجہ سے زمرہ اہلِ علم اور اہلِ عمل اور اہلِ عرفان کے کسی درجہ میں نہیں ہے۔

فما وجدت احدا یرغب فی طریق الصالحین او یسیر سیرة المؤمنين

میں نے (غیر مقلدین میں سے) کسی کو نہیں پایا کہ سلف صالحین کے طریقہ کی خواہش رکھتا ہو یا سچے ایمان والوں کی پیروی کرتا ہو۔ (حوالہ بالا)

فما هذا دينٌ إن هذا الا فتنة الارض وفساد كبير (عطہ ص۶۸)

یہ کوئی دین نہیں بلکہ یہ تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد عظیم ہے۔

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ چند سطور مسئلہ تراویح کے متعلق سپرد قلم کریں تاکہ اہل انصاف کیلئے موجب طمانینت اور اہلِ شقاق کے لئے باعث ہدایت ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی رکعات تراویح کا ثبوت ہے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً تراویح کی رکعات کو صراحۃً بیان نہیں فرمایا بلکہ صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دی ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه. رواه الجماعة۔ (آثار السنن ص۴۸ ج۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان ونیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوئے۔

وعنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب في قيام رمضان من غير ان يامرهم فيه بعزيمة فيقول الخ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر امر وجوبی کے۔

اسی قسم کی اور بھی قولی احادیث ہیں جن سے عدد رکعات تو معلوم نہیں ہوتا مگر ترغیب تراویح سے تکثیر رکعات تراویح کا استحسان ضرور مفہوم ہوتا ہے یعنی جس قدر زیادہ پڑھی جائیں گی افضل ہوں گی البتہ فعلاً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب باجماعت تراویح پڑھائی ہیں ایک روایت میں ان کی تعداد بیس ۲۰ رکعت آئی ہیں جس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہما نے روایت کیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہیں۔ دوسری روایت میں ان کی تعداد آٹھ رکعت آئی ہے جس کو طبرانی نے صغیر میں اور محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔ مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس کا مدار عیسیٰ بن جاریہ راوی پر ہے۔ جو محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔

تعلیق الحسن ص ۵۱ ج ۲ میں ہے:۔

قلت مداره على عيسى بن جارية وقال الذهبي قال ابن معين عنده مناكير وقال النسائي منكر الحديث وجاء عنه متروك وقال ابو زرعة لا باس به ۔ انتهى

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا عیسیٰ بن جاریہ کے پاس احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے کبھی اسے منکر الحدیث کہا اور کبھی متروک کہا۔ اور ابو زرعہ نے لاباس بہ کہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت کو تراویح کی تعداد سے کوئی تعلق ہی نہیں اس لئے کہ اس میں تہجد کا تذکرہ ہے۔ علامہ قسطلانیؒ اسی کی تائید میں فرماتے ہیں:۔

واما قول عائشة الآتي في هذا الباب ان شاء الله تعالىٰ ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة فحمله اصحابنا على الوتر

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت تہجد کے بارہ میں ہے۔

از روئے انصاف صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات میں کوئی خاص عدد تراویح کا مروی نہیں ہے۔

واعلم انهم اختلفوا في عدد ركعات

البتہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے

التراويح ولم يقع فيما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قرأ ثلاث ليالى عدد ركعاته بطريق صحيح (بذل المجهود ص ۳۰۲ ج ۲)

عدد تراویح کا ثبوت ملتا ہے جس کی تعداد بیس سے کم نہیں بلکہ بیس ۲۰ رکعت یا اس سے زائد ہے۔

حضرت عمرؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

(۱) عن يحيىٰ بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلا يصلي بهم عشرين ركعة رواه ابو بكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده مرسل قوي (آثار السنن ص ۵۵ ج ۲)

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ کا بیس ۲۰ رکعات تراویح پڑھنا

(۲) عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة الخ رواه البيهقي واسناده صحيح (آثار السنن ص ۵۳ ج ۲ بذل المجهود ص ۳۰۴ ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ و تابعین رمضان مبارک میں بیس رکعت (بلا وتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳) عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة رواه مالك و اسناده مرسل قوي (آثار السنن ص ۵۵ ج ۲) (بذل المجهود ص ۳۰۵ ج ۲)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں سب لوگ (مع وتر) تیئس رکعت پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس ۲۰ تراویح اور تین وتر)

حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھانا

(۴) عن عبد العزيز بن رفيع قال كان ابي بن

عبد العزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں کہ حضرت

كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث اخرجه ابوبكر بن ابي شيبة في مصنفه و اسناده مرسل قوي (حوالا بالا)

ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے۔

شبہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی کے متعلق بیس رکعت تراویح کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ خود حضرت عمرؓ کا حضرت ابی و تمیم داری کو گیارہ رکعت مع الوتر پڑھانے کا حکم معروف ہے۔

عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابي بن كعب و تميمان الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة الخ (موطا امام مالک)

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ..... ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت مع وتر تراویح پڑھائیں۔

اس امر کے ہوتے ہوئے لوگوں کا بیس رکعت تراویح پڑھنا یا حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس رکعت پڑھانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

جواب اوّل تو لفظ احدى عشرة (گیارہ رکعت) محفوظ نہیں:۔

رواه عبد الرزاق من وجه آخر عن محمد بن يوسف فقال احدى عشرين (فتح الباری ج ۴ ص ۱۸۰)

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ مسند عبد الرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہے۔

قال ابن عبد البر روى غير مالك في هذا الحديث احدى وعشرون وهو الصحيح ولا اعلم احدا قال فيه احدى عشرة الامالكا (زرقانی شرح موطا)

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ امام مالک کے سوا دوسرے محدثین نے اس حدیث میں اکیس رکعت روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ سوا مالک کے کسی نے گیارہ رکعت کہا ہو۔

دوسرے محدثین اس میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھی ہوں، پھر تیئیس پر امر مستقر ہو گیا۔

قال البيهقي في سننه و يمكن الجمع بين الروايتين بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث:

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھا کرتے ہوں۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر تیئیس رکعت پڑھنے لگے ہوں۔

وقال القسطلاني في شرح البخاري وجمع البيهقي بينهما بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع في زمن عمر كالاجماع:۔

علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں بیہقی نے یوں جمع کیا ہے پہلے لوگ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ حضرت عمر کے زمانہ کا یہ تعامل یعنی بیس رکعت، بمنزلہ الاجماع کے ہے۔

وقال السيوطي في المصابيح وكان عمر لما امر بالتراويح اقتصر اولا على العدد الذي اصلاه النبي صلى الله عليه وسلم ثم زاد في اخر الامر۔

علامہ سیوطیؒ مصابیح میں کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب کہ تراویح (باجماعت) کا حکم دیا تو پہلے اسی عدد پر اقتصار کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداءً) پڑھا تھا۔ پھر آخر کار تعداد بڑھا دی اس لئے کہ ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات میں ثلث لیل تک اور دوسری میں نصف لیل تک جماعت میں آٹھ رکعت ہی پڑھائی ہوں۔ پھر انفراداً باقی بارہ رکعت پڑھ لی ہوں جیسا کہ روایت احیی اللیل اس پر شہادت دیتی ہے۔ پھر تیسری شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری تک جماعت کرائی تو اس پر بیس رکعت پڑھی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے امر ظاہر یا ابتدائی کو رخصت سمجھ کر پہلے اس کا امر کیا ہو۔ پھر حقیقۃ الامر یا آخر الامر منکشف ہونے پر بیس رکعت کی تکمیل اتباعاً للسنۃ کرا دی ہو۔ پھر اسی پر امر مستقر ہو اس سے کم معمول رہا بہرکیف بیس رکعت تراویح بظاہر سنت خلیفہ ثانی ہیں۔ مگر درحقیقت اس کا اصل ماخذ قول و فعل نبوی ہے۔ جو خلیفہ ثانی پر آخر کار منکشف ہوا تھا۔

وقال الشعراني في كشف الغمة وكانوا يصلونها في اول زمان عمرؓ بثلاث عشرة ركعة وكان القارئ يقرأ بالمئين بين الايات حتى كان الناس يعتمدون

امام شعرانیؒ "کشف الغمۃ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابتدا خلافت کے زمانہ میں لوگ تیرہ رکعت (مع الوتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور قاری لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتا تھا، یہاں تک کہ لوگ بوجہ درازی قیام (راحت کے لئے) لاٹھیوں پر

على العصى من طول القيام وكان امامهم ابى بن كعب و تميما الدارى رضى الله عنهم ثم ان عمر امر يفعلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلاث منها وتر واستقر الامر على ذالك فى الامصار (تعليق حسن)

سہارا لگایا کرتے تھے اور ان کے امام ابی بن کعب اور تمیم داری تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح اور تین پڑھنے کا حکم دیا اور سب شہروں میں اسی پر عمل درآمد مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانیؒ کی شہادت

لم یذکر فی هذا الحدیث عدد الرکعات التی کان یصلی بها ابی و المعروف هو الذی علیه الجمهور انه عشرون رکعة بعشر تسلیمات وذالك خمس ترویحات كل ترويحة اربع ركعات بتسليمتين غير الوتر وهو ثلاث ركعات (ارشاد السارى شرح البخارى)۔

اس حدیث میں تراویح کی ان رکعتوں کا عدد مذکور نہیں جن کو حضرت ابی بن کعبؓ پڑھایا کرتے تھے[1] اور یہ پانچ ترویحے ہوئے۔ ہر ترویحہ دو سلام سے چار رکعت کا ہوتا ہے۔ یہ بیس رکعت تراویح تین رکعت وتر کے علاوہ تھیں۔

حضرت علیؓ سے بیسؓ رکعت تراویح کا ثبوت۔

(۵) عن ابی الحسناء ان علیًا امر رجلا ان یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة رواه ابن ابی شیبه فی المصنف (جواہر النقی ص۹۶)

ابی الحسناء تابعیؒ کہتے ہیں کہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے پر ایک آدمی کو رمضان میں مامور کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تراویح کا ثبوت

(۶) عن زید بن وهب قال کان عبدالله

زید بن وہبؒ تابعی کہتے ہیں کہ:۔

[1] اور وہ معروف مذہب جس پر جمہور قائم ہیں یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه محمد بن نصر المروزی (عینی شرح بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماہ رمضان میں ہم کو تراویح پڑھا کر فارغ ہوتے حالانکہ ابھی رات باقی ہوتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

جمہور صحابہ کرامؓ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۷) عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة. رواه ابن ابی شیبه واسناده حسن

حضرت عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ کو (وتر سمیت) ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

(۸) واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة (جامع ترمذی ص۹۹ ج۱)

بہت سے اہل علم بیس رکعت تراویح کے اسی طرح قائل ہیں جیسے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارک اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ لوگ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے ہیں۔

تابعینؒ سے بیس۲۰ تراویح کا ثبوت

(۹) عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعات رواه البیهقی واسناده حسن (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

ابی الخصیب کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ جلیل القدر (متوفی ۸۱ھ) ماہ رمضان میں ہمارے امام بنا کرتے تھے اور ہم کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۱۰) عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة

نافع بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ

يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة رواه ابو بكر بن ابي شيبة واسناده صحيح (آثار السنن ج ٢ ص ٥٦)

(تابعی) ہم کو رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(١١) عن سعيد بن عبيد ان علي بن ربيعة كان يصلي في رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث اخرجه ابو بكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده صحيح (آثار السنن ج ٢ ص ٥٥)

سعید کہتے ہیں کہ علی بن ربیعہ (تابعی) رمضان مبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(١٢) واما القائلون به من التابعين فشتير بن شكل وابن مليكة والحارث الهمداني وعطاء بن رباح وابو البختري وسعيد بن ابي الحسن البصري اخو الحسن وعبد الرحمن بن ابي بكر وعمران العبدي وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي كعب من غير خلاف من الصحابة۔ (عینی شرح)

جو تابعینؒ بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
شتیر بن شکل۔ ابن ابی ملیکہ۔ حارث ہمدانی، عطا بن ابی رباح، ابو البختری۔ حضرت حسن بصری کے بھائی سعید بن ابی الحسن۔
عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔ عمران عبدی

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ بیسؒ رکعت تراویح کے متعلق فرماتے ہیں یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہی حضرت ابی بن کعبؓ سے صحیح ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی اس کے خلاف کوئی نہیں۔

بعض سلف کا بیس٢٠ رکعت سے زائد تراویح پڑھنا

غیر مقلدین کے مایۂ ناز صاحب تصنیف مولوی عبد اللہ صاحب روپڑی اپنے رسالہ "اہلحدیث کے امتیازی مسائل" کے ص ٦٦ میں لکھتے ہیں۔ بلکہ خیر قرون میں بیس٢٠ سے بھی زیادہ پڑھی گئی ہیں۔ زرارہ بن اوفیؒ چوبیس پڑھا کرتے تھے اور عمران بن عبدیؒ پہلے بیس٢٠ اور آخری عشرہ میں چوبیس٢٤ پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ بھی چوبیس٢٤ اور آخری عشرہ میں اٹھائیس پڑھتے تھے اور عمر بن عبد العزیزؒ اور ابان

بن عثمان کے زمانہ میں چھتیس٣٦ پڑھتے تھے۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں۔ معاذ ابو حلیمہ قاری اکتالیس پڑھتے تھے اور امام احمد بن حنبل سے امام اسحٰق نے تراویح کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ ان میں کئی قسمیں ہیں۔ قریب قریب چالیس کے کہا گیا ہے کوئی (حرج) نہیں نقل ہیں اور امام اسحٰق کہتے ہیں کہ میں چالیس٤٠ ہی پسند کرتا ہوں اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے لوگوں کو انتالیس ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک محبوب ترین بیس٢٠ ہی ہیں اور امام مالک چھتیس٣٦ کو پسند کرتے تھے ملاحظہ ہو قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص ٩١، ٩٢ غرض کسی پر کوئی اعتراض نہیں خواہ کوئی بیس پڑھے خواہ چوبیس پڑھے خواہ چھتیس پڑھے، خواہ اڑھتالیس پڑھے۔ (انتہی بلفظہ)

مذکورہ بالا ١٢ دلائل اور معمولات سلف صالحین سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اُمت مرحومہ میں بیس رکعت سے کم (آٹھ) وغیرہ تراویح پڑھنے کا عرف و تعامل نہ تھا، اسی لئے امام ترمذیؒ نے جہاں تعداد تراویح کے متعلق تفصیل مذاہب صحابہؓ و تابعینؒ وائمہ دین بیان فرمائی ہے وہاں باوجود التزام ذکر مذاہب آٹھ رکعت بلکہ بیس رکعت سے کم والا کوئی مذہب نقل نہیں کیا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا معروف و مروج نہ تھا۔ بلکہ یہ ہمارے زمانہ کے جدید مجتہدین کا ایجاد و احداث کردہ ہے۔

پس بیس رکعت تراویح پڑھنا مسنون ہوا اس لئے کہ یہ سُنّت خلفاء راشدین ہے اور سنت خلفاء راشدین دو وجہ سے سُنّت نبوی ہی ہے۔ (١) اوّل تو اس لئے کہ جملہ صحابہ کرامؓ عموماً خلفاء راشدینؓ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا آئینہ ہیں۔ خلفاء کی تقریر یا امر سے صحابہ کرامؓ کا بیس رکعت تراویح پر تعامل اس کے سُنّت نبوی پر مبنی ہونے کی طرف صراحۃً مشعر ہے۔

(٢) دوسرے اس لئے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی اتباع کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی لازم فرما دیا ہے تو گویا سُنّت خلفاء کا اتباع کرنا بعینہٖ قولِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وسترون من بعدي اختلافا شديدا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين (مشكوٰة ص ٥)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تم عنقریب میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے سو تم میری سُنّت اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سُنّت کو لازم پکڑ لو (یعنی اس پر عمل کرو)

آخر میں ائمہ اربعہ کا ذکر کرنا مزید اطمینان کا باعث سمجھتے ہیں۔

ائمہ اربعہؒ کا مذہب

ومن السنن صلوٰة التراويح في شهر رمضان عند ابي حنيفة والشافعي واحمد وهي عشرون ركعة بعشر

تسلیمات و فعلها فی الجماعۃ افضل وقال ابویوسف من قدر علی ان یصلی فی بیتہ کما یصلی مع الامام فالاحب ان یصلی فی بیتہ وقال مالک قیام رمضان فی البیت لمن قوی علیہ احب الیٰ وحکی عنہ ان التراویح ست وثلاثون رکعۃ (رحمۃ الامہ ص۶۲)

منجملہ مسنون نمازوں کے نماز تراویح ماہ رمضان میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک، تراویح دس سلام سے بیس رکعت ہیں اور ان کو جماعت میں پڑھنا (تنہا پڑھنے سے) افضل ہے اور امام ابویوسف نے فرمایا جو گھر میں پڑھنے پر ایسے ہی قدرت رکھتا ہے۔ جیسے (با جماعت) امام کے ساتھ پڑھنے پر اسے محبوب تر گھر میں پڑھنا ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے تراویح گھر میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔ اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ تراویح کی ۳۶ رکعتیں ہیں۔

نتیجہ آٹھ تراویح پڑھنا جیسے جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعین کے خلاف ہے ایسے ہی چاروں اماموں کے چاروں مذہبوں کے بھی خلاف ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اَلَا کُلُّ مَنْ لَّا یَقْتَدِی بِاَئِمَّۃٍ
فَقِسْمَتُہٗ ضِیْزٰی عَنِ الْحَقِّ خَارِجٌ لہ

(خبردار جو دین کے اماموں کی پیروی نہ کرے گا۔ اس کی قسمت کھوٹی اور وہ حق سے خارج ہوگا)

واللہ یہدی السبیل من یشاء

مسائل
صلوٰۃ تراویح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کا مہینہ ہے اس میں نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ بعض سستی کی وجہ سے پورے مہینہ میں تراویح نہیں پڑھتے۔ اور بعض پوری رکعتیں نہیں پڑھتے۔ اور بہت بڑے ثواب و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اس لئے تراویح کے متعلق چند مسائل اپنے حنفی بھائیوں کے فائدے کے لئے حدیث نبوی و تعامل خیر القرون اور فقہ حنفی کی روشنی میں مختصر طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے اور رمضان مبارک و تراویح کی برکات عطا فرمائے آمین۔

فضیلت روزہ و تراویح

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالی فرض صیام رمضان علیکم و سننت لکم قیامہ فمن صامہ و قامہ ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔ اھ

(نسائی شریف، ج۱، ص۳۰۸)

ترجمہ :- نسائی شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے تراویح مسنون کردیں ۔ سو جس شخص نے ایمان وثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور تراویح پڑھیں وہ تمام گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا کہ جیسے ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہوا ۔

مسائلِ تراویح

۱ :- نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ۔ اس کا پڑھنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ضروری ہے ۔ (درمختار)

۲ :- نمازِ عشاء کے بعد تراویح کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے مگر تہائی رات کے بعد نصف رات سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور نصف رات کے بعد خلاف اولیٰ ہے ۔ (طحطاوی)

۳ :- اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نمازِ فرض ، ہوگئی ہو ، اور نماز تراویح ہو رہی ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نمازِ فرض اور سنت پڑھے ، پھر تراویح میں شریک ہو ۔ اور اس درمیان میں اگر تراویح کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے ۔ (درمختار)

۴ :- نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہوں ، مستحب ہے ۔ لیکن اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو کم بیٹھے اس بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح پڑھے ۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ ۔ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ ۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ ۔

۵ :- تراویح میں ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت ہے ۔ سستی یا کاہلی سے اس سنت کو ترک کرنا چاہئے ۔ (شامی)

۶ :- نماز تراویح میں کسی سورۃ کے شروع میں ایک مرتبہ بلند آواز سے امام کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لینا چاہئے ۔ اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورۃ کا جزء نہیں ۔

تراویح بیس۲۰ رکعت ہیں

اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب مشہورہ (حنفی ، شافعی ، حنبلی ، مالکی) میں تراویح بیس۲۰ رکعت سے کم سنت نہیں ۔

جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین رات تراویح باجماعت پڑھنا ثابت ہے مگر صحاح ستہ وغیرہ میں کسی صحیح روایت سے تعداد منقول نہیں کہ کتنی رکعت پڑھی گئی تھیں ۔ البتہ خلفاء راشدین رض و تابعین رح سے بیس رکعت تراویح پر عمل ثابت ہے ۔ جو بظاہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا آئینہ اور تفسیر ہیں ۔ نیز آپ کے ارشاد عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین کے ماتحت خلفاء راشدین رض کی سنت عملی وقولی بیس تراویح جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت قولی کہلانے کی مستحق ہیں ۔

خلفاءِ راشدین رض سے بیس تراویح کا ثبوت

عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم من زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر - رواه البيهقی فی المعرفة وصححه العلامة السبكی فی شرح المنهاج (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۹)۔

ترجمہ :- حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ہم (صحابہ رض وتابعین رح) بیس رکعت تراویح اور (تین) وتر پڑھا کرتے تھے

اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب المعرفت میں روایت کیا ہے اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے شرح منہاج میں اس کو صحیح کہا ہے ۔

۲ :- عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرءون بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیهم فی عہد عثمان بن عفان من شدۃ القیام رواہ البیہقی واسنادہ صحیح ۔ (آثار السنن، ج ۲، ص ۵۳)۔

ترجمہ :- حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں (صحابہ رض و تابعینؒ) ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مئین سورتوں کے ساتھ قرأت (لمبی) پڑھی جانے لگی تو لوگ تھکان کے باعث لکڑیوں پر سہارا لگا لیا کرتے تھے ۔ اس کو بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے ۔

۳ :- عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی لهم عشرین رکعۃ ۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ واسنادہ مرسل قوی ۔ (آثار السنن، ج ۲، ص ۵۵)

ترجمہ :- حضرت یحیی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر فرمایا کہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھایا کرو ۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ۔ اور اس کی سند مرسل قوی ہے ۔

۴ :- عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رض قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا ان یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی یوتر بهم ۔ رواہ البیهقی فی سننہ ۔ (اعلاء السنن، ج ۷، ص ۵۰)۔

ترجمہ :- حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رح روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ماہ رمضان میں قاریوں کو بلا کر ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرو ، اور نماز وتر خود پڑھایا کرتے تھے ۔ یہ روایت سنن بیہقی میں ہے ۔

۵ :- عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ واسنادہ مرسل قوی ۔ (آثار السنن ج ۲، ص ۵۵)۔

ترجمہ :- عبد العزیز بن رفیع رح فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ماہ رمضان کے اندر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے ۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے ۔

۶ :- عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ بالوتر ۔ رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ حسن (آثار السنن، ج ۲، ص ۵۵)

ترجمہ :- حضرت عطاء رح فرماتے ہیں کہ میں نے جمہور (صحابہ رض و تابعینؒ) کو وتر سمیت تیئیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بسندِ حسن ہے ۔

۷ :- عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ ۔ رواہ البیهقی واسنادہ حسن ۔ (آثار السنن، ج ۲، ص ۵۵)

ترجمہ :- حضرت ابی الخصیب رح فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں حضرت سوید بن غفلہ

(تابعی) رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امام ہوئے اور بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔
اس کو بیہقی نے سند حسن سے روایت کیا ہے ؎

بیس تراویح پر جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق ہے

۱ :- واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک والشافعی قال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ۔ھ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹)

ترجمہ :- جناب رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جمہور صحابہؓ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ بیس رکعت تراویح پر عامل تھے۔ یہی قول سفیان ثوری رحؒ، عبداللہ بن مبارک رحؒ، امام شافعی رحؒ کا بھی ہے۔ نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں سب کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ (یہ قول ترمذی ج ۱ : ص ۹۹ میں ہے)۔

۲ :- و ھذا کالاجماع ۔ (مغنی ابن قدامہ : ج ۲ : ص ۱۶۷)۔

ترجمہ :- بیس تراویح پر تعامل بمنزلہ اجماع کے ہے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک بیس۲۰ تراویح سنّت ہیں

والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوری و ابوحنیفۃ و الشافعی وقال مالک ستۃ و ثلاثون۔ اھ (مغنی ابن قدامہ ج ۲، ص ۱۶۷)

ترجمہ :- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیس رکعت تراویح مختار ہیں۔ اسی کے سفیان ثوری امام ابوحنیفہ امام شافعی رحمہم اللہ بھی قائل ہیں۔ امام مالکؒ ۳۶

رکعت کے قائل ہیں ؎

علامہ ابن قدامہ رحؒ نے امام مالک رحؒ کی طرف منسوب کردہ ۳۶ رکعت کی دلیل کا ضعف بیان کرتے ہوئے یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ اہل مکہ ہر دو ترویحہ کے درمیان بیت اللہ شریف کا طواف سات پھیرے کرلیا کرتے تھے۔ اس لئے اہل مدینہ نے ان کی برابری کی غرض سے ہر دو ترویحہ کے درمیان چار رکعت نفل گزارنے کی عادت اختیار کی۔ دراصل سنت تراویح ان میں بھی بیس رکعت معمول تھیں۔ اور اس پر موطا امام مالک رحؒ کی روایت قرینہ ہے۔

وروی مالک عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث و عشرین رکعۃ اھ (مغنی ابن قدامہ : ج ۲ : ص ۱۶۷)۔

ترجمہ :- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یزید بن رومان رحؒ سے روایت کرتے ہیں کہ خلافت فاروقی میں رمضان المبارک کے اندر لوگ ۲۳ رکعت پڑھا کرتے تھے ؎

ثم لو ثبت ان اھل المدینۃ کلھم فعلوہ لکان ما فعلہ عمر واجمع علیہ الصحابۃ فی عصرہ اولی بالاتباع ۔ اھ (مغنی ابن قدامہ ، ج ۲ ، ص ۱۶۷)۔

ترجمہ !

اگر (بالفرض) یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ سب اہل مدینہ ۳۶ رکعت پر عامل تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیس تراویح پر عمل اور ان کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا بیس رکعت پر اجماع زیادہ قابل اتباع ہے ؎

عبارات بالا سے یہ امر واضح ہوگیا۔ کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے اور یہی راجح ہے۔ اس لئے کہ جمہور صحابہ رضؓ و تابعین رحؒ اور ائمہ مجتہدین رحؒ کا اسی پر عمل رہا ہے۔

خیر الوسیلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ توسل بالانبیاء والاولیاء جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک عموماً اور بزرگانِ دیوبند کے نزدیک خصوصاً جائز و مستحسن ہے۔ مگر بعض لوگ افراط کی راہ چل کر توسل کی طرح غیر مشروع استعانۃ لغیر اللہ کو جائز اعتقاد کرنے لگے ہیں۔ اور بعض غیر مشروع استعانۃ لغیر اللہ کی طرح توسل بالانبیاء والاولیاء کو بھی شرک و ناجائز کہنے لگے ہیں۔

اس لئے محض دینی خیر خواہی کی غرض سے قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں توسل و استعانت کے متعلق مختصر مضمون جمع کرکے راہِ اعتدال واضح کیا گیا ہے تاکہ منصف مزاج ناظرین سلفِ صالحین کی معتدل راہ اختیار کرکے افراط و تفریط سے بچیں۔ اور بزرگوں سے صحیح ادب و احترام کا تعلق قائم رکھیں۔

اللّٰھمّ وفّقنا لما تحب وترضیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں؟

۱۔ توسل بالانبیاء والاولیاء کی حقیقت کیا ہے؟

۲۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام اور صلحاء کرام کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا کیسا ہے۔ خواہ وہ اس عالم دُنیا میں زندہ ہوں یا وصال فرما چکے ہوں۔ خواہ اُن کی ذوات سے توسل کیا جائے یا اُن کے اعمال سے۔ ایسا توسل جائز ہے۔ یا حرام، یا شرک، نیز اکابر علماء دار العلوم دیوبند کا مسلک توسل کے متعلق کیا ہے؟

سوال اوّل کا جواب

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق

توسّل کی حقیقت:۔ مجدد الملّت حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی چشتی حنفی قدس سرہ العزیز۔ جائز توسّل کی حقیقت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

(الف) کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے، اللہ کے نزدیک۔ اس جاہ کی قدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے۔ اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے۔ اس کی برکت سے

مجھ کو فلاں چیز عطا فرما۔ کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے۔ اسی طرح اعمالِ صالحہ کا توسّل آیا ہے حدیث میں۔ اس کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اور ہم نے وہ عمل کیا ہے۔ اے اللہ ببرکت اس عمل کے ہم پر رحمت ہو۔۔۔! (انفاس عیسیٰ صـ۱۹)

(ب) اور حاصل توسّل فی الدعا کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا موردِ رحمت ہے۔ اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس ہم پر بھی رحمت فرما۔ اھ (نشر الطیب صـ۲۴۸)

(ج) توسّل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدۂ محبت ہے۔ المرء مع من احب ۔۔۔ پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ پس توسّل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کرکے اس محبت پر رحمت وثواب مانگتا ہے اور محبتِ اولیاء کا موجبِ رحمت وثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ اھ (انفاس عیسیٰ صـ۱۴۱)

سوال دوئم کا جواب

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اولیاء اللہ عظام اور صلحاء کرام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن وافضل ہے۔ قرآن واحادیث کے اشارات و تصریحات سے اس قسم کا توسّل بلاشبہ ثابت ہے۔

قرآن مجید سے توسّل کا ثبوت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ (پ۱ سورۂ بقرہ)	اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔

يَسْتَفْتِحُوْنَ کا مصدر استفتاح ہے۔ اس کے ایک معنیٰ ہیں مدد طلب کرنا۔

۱۔ علامہ شوکانیؒ تفسیر فتح القدیر صـ۹۵ جلد ۱ میں لکھتے ہیں :۔ والاستفتاح الاستنصار الخ

۲۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :۔ نزلت فی بنی قریظۃ والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ قالہ ابن عباس وقتادۃ الخ (تفسیر روح المعانی صـ۳۲۰ ج ۱)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل کتاب میں سے بنی قریظہ اور بنی نضیر اپنے فریق مقابل اوس وخزرج پر فتح طلب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے :۔

اللّٰھم انا نسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثہ فی اٰخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون الخ (حوالۂ بالا)

یعنی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس آخر الزمان نبی کے طفیل جس کی بعثت کا تُو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ کہ ہمارے دُشمن پر آج ہمیں مدد عطا فرما۔ وہ مدد دیئے جاتے (یعنی ان کی یہ دعا قبول ہوتی اور وہ غالب آجاتے)

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ یہودِ مدینہ اور یہودِ خیبر کی جب عرب کے بُت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دُعا مانگتے :۔

اللّٰھمّ ربنا انا نسئالک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان و بکتابک الذی تنزل علیه آخر ما تنزل ان تنصرنا علی اعدائنا۔ اخرجه ابو نعیم والحاکم والبیھقی وغیرھم عن ابن عباس وابن مسعود وغیرھم بالفاظ مختلفة۔

(در منثور)

اے اللہ۔ ہم تجھ سے اس احمد مصطفیٰ نبی اُمّی کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جس کے ظاہر کرنے کا تُو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کتاب کے واسطہ و برکت سے سوال کرتے ہیں جس کو تُو سب سے آخر میں نازل کرے گا یہ کہ ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح اور نصرت عطا فرما۔ یہ روایت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے۔

۴۔ اوستاذ الاساتذہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی قدس سرہ العزیز اِس آیت کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں :۔

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے

تو خدا سے دُعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ الخ

دیکھیئے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اِس عالمِ دُنیا میں تشریف فرما نہ ہوئے تھے۔ اس وقت بھی اہلِ کتاب آپ کے وسیلہ سے دُعا کرکے فتحیاب ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اِس واقعہ کو بیان کرکے قرآن مجید میں اِس قسم کے توسل کی کہیں تردید نہیں فرمائی۔ پھر اس کے جواز میں شبہ کی گنجائش کیا ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں۔

حدیث شریف سے توسّل کا ثبوت

۱۔ عن عثمان بن حنیفؓ ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ادع اللّٰہ لی ان یعافینی (الی قوله) اللّٰھم انی اسئلک واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة الخ قال ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح

ترجمہ اور فوائد نشر الطیب مصنفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔

سننِ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ میں عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دُعا کیجیئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تُو چاہے اُس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تُو چاہے تو دُعا کر دوں۔ اُس نے عرض کیا کہ دُعا ہی کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضوء کرے۔ اور اچھی طرح وضوء کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دُعا کرے۔ اے اللہ! میں

آپ سے درخواست کرتا ہوں، اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بوسیلۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی رحمت کے۔ اے محمدؐ میں آپ کے وسیلے سے اپنی اِس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں، تاکہ وہ پوری ہوئے اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

(ف) اس سے توسّل صراحتہً ثابت ہوا۔ اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دُعا، فرمانا کہیں منقول نہیں۔ اِس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دُعا، کا جائز ہے۔ اسی طرح توسّل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

(نشر الطیب صہ ۲۴۸)

انجاح الحاجۃ (حاشیہ ابن ماجہ) میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے۔ اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ اور بیہقی نے تصحیح کی ہے۔ اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا۔ اور بینا ہو گیا۔ (حوالہ بالا)

۲۔ (دوسری روایت) انجاح الحاجۃ میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا ہے کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سابق الذکر سے روایت کیا ہے کہ۔ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اُس کی طرف التفات نہ فرماتے۔ اُس نے عثمان بن حنیفؓ سے کہا۔ انہوں نے فرمایا۔ تُو وضوء کر کے مسجد میں جا۔ اور وہی دعاؑ اوپر والی سکھلا کر کہا۔ کہ یہ پڑھ۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا۔

(ف) اس سے توسّل ذات سے بعد الوفات بھی ثابت ہوا (نشر الطیب صہ ۲۴۸)

۳۔ عن امیۃ بن خالدؓ بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یستفتح بصعالیک المہاجرین۔ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ صہ ۴۳۹)

ترجمہ:۔ امیّہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعا، کیا کرتے تھے۔ بتوسل فقراء مہاجرین کے۔ روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں۔

(ف) عادۃً توسل اہل طریق میں۔ مقبولانِ الٰہی کے توسل سے دُعا، کرنا بکثرت شائع ہے۔ حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے، اور شجرہ پڑھنا جو اہلِ سلسلہ کے یہاں معمول ہے۔ اس کی بھی یہی حقیقت اور غرض ہے الخ (التکشف صہ ۴۴۶)

۴۔ عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون وتنصرون بضعفائکم۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ صہ ۴۳۹)

ترجمہ:۔

حضرت ابو الدرداءؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ مجھ کو (قیامت کے روز) غرباء میں ڈھونڈنا کیونکہ (غرباء کی ایسی فضیلت ہے کہ) تم کو رزق اور دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل سے میسّر ہوتا ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔ (التکشف صہ ۴۴۶)

(ف) ۳ اور ۴ والی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مقبولان الٰہی کی

ذوات سے بھی توسل جائز ہے۔

۵۔ عن مصعب بن سعد عن ابیه انّه ظن ان له فضلاً علی من دونه من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم. فقال النبی صلی الله علیه وسلم. انما نصر الله هذه الامة بضعفائها ودعوتهم واخلاصهم۔ رواه النسائی وهو عند البخاری بلفظ هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم. الح

ترجمہ :۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ دوسرے صحابہ پر مجھے فضیلت ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امّت کی مدد فرماتا ہے اس کے کمزور بندوں اور ان کی دعاؤں واخلاص کے طفیل۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔ اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ تم کو نصرت اور رزق دیا ہی جاتا ہے۔ کمزوروں کے طفیل۔

(ف) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ذات اور اعمال واخلاص کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے[1]۔

---

[1] اس لئے کہ ان ضعفاء کو حق تعالیٰ نے، جب کہ رزق کے لئے تکوینی طور پر وسیلۂ رزق بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریعی طور پر اس توسل کو قبول فرمایا۔ تو اگر امّت مرحومہ عملی طور پر اپنی دعاؤں میں ان وسائل کے توسل کو اختیار کرے تو آخر اس میں کیا قباحت اور کونسا محذور ہوگا۔ کذا قال بعض اکابرنا ادام اللہ برکاتہم ۱۲ منہ

امام شافعی رح سے توسل کا ثبوت

ابوبکر بن خطیب، علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ میں امام ابوحنیفہ رح کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعاء کرتا ہوں۔ اس دعاء کے بعد جلد میری مراد پوری ہوجاتی ہے۔

(تاریخ خطیب ج ۱ ص ۱۲۳)

علامہ شامی رح حنفی نے بھی امام شافعی رح کا یہ قول رد المحتار ص ۳۹ ج ۱ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی رح، حافظ ابن حجر رح، علامہ شوکانی رح سے توسل کا ثبوت

ویستفاد من قصّة العباس رضی الله تعالیٰ عنه استحباب الاستشفاع باهل الخیر والصلاح واهل بیت النبوة۔

(عمدة القاری ص ۴۳۷ ج ۳، فتح الباری ص ۳۹۹ ج ۲، نیل الاوطار ص ۷ ج ۴)

یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قصّہ سے بزرگوں اور اہل بیت (کی ذوات) سے توسل کا استحباب مستفاد ہوتا ہے۔

قاضی عیاض رح سے توسل کا ثبوت

بل استقبله واستشفع به ای اطلب شفاعته وسل وسیلته فی قضاء مراداتك وادائها حاجاتك الخ (شرح شفاء ص ۱۷ ج ۲)

یعنی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر) اپنی حاجتوں

اور مُرادوں کے پُورا ہونے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور وسیلہ طلب کرے۔

ملا علی قاریؒ سے توسّل کا ثبوت

قال ابن الملك بان يقول اللهم انصرنا على الاعداء بحق عبادك الفقراء المهاجرين اھ (مرقات شرح مشکوٰۃ صہ ۱۶ ج ۵)

یعنی۔ ابن الملک کہتے ہیں۔ اس طرح دعا کرے۔ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما، اپنے بندوں، فقراء مہاجرین کے طفیل۔

علامہ سمہودیؒ و علامہ سبکیؒ سے توسّل کا ثبوت

قلت كيف لا يستشفع ولا يتوسل بمن له هذا المقام والجاه عند مولاه بل يجوز التوسل بسائر الصالحين كما قال السبكی ؒ (وفاء الوفاء ۴۱۹/۴۲۲ ج ۲)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عند اللہ جاہ و علوِّ مقام پر نظر کرتے ہوئے آپ کو شفیع بنانا اور آپ کو وسیلہ بنانا تو بھلا کیسے جائز نہ ہوگا۔ بلکہ (آپ تو آپ ہی ہیں) تمام صالحین کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اھ

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ سے توسّل کا ثبوت

دعا بہ ایں طور کہ الٰہی بحرمتہ نبی و ولی حاجت مرا روا کن جائز است اھ (مائۃ مسائل صہ ۲۱)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے توسّل کا ثبوت

الجواب:۔ چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے، تو مختصر لکھنا ضرور ہوا۔ استعانۃ (توسّل) کے تین معنیٰ ہیں:۔

ایک (۱) یہ کہ حق تعالیٰ سے دُعاء کرے کہ بحرمتہ فلاں میرا کام کردے یہ باتفاق جائز ہے۔ خواہ عند القبر ہو، خواہ دُوسری جگہ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ اھ

دُوسرے (۲) یہ کہ صاحب قبر سے کہے (خدا کا نام چھوڑ کر) تم میرا کام کردو، یہ شرک ہے۔ خواہ قبر کے پاس کہے، خواہ دُور کہے۔ اھ

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس آکر کہے کہ اے فلاں، تم میرے واسطے دعاء کرو کہ حق تعالےٰ میرا کام کردیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوّز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں۔ اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السّلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی واسطے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اھ (فتاویٰ رشیدیہ صہ ۹۲ ج ۱)

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے توسّل کا ثبوت

والتفصيل فی المسئلة التوسل بالمخلوق له تفاسير ثلاثة، الاول دعائه واستغاثته كديدن المشركين وهو حرام اجماعاً اھ

والثانی طلب الدعاء منه وهذا جائز فيمن يمكن طلب الدعاء منه ولم يثبت فی الميت بدليل فيختص هذا المعنٰى بالحی رح

توسل بالمخلوق میں تفصیل یہ ہے، کہ اس کی تین تفسیریں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ خود مخلوق سے مانگنا اور مدد طلب کرنا (اس کو فاعل مستقل اعتقاد کرکے) جیسے مشرکین کی عادت تھی، یہ اجماعاً حرام ہے دُوسری یہ ہے کہ کسی مخلوق سے دُعاء کرانا۔ یہ توسل اس مخلوق سے درست ہے، جس سے دعا کرائی جا سکتی ہے۔ میّت

والثالث دعاء الله ببركة هذا المخلوق المقبول وهذا قد جوزه الجمهور اھ (بوادر النوادر ص ۸۳۵ ج ۲)

کے بارے میں کسی دلیل سے اس کا ثبوت نہیں۔ پس یہ زندہ کے ساتھ ہی مخصوص ہوگا۔ تیسری یہ ہے کہ کسی مقبول مخلوق کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا۔ اسے جمہور نے جائز فرمایا ہے۔

اکابر علماء دیوبند کے متفقہ فتویٰ سے توسّل کا ثبوت

السوال الثالث والرابع

۱ ھل للرجل ان یتوسل فی دعواته بالنبی صلے اللہ علیه وسلم بعد الوفات ام لا۔

۲ ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشھداء واولیاء رب العالمین ام لا۔

تیسرا اور چوتھا سوال

۱ کیا وفات کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں۔

۲ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و اولیاء اللہ کا توسّل بھی جائز ہے یا ناجائز!

الجواب

عندنا و عند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشھداء

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحا اور اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان

والصدیقین فی حیوتھم وبعد وفاتھم. بان یقول فی دعائه اللھم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك کما صرح به شیخنا ومولانا الشاہ محمد اسحٰق الدھلوی ثم المھاجر المکی ثم بینه فی فتاواہ شیخنا ومولانا رشید احمد الگنگوھی رحمة اللہ علیھما. وفی ھذا الزمان شائعة مستفیضة بایدی الناس وھذہ المسئلة مذکورة علی صفحة (۹۳) من الجلد الاول منھا فلیراجع الیھا من شاء۔ (المھند علی المفند ص ۱۲-۱۳)

کی حیات میں بھی اور بعد وفات کے بھی بایں طور کہ کہے ۔۔۔ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاوے میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آجکل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ (۹۳) پر مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے، دیکھ لے۔

یہ فتوے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم المہاجر المدنی رحمتہ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس کی تصدیق میں اکابر علماء دیوبند مثل حضرت مولانا محمود حسن صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی. حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری حکیم الامت حضرت مولانا

محمد اشرف علی صاحب تھانوی۔ حضرت مولانا حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ) کے (۲۳) دستخط ثبت ہیں۔ نیز علماء مکہ معظمہ۔ علماء مدینہ طیبہ۔ علماء جامع ازہر مصر۔ علماء دمشق و شام کے (۲۷) تصدیقی دستخط ہیں)۔

الغرض جواز توسّل کا مسئلہ تمام علماء دیوبند کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ کسی ایک کا بھی اس میں خلاف نہیں۔

تنبیہ

مذکورہ بالا تحریرات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ہمارے مغربی پاکستان میں منتسبین دیوبند میں سے جو اہل علم توسل بالاموات یا توسل بالذوات کا مطلقاً انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو حرام یا شرک کہتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز دیوبندی المسلک نہیں۔ بلکہ اس کو بدنام کرنے والے ہیں۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

شبہ

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ وفات کے بعد کسی بزرگ کی ذات سے توسل جائز نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل

کیا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔

عن انس ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقوا۔ رواہ البخاری (مشکوۃ المصابیح ص۱۳۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعاء کرتے اور کہتے، کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبرؐ کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے۔ اور اب اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجیے سو بارش ہو جاتی تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اھ

جواب اوّل

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات ہی سے توسّل کیا ہے۔ اُن کی دعاء یا کسی عمل صالح سے توسّل نہیں کیا۔ اگر کسی صحیح روایت سے حضرت عباسؓ کا دُعاء کرنا بھی ثابت ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے، گو توسّل ان کی ذات سے کیا تھا۔ مگر انہوں نے تبرعاً دُعا بھی فرما دی۔ اس سے توسّل بالذات ثابت ہُوا۔ علامہ عینیؒ اور حافظ ابنِ حجرؒ اور علامہ شوکانیؒ کا قول سابق بھی اسی کا مؤید ہے۔

رہا یہ شُبہ کہ حضرت عمرؓ نے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے حضرت عباسؓ سے کیوں توسّل کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بلاواسطہ آپ سے توسّل کیا جائے۔ دُوسرے یہ کہ آپ سے قرابتِ حسّیہ یا قرابتِ معنویہ رکھنے والے تعلق دار کے واسطہ سے توسّل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسّل جائز نکلا۔ جبکہ اس کو نبیؐ سے کوئی تعلق ہو۔ قرابتِ حسّیہ کا یا قرابتِ معنویہ کا۔ تو توسّل بالنبیؐ کی ایک صورت یہ بھی نکلی۔ اور اہلِ فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسّل کیا۔ نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسّل جائز نہ تھا۔ جبکہ دُوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے۔" اھ

(نشر الطیب صفحہ ۲۵۰)

جواب دوئم

ایک شُبہ یہ ہو سکتا تھا کہ شاید توسّل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ کے سوائے کسی اور شخص کے ساتھ توسّل جائز نہیں۔ اس شُبہ کے ازالہ کرنے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسّل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دُوسرے صلحاء سے بھی توسّل جائز ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"مثلِ حدیثِ بالا اس سے بھی توسّل کا جواز ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جوازِ توسّل ظاہر تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا۔ کہ غیر انبیاء سے بھی توسّل جائز ہے۔ تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے۔ بلا دلیل ہے۔ اوّل تو آپ بنصِ حدیث قبر میں زندہ ہیں دُوسرے جو علت جواز کی ہے، جب وہ مشترک ہے، تو حکم کیوں مشترک نہ ہو گا؟" اھ

(التکشف صفحہ ۴۲۶)

توسّل مذکور کو استعانت پر قیاس کرکے مطلقاً ناجائز کہہ دینا، یا استعانت (غیر اللہ سے مدد مانگنے) کو توسّل پر قیاس کرکے مطلقاً جائز کہہ دینا صحیح نہیں۔ اِس لئے کہ توسّل مذکور تو مطلقاً جائز بلکہ مستحسن ہے اور استعانت کی کئی صُورتیں ہیں۔ اور ہر صُورت کا حکم جدا جدا ہے۔

استعانت کی پہلی اور دُوسری صُورت کُفر و شرک ہے

(الف) کسی غیر اللہ کو فاعل مستقل اور قادر بالذات سمجھ کر مدد چاہنا۔

(ب) کسی کو قادر بعطاء الٰہی مان کر مستقل بالعرض سمجھ کر مدد چاہنا ـــــ یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ خدا تعالیٰ نے اس مخلوق کو ایسی قدرت اور اختیار دیا ہے کہ جو امور طاقتِ بشریہ سے باہر ہیں۔ ان میں جس طرح چاہے تصرّف کرے۔ اور جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ وہ بعد عطاء الٰہی کے ان امور میں مستقل اور مختار ہے۔ حق تعالٰے کے علم و ارادہ کو اب اس میں کچھ دخل نہیں۔

یہ دو صورتیں کفر اور شرک ہیں، مُشرکینِ عرب بھی ملائکہ اور بُتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے،

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔

یعنی ـــــ ہم تو ان کی پرستش صرف اِس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کا مقرّب بنا دیں۔

استعانت کی تیسری اور چوتھی صُورت حرام ہے

(الف) عقیدہ میں اس غیر کو نہ مستقل بالذات سمجھے اور نہ مستقل بالعرض لیکن معاملہ اس کے ساتھ مستقل بالذات کا سا کرے۔ مثلاً اس کو، یا اس کی قبر کو سجدہ کرے۔ یا اس کے نام کی نذر مانے۔

(ب) استعانت بالغیر میں اس غیر کے مستقل سمجھنے کا ایہام ہوتا ہو۔ جیسے روحانیات سے مدد مانگنا ـــــ اگرچہ یہ شخص مستقل نہ سمجھتا ہو۔ لیکن مُشرکین چونکہ ارواح کو فاعل مستقل سمجھ کر مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے ان کے شعار کا اظہار اور اُس کی تائید ہوگی۔

یہ دو صُورتیں حرام ہیں۔ بلکہ چوتھی صُورت کے کُفر ہونے کا قوی شُبہ ہے۔

استعانت کی پانچویں صُورت مباح و جائز ہے

جو امور طاقتِ بشریہ کے تحت ہی داخل ہوں اور کارخانۂ عالم کے اسباب کے ساتھ مربوط و متعلق ہوں۔ اور کسی شخص کو ان کے فاعل مستقل

ہونے کا توہم بھی نہ ہوتا ہو۔ خواہ وہ امورِ عادیہ سے ہوں۔ جیسے روٹی کی امداد سے بھوک رفع کرنا اور پانی کی امداد سے پیاس رفع کرنا اور دواء سے مرض کا علاج کرنا وغیرہ ——— اور خواہ وہ امورِ شرعیہ سے ہوں، جیسے دُعاء اور رقیہ و تعویذ اور صبر و نماز وغیرہ ——— یہ صورت استعانت کی جائز و مباح ہے۔

استعانت کے متعلق مزید تفصیل تفسیر عزیزی میں مطالعہ فرمائی جائے

هذا ما عندی والعلم عند الله الغنی

تراب اقدام الاولیاء والصلحاء

خیر محمد الجالندھری غفر اللہ لہ ولوالدیہ

یوم الجمعہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

مسئلہ توسل کی صحیح حیثیت

اس زمان طوفان بے تمیزی میں مُدت سے سُنا جا رہا ہے کہ ایک فریق توسل اولیاء کے بہانہ سے غیر خدا سے ہر قسم کی امداد اور استغاثہ والتجا کا معتقد ہو رہا ہے تو دوسرا فریق ہر قسم کے توسل انبیاء و اولیاء کو شرک کہہ کر بے شمار صلحاء اُمّت کی شان میں گستاخانہ پیش آرہا ہے۔ غرض افراط و تفریط کی گرم بازاری کی وجہ سے دونوں فریق حقیقت مسئلہ سے بالکل بے خبر ہیں۔

گہے افراط گاہ تفریط کردند ؛ میان نیک و بد تخلیط کردند،

آج بعد اشتیاق سیدی سندی قطب الارشاد والتکوین مجدد الملۃ محی السنۃ حضرت مولانا حکیم الامت صاحب تھانوی متع اللہ المسلمین لطول بقائم وافاض علینا سجال فیوضہم و برکاتہم کا ایک مختصر رسالہ اس مسئلہ کی تحقیق میں نظر سے گذرا جسے دیکھ کر بے ساختہ دل و زبان سے نکلتا ہے۔

اے لقاءِ تو جواب ہر سوال ؛ مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

ترجمانِ ہرچہ ما را در دل است ؛ دستگیر ہر کہ پایش در گل است

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ ؛ ان تغب جار القضا ضاق الفضاء

انت مولی القوم من لا یشتہی ؛ قد ردی کلا لئن لم تنتہ

اصل عبارت رسالہ کی عربی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ مع تمہید از حضرت مولانا مد فیوضہم نقل کر کے عامۃ المسلمین کی خدمت میں پہنچا کر ہدیۂ اجر و ذخر کا مستحق بنوں۔

تمہید بعد التسمیہ والحمد والصلوٰۃ۔ یہ ایک حدیث ہے رسالہ شریف کی جس میں دو معرکۃ الآرا مسئلوں کی ایک بدیع تحقیق ہے جو غالباً تلاش سے ملتی ہے نہ عامہ افکار کو وہاں تک رسائی ہوتی ہے ایک مسئلہ

توسل جو موضوع رسالہ تشرف میں داخل ہونے کے سبب قصداً وارد کیا گیا، دوسرا معیار فرق شرک اکبر و اصغر کا جو ضمناً مذکور ہوا ہے۔ ضروری اور کثیر النفع اور اہل علم کے معنی بہ ہونے کے سبب اس کو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں بنا دیا گیا کہ انتفاع میں سہولت ہو۔ اور استقلال کی بنا پر اس کا ایک لقب بھی رکھ دیا گیا۔ جو عنوان میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور شبہات کے لئے دافع فرمائے۔ (کتبہ اشرف علی۔ آغاز محرم ۱۳۴۶ھ)

دلیل ثبوت توسل

حدیث مصعب بن سعد عن ابیہ انہ ظن ان لہ فضلا علیٰ من دونہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما نصر اللہ ھذہ الامۃ بضعفائھا و دعوتھم و اخلاصھم رواہ النسائی وھو عند البخاری بلفظ ھل تُنصَرُونَ وَتُرزَقُونَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ۔

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد کی حدیث وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ ان کو یہ خیال ہو گیا کہ مجھ کو دوسرے صحابہؓ پر (بوجہ ریاست کے) کچھ فوقیت ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نصرت اس اُمّت کے ساتھ ہے وہ بدولت اس کے عاجزوں کے اور ان کی دعا و اخلاص ہی کے ہے (تو روسا ان کے محتاج ہوئے نہ کہ برعکس) روایت کیا اس کو نسائی نے اور یہ حدیث بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے تمہاری جو نصرت کی جاتی ہے اور تم کو جو رزق ملتا ہے۔ یہ صرف تمہارے عاجزوں کی بدولت ہے۔

فائدہ: یہ حدیث دوامر پر دال ہے ایک تو عاجزوں کی فضیلت پر اسی وجہ سے تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ عاجزوں کو روسا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسرا امر مقبولین سے توسل کا ثبوت ان کی ذات سے بھی اور ان کے اعمال ظاہرہ و باطنہ کے ساتھ بھی۔ چنانچہ اس مجموعہ پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں بضعفائھا ودعوتھم واخلاصھم (کہ بدولت اس کے عاجزوں کے اور ان کی دعا و اخلاص کے) لفظ عاجز ذات پر دال ہے اور دعوت عمل ظاہر پر اور اخلاص عمل باطن پر۔

تفصیل مسئلہ توسل

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق کی تین تفسیریں ہیں:۔

پہلی تفسیر یہ ہے کہ مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا جیسا مشرکین کا طریقہ ہے یہ بالاجماع حرام ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ شرک جلی بھی ہے یا نہیں۔

معیارِ شرک جلی و غیر جلی

سو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس مخلوق کے مؤثر مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو یہ اعتقاد شرک ہے جیسا کہ کسی مخلوق کے لئے نماز روزہ ایسی عبادت

ادا جو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ عملاً و معاملۃً شرک کفری ہے نہ کہ سجدہ تحیت گو معصیت ہے باستثناء اس فعل کے جو شعار کفر ہو۔ جیسے سجدۂ صنم اور شد زنار اور اگر یہ شخص اس مخلوق کے مؤثر مستقل ہونے کا معتقد نہیں تو یہ شرک کفری نہیں بلکہ صرف معصیت ہے۔

حاصل معیار فرق

حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار کا فرق یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع و ضرر کی اس طرح سے عطا فرمائی ہے کہ اس کا اپنے معتقد کو نفع و مخالف کو ضرر پہنچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں گو اگر روکنا چاہے تو پھر قدرت حق ہی غالب ہے جیسے سلاطین اپنے نائبین و حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ ان کا اجرا اس وقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا۔ سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور شرک کفری ہے اور مشرکین عرب کا اپنے الٰہ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا۔ اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوق کو قرب و قبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کے لیے سفارش کرتے ہیں۔ پھر اس سفارش کے بعد میں تخلف کبھی نہیں ہوتا۔ اور سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بواسطہ معاملہ مثل عبادت کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ اعتقاد تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلاف دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اس کو شرک کہہ دیا جاتا ہے۔

دوسری تفسیر: یہ ہے کہ مخلوق سے دعا کی درخواست کرنا۔ یعنی یوں کہنا کہ آپ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ یہ ایسے شخص کے حق میں جائز ہے جس سے دعا کی درخواست ممکن ہے اور یہ امکان میت کے حق میں کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ پس یہ معنی توسل کے زندہ کے ساتھ خاص ہوں گے۔

تیسری تفسیر: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اس مقبول مخلوق کی برکت سے اس کو جمہور نے جائز کہا ہے۔ ابن تیمیہؒ اور ان کے اتباع نے منع کیا ہے اس خیال سے کہ کسی نے علماء میں سے اس کو ذکر نہیں کیا۔ کہ توسل یا استسقاء کسی نبی یا صالح کے وسیلہ سے ان کی وفات یا غیر حاضری کی حالت میں مشروع ہے جیسا کہ ان کے رسالہ زیارۃ القبور میں یہ تقریر مذکور ہے اور علامہ ابن تیمیہؒ سے بہت تعجب ہے کہ خود انہوں نے اپنے رسالہ مذکورہ میں مجوزین کا قول اور ان کی دلیل بھی اس عبارت سے ذکر کی ہے۔ کہ وہ مجوز لوگ کہتے ہیں کہ توسل میں نہ مخلوق سے دعا ہے اور نہ ان سے التجا ہے لیکن اس میں صرف اس کی جاہ (مقبولیت) کے ذریعہ (حق تعالیٰ سے) سوال ہے۔

جیسا کہ ابنِ ماجہ میں آیا ہے کہ میں ان لوگوں کے حق سے سوال کرتا ہوں .... جو آپ سے سوال کرتے ہیں اور اپنے اس چلنے کی حق سے سوال کرتا ہوں (جو محض اخلاص کے ساتھ واقع ہوا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر (مقبولین کا) حق قرار دیا ہے۔ اپنے قول کے ختم تک اور دُور تک کہتے چلے گئے اور اس حق کے اثبات کے لئے آیات واحادیث بیان کی ہیں۔ غرض مجوزین کے دلائل خود ذکر کئے ہیں اور ان دلائل کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن باوجود جواب نہ دینے کے منع ہی پر جمع رہے۔

معنیٰ ثالث کی حقیقت

یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ یا فلاں عمل ہمارا یا فلاں بندہ کا عمل آپ کے نزدیک مقبول وپسند ہے اور ہم کو اس بندہ یا عمل سے تلبس اور تعلق ہے خواہ تو اس عمل میں ارتکاب کا اور خواہ اس بندہ یا اس کے عمل میں اس سے محبت رکھنے کا۔ اور آپ نے ایسے شخص پر رحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے جس کو یہ تلبس وتعلق ہو۔ پس ہم اس رحمت موعودہ کا آپ سے سوال کرتے ہیں یہ حقیقت ہے اس توسل کی جس کے جواز پر حدیث مذکور بصراحت دال ہے۔

پس کاش مجھ کو کوئی یہ بتلاوے کہ اس معنیٰ میں کونسی خرابی نقلی یا عقلی ہے۔ البتہ اگر عوام کی دینی مصلحت کے لئے اس سے منع کیا جاوے تو اور بات ہے۔ لیکن کلام مسئلہ کی تحقیق میں ہے۔ سو اس میں حق ہمارے ساتھ ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس اس تحریر کو غنیمت سمجھو جس سے حقیقتِ توسل اور حقیقت شرک کی مکشوف ہوگئی۔ جن میں بہت فضلاء وعقلا متحیر رہتے ہیں۔

خیرُ الجوابْ فی ایصالِ الثوابْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین کہ اخبار "المنیر" کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ مجریہ ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء کے صفحہ ۹ کالم نمبر ۳ میں بحوالہ الفقیہ مندرجہ ذیل حدیث سے جو فاتحہ علی الطعام اور سوئم مروج کے جواز پر استدلال پیش کیا گیا ہے ۔ یہ استدلال صحیح ہے یا غلط ؟ اور بقاعدۂ محدثین یہ حدیث معتبر ہے ، یا غیر معتبر ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا ۔! اخبار "المنیر" کی عبارت بصورت سوال وجواب بلفظہا یہ ہے :۔

سوال ۱ :۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا ثبوت حدیث وقرآن میں ہے یا نہیں ۔ اگر ہے توکس طرح ثبوت کریں ؟

سوال ۲ :۔ فاتحہ کی چیز کھانا جائز ہے یا ناجائز وحرام ؟

جواب ۱ :۔ کھانا یا شیرنی کو سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے ۔ یہ مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور خاصکر رسول اللہ صلعم نے ایسا کیا ہے ۔

جواب ۲ :۔ بزرگوں کے فاتحہ کی چیز کھانا جائز ودرست ہے اور مذکورہ بالا دونوں سوالوں کے جوابات کے لئے مندرجہ ذیل حدیث شریف کافی ووافی ہے

وفی فتاوی الاوزجندی لملا علی قاری الحنفی و کان یوم الثالث من وفات ابراھیم ابن محمد صلے اللہ

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ جو اکابر علمائے احناف میں ممتاز شخصیت کے رکھنے والے گذرے ہیں وہ اپنے فتاوئ اوزجندی میں مذکورہ حدیث

علیہ وسلم جاء ابوذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ یابستہ ولبن فیہ خبز من شعیر فوضعہا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الفاتحہ وسورۃ الاخلاص ثلاث مرات (الیٰ ان قال) رفع یدیہ للدعاء ومسح بوجھہ فامر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اباذر ان یقسمہا بین الناس و الضا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھبت ثواب ھذہ لابنی ابراھیم !

کو نقل فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے انتقال کا تیسرا روز تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پاس خشک خرما اور ایک پیالہ میں دودھ ، اور جَو کی روٹی لیکر آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا ۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ قُلْ ھُوَاللہ پڑھا ۔ اس کے بعد دونوں دست مبارک کو دعا کے لئے اٹھایا اور چہرہ مبارک پر پھیرا ۔ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس فاتحہ کی چیز کو لوگوں کے درمیان تقسیم کردیں ۔ اور آپ نے فاتحہ کے وقت میں یہ بھی فرمایا کہ اس کا ثواب میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا !

اس حدیث شریف سے چند باتیں ثابت ہوئیں :۔

(۱) خود حضورؐ کے فعل سے فاتحہ کا ثبوت ۔

۲۔ سامنے رکھ کر فاتحہ دینا۔

۳۔ سوم کے روز فاتحہ دینا اور ایصالِ ثواب کرنا۔

۴۔ قرآن شریف کی بعض سورۃ کا کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا۔

۵۔ سورۃ قرآن شریف پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنا۔

۶۔ دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا۔

۷۔ بخشنے کا طریقہ۔

۸۔ حاضرین کے درمیان فاتحہ کی چیز کو تقسیم کرنا۔ وغیر ذالک۔

اس حدیث کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی کتاب ہدیۃ الحرمین کے تیرھویں باب صفحہ ۶۸، ۶۹ میں لایا ہے۔ (الفقیہ)

المستفتی

(داروغہ) ولی احمد پنشنر (محلہ راستہ جالندھر)

اَلْجَوَابُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

اَمَّا بَعْد! بطور تمہید دو مقدمہ کے بعد پہلے اجمالی پر تفصیلی جواب عرض کیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ برادران اسلام کو ضد و تعصب سے بچا کر بلا خوف لومۃ لائم اتباعِ سنت کی عنایت فرما دے۔ آمین

پہلا مقدمہ عبادت مالی سے میت کو ایصال ثواب باتفاق ائمہ

مجتہدین درست ہے۔ احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن مجید سے بھی ایصال ثواب ہمارے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد بن حنبل رح کے نزدیک جائز و درست ہے۔

فَذَهَبَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَ اَحْمَدُ اِلٰی وُصُوْلِ ثَوَابِ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اِلَی الْمَیِّتِ! (عینی شرح بخاری ج۱ ص۸۷۵)	امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک میت کو تلاوتِ قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔

مگر کھانا سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآن کے ثواب کا علاً التزام کرنا اور ایصال ثواب کے لئے سوئم اور چہلم وغیرہ ایام کو مخصوص کر لینا۔ یہ رسم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس مقدس زمانہ میں اس کا نام ونشان نہ تھا اس لئے اس کو ترک کر کے بہتر یہ ہے کہ جب موقع ملا کرے تلاوتِ قرآن سے خود بخود اپنے اعزہ و اقارب یا بزرگانِ دین کی ارواح کو ایصالِ ثواب کر دیا جایا کرے۔ اور حسبِ توفیق ایصال ثواب کی نیت سے غرباء و مساکین کی امداد مالی بھی کر دی جایا کرے۔ کسی پر ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ معاملہ جہانتک اللہ تعالےٰ اور بندہ کے درمیان مخصوص رہے تو اعلیٰ درجہ اخلاص کی بدولت مزید ثواب کی توقع ہے۔

مجموعۃ الفتاوی جلد سوئم صفحہ ۶۸ میں علامہ عبدالحی لکھنوی رح ختم مروجہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود

ونہ درزمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ ۔!"

اور اسی صفحہ میں سوئم وغیرہ کی نسبت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا قول، شرح سفر السعادت سے نقل فرماتے ہیں :۔

" و شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی در شرح سفر السعادت میفرمائند وعادت نبود کہ برائے میت درغیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ برسر گور ونہ غیر آں وایں مجموعہ بدعت است و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوئم وارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام ۔ انتہیٰ ۔!"

دوسرا مقدمہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا !
(سورہ حجرات پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تم کو بات بتلادے تو خوب تحقیق کرلو ۔!

وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ! (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور اپنے میں سے دو عادلوں (دینداروں) کو گواہ بناؤ ۔!

شفیع المذنبین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ ۔!
(صحیح مسلم ص۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم مجھ پر جھوٹ مت بولو اسلئے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں داخل ہوگا ۔!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ۔!
(صحیح مسلم ص۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کا (بلا تحقیق) سنی سنائی بات بیان کردینا (یا شائع کردینا) اس کے جھوٹا ہونے کی کافی دلیل ہے،

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ !
(صحیح مسلم ص۱۱)

علم حدیث دین ہے لہذا غور کیا کرو کہ کس قسم کے لوگوں سے اپنا دین حاصل کیا کرتے ہو ۔!

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ

حضرت محمد بن سیرین تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ حدیث کی سند دریافت نہیں کیا کرتے تھے پھر جب (جھوٹ کا) فتنہ برپا ہوا تو حضرات صحابہ کرامؓ فرمانے لگے کہ راویوں کے نام بیان کرو، تاکہ غور کرکے دیکھا جائے، کہ راوی

فَلَا یُؤْخَذُ حَدِیْثُھُمْ - ! (صحیح مسلم ص۱۱)

اہل السنۃ والجماعۃ ہیں - یا بدعتی ؟ —— کیونکہ اہلسنت والجماعۃ راوی کی حدیث کو صحابہؓ کے نزدیک معتبر و قابلِ عمل سمجھا جاتا تھا اور بدعتی راوی کی حدیث کو غیر معتبر و واجب الترک —— :

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے امور ذیل مستفاد ہوئے :-

۱:- حدیث پر عمل کرنے سے قبل یہ جانچنا چاہیئے کہ اس کی سند کیا ہے اور اس کے راوی کیسے ہیں -

۲:- حدیث وہی معتبر ہے جس کی سند میں راوی عادل (دیندار) ہوں - جیسے شریعت میں شہادت وہی معتبر ہے جس کے شاہد میں دیانت و عدالت ہو - !

۳:- فاسق آدمی (بے دین) کی کوئی حدیث یا خبر قابلِ اعتبار نہیں تاوقتیکہ اس کی پوری پوری تحقیق نہ کر لی جائے -

۴:- بے تحقیق حدیث کو محض سُنے سُنائے بلا سند بیان کرتے پھرنا یا شائع کرنا ، یہ جھوٹے آدمی کی نشانی ہے -

۵:- بلا سند کسی جھوٹی حدیث کو حضور پُرنور (صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف نسبت کرنا سخت گناہِ کبیرہ ، دخولِ جہنم کا باعث ہے -

۶:- بدعتی آدمی کی حدیث قابلِ عمل و لائقِ اعتبار نہیں -

اجمالی جواب اس تمہید کے بعد اجمالاً جواب میں گذارش ہے کہ مستدل کی عبارت مندرجہ ذیل :-

"یہ مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور مذکورہ بالا دونوں سوالوں کے جوابات کے لئے مندرجہ حدیث شریف کافی و وافی ہے"

یہ ایک دعویٰ ہے کہ واقعہ مذکورہ حدیث شریف ہے - اور ظاہر ہے کہ کوئی دعویٰ قابلِ سماعت نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کی صحیح دلیل نہ بیان کی جاوے - لہذا ہم باادب درخواست کرتے ہیں - کہ

۱:- وہ کتب حدیث جن میں حدیثیں باسند بیان کی گئی ہیں - ان میں سے کس کتاب کے اندر یہ حدیث موجود ہے - بحوالہ صفحہ و سطر اور بقید مطبع پیش کی جاوے -

۲:- اور اس حدیث کی سند کیا ہے اس میں جتنے راوی ہوں سب کے نام ظاہر کئے جاویں اور اگر سب راویوں کے حالات کتب اسماء رجال سے درج کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی جاوے تو مزید احسان ہوگا -

۳:- اگر آپ کو سند نہ مل سکے تو کم از کم بحوالہ کتب معتبرہ یہی ثابت کر دیا جائے کہ کس مشہور محدث نے اس کو صحیح کہا ہے -

۴:- اگر ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہو تو آپ ہی انصاف کیجئے کہ ایسی جھوٹی حدیث کے شائع کرنے کا گناہ کس پر ہوگا اور اس پر عمل کرنے والے کس پاداش کے مستحق ہونے چاہئیں - !

تفصیلی جواب اس اجمال کی تفصیل کئی جوابات کی صورت میں عرض کی جا سکتی ہے :-

جواب ۱ :- فتاویٰ اوزجندی ملا علی قاری کی تصانیف میں کوئی

کتاب نہیں۔ یہ نسبت غلط ہے اگر ہے تو مطبوعہ پیش کیا جائے۔

جواب ۲:۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ میت کے گھر میں تین یوم تک دعوت کا کھانا تیار کرنے اور اس کے کھانے کو مکروہ و ممنوع قرار دیتے ہیں۔

دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مؤلفہ ملا علی قاریؒ میں ہے

وَاصْطِنَاعُ اَهْلِ الْمَيِّتِ لَهٗ لِاَجْلِ اِجْتِمَاعِ النَّاسِ عَلَيْهِ بِدْعَةٌ مَّكْرُوْهَةٌ بَلْ صَحَّ عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُنَّا نَعُدُّهٗ مِنَ النِّيَاحَةِ وَهُوَ ظَاهِرٌ فِي التَّحْرِيْمِ وَقَالَ الْغَزَالِيُّ وَيُكْرَهُ الْاَكْلُ مِنْهُ ۔ !	لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے اہلِ میت کا کھانا پکانا مکروہ ہے۔ بلکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح ثابت ہوا ہے کہ ہم ایسے کھانے کو نوحہ کے برابر شمار کیا کرتے تھے۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کھانا حرام ہے اور امام غزالیؒ اس کا کھانا مکروہ فرماتے ہیں۔!

اور ملا علی قاریؒ اپنی کتاب شرح نقایہ صفحہ ۱۸۰ میں لکھتے ہیں۔

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي ضِدِّهٖ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبِحَةٌ !	اہلِ میت کے گھر میں ضیافت کا کھانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ضیافت خوشی میں ہوتی ہے، غمی میں نہیں ہوتی اور یہ ضیافت بدعت سیئہ ہے۔

ملا علی قاری صاحبؒ کے مذکورہ بالا اقوال سے بھی معلوم ہوا کہ، بحوالہ اوزجندی بدعات کے جواز کی نسبت ملا علی قاری صاحبؒ کی طرف غلط ہے یا ان پر افتراء ہے۔

جواب ۳:۔ قطع نظر اوزجندی کے وجود و عدم کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جس واقعہ کی حدیث درج کی گئی ہے یہ موضوع (من گھڑت) ہے۔ کتب حدیث میں اسکا پتہ و نشان نہیں پایا جاتا۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ اپنی کتاب مجموعۃ الفتاوی ج۲ ص۹۷ میں لکھتے ہیں:۔

" نہ کتاب اوزجندی از تصانیف ملا علی قاری است نہ روایت مذکورہ صحیح ومعتبر ست بلکہ موضوع و باطل برآں اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے از ہمچو روایات یافتہ نمی شوند۔ "

اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی ہدیۃ الحرمین میں بھی یہ قصہ غلطی سے درج ہو گیا ہے۔ ممکن ہے کسی اشاعت کنندہ کے ملحقات سے ہو۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ مجموعۃ الفتاوی ج۲ ص۹۸ میں لکھتے ہیں:۔

"یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط۔ کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں۔!"

خلاصہ الغرض اخبار "المنیر" مذکور میں جو جواب درج کیا گیا ہے وہ غلط ہے اور جس حدیث کا دعویٰ کیا گیا ہے، وہ وضوع ہے۔ لہٰذا جو شخص اس غلط مضمون کا مؤید ہو، اس پر مندرجہ

ذیل امور کا جواب معقول اور مہذب طریقہ سے دینا واجب ہے۔

۱:۔ فتاویٰ اوزجندی مطبوعہ کا وجود دکھلایا جاوے۔

۲:۔ علامہ ملا علی قاری صاحبؒ کی تصنیفات کی فہرست میں بحوالہ معتبرہ فتاویٰ اوزجندی کو دکھلایا جائے۔

۳:۔ یہ حدیث باسند حدیث کی کس معتبر کتاب میں ہے بحوالہ صفحہ وسطر وبقید مطبع پیش کی جاوے۔

۴:۔ اس حدیث کی سند میں جتنے راوی ہوں پورے پورے ظاہر کیے جاویں

۵:۔ ہر ہر راوی کے حالات کتب معتبرہ اسماء رجال سے بحوالہ کتب بیان کیے جائیں۔

۶:۔ اگر سند نہ مل سکے تو کم از کم اس سند کے صحیح ہونے کی تصدیق کسی مشہور محدث یا حضرت امام ابوحنیفہ یا صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے دکھلادی جاوے۔

نگفتہ ندارد کسے باتو کار ؛ ولے چوں بگفتی دلیلش بیار

اگر معروضات مذکورہ کا صحیح جواب نہ ہو سکے تو جھوٹ، فریب، لالچ چھوڑ کر عملی اصلاح اختیار کر لینا اور اتباع سنت پر پابند ہو جانا دانائی اور سعادت مندی کی بات ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

کتبہ

بندہ خیر محمد حنفی چشتی مہتمم ومفتی مدرسہ عربی خیر المدارس

جالندھر شہر۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

خیر البراہین فی رد غیر المقلدین

مُقَدِّمَہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

اما بعد

کچھ حضرات اپنی کم فہمی کی وجہ سے تقلیدِ ائمہ کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ بدعت و شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز وہ سمجھتے ہیں کہ ہم براہِ راست احکام مستنبط کر سکتے ہیں ہمیں کسی امام وغیرہ کی رہنمائی کی کوئی حاجت نہیں۔ حالانکہ ان کا مبلغ علم اردو کی چند کتابوں کا ترجمہ ہوتا ہے۔ عربی عبارتوں کا صحیح مفہوم سمجھنا تو دور کی بات ہے وہ لوگ عربی عبارت کو صحیح پڑھ کر ترجمہ بھی نہیں کر سکتے۔ کسی ایسے ہی غیر مقلد کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے نماز خوب جھوم جھوم کر پڑھانا شروع کر دی۔ کسی مقتدی نے عرض کیا کہ حضرت یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی پہلے تو آپ ایسا نہ کرتے تھے ؟ فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو امامت کرائے وہ "ہلکے" نماز پڑھائے۔

اصل حدیث کے لفظ یہ تھے۔ مَنْ اَمَّ مِنْكُمْ فَلْيُخَفِّفْ صَلٰوتَهٗ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو امامت کرائے اسے چاہئے کہ ہلکے نماز پڑھائے یعنی مختصر نماز پڑھائے۔" آپ نے اردو ترجمہ میں "ہلکے" کو "ہلکے" پڑھا اور پھر اپنے ذہن میں ہلنے کا مطلب جھومنا سمجھا نتیجہ یہ ہوا کہ جھوم جھوم کر نماز پڑھانے کو حدیث کا مفہوم سمجھے۔

ایسے غیر مقلدین ایک اور بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو

قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں اور باقی لوگ گمراہ ہیں۔ حالانکہ خود ان کو علم و عمل سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ فرقۂ اہلحدیث کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب "الحطّۃ فی ذکر الصحاح الستۃ" ص ۶۷، میں لکھتے ہیں۔

فقد نبتت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعی لانفسها علم الحديث والقران والعمل بهما علی العلاّت فی کل شان مع انها ليست فی شئ من اهل العلم والعمل والعرفان اھ

یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند اور ریاکار ظہور پذیر ہوا ہے۔ جو باوجود ہر طرح کی خامی کے اپنے لئے قرآن و حدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے۔ حالانکہ اس کو علم و عمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

چونکہ ایسے لوگوں کو علومِ حدیث کا پورا علم نہیں ہوتا، ناسخ و منسوخ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ لہذا جب احادیث میں اختلاف دیکھتے ہیں اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تو شدید اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض تو احادیث ہی کا انکار کر دیتے ہیں، اور بعض اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں۔ ماضی قریب کے مشہور منکرِ حدیث عبداللہ چکڑالوی کے ساتھ بالکل یہی معاملہ پیش آیا۔ اہلحدیث کے بہت بڑے عالم مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم لکھتے ہیں۔

پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و

مذہب کے پابند نہیں رہتے۔ اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ اھ (سبیل الرشاد: ص ۱۶ و ۱۷)

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی غیر مقلدیت کی حقیقت سے مکمل آگہی بخشی تھی۔ آپ اپنے تجربے اور علم کی بنا پر اسے گمراہی کی پہلی سیڑھی قرار دیا کرتے تھے۔ واقعات اور تجربات شاہد ہیں کہ ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

آپ نے اس سلسلہ میں بہت سے مناظرے بھی کئے جنہیں غیر مقلدوں کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کے رد میں آپ کی تصنیفات نے قبولیت تامہ حاصل کی۔ جن میں خیر التنقید فی سیر التقلید۔ خیر المصابیح فی عدد التراویح۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں آپ نے مختلف غیر مقلدین کی کتب سے ان کا مذہب نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف واشاعت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسے پڑھنے والے میں احساس پیدا ہو اور وہ سوچے کہ غیر مقلدیت کی حقیقت کیا ہے؟ نیز یہ کہ سلف کو چھوڑ کر قرآن و حدیث کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو انسان راہ حق سے کتنا دور نکل جاتا ہے۔

یہ مختصر کتاب ان لوگوں کے لئے بھی جواب ہے جنہوں نے پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ پر جلسوں میں اور رسالوں میں یہ بیان دیئے تھے کہ ہم پاکستان کو حنفی سٹیٹ نہیں بننے دیں گے۔ حنفی کتابوں میں یہ لکھا ہے وہ لکھا ہے۔ کوئی شریعت میں یہ خرابیاں ہیں وہ خرابیاں ہیں

اور حنفی کتب کے مندرجات غلط رنگ میں پیش کرتے تھے، ان سے گزارش ہے کہ آپ بھی ان حوالہ جات کو بغور دیکھیں اور ازراہ انصاف فرمائیں کہ کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کے بارے میں سلف صالحین کے چند ارشادات نقل کر دیئے جائیں تاکہ اہمیت تقلید کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

۱: علامہ ابن حجر فتح المبین شرح الاربعین میں فرماتے ہیں۔

امافی زماننا فقال ائمتنا لایجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی ومالك وابی حنیفة واحمد بن حنبل.	ہمارے ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید درست نہیں۔

۲: شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاھب للمخالفة للائمة الاربعة .	اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذاہب پر عمل نہ کیا جائے۔

۳: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رح عقد الجید ص ۳۸ پر فرماتے ہیں۔

ولما اندرست المذاھب الحقه الا ھذه الاربعة کان اتباعھا	یعنی چونکہ بجز مذاہب اربعہ دیگر مذاہب معدوم ہو گئے ہیں۔ لہذا اب ان کی

اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم.

اتباع ہی سوادِ اعظم کی اتباع ہے اور ان سے نکلنا سوادِ اعظم سے نکلنا ہے۔

۴ : علامہ طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں۔

من كان خارجا عن هذه الاربعة فهو من اهل البدعة والنار۔

جو ان مذاہب اربعہ سے خارج ہے وہ اہلِ بدعت و اہل نار سے ہے۔

۵ : ملاجیون رح تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں۔

والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة فضل الٰهی وقبولية من عند الله لا مجال فيه للتوجيهات والادلة۔

انصاف یہ ہے کہ چار اماموں میں مذاہب کا منحصر ہونا محض فضل الٰہی اور قبولیت کی علامت ہے توجیہات اور ادلّہ کو اس میں دخل نہیں۔

۶ : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح اپنی کتاب " انصاف " کے صفحہ ۶۳ میں فرماتے ہیں۔

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سرٌّ الهمه الله تعالى العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون او لا يشعرون۔

خلاصہ یہ کہ مجتہدین کے مذاہب پر پابند ہونا ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا اور ان کو اس پر جمع فرمایا خواہ وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

۷ : مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم غیث الغمام ص ۵ پر فرماتے ہیں۔

وفيه اشارة الى ان انحصار المسالك فی المذاهب الاربعة المشهورة فی الازمنة المتأخرة امرٌ الٰهيٌّ وفضل ربانی لا يحتاج الى اقامة الدليل۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پچھلے زمانے میں تقلید شخصی کا چاروں مذہبوں میں منحصر ہونا محض حکم الٰہی اور فضل ربانی ہے کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

۸ : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۳ : ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد بها منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا۔

تمام امت نے یا امت کے قابلِ اعتبار افراد نے ائمہ اربعہ کے چار مشہور مذہبوں کی تقلید کے جواز پر آج تک اجماع نقل کیا ہے۔

۹ : علامہ جلال الدین سیوطی رح شرح جمع الجوامع میں فرماتے ہیں۔

يجب على العامی وغيره ممن لم يبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهب معيّنٍ من مذاهب المجتهدين۔

عامی اور جو شخص مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی مذہب معین کی تقلید کا التزام واجب ہے۔

۱۰ : مولانا سید محمد اسماعیل شہید رح فرماتے ہیں۔

" در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است " (صراطِ مستقیم)

تلك عشرة كاملة

○

آخر میں ہم حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا تقلیدِ شخصی پر تبصرہ نقل کرتے ہیں جس کو ایک عام آدمی بھی غور کے ساتھ پڑھنے کے بعد سمجھ سکتا ہے کہ تقلید و عدمِ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

اور اس کے بعد اسی سلسلہ میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ العزیز کی ایک نادر تحریر پیش کی جاتی ہے۔ جس کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے دُرّہٗ نادرہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

تقلید شخصی پر

حضرت قاسم العلوم والخیرات نور اللہ مرقدہٗ کا محققانہ تبصرہ

○

تقلید کی بات سنئے ! لاریب دین اسلام ایک ہے اور چاروں مذہب حق۔ مگر جیسے فن طبابت یونانی، یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہے اور سارے طبیب کامل قابلِ علاج اور ہر ایک ڈاکٹر قابل معالجہ ہے۔ اور پھر وقت اختلافِ تشخیص اطباء، یا مخالف رائے ڈاکٹران جس طبیب کا علاج یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہے ہر بات میں اسی کا کہنا کیا جاتا ہے دوسرے طبیب کی یا دوسرے ڈاکٹر کی رائے نہیں سنی جاتی۔ ایسے ہی وقت اختلافِ ائمہ و مجتہدین کا اتباع کیے جائے۔ ہر بات میں اسی کی تابعداری ضرور ہے۔ ہاں جیسے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا علاج چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اور پھر بعد رجوع ہر بات میں دوسرے کا اتباع مثلِ اوّل کیا جاتا ہے، ایسے ہی کبھی بعض بزرگوں نے زمانۂ سابق میں کسی وجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ

کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اور بعد تبدیلی مذہب ہر بات میں دوسرے ہی کا اتباع کیا۔ یہ نہیں کیا کہ ایک بات اِن کی لی اور ایک بات اُن کی لی اور تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچواں انداز گھڑ لیا۔

امام طحاوی رح جو بڑے محدث اور فقیہ ہیں پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے۔ بالجملہ بے تقلید کام نہیں چلتا۔ یہی وجہ ہوئی کہ کروڑوں عالم اور محدث گزر گئے پر مقلد ہی رہے۔

امام ترمذی رح کو دیکھئے کتنے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تھے ترمذی شریف انہیں کی تصنیف ہے باوجود اس کمال کے مقلد ہی تھے۔ اعتبار نہ ہو تو ترمذی شریف کو دیکھ لیجئے۔ جب ایسے ایسے عالم اس کمال پر مقلد ہی رہے۔ امامِ شافعیؒ کی تقلید امامِ ترمذی رح نے کی، اور امام طحاویؒ اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح نے امام ابوحنیفہ رح کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کون سا عالم ہوگا جس کے ذمہ تقلید ضروری نہ ہو ؟ اگر کسی بڑے عالم نے اماموں کی تقلید نہ کی بھی، تو کیا ہوا ؟ اور اوّل تو کروڑوں کے مقابلہ میں ایک دو کی کون سنتا ہے جس عاقل سے پوچھو گے یہی کہے گا کہ جس طرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہو گی۔ بایں ہمہ یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ اس بات میں عالموں کی چال ہم اختیار کریں۔

یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مریض جاہل کسی طبیب کو مرض کے وقت دیکھ کر اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دوسرے طبیب سے دوا نہیں پوچھتا، یہ دیکھ کر بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبوں سے کام نہ رکھے، تو تم ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائیں گے یا بیوقوف ؟

سو ایسے ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھ کر جاہل اگر تقلید چھوڑ دیں تو یوں کہو علم تو تھا یا نہ تھا عقل دین بھی دشمنوں ہی کو نصیب ہوئی۔ اور جاہلوں کو جانے دیجئے، آج کل کے عالم لعین جانئے کُل نہیں اکثر جاہل ہی ہیں۔ بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں۔ دو کتابیں اردو کی بغل میں دبا کر وعظ کہتے پھرتے ہیں اور علم کے نام خاک بھی نہیں جانتے۔ کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالب علم کو پڑھا سکے۔

باقی رہی تراویح، اس میں جو آج کل ملانوں نے تخفیف نکال دی ہے یعنی بیس کی آٹھ کر دی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آتی ہے پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتیں جو حدیث میں آئی ہیں تو وہ تہجد کی رکعتیں ہیں۔ تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز۔ تراویح کی بیس ہی رکعتیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہزارہا صحابہ رضؓ تھے اُس زمانہ سے لے کر آج تک کسی نے بیس رکعت میں کچھ حجت نہ کی تھی مگر آج کل ایسے اَن پڑھ امی عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر اور صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) کی بھی غلطی نکالی۔ سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال!

باقی یہ کہنا کہ حضرت عمر رضؓ سے پہلے بیس رکعتیں نہیں پڑھتے تھے یہ خیالِ خام ہے۔ یہ بات اتنی بات سے کیوں کر نکل آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس کا اہتمام شروع ہوا؟ دیکھئے پہلے زمانہ میں نکاحِ ثانی کا اس لئے چنداں اہتمام نہ تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھتے تھے۔ جب شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہ دیکھا کہ اس امرِ خیر کو آج کل معیوب سمجھنے لگے تو انہوں نے

اس کا ذکر اپنی تصانیف میں کیا۔ آخر کار ان کی اولاد اور ان کے شاگردوں نے اس کو جاری کرنے میں کمر باندھی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ نکاحِ ثانی شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ اور ان کے خاندان کا ایجاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہیں۔

ایسے ہی بیس رکعت کو حضرت عمر رضؓ اور ان کے زمانہ کے صحابہ رضؓ کا ایجاد نہ سمجھئے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھئے۔ ورنہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سُنی نہ تھے ان کے زمانہ کے صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) سُنی نہ تھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مٹا دیا اپنی سنت جاری کر دی۔ اب تم ہی فرماؤ حضرت عمرؓ اور اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا بُرا سمجھنے والا کون ہوتا ہے؟

میاںجیو صاحب! حضرت عمر اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم صحیح صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ ایک دو حدیث لکھے دیتا ہوں اُنہیں مولوی صاحب سے ان کا ترجمہ کرا لینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہیں۔

۱: ایک حدیث تو یہ لیجئے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاءِ الراشدین من بعدی۔

۲: دوسری لیجئے۔ اقتدوا بالذین من بعدی۔

۳: تیسری لیجئے۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

فقط

الکلام الفرید فی التزام التقلید

از حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی قدس سرہٗ

اثباتِ تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن دُرّۂ نادرہ ہے جس کو حجۃ العارفین سراج المفسرین مجدد الملت حکیم الامت سیدی حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی چشتی حنفی دامت برکاتہم نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانۂ قیام مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا نام بھی آج کل تجویز فرمادیا۔

(خیر محمد عفا اللہ عنہ)

الجواب: احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں۔ منصوص[1]، غیر منصوص[2]: منصوص دو[2] نوع ہیں متعارض[1]، غیر متعارض[2]: متعارض دو[2] قسم ہیں، معلوم التقدیم[1] والتاخیر، غیر معلوم التقدیم[2] والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلوم التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز۔ لقولہ تعالیٰ: وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ[1] ولقولہ تعالیٰ: اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ[2]: اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو۔ اور احکام غیر منصوصہ

---

[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان: اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد) خیالات پکاتے۔ (سورۂ بقرہ پ۱) ۱۲

[2] نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی (سورۂ نجم پ۲۷) ۱۲ خیر محمد

یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کرے گا، یا کچھ کرے گا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى[1] اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا[2] کے لازم آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعین کسی جانب کے عمل ممکن نہیں۔ پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا۔ لِعَدَمِ النَّصِّ فِى الْاَوَّلِ وَلِلتَّعَارُضِ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ بِالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ فِى الثَّانِىْ[3] ضرور علم بالتعین قیاس سے ہوگا۔ پس یا قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے۔ یا بعض کا معتبر ہے، بعض کا نہیں۔ کُل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا۔ لقولہ تعالیٰ: وَلَوْ رَدُّوْهُ[4] اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ پس بعض کا معتبر ہوگا بعض کا نہ ہوگا۔ جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں، جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔ پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ لقولہ تعالیٰ: وَاتَّبِعْ[5] سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ۔

---

[1] کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ (سورۂ قیامت پ۲۹) ۱۲۔

[2] کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے۔ (سورۂ مؤمنون پ۱۸)

[3] کیونکہ پہلی صورت میں نص نہیں، اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعارض ہے ۱۲

[4] اور اگر پیغمبرِ خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف اسے پھراتے تو انہیں سے اہل استنباط (مجتہدین) خوب معلوم کر لیتے۔ (سورۂ نساء پ۵) ۱۲۔ [5] اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقے کی جس نے میری طرف توجہ کی۔ (سورۂ لقمان پ۲۱)

اب جاننا چاہیئے کہ ائمۂ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم ، مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کے داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا ۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گزرے ہیں ، کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اتباعِ سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمۂ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں ۔ پس کیوں کر کسی کا اتباع ممکن ہے ۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا ۔ رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی اتباع کیوں ہو ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں ۔ متفق علیہا[1] ، مختلف فیہا[2] مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو گا ۔ مسائل مختلف فیہا میں تو سب کا اتباع ہو نہیں سکتا ۔ بعض کا ہو گا ، بعض کا نہ ہو گا ۔ پس ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو ۔ سو حق تعالے نے اتباع کو اَنَابَة[1] اِلَی اللہ پر متعلق فرمایا ہے جس امام کی انابت الی اللہ زائد معلوم ہو گی اس کا اتباع کیا جائے ۔

اب تحقیق زیادت انابت کی یا تفصیلاً کی جائے گی یا اجمالاً ۔ تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے ۔ اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعۂ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پہ ہے اور کس کی انابت زائد ہے ۔ صورتِ اولیٰ میں علاوہ حرج اور تکلیف مالایطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا ، نہ دوسرے کی سبیل کا ۔ وھو

---

[1] توجہ الی اللہ ۔

خلاف المفروض[1] ۔ پس صورتِ ثانیہ متعین ہوئی ۔ کسی کو امام ابو حنیفہ رح پر ان کے مجموعۂ حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ نجیب و مصیب ہیں ۔ کسی کو امام شافعی رح پر ۔ کسی کو امام مالک رح پر ۔ کسی کو امام احمد بن حنبل رح پر اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا ۔ اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابت اجمالاً کے التزام کیا گیا ۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدید اس کی مخالفت میں شق اوّل عود کرے گی ۔ وقد ثبت بطلانہ[2] ۔

پس بحمد اللہ[3] تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمۂ اربعہ خصوصاً وانحصار فی المذاہب الاربعہ و وجوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہو گیا ۔ ودونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ ولنعم ما قیل ۔ ؎

ہر کہ سر بر خط فرماں دلیلے نہ نہد کے میسر شودش روئے براہ آوردن
ہر کہ خواہد کہ بہ منزل مقصود رسد بایدش پیروی راہ نمایاں کردن

---

[1] اور وہ خلاف مفروض ہے ۔ ۱۲ ۔ [2] اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے ۔ ۱۲ ۔

[3] یعنی بحمد اللہ تقریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہو گیا کہ تقلید مطلق عموماً اور تقلید ائمۂ اربعہ خصوصاً واجب ہے اور اس وقت ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق باطل ہے اور بجز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طالب رشاد کیلئے مضمون مذکور کافی ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اور یہ کہنا کہ مذہبِ محمدی کو چھوڑ کر مذہبِ حنفی کو اختیار کیا۔ یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے۔ اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں ؟ دینِ محمدی کو مذہبِ محمدی کہتا ہے۔ دین و مذہب میں فرق بھی معلوم نہیں کہ دین مجموعۂ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعۂ فروع کا۔ اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں۔ جب مذہبِ محمدی ہوا تو دین کون سا ہوگا ؟

یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہے کہ دینِ محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے۔ کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے ہے۔ اطلاقاتِ روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلے کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں۔ البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے، اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں۔

اسی طرح اطلاقاتِ روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلا دے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمائیے! کون سا شرک و کفر لازم آگیا ؟ اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم اپنے کو صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ۔ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جوابِ جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہوگا ؟ ایھا الاخوان لا تسعوا[1]

---

[1] اے بھائیو ! زمین میں فساد و طغیان کی سعی مت کرو۔ اس لئے کہ نیزہ و شمشیر کے قتل سے فتنہ (دینی گناہ میں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اے ہمارے پروردگار حق و ایمان پر ہمارا خاتمہ کر۔ ۱۲ خیر محمد۔

فی الارض والفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان واللّٰہ المستعان علی البلیات والاحزان ربّ توفنا علی الحق والایمان، فقط۔

۱۰ شعبان روز چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ (انتہیٰ)

التماس

زیرِ نظر کتاب کو تعصب و ضد سے بالاتر ہو کر پڑھیں۔ اس کے مندرجات پر غور کر انشاء اللہ تعالےٰ ہمیں یقین ہے کہ آپ کو محسوس ہو جائے گا کہ صراطِ مستقیم کیا ہے، اتباعِ نفس و ہوٰی کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

راقم السطور

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

خادم فاروقیہ مسجد: ممتاز آباد

مُلتان

۱۱ : ۸ : ۱۴۰۱ھ

تبرائی غیر مقلدین سے سترہ^۱۷ سوالات

۱۴؍ جنوری ۱۹۲۷ء کے "اخبارِ اہلحدیث" میں ایک صاحب مولوی عبد القادر چکر دھر پوری نے " ارباب تقلید سے چند سوال " کے عنوان سے تین چار کالم کا ایک مضمون شائع کرایا تھا جس سے صاحب مضمون کا مقصد تقلید کو ناجائز قرار دینا تھا۔

اس کے جواب میں علامۃ العصر مناظرِ اسلام حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار " العدل " گوجرانوالہ میں " التقلید والتنقید " کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ مضمون رقم فرمایا۔ جس میں آپ نے غیر مقلدین سے سترہ سوالات کئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

جو لوگ تقلید کو شرک، کفر، فسق، حرام اور مکروہ تحریمی فرماتے ہیں، ہمیں تو صرف انہی کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے۔ اور جو واقعی اہلحدیث ہیں، حدیث پر عمل کرنے کی خدا نے ان کو توفیق و قابلیت عطا فرمائی، وہ نہ تو تقلید کو برا کہتے ہیں نہ مقلدینِ ائمہ مجتہدین کو برا سمجھتے ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی تعرض نہیں نہ وہ ہمارے مخاطب ہیں۔ (تنقیح التنقید ص ۷)۔

مگر کوئی ایسا غیر مقلد تقریباً پچپن^۵۵ سال کے طویل عرصہ سے آج تک ان سوالات کا معقول جواب نہ دے سکا۔ اس لئے ان سوالات کی وقعت و اہمیت آج بھی وہی ہے جو پہلے دن تھی جو غیر مقلدین ان سوالات کے مخاطب تھے ان کی خدمت میں آج بھی یہی گزارش ہے کہ یا تو

ان سوالات کا جواب دیں، اور یا پھر ان کی روشنی میں اپنے مسلک کی حقیقت پر غور و فکر کریں لعل اللہ یھدیکم الی طراط مستقیم ۞

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

سوال نمبر ۱ :- حضرات غیر مقلدین! کیا یہ عرض بے جا ہے کہ عالم میں پہلا ظلم، اول جرم پہلی نافرمانی، ابتدائی کفر، ارتداد، بے ایمانی، فسق، گناہ کبیرہ ترکِ تقلید ہوا۔ بدترین کفار و مرتدین و مجرمین کا سردار، سارے فساق اور حرام کاروں کا افسرِ اعلیٰ وہ ہے جو سب سے پہلے غیر مقلد ہوا۔ یعنی شیطان ابلیس ملعون نے خدائے قدوس کے حکم کو کہ "آدمؑ کو سجدہ کرے" بے دلیل تسلیم نہ کیا۔ اور تسلیم القول بلا دلیل یہی تقلید ہے۔ یعنی کسی قول کو بلا دلیل تسلیم کرنا، مان لینا یہ تقلید ہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے اس قولِ مذکور کو بلا دلیل تسلیم و قبول نہ کیا۔ بلکہ دلیل کا مطالبہ کیا۔ یعنی شیطان کو اول غیر المقلدین اور عدم تقلید کو سرچشمۂ ضلالت اور کفر کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ سائل کی یہ غرض نہیں کہ ترکِ تقلید اور طلبِ دلیل کا کوئی فرد بھی اچھا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ترکِ تقلید کی نسبت جو سوال میں الفاظ درج کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ شیطان کا یہ فعل ترکِ تقلید تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲ :- اور شیطان وہ شخص ہے یا نہیں کہ جس نے مخلوقات میں سب سے پہلے ترکِ تقلید پر دلیل قائم کر کے لعنت کا طوق حاصل کیا۔ یہ کہنا کہ دین کے بارہ میں اول دلیل طلب کرنے والا بڑا کافر شیطان ابلیس لعین ہے۔ صحیح ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳ :- اگر یہ فرمایا جائے کہ تقلید تسلیم القول بلا دلیل کا نام ہے اور یہاں

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ " آدمؑ کو سجدہ کرو " تو شیطان نے قول بلا دلیل کو ترک نہیں کیا بلکہ قول مدلل کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہوا ہے۔ تو بکمال ادب عرض ہے کہ قول حکم ہے اس کی دلیل اور چاہیئے۔ آدمؑ کو سجدہ کرو ، یہ تو حکم ہے ، یہ حکم ہی خود اپنے نفس کے لئے دلیل کیسے ہو سکتا ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ۔ یہ حکم ہے اس کی دلیل کوئی اور چاہیئے ۔ اور اگر یہی حکم ہے اور یہی دلیل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ نماز پڑھو ، زکوٰۃ دو ، سائل عرض کرتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے ؟ تو جواب ملتا ہے ۔ اس واسطے کہ نماز پڑھو ، زکوٰۃ دو ۔ اور یہ تو کوئی عاقل بھی تجویز نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص کہے کہ میرا تمہارے ذمہ ہزار روپیہ قرض ہے ۔ مدعا علیہ کہے کہ دلیل کیا ہے ؟ تو وہ کہے کہ یہی دلیل ہے کہ میرا تمہارے ذمہ ہزار روپیہ قرض ہے ۔ نہایت غور سے جواب دیا جائے ؟

سوال نمبر ۴ :- خداوند عالم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول کو بلا دلیل تسلیم کرنا چاہیئے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول کی تقلید کرنی چاہیئے جو انکی تقلید نہ کرے وہ کافر ہے ۔ غرض اول سے آخر تک دین ، ایمان ، مذہب تقلید ہی تقلید کا نام ہے ۔ جواب میں جلدی نہ کرنی چاہیئے کہ ہم تقلیدِ غیر نبی کو حرام ، کفر ، شرک اور گناہ کہتے ہیں اور یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ہے ۔ اس وجہ سے کہ یہاں تقلیدِ ائمہ کا ابھی سوال ہی نہیں ۔ یہاں تو سوال صرف اس قدر ہے کہ دین و ایمان اول سے آخر تک تقلید ہی تقلید کا نام ہے یا عدم تقلید اور غیر مقلدی کا ؟

سوال نمبر ۵ :- جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن شریف و احادیث میں جس قدر

احکام ہیں ، وہ احکام ہیں دلائل نہیں ۔ تو اب یہ بھی بتانا چاہیئے کہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کو جو احکام کے دلائل کہتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں ۔ اور آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے بڑھ کر وہ کون سی چیز ہے جو ان احکام کے دلائل بنے گی ۔ فتدبروا فیہ ۔

اہل علم کی خدمت میں عرض ہے کہ یہاں چند سوالات اور جوابات ہیں جن کی طرف اشارہ ہے ۔ ہمیں حضراتِ مجتہدینِ زمانہ سے امید رکھنی چاہیئے کہ اس مقام کو وہ اسی طرح حل فرمادیں گے جس طرح مسئلہ قراتِ خلف الامام وغیرہ کو مجتہدانہ رنگ میں بیان کرتے ہیں تقلید کی حرمت کو اب دیکھنا ہے کہ بلا مقلدین کی کتب کے مطالعہ اور ان کی مدد کے ، کیا جواب تشفی بخش ارشاد فرماتے ہیں ۔

میری ایک غیر مقلد صاحب سے ریل میں بات چیت ہوئی ، وہ زندہ ہیں اور اغلب ہے کہ اس مضمون کو بھی دیکھیں اور یہ قصہ بھی شاید انہیں یاد آجائے ۔ دیوبند سے سہارنپور کو جا رہے تھے ۔ بندہ نے ان کا نام لے کر کہا کہ ہمیں معلوم ہے عدمِ تقلید کی جو حقیقت ہے کہ رات کو فتح الباری ، عینی ، فتح القدیر وغیرہ شروح وحواشی مقلدین کے دیکھے جاتے ہیں اور صبح کو تقلید کو حرام کہا جاتا ہے ۔ اور بیان وہی کیا جاتا ہے جو مقلدین نے کہا ہے ۔ ہم اس کو نمک حرامی سمجھتے ہیں کہ آدمی جس ہنڈیا میں کھائے اسی میں چھید کرے ۔ ہاں ! اگر قرآن مجید اور حدیث شریف کے ہوتے ہوئے تقلید کی ضرورت نہیں ، اور جہاں سے اور مجتہدین نے احکام کا اخذ کیا ہے آپ بھی وہیں سے اخذِ احکام فرماتے ہیں تو بسم اللہ لاؤ کسی بڑے سے بڑے غیر مقلد کو جس نے علم ہیئت و صرف و نحو نہ پڑھا ہو ، آسمان اس کے سامنے موجود ہے

وہ علم ہیئت کے کتنے مسئلے ایجاد کرتا ہے ، اور کلام عرب موجود ہے دیکھوں کہ صرف و نحو کے کتنے قاعدے ایجاد کرتا ہے ۔ شرم کرنی چاہیئے کہ بطلیموس ، فیثا غورث ، خلیل اور اخفش کے جوتے اٹھاتے اٹھاتے ساری عمر مر جائیں مگر اجتہاد کا نام لیتے ہوئے دم نکلے ۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کی ان کے نزدیک یہ قدر ہے کہ نحو میر پڑھنے کے بعد ائمۂ مجتہدین کو گالیاں دینا شروع کر دیں ، قرآن مجید اور حدیث شریف سے اجتہاد کے دعوے کریں ۔ اگر دعوٰے ہے تو بس یہی میدان ہے اور یہی امتحان ۔ مگر اس کا کچھ جواب نہ دیا ۔

حاصل یہ ہے کہ دین محض تقلید ہی تقلید کا نام ہے یا نہیں ؟ یہ بات دوسری ہے کہ خداوند عالم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید فرض اور ائمۂ مجتہدین کی واجب ۔ وہاں قطعی ، یہاں ظنی ۔ دین میں اجتہاد بھی ہے مگر کن کے لئے ، وہ کون ہیں ؟ اس کا جواب بھی قرآن و حدیث ہی سے دینا چاہیئے ۔

سوال نمبر ۶ :- اگر یہ بات مسلّم ہے تو پھر تقلید کے اقسام محمود اور مذموم ، فرض اور واجب ، حرام اور جائز ، اولیٰ اور خلافِ اولیٰ ، تمام اقسام اور سب کی تعریفیں مفصل بیان فرمائیے ؛ ورنہ یہ فرما دیا جائے کہ تقلید دین میں سب جگہ حرام یا کفر ، شرک کیا ہے ؛ اور ترکِ تقلید کے بعد کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے ؟ قرآن مجید اور حدیث پر عمل کس طرح کرے ؟

سوال نمبر ۷ :- تقلید میں جو تسلیم القول بلا دلیل ہے اس کا کیا مطلب ہے ؟ یہ مطلب ہے کہ جو قول نفس الامر میں بلا دلیل اور غلط ہے ۔ اس کے تسلیم کرنے کو تقلید کہتے ہیں

تب تو واقعی تقلید کی جس قدر مذمت کی جائے تھوڑی ہے ۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ ایک قول کو جو واقعہ اور نفس الامر میں مدلل اور محقق ہے ، چاہے اس کی دلیل قطعی اور یقینی ہو یا ظنی ۔ مگر دلیل ضرور ہے ۔ ایسے قول کو قائل کے اعتماد پر یا کسی مخفی مجمل دلیل کی بنا پر جو اس وقت اس کلام میں مذکور نہ ہو تسلیم کرنا تقلید ہے ۔ تو پھر اس کی مذمت کی کیا دلیل ہے ؟ کیا کسی صحیح بات کو بھی بلا ذکرِ دلیل تسلیم کرنا کفر اور شرک و حرام اور گناہ ہے ؟

بخاری شریف کی حدیث کو بلا سند بیان کئے ہوئے کوئی شخص تسلیم کرے تو یہ بھی تسلیم القول بلا دلیل ہو کر تقلید ہو گی یا نہیں ؟ اگر ہو گی تو یہ تقلید مذموم ہے یا بہتر ؟ بغور بیان فرمایا جائے اور اگر نہیں تو کیوں ؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جمع قرآن شریف کے بارہ میں کہنا اور حضرت صدیق اکبر رض کا یہ جواب دینا کہ

كيف تفعل شيئًا لم يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم

اس کے جواب میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نہ آیاتِ قرآنیہ کو پیش کرنا نہ حدیث نبوی کو بیان کرنا بلکہ هذا والله خير کہنا ۔ اور صدیق اکبر رض کا حضرت فاروق اعظم رض کے قول کو قبول فرمانا یہ تقلید فی الدین اور تسلیم القول بلا دلیل ہوئی یا نہیں ؟ پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے صدیق اکبر رض کا جمع قرآن کو فرمانا اور زید بن ثابت رض کا بھی وہی جواب دینا جو حضرت فاروقِ اعظم رض کو حضرت صدیقِ اکبر رض نے دیا تھا ۔ پھر فقط اسی قول سے دونوں حضرات کا شرح صدر ہو جانا اور اس پر تمام صحابہ میں سے کسی نے بھی انکار نہیں

کیا۔ توسب صحابہ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کے قول کو بلا دلیل تسلیم کر کے تقلید کا حکم ثابت فرما دیا یا نہیں ؟ فرمایئے ! تقلید مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کا فرد ہوئی یا نہیں ؟ مقلدین کس فرقہ میں اور غیر مقلدین بہتر میں یا چوہتر میں ؟

حضرات غیر مقلدین ! ہوشیار ہو کر جواب مرحمت فرمانا۔ آپ کے بعض بڑوں نے نہایت گستاخانہ اعتراض حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر تراویح کے بارہ میں کیا ہے گویا ان کو بدعتی کہہ دیا۔

دیکھو کوئی شخص یہ کہہ کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کرے کہ حضرت عمر رضؓ کا کیا ذکر ہے، جب انہوں نے ایک بدعت کر لی تو دوسری بھی سہی۔ ہمیں جو چاہو کہو مگر دیکھو آئمہ کو برا کہنے سے آدمی چھوٹا رافضی ہوتا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی کرنا یہ اصل رفض ہے۔ مگر قیامت تو یہ ہے کہ یہ قصہ تو تراویح سے بھی پہلے کا ہے۔ یہاں تو معاذ اللہ حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت زید بن ثابت رضؓ کا بھی بدعتی ہونا لازم آتا ہے۔ اور پھر انہیں میں بس نہیں، کوئی صحابی بھی نہیں بچتا۔

تراویح میں تو بعض صحابہ رضؓ جماعت سے علیحدہ بھی پڑھتے تھے لیکن یہاں تو ایک صحابی سے بھی اس کا خلاف ثابت نہیں۔ اور پھر خلیفۂ سوم و چہارم نے بھی وہی کیا سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ آج کل کے غیر مقلد بھی وہی قرآن پڑھتے ہیں۔ دنیا بدعتی ہو جائے مگر آپ حضرات کہیں بدعتی تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۸ :۔ اگر کوئی یہ جواب دے کہ تمام صحابہ رضؓ جو فاروقِ اعظم رضؓ کے قول کو بلا دلیل تسلیم کیا تھا لہذا وہ تو مقلد ہو گئے، مگر ہم نے ان کے قول کو بھی بلا دلیل تسلیم نہ کیا بلکہ فلاں دلیل سے جمع قرآن ثابت ہے اس بنا پر اس قرآن کو پڑھتے ہیں۔ تو حضرات پھر دست بستہ یہ عرض ہے کہ آپ ساری عمر غیر مقلد رہیں بلکہ اس سے بھی اور زیادہ درجہ اختیار فرمالیں، آپ کو اختیار ہے۔ ہم کو تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا مقلد ہونا ثابت کرنا ہے۔ تاکہ ہم ان کی تقلید کر کے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ میں داخل ہو کر نجات پائیں۔ ہم مقلد ہیں اور بے شک مقلد ہیں۔ مگر کہیں کسی ایسے ویسے، ایرا غیرا نتھو خیرا کے مقلد ہو کر تقلید تھوڑا ہی کرتے ہیں۔ اور آپ کی دلیل کی بھی حقیقت ابھی معلوم ہوئی جاتی ہے۔ صبر فرمایئے اور یہ کہہ کر دیکھئے۔

سوال نمبر ۹ :۔ حدیث میں جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امت کے تہتر فرقہ ہونے فرماتے ہیں۔ یہ تہتر فرقہ امتِ اجابت کے ہیں یا امتِ دعوت کے ؟ اگر امتِ اجابت کے ہیں تو حاصل یہ ہوا کہ تہتر کے تہتر مسلمان، اور مسلمان کے لئے بالآخر نجات لازم تو ہے۔ پھر بہتر کا ناری اور صرف ایک ناجی ہونا اس کے معنی کیا ہیں ؟

اور اگر امتِ دعوت مراد ہے۔ یعنی سب کافر اور مسلمان مراد ہیں تو یہ معنی کسی محدث نے لئے بھی ہیں یا نہیں۔ پھر تہتر کی کیا تخصیص کفار تو بہت سے ہیں۔ اور اہلِ حدیث کے پرچہ میں جو کسی صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ مقلدینِ ائمہ اربعہ سب کیسے ناجی ہو سکتے ہیں ناجی ایک ہی ہوگا۔ اس کے کیا معنی ہوں گے۔ اس واسطے اب تو حاصل یہ ہوا کہ بہتر تو کفار کے رہے جو مسلمان نہیں، اور مسلمان سب تہتر میں رہے۔ تو جب تمام ہی اسلام

کے فرقہ ناجی ہوئے، تو جہاں سب جنت میں جائیں گے، ان بے مقلدوں کے حال پر بھی رحم فرمایئے۔ ورنہ پھر غیر مقلدین اور آج کل کے اہل حدیث میں بھی اس قدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کی تفسیق ہی نہیں تکفیر تک کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناءاللہ صاحب ہی کو لیجئے جو غیر مقلدوں کے مابہ الفخر ہیں، انہیں کو بعض غیر مقلدین کافر تک کہتے ہیں۔ رسائل نہیں بلکہ بڑی بڑی کتابیں ان کے رد میں لکھی ہیں۔ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

مولوی ثناءاللہ صاحب کے بعض مخالفین مولوی ابوتراب صاحب، مولوی فقیر اللہ صاحب، مولوی عبدالاحد صاحب اور غزنویہ جماعت ہے۔ غرض مقلدین کی طرح ان میں بھی اختلاف ہے جیسے مقلدین میں ایک ہی ناجی ہوگا، غیر مقلدین میں بھی تو ایک ہی ناجی ہوگا۔ اور باقی جہنمی۔ تو جو جواب غیر مقلدین دیں گے وہی جواب مقلدین کا بھی ہے۔ افسوس! تقلید چھوڑنے کے بعد بھی بہتر ہی میں رہے۔ "تہتر ویں" پھر بھی نہ بنے۔

سوال نمبر ١٠:- خیر یہ سوال تو اس حدیث میں ضمنی آگیا ہے۔ اصل بات تو قابلِ عرض یہ ہے کہ تہترواں فرقہ جو ناجی ہے جس کو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کرکے فرمایا ہے۔ جس طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس طریقہ پر آپ کے اصحاب رضہ ہیں یہ ایک ہی فرقہ ہے یا دو۔ اگر دو ہیں تو بجائے تہتر کے چوہتر ہو گئے۔ دوسرے جو

فرقہ آپ کے مخالف ہے وہ ناجی کیسے ہو سکتا ہے ما انا علیہ واصحابی کا معاذاللہ ناری ہونا لازم آتا ہے۔ تیسرے اگر ہر صحابی کا طریقہ علیحدہ مراد لیا جائے تو بجائے تہتر کے ہزارہا ہو گئے۔ اور سب ناجی، تو صرف ایک ناجی نہ ہونا بلکہ بہتر ناری اور ہزارہا ناجی ہوئے جو خلافِ حدیث ہے۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ ما انا علیہ واصحابی ایک ہی ہے یعنی آپ م کا طریقہ اور آپ کے ہر صحابی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طریقہ ہے۔ اور ہر صحابی ناجی۔ اور جو شخص بھی کسی صحابی کی پیروی کرے گا، اور جو صحابی نے کیا وہ کرے گا، یا جو فرمائیں وہ کرے گا تو وہ سب ناجی ہیں تو بجائے ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہزارہا کی تقلید ثابت ہو گئی۔ اور چار کے پیرؤوں کا کیا ہزاروں کے مقلدین کا ناجی ہونا ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد و علی رسولہ الصلوٰۃ والسلام۔

سوال نمبر ١١:- اور کمال یہ ہے کہ تقلیدِ شخصی بھی حدیث سے صراحۃً ثابت ہوئی یعنی تمام دین میں اگر ایک صحابی کی بھی کوئی پیروی کرے گا تو وہ ناجی ہے اور یہی تقلیدِ شخصی ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ تمام صحابہ کے مجموع من حیث المجموع طریقہ پر عمل کیا جائے تب ناجی فرقہ میں شمار ہوگا تو یہ عقلاً و نقلاً محال و ممتنع ہے کیونکہ صحابہ رضہ میں بھی فروع میں اختلاف تھا۔ کوئی رفع یدین کوئی عدم رفع یدین کا، کوئی آمین بالجہر کوئی آہستہ کہنے کا قائل تھا۔ اور یہ محال ہے کہ آدمی ہر نماز میں رفع و عدم رفع، آمین بالجہر و خفض، قرأت فاتحہ اور عدم قرأت فاتحہ، اجتماع نقیضین کرے۔ تو اس صورت میں تمام امت کا

ناری ہونا لازم آتا ہے، بلکہ دخولِ جنت محال ہے۔ اور خود مذہب اسلام معاذ اللہ ایک لغو اور باطل اور مجموعۂ ضدین و اجتماعِ نقیضین کا خلاصہ ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ ہر ہر صحابی کی نجات بھی محال ہو جائے گی۔ کیوں کہ ہر صحابی کا کہیں وہ مذہب تھوڑا ہی ہے جو کُل صحابہ رض کا ہے۔ لہٰذا یہ احتمال بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ صحیح وہی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر ہر صحابی کا قول و فعل رشد و ہدایت اور موجبِ نجاتِ اُخروی ہے اور اس صورت میں ہر صحابی کی تقلیدِ شخصی اور اسی سے تقلیدِ ائمہ صراحۃً ثابت ہوتی ہے جو مقصود ہے۔ اور اگر حضرات غیر مقلدین کے نزدیک یہ احتمال صحیح نہیں، تو جو احتمال صحیح ہو، اس کو بیان فرمائیں۔

حضرات حاصل یہی تو ہوا کہ جو کوئی شخص جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر بلا چون و چرا عمل کرے گا اور یہ تقلید منجی ہے۔ اسی طرح صحابہ رض کی تقلید بھی منجی ہے۔ کسی صحابی کے کسی فعل اور قول کی دلیل معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔ وھو التقلید نیز یہی مفہوم اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ کا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شمس ہدایت ہیں۔ آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نجوم ہدایت۔ ضلالت کی ظلمت نہ شمس میں ہو سکتی ہے نہ ستاروں میں جس کی اتباع کرے ناجی۔ اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو دلیل کی طلب اگر جنوں نہیں تو کیا ہے۔ دلیل تو اسی لئے طلب کی جا سکتی کہ اتباع میں گمراہی نہ ہو۔ جب ہدایت ہی مدینہ ہے تو طلبِ دلیل کی ضرورت

نہیں، تقلید ضرور منجی ہے۔ فتدبروا فیہ۔

فرمائیے کہ کیسے سہل طریقہ سے تقلید ثابت ہو گئی اور سب مقلدینِ ائمہ اربعہ کا ناجی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ کیوں کہ ہر امام کسی نہ کسی صحابی کے قول یا فعل کا متبع ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ آپ تقلید کو قبول فرمائیں گے یا جواب میں مجتہدانہ طرز اختیار ہوگی۔ گو ابھی بحث نہ تھی مگر تقلید شخصی بھی حدیث ہی سے ثابت ہو گئی۔ کسی صاحب کو یہ خدشہ نہ ہو کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ جیسے مقلدِ امام کہا جاتا ہے، جب سب جگہ تقلید ہی تقلید ہے تو مقلدِ اللہ تعالےٰ و مقلدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں کہا جاتا؟

تو ہمارے نزدیک تو یہ جواب ہے کہ یہ تخصیص بحسب الاصطلاح ہے ورنہ باعتبار اصل معنی کے بے شک سب کے مقلد ہیں۔ اور تقلید کے معنی کو تقلیدِ ائمہ میں غلبہ ہو گیا ہے اور کافیہ میں پڑھا ہوگا

الوصف شرط ان یکون فی الاصل فلا تضرہ الغلبہ

فتدبر فیہ

پس اصل معنی کے اعتبار سے سب جگہ تقلید ثابت آتی ہے گو بحسب الاستعمال وہاں تقلید کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اگر یہ جواب پسندِ خاطر نہ ہو، تو اس سے عمدہ جواب حضرات مجتہدینِ زمانہ عنایت فرمائیں، ہمیں قبول میں کیا عذر ہے۔

سوال نمبر ۱۲ :- ہم مسلمانوں کی بے شمار تعداد جن کا بجز اللہ تعالےٰ کے کسی کو بھی

علم نہیں۔ بالکل بے پڑھے لکھے نہ دلیل کو جانیں نہ حکم کو۔ مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے محض تقلیدِ آبائی کی وجہ سے مسلمان ہوتے اور اسلام پر ہی خاتمہ ہوا۔ حضرات غیر مقلدین کے نزدیک ان لوگوں کا اسلام مقبول ہے یا بوجہ تقلیدی ایمان کے معاذ اللہ العظیم سب کافر اور جہنمی ہیں۔ اس صورت میں اکثر حصہ امت کا کافر ہوگا۔ شاید اس کو تو کوئی بے باک کہہ بھی دے مگر مشکل تو یہ ہے کہ اکثر غیر مقلدین جو بالکل جاہل ہیں وہ بھی تقلیدی ہی ایمان رکھتے ہیں تو یہ سب کافر ہی کافر ہوں گے۔ اہل حدیث اور غیر مقلد ہو کر بھی کیا انسان کافر ہو سکتا ہے ؟

سوال نمبر ۱۳ :- اور اگر کرم فرما کر ان بے چارے بے پڑھے لکھے مسلمانوں کے حال پر رحم کیا جائے اور اس تقلیدی ایمان کا اعتبار ہو تو سوال یہ ہے کہ جب ایمان میں تقلید معتبر ہے اور جنت کا استحقاق ہے تو رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ جزئیات مسائل میں یہ لوگ تقلید کر کے کیسے گمراہ بے دین اور جہنمی ہوں گے ؟

سوال نمبر ۱۴ :- اور جاہل تو جاہل پڑھے لکھے بلکہ بہت سے غیر مقلدین کے علماء بھی اکثر مسائل کے دلائل نہیں جانتے۔ اور پھر بھی اہل حدیث جنت کے مالک سمجھے جاتے ہیں تو کیا نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ آدمی اپنے کو غیر مقلد کہہ دے۔ اور رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ کی چند حدیث یاد کرے۔ اور باقی تمام یا اکثر اصول و فروع کے دلائل سے بے خبر ہو کر مقلد ہو اور نجات پا جائے۔ غرض ہر پہلو کو غور سے ملاحظہ فرما کر جواب دیا جائے۔

سوال نمبر ۱۵ :- یہ تو ان مسلمانوں کا حال تھا جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اب یہ عرض ہے کہ اگر کوئی کافر بے دلیل معلوم کئے مسلمان ہو جائے اور تمام احکام شرعیہ پر صرف تقلیداً ہی عمل کرتا کرتا مر جائے تو اہل حدیثِ زمانہ کے نزدیک یہ مسلمان ہے، یا کافر کا کافر ہی رہا۔ اگر یہ تقلید معتبر ہے تو پھر جزئیاتِ مسائل میں کیوں ناجائز ہے ؟

سوال نمبر ۱۶ :- اور اگر اس کا اسلام معتبر نہیں تو اسی طرح اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ العظیم محض تقلید سے بلا کسی دلیل کے مرتد ہو جائے تو اس کا تقلیدی کفر بھی معتبر ہوگا یا یہ مسلمان کا مسلمان ہی رہے۔ اگر یہ کافر ہے تو وہ مسلمان کیوں نہ ہو ؟

سوال نمبر ۱۷ :- یہ چند سوالات تو عوام کی تقلیدِ آبائی کے متعلق تھے۔ قرآن مجید میں جو مذکور ہے کہ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے دریافت فرمایا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب میں یہی فرمایا کہ۔

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآءِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٭

"ہم آپ کے خدا، اور آپ کے آباء حضرت ابراہیم و اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کے خدا کی بندگی کریں گے"

علیٰ ہذا القیاس یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ

اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۔

یعنی میں نے اپنے آباء و اجداد کی ملت کی اتباع کی۔

تو اگر ہر جگہ آبائی ملت کی اتباع تقلید مذموم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء علیہم السلام کی نسبت کیا رائے ہے۔ واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ خیال کون شخص کر سکتا ہے کہ ان کو وجود باری تعالےٰ یا وحدانیت یا اسلام کی حقانیت کے دلائل معلوم نہ تھے۔ فتدبر فیہ، فان ھذا القول قبل النبوۃ او بعدھا۔

مطلب صرف یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے مذاہب حقہ کو تقلید کی صورت میں ظاہر فرما کر یہ بتا دیا کہ فقط تقلید ایمان ہی کافی ہے۔ اگر کوئی شخص محض اس وجہ سے مسلمان ہے کہ اس کے ماں باپ مسلمان ہیں۔ اور وہ یہ کہے کہ میں آبائی مذہب کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر مرتا ہوں، اسی کو حق جانتا ہوں۔ کوئی دلیل بھی بیان نہ کرے، یا نفس الامر میں دلیل جانتا بھی نہ ہو تو اس کا اسلام معتبر ہے۔ اور جب ایمان جو اصل اصول ہے اس میں تقلید معتبر ہوئی تو پھر فروع مسائل میں تقلید کس طرح کفر و شرک ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے تقلید کے اقسام کی تفسیر اور ہر ایک کے احکام بیان فرمانا ضروری ہے مطلقاً تقلید کو حرام کہنا بے جا ہے۔ ورنہ ان آیات کا مطلب ایسا بیان فرمایا جائے جس سے تقلید آبائی ایمان میں بھی ناجائز رہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا فرمانا بھی درست ہو جائے۔

چونکہ حضرات غیر مقلدین بطلان تقلید میں وہ آیات بھی پیش فرماتے ہیں جن میں کفار کی آبائی تقلید کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام کے سامنے کافر رہنے پر کھڑا بیان کرتے تھے۔ اس وجہ سے یہ عرض کیا گیا ہے کہ ہر جگہ اتباع آباء مذموم اور گناہ نہیں بلکہ بعض جگہ محبوب اور مطلوب ہے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

کا یہی مطلب ہے کہ ہر شے پر ایک حکم غلط ہے۔ ہر شے کو اس کے مرتبے میں رکھنا چاہیے۔ ابھی ہمیں بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ بالفعل یہ عرض ہے۔ خدا چاہے ہم اس بحث کو ایسا مفصل و مکمل عرض کریں گے کہ چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔

واللہ تعالیٰ ہو الموفق للتمام

ایک غیر مقلد کی امامت کے بارے میں اہم فتویٰ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ ایک غیر مقلد حکیم جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کو "جس پر امت اسلامیہ قرنہا قرن سے متفق چلی آرہی ہے اور ہزاروں اولیاءِ کبار، محدثین ومفسرین، فقہاء بلکہ مجددین کرام کا بھی اس پر تعامل رہا ہے" بیک قلم یہودیوں کا نمونہ قرار دیتا ہے۔ اور بد دیانتی اور خیانت سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کی اس تصریح کو کہ "دین میں تحریف کا سبب جو یہودیانہ تقلید ہے وہ وہ تقلید نہیں جس پر ائمہ اربعہ کی پیروی کی صورت میں امت متفق چلی آرہی ہے" یکسر ہضم کر کے یہودیانہ طریق کو نہ صرف ائمہ مجتہدین کی تقلیدِ محمود پر منطبق کرتا ہے۔ بلکہ اپنی اس بد اعتقادی کو حضرت شاہ صاحبؒ کے ذمہ لگا کر اتنی عظیم اسلامی شخصیت پر افترا باندھتا ہے۔

۲ : حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسالک جن پر آج تک ہزاروں اولیاء اللہ اور فقہاء محدثین چلے آرہے ہیں سب کو دائرۂ اہلسنت سے خارج قرار دیتا ہے اور جملہ مقلدین کو یہودی صفت نابینا بعد عن الصواب کے خمر سے مدہوش دیوِ تقلید کے جنگل کا اسیر کہتا ہے۔ اور برملا کہتا ہے کہ تقلید کا دھندا بعد کے پیٹ پجاریوں نے نکالا ہے۔ اس بدعت کو ہوس کے دیوتوں نے جنم دیا۔ کوڑھ کی اس بیماری کا تعدیہ ہوا اور ہوا و ہوس کے بند دل نے اسے پھیلایا اور پھر سب مقلد علماء کو جن میں کل اکابرِ دیوبند، سہارنپور، ڈھابیل، ندوۃ العلماء اور جملہ زعماءِ مجلس ختم نبوت، تنظیم اہلسنت والجماعت، جمعیۃ علماء اسلام، خدام الدین لاہور

نیز جامعہ اشرفیہ لاہور، خیر المدارس ملتان دار العلوم ٹنڈو اللہ یار۔ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک جیسے علمی مراکز شامل ہیں ان سب کو علماءِ سو کہتا ہے۔ (۳) فقہ کی مستند کتابوں ہدایہ، درمختار، فتح القدیر وغیرہ کے مصنفین کو خود مسائل گھڑنے والا قرار دیکر علانیہ برا بھلا کہتا ہے۔ حنفی مذہب میں شراب کو حلال بتاتا ہے اور اس کو اپنی جہالت کی نذر کر دیتا ہے کہ فقہ حنفی کا فتویٰ کیا ہے۔ اکابرِ احناف کے خلاف فضا کو مسموم کرنے کیلئے حدیث وفقہ کی کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں بد دیانتی اور جہالت سے کام لیتا ہے (۴) باوجود علوم شرعیہ سے جاہل ہونے کے اپنے ادعائے مسلک اہلحدیث کے بھی خلاف ہے اور صرف علماءِ دیوبند کی توہین اور مقلدین کو گالیاں دینا اسکی تبلیغ کا طول وعرض ہے بلکہ علماءِ اہلحدیث مثل مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم کے خلاف بھی نہایت سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کرتا ہے۔ بزرگوں اور علماء کی شان میں توہین کا یہاں تک مرتکب ہوا ہے کہ اسے اہلحدیثوں نے بھی اپنی ایک جامع مسجد سے اس الزام میں نکال دیا ہے اب وہ اپنی خود رائی میں کسی مسلک کے بزرگ کیساتھ نہیں بلکہ بایں ہمہ اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے۔ تو امرِ مطلوب اس باب میں یہ ہے کہ ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا۔ اسکی خرافات سننا اور ہوائے نفس کے ساتھ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور جو لوگ اسے مستقل طور پر نمازِ جمعہ کا پیش امام بنائیں تو کیا ان پر آخرت میں مواخذہ ہونے کا اندیشہ ہے یا نہیں؟

المستفتی : علامہ ڈاکٹر خالد محمود پروفیسر، سیالکوٹ شہر : (حال مقیم برمنگھم انگلینڈ)

الجواب : ایسا شخص یقیناً اہل ہوٰی میں سے ہے نہ تو اسکو امام بنانا جائز ہے اور نہ ہی اس کیساتھ اختلاط کرنا اور اسکی باتوں کو سننا جائز ہے۔ معتدل حضرات اور منصف مزاج علماء اہلحدیث نے کبھی بھی سلف صالحین اور ائمہ دین اور انکے مقلدین کے بارے میں ہرگز ہرگز ایسا اسلوب و لہجہ اختیار نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث

حضرات نے خود اسکو اپنی ایک جامع مسجد سے الگ کر دیا ہے۔ غلام نبی چکڑالوی جس نے بعد میں اپنا نام عبداللہ چکڑالوی تبدیل کر کے شہرت حاصل کی، اسکا ابتدائی حال بھی یہی تھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفۃ النعمانؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ کی شان میں سخت گستاخی کرتا تھا اور لاہور میں مسجد چینیانوالی میں امام تھا اسکے تجاوز و اعتداء کو دیکھ کر خود اہلحدیث حضرات نے اسکو امامت سے الگ کر دیا تھا۔ اس گستاخی و بیباکی کا وبال اس پر آکر یہ پڑا کہ کچھ عرصہ بعد یہ شخص انکارِ حدیث میں مبتلا ہو کر منکرینِ حدیث کا ایک بہت بڑا داعی اور سرغنہ بن گیا۔ تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ ایسے فتنہ گر شخص سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کر لیں اور نہ اسکی باتیں سنیں اور نہ امام بنا کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ فقط

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۷۷ھ

جواب صحیح اور حق ہے۔ والحق احق ان یتبع معتدل المسلک اہلحدیث کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کے تمام مقلدین خوش عقائد اہلسنت والجماعت ہیں چنانچہ مولانا وحید الزمان صاحب حیدر آبادی اہلحدیث تحریر فرماتے ہیں واما الاحناف والشوافع والمالکیۃ والحنابلۃ فھم مسلمون داخلون فی زمرۃ اھل السنۃ والجماعۃ الخ (نزل الابرار، ص ۹، ج ۱، مطبوعہ سعید المطابع بنارس)

یعنی تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی (مقلدین ائمہ اربعہ) مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم خیر المدارس ملتان، ۲۳، ۴، ۱۳۷۷ھ

الجواب صحیح اذ جہالاتہ اظھر من ان تخفی وھو بخرافاتہ ابعد من ان یھدی ھو ضال مضل بلا ارتیاب فوجب عنہ الاجتناب۔

محمود عفا اللہ عنہ، المفتی بقاسم العلوم، ملتان ۲۳: ۴: ۱۳۷۷ھ

خیر البراہین

۱ : غیر مقلدین کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے۔

(دلیل الطالب ص ۴۱۳ مؤلفہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد، و عرف الجادی ص۲۳۹ مؤلفہ نور الحسن خان غیر مقلد)

——— دلیل میں حدیث صحیح یا قرآن کی آیت پیش کرنی چاہیئے، غیر مقلد ہو کر شوکانی کی تقلید جائز نہیں۔

۲ : غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ "مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر سکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہوں" (ظفر اللاضی ص ۱۴۱-۱۴۲، نواب صاحب غیر مقلد کی، عرف الجادی ص ۱۱۵)

یہ کہنا کہ یہ اجتہادی تقریر ہے، غلط ہے۔ نص کے موجود ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد کیسا؟ اور شوکانی کی تقلید کیسی؟ حدیث حسن لغیرہ موجود جس کا اقرار۔ اور پھر شوکانی کی تقریر اجتہادی جو غلط ہے بغیر رد کے ذکر کرنا، جو دلائل اس کے خلاف ہوں ان کی تردید کرنی یہ تقلیدِ جامد نہیں تو اور کیا ہے؟

۳ : غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں"

(بدور الاہلہ، ص ۳۴۸ مؤلفہ نواب صاحب مذکور)

——— دعویٰ کے لئے اور جواز کے واسطے صحیح حدیث یا قرآن کی آیت کی ضرورت ہے، یہ کہنا کہ یہ اجتہادی تقریر ہے بچوں کو سمجھانا ہے۔

۴ : غیر مقلدین کے نزدیک جو جانور مرگیا اور میتہ ہے وہ ناپاک نہیں "

(دلیل الطالب : ص ۲۲۴)

_____ تقریر اجتہادی کی ضرورت نہیں بلکہ صریح و صحیح حدیث کی ضرورت ہے ورنہ اعتبار نہیں۔

۵ : نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ " سؤر " کے ناپاک ہونے پر آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور قابل اعتبار نہیں بلکہ اس کے پاک ہونے پر دال ہے (بدور الاہلہ ص ۱۵،۱۶)

_____ پس سور ان کے نزدیک پاک ہے۔ قیاس کا اعتبار نہیں ناپاک نہ ہونے اور ناپاک عین ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۶ : غیر مقلدین کے نزدیک سوائے حیض و نفاس کے خون کے باقی تمام جانوروں اور انسانوں کا خون پاک ہے۔ (دلیل الطالب ص ۲۳۰ ؛ و بدور الاہلہ ص ۱۸ ؛ و عرف الجادی ص ۱۰)

_____ طاہر ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہونا چاہئے، قیاس کا اعتبار نہیں۔ ابناء زمانہ کو رسول ﷺ کے سوا کسی زید عمرو کے بنائے ہوئے قاعدہ پر نہ چلنا چاہئے ورنہ عمل بالحدیث نہ ہوگا۔

۷ : غیر مقلدین کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۲ - دلیل الطالب ص ۸۳۲ و مسک الختام شرح بلوغ المرام - و شرح رسالہ شوکانی، الروضۃ الندیہ ص ۸۹)

_____ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح قول پیش کرنا چاہئے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں زید و عمرو کے قاعدوں کا اعتبار نہیں۔

۸ : غیر مقلدین کے نزدیک چھ چیزوں کے سوا باقی تمام اشیاء میں سود لینا جائز ہے "

(دلیل الطالب، عرف الجادی، البنیان المرصوص، بدور الاہلہ وغیرہ)۔

_____ باقی میں جواز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صریح پیش کرنا چاہئے۔

۹ :- غیر مقلدین کے نزدیک بغیر غسل کئے ہوئے ناپاک آدمی کو قرآن پاک چھونا، اٹھانا، رکھنا ہاتھ لگانا جائز ہے " (دلیل الطالب ص ۲۵۲ - عرف الجادی - البنیان المرصوص)۔

_____ جواز کے لئے کوئی صحیح صریح حدیث چاہئے زید عمرو کے اقوال سند کیلئے کافی نہیں۔

۱۰ :- غیر مقلدین کے نزدیک چاندی، سونے کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں " (بدور الاہلہ ص ۱۰۲)

۱۱ :- غیر مقلدین کے نزدیک شراب ناپاک و نجس نہیں بلکہ پاک ہے "

(بدور الاہلہ ص ۱۵ ؛ دلیل الطالب ص ۴۰۳، ۴۴۴ - عرف الجادی ص ۲۴۵)۔

_____ اس کی طہارت پر کوئی صحیح صریح حدیث یا قرآن کی آیت پیش کرنی چاہئے، ورنہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں۔

۱۲ :- غیر مقلدین کے نزدیک سونے چاندی کے زیور میں سود نہیں ہوتا جس طرح چاہے بیچے، خریدے، کمی زیادتی ہر طرح جائز ہے " (دلیل الطالب، ص ۵۰۵)

_____ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال ان کے نزدیک حجت نہیں لہذا کوئی صریح صحیح حدیث زیور کے بارے میں جواز کے لئے پیش کرنا چاہئے تاکہ مخالف پر حجت ہو۔ فلاں نے ایسا کہا، فلاں یوں کہتا ہے، میدان تحقیق میں غیر مقلد ہو کر زیبا نہیں۔

۱۳ :- غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے " (بدور الاہلہ ص ۱۵، و دیگر کتب بالا)۔

_____ اقوال رجال پر عمل مقلد بیچارے تو کرتے ہیں، اہلحدیث اور غیر مقلد ہو کر رسول ﷺ

کے سوا کسی دوسرے کے قول کو دلیل میں پیش کرنا شان محدثیت میں بٹہ لگاتا ہے۔ پاک ناشرعی حکم ہے اس کے لئے مولوی سامرودی صاحب حدیث صحیح پیش کریں۔

۱۴:- "غیر مقلدین کے نزدیک زوال ہونے سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے"۔ (بدور الاہلہ ص۷۱)

——— کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال سے پہلے جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ اگر ہے تو سند صحیح کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے۔ اماموں کے قول پیش کرنا غیر مقلدین کے لئے مفید نہیں، ان کی ضرورت تو بیچارے مقلدوں کو ہوتی ہے۔

۱۵:- غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے جماعت کا ہونا ضروری نہیں اگر دو ہی آدمی ہوں تو ایک خطبہ پڑھے اور پھر دونوں جمعہ پڑھیں۔ (بدور الاہلہ)

——— اسی قاعدے سے تو ایک بھی تنہا جمعہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ جماعت تو ضروری نہیں لیکن اس کے واسطے قرآن و حدیث سے دلیل پیش کرنا چاہیئے۔

۱۶:- "غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز مثل اور نمازوں کے ہے بجز خطبہ کے اور کسی چیز کا فرق نہیں"۔ (بدور الاہلہ ص ۷۲)

——— اوّل تو اس کے لئے کسی حدیث کی ضرورت ہے کہ جمعہ میں اور دوسری نمازوں میں کچھ فرق نہیں۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا غسل مقرر فرمایا اور نمازوں میں نہیں۔ خوشبو کے لئے حکم فرمایا اور نمازوں کے واسطے نہیں، عورت سے جمعہ ساقط کیا اور نمازیں نہیں، مسافر پر جمعہ فرض نہیں اور نمازیں پانچوں فرض ہیں۔ بیمار پر جمعہ فرض نہیں باقی پانچوں نمازیں فرض ہیں۔ اسی طرح اور امور میں بھی۔ لہٰذا یہ کہنا

کہ اس میں کسی چیز کی ضرورت نہیں اور کچھ فرق نہیں، عجیب ہے۔

۱۷:- "غیر مقلدین کے نزدیک تلاوت کا سجدہ کرنے والے کو نمازی کی صفت پر ہونا ضروری نہیں"۔ (بدور الاہلہ ص ۶۸)

——— یعنی وضو بے وضو وغیرہ سب طرح سے ادا ہو سکتا ہے۔ کیا اس کے لئے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا فعل ہے کہ ہر طرح جائز ہے؟

۱۸:- "غیر مقلدین کے نزدیک جوان مردوں اور لڑکوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے"۔ (بدور الاہلہ ص ۳۵۶، دلیل الطالب ص ۴۳۴-۴۳۵)

——— سامرودی صاحب نے جواب میں عام لوگوں کو بھی دھوکہ میں ڈال دیا کہ یہاں تو لفظ "تحلی" ہے جس کے معنی زینت کے ہیں، زیور کے نہیں۔ شاید بدور الاہلہ کو آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔ اس میں یہ موجود ہے۔

"واما حلیہ فضہ پس مانع محتاج دلیل است چہ اصل حل است اھ"

حلیہ کے معنی تو زیور کے ہیں جس کو نواب صاحب مردوں کے لئے حلال کہتے ہیں۔ دلیل الطالب میں ہے۔ واما حلية الفضة فالمانع يحتاج الى دليل اھ

یہی شوکانی کہہ رہا ہے۔ یہ حلیہ کیا چیز ہے اگر زیور نہیں؟ نواب صاحب غیر مقلد اور شوکانی دونوں کہہ رہے ہیں کہ چاندی کا زیور پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے۔ عورتیں اور مرد اس میں برابر ہیں۔

۱۹:- "غیر مقلدین کے نزدیک جو جانور بندوق کے شکار سے مرجائے اس کا کھانا جائز اور حلال ہے"۔

(بدور الاہلہ ص ۳۳۵)

——— اس کے جواز کے لئے کسی صحیح حدیث یا آیت قرآنی کی ضرورت ہے۔ سامرودی صاحب! حلال و جواز شرعی حکم ہے اس کے واسطے نص شرعی ہونا چاہئے۔ آپ کے لئے جائز نہیں کہ عمرو بکر کے اقوال پیش کر کے مدعا ثابت کریں۔ ان کو تو مقلدوں کے واسطے چھوڑ دیجئے گولی جلاتی ہے پھاڑتی نہیں۔

۲۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی قصداً نماز چھوڑ دے اور پھر اس کی قضا کر لے تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ نماز اس کی مقبول نہیں اور نہ اس نماز کا قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے وہ بیچارہ ہمیشہ گنہگار رہے گا۔" (دلیل الطالب ص ۲۵۰)

——— اس کے واسطے صحیح حدیث پیش کرنی چاہئے کہ قضا واجب نہیں۔ علماء کا اختلاف آپ کو مفید نہیں۔ سامرودی صاحب زور لگائیں اور کوئی نص پیش کریں۔ حسن بصریؒ داؤد ظاہری یا ابن حزم کے اقوال آپ کے لئے حجت نہیں۔ زید و بکر کے بنائے ہوئے اصول ہیں ان سے استدلال کرتے ہیں افسوس ہے۔

۲۱۔ غیر مقلدوں کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۴، ۱۵، ۱۶)

——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث، پاک ہونے پر پیش کرنی چاہئے اس کا اعتبار نہیں کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے وہ کہا۔ آپ غیر مقلد ہیں سامرودی صاحب! غیر مقلد کے معنی بھول جاتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ قیاس کا اعتبار نہیں حدیث پیش کیجئے۔

۲۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک دریا کے تمام جانور زندہ ہوں یا مردہ سب حلال ہیں گر طافی۔" (بدور الاہلہ ص ۳۳۳، عرف الجادی ص ۲۴۴)

——— سامرودی صاحب! اگر امام شافعیؒ یا امام مالکؒ کے آپ مقلد ہیں تو ان کے اقوال پیش کریں ورنہ خاموش رہ کر اس حدیث کو پڑھیں کہ "میرے واسطے دو میتہ ایک مچھلی اور دوسرے جراد حلال کئے گئے ہیں۔ اس حدیث نے دوسری حدیث کے عموم کو خاص کر دیا ہے۔

۲۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی، سونے کے برتن استعمال کرنا جائز ہے۔" (بدور الاہلہ ۳۵۴)

——— امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعی وغیرہما کی غیر مقلد تقلید نہیں کرتے کہ سامرودی صاحب ان کے اقوال کو پیش کریں۔ بلکہ اپنے دعوے کے لئے حدیث پیش کرنی چاہئے جس سے یہ ثابت ہو کہ چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال جائز ہے۔ بے کار اوراق سیاہ کرنا مفید نہیں۔

۲۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو۔" (عرف الجادی ص ۱۱۳)۔

——— اس کے جواز کے واسطے کوئی صریح حدیث پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہنا کہ امام شافعیؒ اس کے قائل ہیں یا دوسرے لوگ یوں کہتے ہیں، غیر مقلدوں کے لئے زیبا نہیں۔ اگر سامرودی صاحب سچے ہیں تو صحاح ستہ سے جواز و عدم جواز کی کوئی صریح حدیث پیش کریں۔ امام رازی نے ثابت کیا ہے، یا فلاں نے بیان کیا ہے، عامل بالحدیث کے

دعوے کو ثابت نہیں کرتا۔

۲۵:۔ غیر مقلدوں کے نزدیک مشت زنی کرنی یا کسی اور طریقہ سے منی کو خارج کرنا اس شخص کے لئے مباح ہے جس کے بیوی نہ ہو، اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو واجب یا مستحب ہوتا ہے۔" (عرف الجاوی، ص ۲۱۴)

—— آپ لوگوں سے اس بنا پر عرض کیا جاتا ہے کہ آپ مدعی ہیں کہ ہم حدیث ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اقوال رجال قابل اعتبار نہیں۔ حنفی، شافعی تو بیچارے آپ کے خیال فاسد میں قیاس اور رائے پر عمل کرتے ہیں۔ اگر یہ مسائل غلط ہیں تو کبھی تو ایک رسالہ ایسا لکھ کر شائع کیا ہوتا کہ جس میں علی حسن خان، نور الحسن خان اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلدین کی غلطیاں بیان کی ہوتیں، اور کہا ہوتا کہ صحاح ستہ میں یہ مسئلے نہیں ہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ سامرودی صاحب کو صرف مقلدین ہی آنکھیں نکالنے کو رہ گئے ہیں یہ آپ کے ائمہ کیوں ان مسئلوں کے قائل ہو گئے؟

۲۶:۔ غیر مقلدین کے نزدیک قربانی بکری کی، بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگرچہ سو آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہوں۔"

"وحق آنست کہ یک گوسفند از تمام مردم خانہ مجزی و بسند است اگرچہ صد کس چرا نہ باشند۔" (بدور الاہلہ ص ۳۴۱)

—— ایک بکری قربانی میں سو آدمیوں کی طرف سے کافی ہو، مگر اونٹ اور گائے سات ہی کے لئے کافی ہے۔ سامرودی صاحب اس پر بگڑ گئے کہ ہزار کیوں لکھ دیئے۔ اب

میں پوچھتا ہوں کہ اگر سو کی جگہ ایک مکان میں ہزار آدمی ہوں تو ایک بکری قربانی میں ان کی طرف سے کافی ہوگی یا نہیں؟ مکان کے سو یا ہزار آدمی ایک بکری میں شریک ہو کر قربانی کرنا چاہیں تو سب کی طرف قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ نفی یا اثبات دونوں کے لئے نص صحیح ہونا چاہیئے۔ شرکت و کفایت میں آپ فرق کر کے بیٹھ گئے، اس کی دلیل بیان کریں کہ شرکت کیوں نہیں ہو سکتی اور کافی کیوں؟ دلیل میں حدیثیں پیش کریں، اقوال رجال غیر مقلد ہو کر پیش کرنے میں فائدہ نہیں۔

۲۷:۔ غیر مقلدوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں۔" (عرف الجاوی ص ۲۵۰)۔

—— جواز و عدم جواز شرعی حکم ہے اس کے لئے ایسی حدیث پیش کریں کہ جس میں یہ موجود ہو کہ میری قبر کی زیارت کرنا جائز نہیں۔ یا میری زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منع نہیں کیا۔ نہ اور کسی صحابی نے منع کیا ہے، یہ بہتان ہے۔ سامرودی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسائل وہ ہیں جو ایک زمانہ سے طے ہو چکے ہیں۔ خیر شکر ہے۔ یہی حنفی کہتے ہیں کہ جن مسئلوں کو آپ پیش کرتے ہیں وہ آپ کے زمانہ سے پہلے طے ہو چکے ہیں۔ لہذا جہلاء کو بھڑکانے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ آپ فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز مستحب، سنت سمجھتے ہیں تو جو لوگ منع کرتے ہیں ان کے رد میں ایک رسالہ شائع کریں۔ اقوال رجال کا اعتبار نہیں۔ اپنی

غیر مقلدی کا ضرور خیال کیجئے گا۔

۲۸:۔ غیر مقلدین کے نزدیک نجاست گرنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا، تھوڑا ہو یا بہت۔ نجاست پاخانہ، پیشاب ہو یا اور کوئی۔ ہاں رنگ، بو، مزہ ظاہر ہو تو ناپاک ہو جائیگا۔

(عرف الجادی ص ۹۰)

——— اس کے واسطے صحیح حدیث ہونی چاہیئے کہ تھوڑے سے پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ رنگ بو مزہ بدلنے پر نجاست کے حکم کو کسی صحیح حدیث سے ثابت کرنا چاہیئے۔ سامرودی صاحب چونکہ غیر مقلد ہیں اس لئے فقہاء اور اماموں کے مذہب اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے اقوال کو نقل کرنا ان کے لئے مفید نہیں۔ ہاں مقلد ہو گئے ہوں تو اور بات ہے۔ یا غیر مقلدیت کے معنی بھول گئے ہوں تو معذور ہیں۔ لیکن صحابۂ کرامؓ کے قول اور اماموں کے مذاہب ان کے نزدیک حجت نہیں۔ لہٰذا حدیث کی ضرورت ہے ورنہ اہلحدیث اور غیر مقلد نہیں۔ حدیث کو پیش نہ کرنا اور اقوالِ رجال نقل کر کے اوراق سیاہ کرنا مفید نہیں۔

۲۹:۔ غیر مقلدین کے نزدیک بے وضو آدمی قرآن چھو سکتا ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۵)

——— بے وضو اور ناپاک آدمی میں فرق ہے مولوی سامرودی صاحب اس کو ایک ہی سمجھ گئے اور اعتراض کر دیا کہ فضول دس نمبر کو بڑھایا۔ آپ غیر مقلد ہیں پھر ابن عباسؓ اور ضحاک اور حماد اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا مذہب ہونا آپ کو مفید نہیں، یہ عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ لہٰذا اس کو چھونے کے واسطے حالتِ حدث میں، حدیث پیش کریں جب مرد میداں

آپ کہہ سکیں گے۔ ورنہ چناں اور چنیں اور زبانی جمع خرچ سے کچھ فائدہ نہیں۔

۳۰:۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر نمازی ناپاک بدن سے نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور وہ گنہگار ہے۔ "پس مصلے با نجاست بدن آثم است و نمازش باطل نیست"

(بدور الاہلہ ص ۳۸)

——— نماز صحیح ہونے کے واسطے صریح صحیح حدیث سامرودی صاحب پیش کریں۔ ابن مسعودؓ کا یہ مذہب ہے اور فلاں کا یہ قول۔ حنفی یوں کہتے ہیں۔ یہ سب غیر مقلدی کے معنی بھول جانے کی دلیل ہے۔ سندیں حدیث پیش کریں باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ صحابۂ کرامؓ کا قول آپ حجت نہیں مانتے۔

۳۱:۔ غیر مقلدین کے نزدیک بدن سے کتنا ہی خون نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا"

(دستور المتقی ص ۲۹، جدید طبع ص ۴۰)۔

——— سامرودی صاحب صحیح حدیث اس کے واسطے پیش کریں۔ صحاح ستہ جو آپ کا معیار ہے اس سے اس حکم کے واسطے سند پیش کریں۔ یہ میدانِ تحقیق ہے یہاں حدیث صحیح کی ضرورت ہے۔ لوگوں کے اقوال سے غیر مقلد اور اہلحدیث ہو کر استدلال کرتے ہیں؟ آپ پر ہزار افسوس! وہ دعوئ محدثیت کیا ہوا؟ اور وہ غیر مقلدیت کے معنی کہاں فراموش کر دیئے؟ یہ شورا شوری اور پھر یہ کمزوری۔

۳۲:۔ غیر مقلدین کے نزدیک مسافر مقیم کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر شریک ہونا ضروری ہے تو پچھلی دونوں رکعتوں میں شریک ہو، نہ پہلی میں (البنیان المرصوص، ص ۱۶۳)

یہ داؤدیہ کا بھی مذہب ہے ۔ اسی کی تقلید انہوں نے کی ہے ۔ سامرودی صاحب غیر مقلدی کے معنی بار بار بھول جاتے ہیں ۔ قیاس و اجتہاد اہلحدیث اور غیر مقلد ہو کر جائز نہیں ۔ کیا آج یہ بھی بھول گئے کہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا تھا ۔

حضرت والا ! حدیث صحیح اس مسئلہ کے لئے پیش کریں ۔ آپ مقلد نہیں جو اماموں کے اقوال پیش کرتے ہیں ۔ یہ تو بیچارے مقلدوں کا کام ہے ۔ ایسے ہوش و حواس گم ہیں کہ سوائے اماموں کے اجتہاد کے اور کہیں پناہ ہی نہیں ملتی ۔

۳۳ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک سر منڈانا خلاف سنت اور خارجیوں کی علامت ہے ۔ "

(البنیان المرصوص ، ص ۱۶۹)

—— اس کے واسطے صحیح حدیث پیش کرنی چاہیئے ۔ صاحب بنیان جب سر منڈانے کے قائل ہیں تو خلاف سنت اور خوارج کی علامت کیوں کہتے ہیں ؟ سامرودی صاحب ملا علی قاری رح یا امام احمد رح کا قول آپ کے لئے مفید نہیں ۔ یہ تو مقلدوں کے لئے چھوڑ دیجئے ۔ آپ حدیث پیش کریں ۔ اہل حدیث ہو کر یہ کمزوری ! آپ بھول گئے ۔

" ما اہلحدیثیم دغا را نشناسیم " حدیث کی جگہ زید ، بکر کا قول حجت میں پیش کرتے ہیں ۔

۳۴ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک لفظ " اللہ " کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے ۔ "

(البنیان المرصوص ، ص ۱۷۳)

—— سامرودی صاحب آپ نے " بنیان " کی عبارت کیوں نقل کی ۔ آخر بدعت تو

اس میں بھی ہے ۔ لیکن اس کے ترجمہ کو آپ ہضم کر گئے تاکہ عوام نہ اچھل پڑیں ۔ ناجائز ہونے پر حدیث پیش کریں انعام دینے کو تیار ہیں ۔ پڑھئے آیت ۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا ۔ اور یاد رکھئے اس حدیث کو کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا ۔ اہلحدیث آپ جیسے مدعی ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں ۔ اب معلوم ہوا کہ آپ کو بغیر فقہاء رح اور صحابۂ کرام رض اور امام بخاری وغیرہ کے چارہ نہیں ۔ ورنہ کہیں تو غیر مقلدی کا اثر ہوتا ۔ آپ کے یہاں تو مطلع صاف ہے ۔

۳۵ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک بعض صحابہ رض فاسق ہیں ۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ کہ انہوں نے ارتکاب کبائر اور بغاوت کی ہے ۔ " (البنیان المرصوص ، ص ۱۸۴)

—— سامرودی صاحب نے سیدنا حضرت معاویہ رض کے نام کا انکار کر دیا ۔ مگر یہاں انعام نہیں مقرر کیا ۔ کیونکہ " البنیان " میں موجود ہے ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد نہیں ۔ حدیث پیش کیجئے کہ صحابۂ کرام رض کو فاسق کہنا جائز ہے ۔ کیونکہ وہ مرتکب کبائر تھے ۔ فلاں نے ایسا کہا ، حنفی یوں کہتے ہیں ۔ عقاید کی کتابوں میں یوں لکھا ہے ، غیر مقلد ہو کر فضول ہے ۔

۳۶ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک عورت کی نماز بغیر تمام ستر کے چھپائے ہوئے صحیح ہے : تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو ، یا اپنے شوہر کے ساتھ ہو ، یا دوسرے محارم کے ساتھ ہو ۔ غرض ہر طرح صحیح ہے ۔ زیادہ سے زیادہ سر چھپالے " (بدور الاہلہ ، ص ۳۹)

——— صحت حکم شرعی ہے اس کے واسطے حدیث صحیح سند میں ہونی چاہیئے۔ سامرودی صاحب غیر مقلد ہو کر اقوالِ رجال پیش کریں گے تو قابلِ اعتبار نہیں۔ اور جو عذر کی صورتیں اور مجبوری کی حالتیں ہیں ان کو بھی ذکر کرنے سے فائدہ نہیں۔

۳۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک نمازی کے کپڑوں کے واسطے پاک ہونا شرط نہیں۔ اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں بغیر عذر کے قصداً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے ۔"

(دلیل الطالب ص ۲۶۴ ؛ عرف الجادی ص ۳۲ ؛ بدور الاہلہ ص ۳۹)

——— ناپاک کپڑوں میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے سامرودی صاحب صحیح حدیث پیش کریں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال و افعال غیر مقلدوں کے نزدیک حجت نہیں۔ اہلحدیث ہو کر اماموں کے اقوال پیش کرنا سامرودی جیسے لوگوں کا کام ہے۔ بے چارے کیا کریں غیر مقلدی کے معنی بھول جاتے ہیں۔

۳۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔"

(دستور المتقی ص ۲۹ ؛ جدید طبع ص ۲۱)

——— کہیں ایسی حدیث دکھلائیے جس میں یہ ہو کہ جو شخص ٹخنوں سے نیچے تہبند باندھے یا نیچا پاجامہ پہنے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ سامرودی صاحب! حدیث دانی بہت مشکل ہے۔ مفسد اور چیز ہوتی ہے اور زجر و تنبیہ دوسری چیز ہے۔ دین میں سمجھ پیدا کریں۔

۳۹۔ رمضان میں روزے کی حالت میں کسی نے قصداً کھا پی لیا تو غیر مقلدین کے نزدیک اس کے ذمہ

کفارہ نہیں ۔" (دستور المتقی، ص ۱۰۳ ؛ جدید طبع ص ۱۴۰)

۴۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات رض کے بارے میں وارد ہوئی ہے امت کی عورتوں کے واسطے نہیں ۔" (البنیان المرصوص، ص ۱۶۸)

——— سامرودی صاحب نے عبارت بنیان کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔" یعنی پردہ خاص ازواج مطہرات رض ہی کے بارے میں آیا ہے نہ امت کی عورتوں کے حق میں ۔" یہی تو میرا بھی کہنا ہے کہ پردہ کا حکم خاص ازواج مطہرات رض کے بارے میں آپ لوگوں کے نزدیک ہے دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔ صرف لفظ حکم بڑھ جانے سے آپ لال پیلے ہو گئے۔ اور اقوالِ رجال نقل کر دیئے۔ سب جگہ آدھی آدھی عبارتیں نقل کی ہیں۔ تفصیل کسی اور وقت کے لئے ملتوی رکھیئے۔

۴۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک ساہی (خارپشت) کھانا جائز ہے حرمت کی حدیث ثابت نہیں ۔"

(بدور الاہلہ ص ۳۵۱ ؛ عرف الجادی ص ۲۴۳)

——— خبیث ہونا کسی حدیث سے ثابت کرنا چاہیئے۔

۴۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک ان شہروں میں کافروں سے حیلہ کر کے سود لینا جائز ہے ۔"

(البنیان المرصوص، ص ۱۷۳)

——— سامرودی صاحب آپ کے اس ترجمہ کا کیا مطلب ہے ؟ یہ بہانہ قرض سودی ان شہروں کے کفار سے لینے کے لئے ہو سکتا ہے۔ یہاں تقوی کے متعلق آپ سے ہم نہیں دریافت کرتے، فتوی تو آپ کا جائز کہتا ہے۔ اسی میں کلام ہے۔ حنفی یوں کہتے ہیں،

ہدایہ میں یوں ہے ۔ یہ غیر مقلدی کے معنی بھول جانے کی دلیل ہے ۔ آپ کو کیا غرض ہدایہ سے اور حنفیوں سے ، آپ تو حدیث سے اپنا مذہب ثابت کریں ۔

۴۳ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک جانور کے ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ نہیں پڑھی تو کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لے ۔ اس کا کھانا جائز ہے ۔" (عرف الجادی ص ۲۴۹)

—— سامرودی صاحب اس مسئلہ میں امام بخاری رہ کے مقلد ہیں ۔ اسی لئے بخاری کے ترجمۃ الباب کو ذکر کیا ہے ۔ مذہب نعمانی میں بِسْمِ اللّٰہِ تو ہے خواہ کسی قسم کی ہو ۔ آپ کہئے کہ آپ کے ہاں تو بِسْمِ اللّٰہِ ہی ندارد ہے ۔ نکٹوں اور ناک والوں کی مثال ہے ۔

۴۴ ۔ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے غیر مقلدین کے نزدیک نماز پڑھ سکتا ہے ۔"

(عرف الجادی ص ۳۷)

—— اس کے واسطے صحیح حدیث ہونی چاہئے ۔ جس میں یہ ہو کہ ایسی نماز جائز ہے ۔ مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے صحیح ہے ۔ مدعی کے ذمہ دلیل بیان کرنا ہے نہ کہ مانع پر ۔ کوئی اصحابی ایسا کرتے تھے آپ کے قاعدہ سے صحیح نہیں اور صحابہ کرام رضہ کے اقوال وافعال آپ کے نزدیک حجت نہیں ۔

۴۵ ۔ نابالغ لڑکا اگر بالغوں کی امامت کرے تو اس کی امامت صحیح ہے ۔" (عرف الجادی ص ۳۹)

—— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل جو صحیح سند سے ثابت ہو دلیل میں پیش کرنا چاہئے ۔ اس کے واسطے فقہاء کے اختلاف کو بیان کرنا غیر مقلدی کے معنی بھول جانا ہے ۔

۴۶ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک عید کی نماز تنہا ایک آدمی کی بھی صحیح ہے اس کے لئے جماعت کا ہونا

ضروری نہیں ۔" (بدور الاہلہ ص ۷۸) ۔

—— تنہا نماز عید صحیح ہونے کے واسطے صحیح حدیث کی ضرورت ہے ۔ قولی ہو یا فعلی یا تقریری بغیر اس کے غیر مقلدی کے معنی بھول جانا ہے ۔

۴۷ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک جس صورت میں چاہے خدا ظاہر ہو سکتا ہے ۔"

(ہدیۃ المہدی ص ۷ ، جزو اوّل)

۴۸ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک غیر اللہ سے استعانت کرنا اور ان سے مدد چاہنا جائز ہے شرک نہیں ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۹ ، جزو اوّل)

—— یہ کتاب وہ ہے جو مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد حیدر آبادی نے امام مہدی علیہ السلام کے عمل کرنے کے واسطے لکھی ہے ۔

۴۹ ۔ مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں ۔ جو شخص نکاح یا خوشی کی رسموں میں باجے بجوائے اس کو فاسق کہنا ظلم اور شرارت اور تعصب ہے ۔" (اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ص ۶۱)

—— اہلحدیث خصوصاً مولوی سامرودی صاحب اس کے جواز کی صریح صحیح حدیث پیش کریں ۔

۵۰ ۔ غیر مقلدین کے نزدیک غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۲۳ جزو اوّل)

—— اس کے جواز کی مولوی سامرودی صاحب کوئی صحیح صریح حدیث صحاح ستہ سے پیش کریں ۔ اسی کتاب کو لے کر امام مہدی علیہ السلام مخلوق کو ہدایت فرمائیں گے

۵۱ ۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضہ یا کسی ولی کو یہ خیال کر کے دور سے ندا کرے کہ

ان کی سماعت عامۃ الناس کی سماعت سے اوسع ہے تو یہ شرک نہیں "

(ہدیۃ المہدی ص ۲۵ جزو اول)

—— مولوی وحید الزمان غیر مقلد بھی ہیں اور اہلحدیث بھی۔ مولوی سامرودی صاحب غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۵۲ :- اہلحدیث کے نزدیک خارجیوں اور رافضیوں کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنی جائز ہے "

(اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ص ۹۶)

۵۳ :- غیر مقلدین کے نزدیک ذات خداوندی کے ساتھ حوادث قائم ہیں اس کے امتناع پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں " (ہدیۃ المہدی ص ۱۲)

—— باری تعالیٰ کا محل حوادث ہونا کس دلیل شرعی سے ثابت ہے ؟

۵۴ :- غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام رضہ کی تفسیر قرآن قابل حجت نہیں۔

" حاصل آنکہ حجت تفسیر صحابہ غیر قائم است لاسیما نزد اختلاف اھ

(بدور الاہلہ ص ۱۳۹)

نواب صدیق حسن صاحب اہلحدیث بھی ہیں اور غیر مقلد بھی اور مجتہد بھی۔

۵۵ :- غیر مقلدین کے نزدیک وطی سے حج فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس پر کوئی کفارہ ہے۔

ولا یبطل حجہ ولا یلزمہ شیء اھ (الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیہ ص ۱۶۵)

واعجب ترا ز ان فساد حج بوطی اھ (بدور الاہلہ ص ۱۴۱)

یہ دونوں کتابیں نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ہیں۔

۵۶ :- غیر مقلدین کے نزدیک حالتِ حیض میں عورت پر طلاق نہیں پڑتی " (روضۃ الندیہ ص ۲)

" والراجح عدم وقوع البدعی اھ "

—— یہی ابن تیمیہ اور ابن حزم کا مذہب ہے چنانچہ کتاب مذکور میں نواب صاحب غیر مقلد نے تصریح کی ہے۔

۵۷ :- غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی شخص مُردہ آدمی میں وطی کرے تو غسل واجب نہیں۔ چنانچہ مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے " ہدیۃ المہدی ص ۴۴ " میں تصریح کی ہے۔

" غسل کے واجب ہونے پر کوئی دلیل ہم نے نہیں دیکھی "

۵۸ :- غیر مقلدین کے نزدیک عورت مرد میں سے کوئی صغیر ہے اور خلع کرے تو خلع نہیں ہوتا اور نہ اس سے طلاق بائن ہوتی ہے نہ رجعی " (بدور الاہلہ ص ۱۸۷)۔

—— اس کے واسطے کوئی صریح صحیح حدیث دلیل میں پیش کرنی چاہئے۔

۵۹ :- اہلحدیث کے نزدیک اگر خاوند میں بھی، عورت ان عیبوں میں سے کوئی عیب پائے یعنی جذام یا برص یا نامردی یا آتشک یا سوزاک تو قاضی کے پاس فریاد کرے وہ نکاح فسخ کر دے گا۔ اھ (اسرار اللغۃ پارہ پنجم ص ۲۵)

—— مولوی سامرودی صاحب قرآن و حدیث سے اس کو ثابت کریں خصوصاً بخاری سے

۶۰ :- ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ جس طرح میں منبر سے اترتا ہوں اسی طرح خدا آسمان سے اترتا ہے " (ہدیۃ المہدی ص ۱۱)۔

—— یہ مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہیں تو اور کیا ہے۔

۶۱ :- باری تعالےٰ کا مکان عرش ہے کیونکہ ہر موجود کے واسطے مکان کی ضرورت ہوتی ہے ۔"

(ہدیۃ المہدی ص ۹)

۶۲ :- اللہ تعالےٰ ہر رات کو عرش سے آسمان دنیا کی طرف بذاتہ اترتا ہے اور پھر عرش و کرسی کی طرف چڑھ جاتا ہے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۰)

۶۳ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اہلحدیث گو امام ابوحنیفہ اور شافعیؒ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں ۔ لیکن ابن تیمیہ ، ابن قیم ، شوکانی ۔ نواب صدیق حسن خان کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں ۔" (اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ص ۴۴)

۶۴ :- غیر مقلدین کے نزدیک متعہ جائز ہے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۲)

۶۵ :- غیر مقلدین کے نزدیک قراۃ شاذہ کے ساتھ نماز جائز ہے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۴)

۶۶ :- غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص عورتوں اور لونڈیوں سے لواطت کرے یعنی دبر میں وطی کرے اس کو منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ۔" ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۶۷ :- غیر مقلدین کے نزدیک فاتحہ مروجہ رسمیہ سے لوگوں کو روکنا نہیں چاہئے ۔"

ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۶۸ :- غیر مقلدین کے نزدیک گانے او مزامیر سے لوگوں کو منع نہیں کرنا چاہئے ۔"

(ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۶۹ :- کوئی شخص متعہ کرتا ہو اس پر انکار نہ کرنا چاہئے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۷۰ :- شطرنج کھیلنے والے پر انکار جائز نہیں ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۷۱ :- مجلس میلاد رسمیہ سے لوگوں کو منع کرنا اور ان پر سختی کرنا جائز نہیں ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

۷۲ :- غیر مقلدین کا مذہب ہے ۔ کہ ہم خدا کو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جسم ہے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جسم نہیں ہے ۔" (ہدیۃ المہدی ص ۹)

۷۳ :- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مرکب بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ غیر مرکب ہے ۔"

(ہدیۃ المہدی ص ۹)

۷۴ :- غیر مقلد کہتے ہیں کہ صحابہ رضؓ کے اقوال حجت نہیں اور امام بخاری اور امام احمد حجت ہیں ۔"

(ہدیۃ المہدی ، ج ۱ ، ص ۲۱)

۷۵ :- غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کسی نے حج کی حالت میں وطی کر لی تو کسی قسم کا اس کے ذمہ تاوان نہیں قرآن و حدیث میں اس کی بو اور ہوا تک نہیں ۔ "پس در کتاب و سنت رائحہ ازاں نتواں یافت ۔" (بدور الاھلہ ص ۱۴۱)

غیر مقلدین میں باہمی مسائل متعارضہ

از استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

◎

۱ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک رنڈی کی خرچی حرام ہے۔ اس کے یہاں دعوت کھانا درست نہیں ہے۔ اس سے معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے "اسرار اللغۃ" پارہ دہم ص ۱۵۶۔ میں تصریح کی ہے ——— اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری کے نزدیک حلال ہے اور توبہ اس کا ذریعہ ہے۔

۲ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک قرآن اور احادیث سے بیماروں پر رقیہ کرنا درست ہے اور دوسرے غیر مقلدوں کے نزدیک ناجائز ہے " اور تعجب تو اہلحدیث پر آتا ہے جو منتر سے تو لوگوں کو منع کرتے ہیں اور پھر ذرا سی بیماری ان کو ہوتی ہے تو حکیم اور ڈاکٹر کے پاس دوڑے جاتے ہیں۔ منتر بھی دوا کی طرح ہے جب دوا کو جائز رکھتے ہو اس کو بھی جائز رکھو۔ انتہیٰ " (اسرار اللغۃ، پارہ دہم، ص ۱۱۸)

۳ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر مواقیت سے پہلے کسی نے احرام باندھا تو جائز ہے " (ہدیۃ المہدی ص ۹۴ جز سادس)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ جائز نہیں " (ہدیۃ الاہلہ ص ۱۳۹)

۴ :- نواب صاحب فرماتے ہیں کہ وطی سے حج باطل نہیں ہوتا۔ (ہدیۃ الاہلہ ص ۱۴۱)

مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ باطل ہو جاتا ہے آئندہ سال اعادہ کرے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۱۰۳ ج ۶)

۵ :- شوکانی اور وحید الزمان صاحب کہتے ہیں کہ حج میں وطی کرنے سے بدی واجب ہوگی چنانچہ "ہدیۃ المہدی" سے ظاہر ہے ——— اور نواب صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ نہیں واجب ہوگا۔ چنانچہ "بدور الاہلہ" اور "روضۃ ندیہ" سے ظاہر ہے۔

۶ :- امام بخاری رح کے نزدیک میت کے اٹھانے سے وضو نہیں آتا چنانچہ صحیح بخاری سے ظاہر ہے۔ اور ——— غیر مقلد کہتے ہیں کہ وضو کرنا پڑے گا چنانچہ ہدیۃ المہدی۔ بدور الاہلہ اور روضۃ ندیہ سے ظاہر ہے۔

۷ :- امام بخاری رح کے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غاسل پر غسل نہیں۔ اور صاحب نصر الباری نے انہیں کی تقلید کی ہے۔ چنانچہ نصر الباری پارہ پنجم ص ۵۲۔ سے ظاہر ہے ——— شوکانی کے نزدیک غسل واجب ہے۔ اس کی تقلید صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد اور مولوی وحید الزمان صاحب نے کی ہے۔ چنانچہ روضۃ ندیہ ص ۲۷۔ اور ہدیۃ المہدی ص ۲۶۔ اور بدور الاہلہ ص ۳۲ سے ظاہر ہے۔

۸ :- امام بخاری رح کہتے ہیں کہ میت کا غسل صفائی اور تنظیف کے واسطے ہے۔ چنانچہ نصر الباری ص ۵۲ سے ظاہر ہے ——— لیکن غیر مقلد کہتے ہیں کہ واجب شرعی ہے۔ چنانچہ ہدیۃ المہدی ص ۲۵۔ اور روضۃ ندیہ ص ۳۵ سے ظاہر ہے۔

۹ :- مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی کہتے ہیں۔ تراویح میں ختم کے دن سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنا بدعت ہے وہ حافظ کو منع کر دیا کرتے تھے ——— مولوی وحید الزمان صاحب کہتے ہیں کہ بدعت نہیں جائز ہے۔ (اسرار اللغۃ؛ پارہ چہارم ص ۴۴)

۱۰ :- شوکانی اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ نماز میں ستر شرط نہیں ہے ——— اور مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہدیۃ المہدی میں بسط کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور دونوں کا رد کیا ہے۔

۱۱ :- صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اذان وقت ہی میں ہونی چاہیئے اور بلال رضہ کی اذان شب میں الفاظ نائم اور ارجاع قائم کے لئے ہوتی تھی۔ نماز فجر کے واسطے نہ تھی۔ (بدور الاہلہ ص ۴۷) ——— لیکن وحید الزمان صاحب غیر مقلد کی رائے ہے کہ فجر کے لئے دو اذانیں ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اسرار اللغۃ میں مصرح ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۶۴)

۱۲ :- نواب صدیق حسن خان صاحب کے قول میں مؤذن کو اجرت دے کر رکھنا ناجائز ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۴۷) ——— اور مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اسوقت جواز اخذ اجرت میں کوئی شبہ نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۸۵)

۱۳ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک مؤذن کیلئے مذکر ہونا شرط ہے (ہدیۃ المہدی ص ۶۲) اور ——— نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کے نزدیک (مؤذن کے لئے مذکر ہونا) شرط نہیں، بلکہ عورتوں اور مردوں کا ایک حکم ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۴۶)

۱۴ :- نواب صدیق حسن خان صاحب کہتے ہیں کہ اذان واجب ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۴۶)۔ مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۴۶) اور وجوب کی دلیلوں کو رد کیا ہے۔

۱۵ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اسی طرح گانا اور بجانا تفریح طبع کے لئے مختلف فیہ ہے۔ اور عید اور شادی اور خوشی کی رسموں میں بقول راجح جائز بلکہ مستحب ہے۔

(اسرار اللغۃ، پارہ ہشتم، ص ۸۶)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں مزامیر حرام ہے (بدور الاہلہ ص ۵۱۳) یہی مذہب ابن تیمیہ اور ابن قیم کا ہے۔

۱۶ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صحیح یہ ہے کہ فاتحہ پکار کر نہ پڑھے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۳۱)۔

اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جہر ثابت ہے اور آہستہ پڑھنا مستحب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۹۲)۔

۱۷ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار پانچ سے زائد تکبیریں کہنا جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۱۷)۔

نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ چار تکبیروں سے قصداً کم و بیش کرنا بدعت ہے۔

(بدور الاہلہ ص ۹۱ - ۹۲)

۱۸ :- امام شوکانی رہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں جو دعائیں وغیرہ وارد ہوئی ہیں ان کے موضع قرأت

کی کوئی تعیین نہیں۔ جس تکبیر کے بعد چاہے پڑھے۔ پہلی میں ہو یا دوسری میں یا تیسری میں ہو یا چوتھی میں۔ چنانچہ نیل الاوطار میں مصرح ہے۔ ——— لیکن مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں۔ ضروری ہے فاتحہ پہلی میں ہو۔ اور درود کا دوسری تکبیر کے بعد ہونا ضروری ہے اور دعائیں تیسری تکبیر کے بعد ہوں۔

(ہدیۃ المہدی ص ۲۲۲، ۲۲۳)

۱۹ :- نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد "بدور الاہلہ" میں فرماتے ہیں کہ قصداً چار تکبیروں سے کم و بیش کرنا بدعت ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۹۱، ۹۲)

اور "روضہ ندیہ" میں زیادتی کو ثابت کیا ہے اور عدم نسخ کے قائل ہوتے ہیں۔

(روضۃ الندیہ ص ۱۰۹، ۱۱۰)

۲۰ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا کرنا ضروری ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۲۲۴)

اور نواب صاحب کے طرز بیان و تحریر سے یہ ثابت ہے کہ وہ شوکانی رحمہ کے مقلد ہیں۔

(روضۃ الندیہ ص ۱۱۰)

۲۱ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جب میت مؤنث ہو تو دعاؤں میں ضمیر مؤنث کی پڑھنی چاہیے ——— اور امام شوکانی رحمہ فرماتے ہیں کہ ضمائر مذکر کو مؤنث نہ کرے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۲۴)۔

۲۲ :- ابن تیمیہ شراب کو نجس فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تخلیل سے طاہر نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۴۲)

اور یہی مذہب ابن قیم کا ہے ——— لیکن شوکانی اور نواب صاحب غیر مقلد اس کو طاہر کہتے ہیں۔ چنانچہ بدور الاہلہ وغیرہ میں مصرح ہے۔

۲۳ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ میت کے کفن میں تین کپڑوں سے مرد کے لئے اور پانچ کپڑوں سے عورت کے لئے زیادتی کرنا مکروہ ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۱)

اور ——— شوکانی رحمہ اور نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔

(روضۃ الندیہ ص ۱۰۸)

۲۴ :- مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۲۱)

اور نواب صاحب غیر مقلد کہتے ہیں واجب ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۱) اسی کے شوکانی قائل ہیں۔ (روضۃ الندیہ ص ۳۶)

۲۵ :- دخول مکہ کے واسطے غسل کرنا مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک سنت ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۲۶)

اور نواب صاحب غیر مقلد منع کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں ظلمات بعضها فوق بعض۔ (بدور الاہلہ ص ۳۲) اور فرماتے ہیں کہ اس کا ثبوت ہمارے علم میں نہیں ہے۔

۲۶ :- داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ غسل کے بعد وضو کرنا چاہیے۔ اور صاحب ہدیۃ المہدی فرماتے ہیں کہ نہ کرنا چاہیے۔ (ص ۲۲)

۲۷ :- مولوی عبد الجلیل صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اہلحدیث کے یہاں سر منڈانا منع نہیں ہے۔

(العذاب المبین ص ۲)۔

لیکن صاحب البنیان المرصوص کہتے ہیں کہ خارجیوں کی علامت ہے۔ (البیان المرصوص ص ۲۹)

۲۸ :۔ مولوی عبد الجلیل سامرودی غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے جائز ہے۔

(العذاب المبین ص ۱)

لیکن علی حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہرگز اقتداء نہ کرے مجبوری کو پچھلی دو رکعتوں میں شریک ہو۔ (البنیان المرصوص ص ۱۶۳)

۲۹ :۔ نور الحسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ مشت زنی جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۱۴)

لیکن عبد الجلیل صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ مشت زنی جائز نہیں۔ (العذاب المبین ص ۵۳)

۳۰ :۔ نور الحسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ زنا کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۳۶)

لیکن عبد الجلیل صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جائز نہیں کیونکہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں۔ (العذاب المبین ص ۵۲)۔

۳۱ :۔ مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۲۳)

اور مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو شرک فرماتے ہیں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۱۹)۔

۳۲ :۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی یا کسی ولی کو یہ خیال کر کے ندا کرے کہ ان کی سماعت عامۃ الناس سے اوسع ہے تو شرک نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱۔ ص ۲۸)

مولوی ثناء اللہ صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۱۷، ۱۸)

۳۳ :۔ مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں آجکل مولود مروجہ پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۴۰)

لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۳۲)

۳۴ :۔ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں قبلہ دین لاوے کعبہ ایمان لاوے قاضی شوکاں لاوے۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۲۳، نفح الطیب ص ۴۷، ۵۷)۔

لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب اہلحدیث اس کو ناجائز اور شرک قرار دیتے ہیں۔

(اہلحدیث کا مذہب ص ۱۷، ۲۱)

۳۵ :۔ نواب صاحب اہلحدیث تو قبلہ اور کعبہ لکھنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ عبارت بالا شاہد ہے۔ لیکن مولوی عبد الجلیل صاحب غیر مقلد کہتے ہیں ناجائز ہے۔ (العذاب المبین ص ۱)

۳۶ :۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں۔ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۲)

اور مولوی عبد الجلیل صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ مال تجارت میں عامہ اہلحدیث کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے۔ (العذاب المبین ص ۲۸، ۲۹)۔

پہلے قول کے شوکانی اور داؤد ظاہری وغیرہ بھی قائل ہیں۔ اور مولوی وحید الزمان غیر مقلد بھی عدم وجوب کے قائل ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۴۔ ج ۲)

۳۷ :۔ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کے نزدیک چاندی سونے کے زیور میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۱)۔

لیکن مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ دلیل کے اعتبار سے وجوب قوی ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۵ ج ۲)

۳۸ :۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ایک سو اکیس تک زکوٰۃ میں ایک بکری دو سو ایک تک دو بکریاں۔ پھر اس میں تین ہیں تین سو ایک تک۔ پھر چار بکریاں ہیں۔ پھر ہر سو میں ایک بکری ہے۔ یہی تفصیل حدیث انس رض و ابن عمر رض میں ثابت ہے۔ (روضۃ الندیہ ،ص ۱۲۳)

لیکن مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک سو بیس تک ایک بکری اور ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں۔ اور دو سو ایک سے تین سو تک تین بکریاں۔ اور چار سو ہوں تو چار بکریاں دینی چاہئیں۔ شوکانی اور نواب صاحب کا قول صحیح نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۳)

۳۹ :۔ اگر کسی شخص سے ایک رمضان کے روزے کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئے تھے اور دوسرا رمضان آگیا اور قضا نہ کی تو تاخیر کی وجہ سے ہر دن کے لئے علاوہ قضا کے ایک مد کھانا دینا مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک لازم ہے۔ (ہدیۃ المہدی ج ۲۔ ص ۶۴)

اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ تاخیر کی وجہ سے کچھ اس کے ذمہ لازم نہیں آتا۔ یہی قول شوکانی کا ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۲۸ ، و الروضۃ الندیہ ص ۱۵۰)

۴۰ :۔ مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ فانی جو روزہ کی قدرت نہیں رکھتا ، اور وہ مریض جس کے اچھا ہونے کی امید نہیں ہے ان پر روزہ نہیں بلکہ کفارہ لازم ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۲ ،ص ۶۵)

اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں۔ قضا ہے نہ کفارہ۔ (الروضۃ الندیہ)

اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری اہلحدیث نے ایک نئے معنی تفسیر آیت میں تراشے ہیں۔ کہ مریض ، مسافر دو قسم کے ہیں۔ ایک تو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ایک قسم مشقت کے

ساتھ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ تو آیت میں قضا پہلی قسم کے ساتھ متعلق ہے اور فدیہ دوسری قسم کے ساتھ متعلق ہے۔ یعنی وہ مختار ہیں کہ چاہے روزہ رکھیں یا فدیہ دیں۔ چنانچہ مولوی وحید الزمان صاحب نے اس کو نقل کر کے رد کیا ہے۔ یہ سب مصیبتیں عدم تقلید کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ ہر شخص ان میں کا مجتہد ہے اور اپنی رائے میں مستقل ہے۔

۴۱ :۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جس میت کے ذمہ قضائے صوم باقی ہو تو اس کی جانب سے صوم نذر کی قضا ولی کرے۔ اور اگر فرض اصلی ہو تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے۔

(الروضۃ الندیہ ص ۱۴۹ ، ہدیۃ المہدی ص ۶۶)

لیکن نواب صاحب نے اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ صوم نذر اور صوم اصلی دونوں میں رکھے تفریق صحیح نہیں۔ (الروضۃ الندیہ ص ۱۵۰ ، ہدیۃ المہدی ص ۶۶)

۴۲ :۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ احرام کے لئے غسل مشروع نہیں ——— اور مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ احرام کا غسل مستحب ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۲ ص ۹۵)

۴۳ :۔ شوکانی فرماتے ہیں۔ احرام حج میں جو کعبین مروی ہے اس سے دونوں ٹخنے مراد ہیں ——— لیکن مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ وسط قدم میں جو مفصل ہے وہ کعب سے مراد ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ص ۱۰۳ ، ج ۲)

۴۴ :۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ استلام کی ابتدا تکبیر کے ساتھ بدعت ہے ——— اور مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ تکبیر کے ساتھ افتتاح استلام سنت اور

اور ثابت ہے۔ (ہدیۃ المہدی ج ۶ ص ۱۱۳)

۴۵ :۔ عرفہ کے روز غسل کو مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث مستحب فرماتے ہیں (ہدیۃ المہدی ج ۶، ص ۱۳)
اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں اس کا قابل اعتبار ہونا دلیل سے ثابت نہیں۔

(بدور الاہلہ ص ۳۲)

۴۶ :۔ مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں۔ طواف زیارت جس کو طواف صدر وغیرہ کہا جاتا ہے، فرض درکن حج ہے ـــــ لیکن نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ فرض نہیں دلائل عدم وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۶ ص ۱۵۵)

۴۷ :۔ نواب صاحب اہلحدیث جزاء صید محرم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب دو عادلوں نے جزا میں جو مثل کا حکم کیا تو وہ حکم لازم نہیں کیونکہ عادل غیر مماثل کا حکم نہیں کر سکتے۔ نیز سلف کے عادلین کا حکم خلف کے لئے لازم نہیں۔ بلکہ جب قتل صید کا کوئی حادثہ پیش آوے تو اسی وقت عادل جس کو مماثل قرار دیں وہ مثل سمجھا جائے گا۔ (روضۃ الندیہ ص ۱۶۶)

لیکن مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ میری تو یہ رائے ہے کہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی شے کا مثل مقرر کر دیا تو وہ سب پر مقدم ہے۔ اور جب صحابہؓ و تابعینؒ نے جزائے صید میں کسی کو مثل مقرر کیا ہے تو اسی پر عمل ہوگا حادثہ کے وقت جدید عدلین کی ضرورت نہیں کیونکہ سلف کی عدالت عدالتِ اہل زمانہ سے قوی اور راجح تر ہے۔ ہاں جس وقت سلف سے کچھ منقول نہ ہو تو انتخاب عدلین جدیدین کی ضرورت ہے وہ جس کو مثل قرار دیں وہ مثل ہوگا۔

(ہدیۃ المہدی ج ۶ ص ۳۳۰ - ۳۳۱)

۴۸ :۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے حرم مکہ میں شکار کیا، یا اس کے درخت کو کاٹا تو سوائے گناہ کے اور کسی قسم کی کوئی جزا نہیں۔ (روضۃ الندیہ ج ۶، ص ۱۶۹)

لیکن مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ علاوہ گناہ کے کفارہ بھی ہے۔ چنانچہ بعض اہلحدیث قائل ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۳۳، ۲۳۴) مگر ہدیۃ المہدی ص ۲۴۳۔ میں پہنچ کر نواب صاحب کے مقلد ہو گئے اور فرما گئے کہ سوائے توبہ واستغفار کے کوئی جزا نہیں جب واجب ہوگی۔ باوجودیکہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے جزاء کو نقل کیا ہے مگر پھر انکار ہے، عجب تماشا ہے۔

۴۹ :۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ جس شخص اجنبی نے میت کی جانب سے کسی فعل واجب بدنی کا تبرع کیا تو وہ کافی نہیں اور نہ اس سے میت کے ذمہ سے واجب ساقط ہوگا۔ کیونکہ میرے علم میں اس کی کوئی دلیل نہیں اور بغیر دلیل مقبول نہیں۔ لہٰذا صحیح نہیں۔

(روضۃ الندیہ ص ۱۷۸-۱۷۹)

مگر مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث بسط البسیط کے بعد فرماتے ہیں کہ حج اسکی جانب سے کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ حج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین قرار دیا ہے لہذا ساقط ہو سکتا ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۶ ص ۲۷۰)

۵۰ :۔ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ خطبہ جمعہ کے فرائض اور ضروریات اور شرائط میں سے نہیں، بغیر خطبہ کے بھی جمعہ ہو جاتا ہے۔ اسی کی تقلیدِ جامد نواب صاحب نے کی ہے اور فرمایا ہے کہ خطبہ جمعہ شرط نماز جمعہ نہیں۔ (روضۃ الندیہ ص ۸۹) لیکن مولوی وحید الزمان صاحب

اہلحدیث فرماتے ہیں کہ بغیر خطبہ کے جمعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس کی شرطیت و فرضیت کو بسط کے ساتھ ثابت کیا۔ (ہدیۃ المہدی ج ۵ ص ۱۵۱)

۵۱۔ وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ ہر رکعت کی قرأت سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۱۹۷)

اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ صرف ابتدائے صلوٰۃ میں ہونا مسنون ہے۔

(الروضۃ الندیہ ص ۷۰)۔ یہی مذہب ابن قیم اور شوکانی کا ہے۔

۵۲۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ رکوع وسجدہ میں تسبیحات سنت ہیں (بدور الاہلہ ص ۵۵)

اور مولوی وحید الزمان صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں وجوب مطلقاً مختار و صحیح ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ۳ ص ۱۶۱)۔ ابن تیمیہ کی تقلید ہے۔

۵۳۔ مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا مستحب ہے۔ عدم جہر سے، آہستہ پڑھے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۴۳)۔

اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ جہری نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ جہر سے پڑھے۔ (الروضۃ الندیہ ص ۶۷)۔

۵۴۔ نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں اَلْحَمْدُ کے ساتھ ایک آیت بھی پڑھنا واجب ہے۔ (الروضۃ الندیہ ص ۶۸)۔

اور مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عدم وجوب ہے۔

(ہدیۃ المہدی، ج ۳، ص ۱۳۶)

۵۵۔ مولوی وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ سلام نماز میں فرائض نماز میں سے ہے۔

(ہدیۃ المہدی: ج ۳، ص ۲۱۰)

لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کہ واجب نہیں۔ (الروضۃ الندیہ، ص ۶۱)

شوکانی نے "نیل الاوطار" میں عدم وجوب کو اختیار کیا ہے۔ اور درر بہیہ میں وجوب کا ذکر کیا ہے۔ مولوی وحید الزمان صاحب نے نواب صاحب کا رد کیا ہے۔

نواب صاحب نے "بدور الاہلہ ص ۵۲" میں بھی عدم وجوب کو ترجیح دی ہے۔

"حضرتِ خیر محمدؒ سے مِلا تجھ کو کمال"

حضرت مولانا عبدالمجید انور

مدرسہ خیر المدارس منبع علم و کمال — معدنِ رُشد و ہدایت فیضِ رَبِّ ذوالجلال
تُو نے پھیلایا زمانہ بھر میں نُورِ معرفت — چُھٹ گئی ہے تیرے دَم سے ظلمتِ جہل و ضلال
تیرا فیضِ علم و حکمت زینت، بزمِ جہاں — تیرا درسِ آگہی دُنیا میں ہے ضربُ المثال
عظمتِ اسلاف ہے تیرا متاعِ زندگی، — سُنّتِ خیر البشرؐ کی پیروی تیرا کمال
تیرے استقلال کے آگے حوادث سرنگوں — فرق باطل تیری ہوا ژاژ خوں باطل کا حال
نُور روایاتِ سلف کا آج ہے آئینہ دار — جس سے ظاہر ہے رشید احمدؒ کا قاسمؒ کا جمال
ہے جنابِ تھانویؒ کے شرف سے تیری بنا — حضرتِ خیر محمدؒ سے مِلا تجھ کو کمال

نام جس کا ترجمان ہو خود ہی اپنی ذات کا
کام کیا دیگی وہاں انور تیری یہ قیل و قال

خیر الافاداتؒ

ملفوظات حضرۃ حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ

(مرتبہ)

عارف باللہ حضرۃ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ

مفہوم شعر، کُفر گیرد کاملے مِلّت شود

اس شعر پر فرمایا ؎

کفر گیرد کاملے مِلّت شود — ہرچہ گیرد عِلّتی علت شود

(یعنی کامل اگر کفر اختیار کرے مِلّت ہوجاتے اور جو کچھ علّتی اختیار کرے عِلّت ہوجاتے)۔

دیکھو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بحالت اِکراہ کلمۂ کفر کہا تھا۔ اِلاَّ مَنْ اُکرِہَ وَقلبہ مطمئن بالایمان۔ (مگر جس شخص پر زبردستی کی جاتے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو) اس پہ یہ آیت نازل ہوئی اور

منافقین نے اٰمنّا کہا۔ اس کی وجہ سے إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے) کی خبر دی گئی۔

(۲) چاندی پر زکوٰۃ۔

فرمایا:- چاندی کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ فی سینکڑہ جو اڑھائی روپے واجب ہوئی ہے۔ بعینہٖ وہ دے دے یا ۲½ کی قیمت بازار میں لگا کر کوئی دوسری جنس مثلاً پیسے یا غلہ وغیرہ دیدے۔ البتہ سونے کی قیمت جتنی بنتی ہے اس کے آگے قیمت لگا کر دوسری جنس سے تبادلہ کرنا جائز نہیں۔ مثلاً سونے کی قیمت سو روپیہ ہو تو ۲½ زکوٰۃ میں دیدے یا ۲½ کی کوئی دوسری چیز دیدے یہ تو جائز ہے اور یہ جائز نہیں کہ ۲½ کا نرخ دریافت کر کے جتنی قیمت ہوتی ہے اس کی کوئی چیز خرید کر دیدے۔

(۳) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں:-

فرمایا: ملازمین اور اسکول کے ماسٹروں سے جو حصّہ تنخواہ میں سے ڈسٹرکٹ بورڈ ہر مہینہ میں کاٹ کر تنخواہ دیتا ہے اور ختم ملازمت پر جمع شدہ رقم بقیہ تنخواہ کی مع زائد سود کے ملازم کو دی جاتی ہے، اس ضبط کردہ مقدارِ تنخواہ کی بھی زکوٰۃ دینی ہر سال بذمہ ملازم ضروری ہے۔ بشرطیکہ صاحبِ نصاب ہو[1] البتہ جو سود اس کو ملنے والا ہے اس کا لینا ملازم کو جائز ہے۔ اور اس

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر

کی زکوٰۃ وصول سے قبل کی دینی واجب نہیں۔ جائز اس لیے ہے کہ وہ تو از قسم عطیۂ سرکار ہے، گو اس کا نام کچھ رکھیں کیونکہ العبرۃ للمعانی لا للالفاظ (معانی کی تفسیر الفاظ کی طرح ہوتی ہے)

(۴) اوقاتِ خاص میں اپنے مخصوصین کا یاد آنا

فرمایا: یہ جو مشہور ہے کہ کاملین کو اوقات خاص میں کوئی اپنا یاد نہیں آیا کرتا یہ غلط ہے۔ بلکہ ان کو اپنے ایسے وقت میں زیادہ یاد آیا کرتے ہیں۔ دیکھو بروایت سیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ (اور سلامتی ہو اللہ کے نیک بندوں پر) فرما کر ساری امت صالحہ کو یاد کیا۔ حالانکہ وہ مقام اخص الاوقات تھا۔

(۵) ترقی کے اندازہ کا معیار

فرمایا: روزانہ ترقی کا اندازہ کرنا کہ ترقی ہوئی یا نہیں یہ نازیبا (نامناسب) ہے، ایسا نہ کرنا چاہیئے، بلکہ پانچ سال کے بعد دیکھو اگر پھر بھی ترقی نہ ہوتی ہو تو اس شیخ کو چھوڑ کر دوسرا شیخ اختیار کر لو۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ): پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کے مسائل کے بارے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ نے مفصّل، مدلل اور جامع رسالہ لکھا ہے۔ ملازمین سرکار کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

(۶) مدارِ اتحاد صرف اعتصام بحبل اللہ ہے :

فرمایا : لوگ مال کی فراوانی سے اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر صحیح نہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ط (اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ ہوتا سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا)۔ (۱) مال روئے زمین کا۔ (۲) تدبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور (۳) اتفاق اپنے موقعہ میں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موقعہ ہی میں صرف فرمائیں گے۔ مگر پھر بھی فرماتے ہیں مَا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ بلکہ مدارِ اتحاد صرف ایک ہے اور وہ اعتصام بحبل اللہ (اللہ کی رسی مضبوط پکڑنا) ہے۔ فرماتے ہیں : واعتصموا بحبل اللہ جمیعا (اور مضبوط پکڑے رکھو اللہ تعالےٰ کو اس طور پر کہ باہم سب متحد رہو —) اس آیت میں وہ حکم بحبل اللہ ہے جو شخص بھی معتصم بحبل اللہ ہے دوسروں کو اس کے ساتھ ملنا واجب ہوگا۔ قلت و کثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔ جمیعا بمعنی کل واحد ہے۔

(۷) اختلافِ بدون لبغض فی اللہ کی مغفرت کب تک معلق رہی ہے :

فرمایا : وہ اختلاف جس کی بنیاد بغض فی اللہ (ایسی دشمنی جو اللہ کیلئے ہو) نہ ہو اس کی مغفرت مصالحت (صلح) تک معلق (لٹکی) رہتی ہے۔

(۸) عہدِ نصرت بوجہ مظلوم ہونے کے ہے :

فرمایا : فلا یسرف فی القتل (سو اس کو قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے) کے بعد إنہ کان منصورا (وہ شخص طرفداری کے قابل ہے) فرمانے میں اشارہ ہے کہ عہدِ نصرت (مدد کا وعدہ) بوجہ مظلوم ہونے کے ہے۔ اس میں ترغیب ہے کہ تم اسراف سے عہدِ نصرت کو ضائع مت کرو۔

(۹) معاملات تحریک حاضرہ غیر اجتہادی ہیں :

فرمایا : معاملات تحریکِ حاضرہ میرے نزدیک غیر اجتہادی ہیں اور جن کے نزدیک اجتہادی ہیں اور وہ بوجہ اجتہاد شامل ہوتے ہیں۔ جب تک ان پر حق واضح نہ ہو تو وہ معذور ہیں۔

(۱۰) عورتوں کی اخبار بینی کی مذمت :

عورتوں کی اخبار بینی کی مذمت میں فرمایا کہ عورت کی تو صفت ہے کہ وہ ملکی احوال سے بے خبر ہو۔ حق تعالےٰ فرماتے ہیں : اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ (جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتیں کرنے سے بے خبر ہیں)۔ جغرافیہ و تاریخ کی تعلیم عورتوں کو دینے کا تو حرز بھی ہے کہ ان کو مفرور ہونے میں سہولت ہو گی۔ کیونکہ پتہ ہو گا کہ جنکشن کہاں کہاں ہیں۔

(۱۱) غزوات میں پردہ شکنی کے لیے فتویٰ جواز :

فرمایا بعض لوگوں نے پردہ شکنی کے استدلال میں یہ کہا ہے کہ عورتیں غزوات میں جایا کرتی تھیں، اور تداوی جرحیٰ (زخموں کا علاج) کیا کرتی تھیں، اس کے جواب میں فرمایا جب ایسا وقت آجائے گا تو ہم فتویٰ جواز دیدیں گے۔

(۱۲) صحابیت کی وصف سب معاصی کے لیے ماحی ہے :

فرمایا : صرف صحابیت کی وصف سب معاصی (گناہ) کے لیے ماحی (مٹانے والی) ہے ۔ کیونکہ حدیث : لا یمس النار من رأنی اور الصحابہ کلھم عدول (صحابہ سب کے سب عادل تھے) کلیہ ہے، بدون استثناء کے۔

(۱۳) سزا اور معذرت میں فرق :

فرمایا : حدود ساتر ہیں کما قال الامام ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ حدِ سرقہ کے بیان میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ (پھر جو شخص توبہ کرے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال درستی رکھے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت فرماتے ہیں۔) پھر فرمایا : سزا اور چیز ہے اور معذرت اور چیز ہے۔ سزا دینے سے دل ٹھنڈا نہیں ہوتا، بلکہ اگر سزا دیتے وقت وہ آدمی توبہ نہ کرے تو سزا دینے والے حاکم کو اور اشتعال ہوتا ہے۔ ہاں دل تو معذرت کرنے ہی سے ٹھنڈا ہوتا ہے، جیسے استاد لڑکوں

کو شرارت پر سزا دیتا ہے، مگر اصلی غصہ معذرت سے جاتا ہے۔ بلکہ طبعی رنج و غصہ تو اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ معذرت کا عملی اثر نہ دیکھ لے۔

(۱۴) نماز میں وساوس کا ایک علاج :

فرمایا : جب نماز میں وساوس و خیالات آویں تو فوراً تصور کرے کہ یہ بھی تو خالق کی طرف سے ہیں۔

(۱۵) بیعت کے لیے مناسبت کی ضرورت :

فرمایا : بیعت کے لیے صرف طلب اور مناسبت کی ضرورت ہے کثرتِ عبادت و اعمال کی ضرورت نہیں۔

(۱۶) احادیثِ صلوٰۃ اللیل میں لطیف تطبیق :

فرمایا : حدیث مَاكَانَ يَزِيْدُ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ گیارہ رکعت پر زیادہ نہ کرتے تھے) بظاہر باقی روایات کے خلاف اور متعارض (مزاحم) ہے جن میں کم و بیش رکعاتِ صلوٰۃِ لیل کا ذکر ہے۔ اس کی نہایت لطیف تطبیق ارشاد فرمائی کہ اس حدیث میں عدمِ استمرار زیادت (ہمیشہ زیادہ نہ ہونا) یعنی سلب و دوام کلی ہے نہ دوام السلب الکلی۔ اب کوئی تعارض نہیں۔

(۱۷) باطن کی مقصودیت بھی احکامِ ظاہرہ کے قالب کے ساتھ ہے :

فرمایا : باطن کی مقصودیت بھی اسی احکامِ ظاہرہ کے قالب کے ساتھ ہے۔ نہ دوسرے کسی جسم میں۔

(۱۸) وساوس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے:

وساوس کے متعلق فرمایا: ان کی طرف کسی غرض سے بھی التفات نہ کرنا چاہیئے نہ جلباً (کھینچنا) نہ سلباً (دور کرنا)۔ جیسے بجلی کی تار کو خواہ جلب کی غرض سے ہاتھ لگاؤ خواہ دفع کی غرض سے بہرصورت مُضر ہے، بعض پابندئی اعمال کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۱۹) توبہ کے وقت استحضارِ ذنوب کی کوشش کریں

فرمایا: توبہ کے وقت استحضارِ ذنوب قصداً نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں جس وقت خود بخود حضور ذنوب ہو جائے تو تجدید توبہ کرلے۔ احضار کی کوشش نہ کرے۔

(۲۰) ظریف آدمی کا نفس مُردہ ہوتا ہے۔

فرمایا: ظریف آدمی کا نفس مُردہ اور رُوح زندہ ہوتی ہے۔

(۲۱) طالب لذت ہونا سخت غلطی ہے:

فرمایا: طالب لذت ہونا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ حقیقت میں مقصود درد ہی ہے۔ لذت تو اس کے تحمل کو سہل کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ جیسے طبیب کڑوی دوا دہی یا بتاشے وغیرہ میں کھلاتا ہے، مقصود دوا ہوتی ہے، شیرینی کی لذت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ وہ لذت بھی تلخ ہو جاتی ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز قرۃ عین (آنکھوں کی ٹھنڈک) تھی اور ساتھ ہی لہٗ أزیزٌ کأزیز

المرجل (دیگ کے اوپر وہی تھا جو دیگ کے اندر ہوتا ہے) فرمایا ہے۔

(۲۲) پیر کو عالم غیب ہونا ضروری ہے:

فرمایا پیر کو عالم غیب ہونا ضروری نہیں البتہ "عالم عیب" ہونا ضروری ہے۔

(۲۳) ہر شرک ممتنع عقلی ہے:

فرمایا شریعت میں جتنی چیزیں شرک ہیں وہ سب عقلاً ممتنع (منع ہونے کے قابل) ہیں، ہر شرک ممتنع عقلی ہے دون العکس۔ اور مشرک لوگ تصرفات جزئیہ (کسی جزو کا تصرف) میں مشیتِ حق کا تعلق نہ مانتے تھے اور یہ ممتنع عقلی (جسے عقل منع کرے) ہے۔ کیونکہ ممکن بدون ترجیح ما بہ الذات (بغیر کسی کو ترجیح دیتے) کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲۴) امور اختیاریہ کا مقصود اور امور غیر اختیار کا غیر مقصود ہونا:

مقصودیتِ امور اختیاریہ اور غیر مقصودیت امور غیر اختیاریہ پر آیت کریمہ: ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض (اور تم ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالٰی نے بعضوں کو بعض پر بخشی ہے۔) سے استدلال فرمایا اور موافق تحریر[1] مسائل السلوک تقریر لطیف فرمائی۔

---

[1] تحریر مسائل السلوک یہ ہے لا تتمنوا میں نہیں ہے اس سے کہ فضائل غیر اختیاریہ کے درپے ہو کر اس سے سخت تشویش پیدا ہو جاتی ہے۔ جو کہ توجہ الی

بقیہ اگلے صفحہ پر

(۲۵) جلد وصول الی اللہ اتباع سنت کی برکت ہے :

منجملہ طرق جذب کے ایک طریق اتباعِ سُنّت بھی ہے ۔ حضرات دیوبند میں جذب ، اتباع سنت کی وجہ سے ہے نہ پورے سلوک کی وجہ سے ۔ اسی واسطے جلدی وصول ہو جاتا ہے ۔

(۲۶) بدعت مجتہد فیہا میں خفی ظُلمت :

فرمایا : بدعت مجتہد فیہا میں بھی خفی ظلمت ہوتی ہے صاحب ادراک کو اس کا ارتکاب مُضر ہے ۔ اور غیر مدرک کو مضر نہیں ہوتا ۔

(۲۷) حضرت گنگوہیؒ کا ادب :

فرمایا : حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت دُب کر خط لکھا کرتا تھا ۔ بوجہ کثرتِ ادب کے ۔

(۲۸) نفع تام اور نفع عام :

فرمایا : حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم میں "نفع تام" تھا اور حضرت حاجی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) المقصود سے مانع ہوتی ہے ۔" (تفسیر بیان القرآن ج ا ص ۱۶۲)

اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی تعلیم میں "نفع عام" تھا ۔

(۲۹) مقاصد میں اَشق افضل ہے :

فرمایا : مقاصد میں اَشق (زیادہ مشقت کا کام) افضل ہوتا ہے اور طرق میں اَسہل (زیادہ آسان) افضل ہوتا ہے ۔ جیسے گرم پانی سے وضو افضل ہوگا بہ نسبت سرد کے موسم سرما میں ۔

(۳۰) شرائع میں علت تلاش انکار نبوت کے مترادف ہے :

فرمایا : حضرت مجددصاحبؒ فرماتے ہیں کہ شرائع میں علت تلاش کرنا مرادف انکارِ نبوت کے ہے ۔ کیونکہ اس شخص نے مصلحت کا اتباع کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کیا ۔

(۳۱) سختی اور نرمی دونوں طریق سے اصلاح :

فرمایا : مجھ میں سختی بھی ہے اور نرمی بھی ۔ سختی کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص شیر فروش ایک عورت پر عاشق تھا ، مجھ سے قصّہ بیان کرنے لگا مجھ کو غصّہ آیا ایک دھول ماری ۔ بفضلہ اس کی بیماری عشق کی سب جاتی رہی ۔ اور نرمی کی مثال یہ ہے کہ ایک گاؤں کا ایک لڑکا کسی عورت پر عاشق ہو گیا ۔ اس عورت نے پیران کلیر لے جا کر حضرت مخدومؒ کے روضہ کے سامنے عہد لیا کہ تو بے وفائی نہیں کرے گا ۔ اس کے گھر والے اس لڑکے کو خانقاہِ امدادیہ میں لاتے ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ : تنہائی میں اس کو

سمجھایا۔ اس نے عشق سے توبہ کی اور ایک مرتبہ عورت سے مل کر اپنا انقطاع (قطع تعلق کرنا) ظاہر کیا۔

(۳۲) سلسلہ کی دو برکات :

فرمایا : ہمارے بزرگوں کے سلسلے میں داخل ہونے سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ فہم[۱]، زہد[۲]۔

(۳۳) شاہانِ مغلیہ کی تواضع :

فرمایا : شاہانِ مغلیہ کبر کے ساتھ تواضع بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ ہاتھی کا مہاوت سوائے سید کے دوسرے کو نہ رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ دوسرے کے آگے بیٹھنے سے ہماری توہین ہوتی ہے۔ اور سید کے آگے ہونے سے توہین نہیں ہوتی، کیونکہ یہ آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۳۴) ایک بزرگ کو سوتے میں مشاہدہ :

فرمایا : بعض لوگوں کو فضائل مقصود نہیں ہوتے۔ بلکہ غایت تواضع کی وجہ سے صرف لذت میں رہتے ہیں۔ ایک بزرگ کو سوتے میں مشاہدہ ہوا کرتا تھا۔ وہ صرف جمال ہی کے طالب تھے۔

(۳۵) مقطعات کا علم :

مقطعات کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونا اقرب ہے۔

(۳۶) عرفاء کے تین درجے :

فرمایا : عرفاء کے تین درجے ہیں۔ ظاہر قول میں ایک صاحبِ قلق، دوسرے بے قلق، تیسرے صاحب قلق اور پھر بے ضبط[۱]۔

(۳۷) جزاءً عطاءً حساباً کی تفسیر :

جزاءً عطاءً حساباً کی تفسیر میں فرمایا کہ جزاءً ظاہراً، عطاءً واقع میں، حساباً باعتبار استعدادات مختلفہ (مختلف قابلیتوں کے اعتبار سے) کے۔

(۳۸) فِتن مرفوع نہیں ہوں گے :

فرمایا : فِتن مرفوع نہیں ہوں گے، اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی ہے : اللھم اذا توفیتنی فتوفنی غیر مفتون[۲] یعنی بجائے رفع فتنہ طلب کرنے کے یوں دعا کی کہ مجھ کو بحفاظت اٹھا لینا۔ اس سے

---

[۱] حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی مد ظلہم اس ملفوظ کی شرح میں فرماتے ہیں "یہ اہلِ سلوک کے درجات ہیں۔ ابتدا میں قلق اپنی کوتاہی نقصِ اعمال پر ہوتا ہے۔ پھر مجاہدہ سے قلق رفع ہو جاتا ہے اور جذبہ طاعت غالب آجاتا ہے۔ پھر اپنی طاعات کے نقص پر قلق ہوتا ہے۔ (مکتوب بنام احقر قریشی)

[۲] : اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ دوسری صورت متحقق ہی نہ ہوگی۔

(۳۹) مسکنت کی قسمیں :

فرمایا مسکنت دو قسم پر ہے، مال میں، اور مزاج میں — اوّل غیر مطلوب، ثانی مطلوب، البتہ مالی مسکنت میں انہماک قبیح ہے۔ (یعنی مالی مسکنت میں ہر وقت متوجہ رہنا)

(۴۰) دو بازوں کے لیے جال :

فرمایا : سنا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں نے دو بازوں کو پھندے میں لانے کے لیے جال پھیلایا تھا یعنی مولانا محمد قاسم رحؒ اور مولانا گنگوہی رحؒ

(۴۱) کام نظم کی صورت میں زیادہ ہوتا ہے :

فرمایا : ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر کام نظم کی صورت اس سے زیادہ ہوا ہے۔[1]

(۴۲) تبلیغ و اصلاح نفس کی ترغیب :

تبلیغ و اصلاح نفس کی ترتیب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ : اگر دوسرے کام کرنے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] دعائے نبوی کے الفاظ یوں یاد آتے ہیں :

وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ ط	اے اللہ! جب آپ کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو مجھے اس میں مبتلا کیے بغیر اٹھا لینا۔

والے موجود ہوں تو اصلاح نفس فرض عین ہے۔ اور اگر موجود نہ ہوں تو اصلاح نفس و تبلیغ دونوں جمع کرے۔

(۴۳) جاہ کی دو قسمیں :

فرمایا : حاجی صاحبؒ کا ملفوظ ہے کہ جاہ دو قسم پر ہے مذموم عند الخلق۔ محمود عند الخالق۔ مشہور یہ ہے کہ اوّل کی طلب مذموم اور ثانی کی محمود — مگر صوفیہ کے نزدیک ثانی کی طلب بھی مذموم ہے۔ جیسے کوئی سیاہ فام عاشق اپنے حسین سے کبھی یہ درخواست نہیں کریگا کہ تو مجھ پر عاشق ہو جا۔

(۴۴) سوانح عمری میں کمی بیشی کے سبب احتیاط :

فرمایا : میں نے وصیت نامہ لکھ دیا ہے کہ میری سوانح عمری نہ لکھی جاوے کیونکہ اس میں کمی زیادتی بہت کر دی جاتی ہے۔[1]

(۴۵) مناسبت کا مفہوم :

فرمایا : مناسبت کے یہ معنی ہیں کہ شیخ کے فعل و عمل پر قلب پر کوئی اعتراض پیدا ہو۔

---

[1] حضرت خواجہ عزیز الحسنؒ نے "اشرف السوانح" کے نام حضرتؒ کی سوانح حیات، آپ کی حیات طیبہ ہی میں مرتب کر دی تھی، جو آپ کی نظر اصلاحی کے ساتھ چھپ بھی گئی تھی، اس کے مصالح بھی خود ہی تحریر فرما دیتے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ سوانح عمری کم اور "تربیۃ السالک" زیادہ ہے

(۴۶) دوست کی رضا بڑھنا :

فرمایا : وسوسہ کی صورت کی ہیں انقباض عن الوسوسہ سے، اور زیادہ رضائے الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ دشمن (تنگ دلی) اختیار کرتے ہیں تو دوست کی رضا اور بڑھ جاتی ہے۔

(۴۷) تابعین بھی اولاد میں داخل ہیں :

فرمایا : مِلَّةَ اَبِيْكُمْ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین بھی اولاد میں داخل ہیں اور اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ فرمایا : ھو سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ یہاں بالاجماع خطاب عام ہے اور ظاہر یہی ہے کہ دونوں جگہ خطاب متحد ہونا چاہیئے۔

(۴۸) حسنِ ظن محتاج دلیل نہیں ہوتا :

فرمایا : حسنِ ظن محتاج دلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ فقدانِ دلیل سوءِ ظن بعینہٖ دلیل حسنِ ظن ہے۔ دلیل میں آیت : وَلَوْ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ والمومنات بانفسھم خیراً مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں سے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ ایک مرتبہ مجھ کو اس ملازمہ میں تردد ہوا کہ فاذلم یاتوا باربعۃ شھداء فاُولئک عند اللہ ھم الکٰذِبون ط (سو جس صورت میں یہ لوگ (موافق قاعدہ کے) گواہ ہیں — تو بس اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں) کس طرح مرتب ہوا۔ جواب یہ سمجھ میں آیا کہ فاولئک عند اللہ ای عند دین اللہ اور عند قانون اللہ وعند الشرع (یعنی وہ اللہ کے نزدیک

یعنی اللہ کے دین اور اس کے قانون اور شریعت کے نزدیک)

(۴۹) قبض کی حالت میں معمول ذرا قلّت توجہ سے کرے :

فرمایا : قبض کی حالت میں معمول تو سابق ہی رہنے دے مگر ذرا قلت توجہ سے ادا کرے۔

(۵۰) سنِ نکاح :

فرمایا : ۱۲۹۶ھ میں شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور ۱۲۹۸ھ میں میرا نکاح ہوا۔

(۵۱) حیثیتِ عقلیہ میں دوام :

حیثیتِ عقلیہ میں دوام ہوتا ہے، قوت نہیں ہوتی۔ اور حیثیتِ طبعیہ میں برعکس معاملہ ہے۔

(۵۲) اکثر بے اعتدالیوں کا منشا بے فکری ہے :

فرمایا : اصل مقصود فکر ہے۔ آج کل اکثر بے اعتدالیوں کا منشا بے فکری ہوتی ہے۔

(۵۳) حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ کا ایک شعر :

فرمایا : کہیں پر ایک بت خانہ کو شکست کر کے اہلِ اسلام نے مسجد بنا دی

تھی - ایک ہندو شاعر نے اس کے متعلق ذیل کا شعر کہا ہے :

بہ بین کرامت بت خانۂ مرا ای شیخ
کہ چوں خراب شود خانۂ خدا باشد

(میرے بت خانہ کی اے شیخ کرامت دیکھو کہ جب وہ تباہ ہو جاتا ہے تو خانۂ خدا بن جاتا ہے -)

اس کی تردید میں مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کا شعر فرمایا :

بہ بین نجاست بتخانہ ہاتے خود ای گبر
کہ تا خراب نشہ خانۂ خدا نشود !

(اے آتش پرست اپنے بت خانہ کی ناپاکی تو دیکھ کہ جب تک وہ برباد نہیں ہو جاتا خانۂ خدا نہیں بنتا -)

(۵۴) صوفیاء عالم مادی کو عالم جسمانی کہتے ہیں :

فرمایا : عند الصوفیہ روح ، نفس اور نسمہ (ذی روح) مترادف ہیں - روح طبی واسطہ ہے بین الجسم والروح الذی عند المتکلمین اور الروح الذی عند المتکلمین واسطہ ہے بین الروح الطبی - والروح المجر - والذی عند الصوفیہ - (جسم اور روح کے مابین متکلمین کے نزدیک اور روح متکلمین کے نزدیک واسطہ روح طبی کے) اور روح مجرد صوفیہ کے نزدیک - صوفیہ کے نزدیک عالم مجرد کو عالم امر اور عالم مادی کو عالم جسمانی کہتے ہیں - آیت میں جو مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ آیا ہے اس کی تفسیر عالم مجرد سے غلط ہے - وہاں وہی مراد ہے جو إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ

شَيْئًا أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ (جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے ہو جا - پس وہ ہو جاتی ہے) میں ہے -

(۵۵) علوم معاملہ اور علوم مکاشفہ کی قسمیں :

فرمایا : علوم دو قسم پر ہیں - علوم معاملہ ، علوم مکاشفہ ، علوم معاملہ جیسے تہذیب اخلاق و اصلاح اعمال - انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے اصل مقصود یہی علوم ہیں - اور علوم مکاشفہ جیسے وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود وغیرہ نہ یہ اصل ہیں اور نہ انبیاء کی بعثت ان کے لیے ہوئی ہے - ان کے لیے تو یہی غنیمت ہے کہ نصوص کے خلاف نہ ہوں - ان کی تدوین (جمع کرنا) محض اس لیے ہوئی کہ ایسے واردات بعض کو پیش آئے -

(۵۶) حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے سخت ہیں :

فرمایا : حجب نورانیہ سخت ہیں حجب ظلمانیہ سے ؏ "روزہا گر رفت گو رو باک نیست" (یعنی ایام تلف ہونے پر حسرت نہ کرنا چاہیے) میں "روزہا" کی تفسیر بھی یہی واردات وحالات ہیں -

(۵۷) صوفی کون ہے :

فرمایا : صوفی کی تعریف یہ ہے : "وہ عالم با عمل جس کا ظاہر و باطن شریعت کے موافق ہو"

(۵۸) کسی گناہ کو صغیرہ نہ سمجھو :

فرمایا : جو لوگ گناہ کو صغیرہ سمجھ کر جرأت کر لیتے ہیں۔ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے یہ دیکھا کہ گناہ صغیرہ ہے اور یہ نہ دیکھا کہ گناہ کس ذات کا ہے۔ اگر یہ مراقبہ کر لیتے تو سمجھ جاتے کہ اس لحاظ سے تو صغیرہ بھی اکبر الکبائر (بڑے گناہوں سے بھی بڑا) ہونا چاہیئے۔

(۵۹) علم باری تعالےٰ :

فرمایا : علمِ باری تعالےٰ قبل وجود الخلق و بعد الخلق (مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اور مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد) یکساں علم ہے۔ فرق صرف متعلق کے اعتبار سے ہے، کہ پہلے متعلق ہمارے اعتبار سے استقبالی امر تھا اور اب حالی ہے، قرآن مجید میں جو کہیں جگہ لنعلم یا لیعلم اللہ (تاکہ ہم جان لیں) (تاکہ اللہ جان لے) آیا ہے اس کی تفسیر علم تفصیلی معقولی سے کرنی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ معقولی تفصیلی علم تو عین معلومات ہے اور یہاں اس کا فساد ظاہر ہے۔ ہاں قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی نے نہایت عمدہ تفسیر کی ہے۔ یعنی ہم جان لیں کہ جو پہلے موجود ہونے والا تھا وہ اب موجود ہو گیا۔

(۶۰) اَلغِیبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا :

فرمایا : الغیبۃ اشد من الزنا (غیبت گناہ سے بڑھ کر سخت ہے) کے

متعلق حاجی صاحب نے فرمایا کہ غیبت گناہ "جاہی اور زنا گناہ باہی" ہے، پھر فرمایا: ہمارے پاس تو ایسے ہی چٹکلے ہوتے ہیں۔

(۶۱) نو تعلیم یافتگان کے شبہات کے اسباب :

فرمایا : نو تعلیم یافتگان کو جو شبہات پیش آتے ہیں اس کا منشاء دو چیزیں ہیں۔ عدمِ عظمت حق تعالےٰ اور عدمِ محبت، عظمت و محبت پیدا ہو جانے کے بعد شبہات نہیں ہوا کرتے، عظمت کا پیدا ہو جانا قدرے مشکل ہے، مگر محبت مجاہدہ و ریاضت و محنت سے پیدا ہوتی ہے۔

(۶۲) دیوبند اور علی گڈھ کا نقشہ :

فرمایا : اکبر الہ آبادی نے کیا اچھا نقشہ کھینچا ہے ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند — اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
اب علی گڈھ کی بھی تم تشبیہ لو — ایک معززپیٹ بس اس کو کہو

(۶۳) مفہوم ایاك نعبد :

فرمایا : ایاك نعبد و ایاك نستعین (ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں) انشاء ہے، خبر نہیں، واعظ اس میں غلطی کیا کرتے ہیں۔

(۶۴) کون سی تمنائے موت محمود ہے:

فرمایا: تمنائے موت شوقاً إلی لقاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دیدار کے اشتیاق میں) محمود ہے۔

(۶۵) شیخ کی اتباع اور مجتہد کی تقلید:

فرمایا: شیخ کی اتباع تدابیرِ اعمال میں ہے، اور مجتہد کی تقلید احکامِ شرعیہ میں ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔

(۶۶) مخالفِ شرع شیخ کو چھوڑ دینا چاہیئے:

فرمایا: اگر کوئی شیخ ایسی چیز کا امر کرے جو شرعاً ممنوع معلوم ہوتی ہے تو دیکھو وہ مختلف فیہ (جس میں اختلاف ہو) ہے یا متفق علیہ (سب کے نزدیک بالاتفاق) حرام؟ اگر مختلف فیہ ہے تو شیخ کے کہنے کی اتباع کرے بشرطیکہ وہ جزماً کہے۔ اور اگر متفق علیہ حرام ہے تو دیکھو اس میں تاویلِ حلّت (حلال ہونے کی تاویل) کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش تاویل ہے تو بھی اتباع جائز ہے اور اگر گنجائش تاویل بھی نہیں تو اپنی سمجھ سے بالاتر سمجھ کر شیخ سے باادب درخواست کرے کہ حضور والا شرعاً اس کی اجازت سمجھ میں نہیں آتی، تو شیخ اس کی تفسیر کر دے اور سمجھا دے یا اپنا معذور ہونا ظاہر کر دے۔

اور اگر شیخ دونوں باتوں میں سے کوئی نہ کرے تو وہ شیخ ہونے کے قابل نہیں اور مخالف شرع سمجھ کر چھوڑ دے۔ البتہ توہین اور بےادبی نہ کرے۔

(۶۷) شیخ اپنے بعض مریدوں کو ترجیح دے سکتا ہے:

فرمایا: شیخ کو جائز ہے کہ اپنے ذاتی تعلقات کے اعتبار سے بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دے لے۔ البتہ ان کے باہمی تعلقات و معاملات میں سب کو برابر سمجھنا ضروری ہے۔

(۶۸) متقدمین اور متاخرین کے علوم کا فرق:

فرمایا: متقدمین (پہلے لوگ) و متاخرین (بعد کے لوگ) کے علوم میں یہ فرق ہے کہ متقدمین کے علوم میں حقائق زیادہ ہوتے ہیں اور الفاظ کی پابندی نہیں ہوتی۔ اور متاخرین اصطلاحی الفاظ میں مقید رہتے ہیں۔

(۶۹) خبثت نفسی کا ترجمہ:

فرمایا: حدیث میں جو آتا ہے "خَبُثَتْ نَفْسِیْ" اس کا ترجمہ ہے "میرا جی میلا ہو گیا"۔

(۷۰) تبرک کا بلا اجازت اہلِ خانہ تقسیم میں مفاسد:

فرمایا: کسی کے گھر میں جب بزرگ کی دعوت ہو تو ہمراہیوں کا بزرگ

کے بزرگ کے آگے سے خود بخود کھانا اٹھا کر تبرک کا خود کھانا یا باہم تقسیم کرنا اس میں چند مفاسد ہیں — (۱) وہ صاحب خانہ کی طرف سے بطور اباحت ہوتا ہے، بطور تملیک نہیں ہوتا، رہی اجازت حکمی سو یہ اس لیے مفقود ہے کہ صاحب خانہ اور اس کے اہل اپنے لیے تبرک کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں۔ (۲) بزرگ ضعیف کو عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ مدح فعلی ہے جیسے مدح قولی ممنوع ہے ایسی ہی مدح فعلی بھی ممنوع ہے۔ (۳) بعض نفیس طبائع کو مطلقاً جھوٹے سے کراہت ہوتی ہے پھر مجلس میں ان کو کہنا کہ تبرک لے لو اس میں ان پر تنگی واضح کرنا ہے۔

(۷۱) غلطی کا اقرار کرنا بڑا مجاہدہ ہے:

فرمایا: یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ ایک بات غلط کہہ دے پھر غلطی پر متنبہ ہو کر صاف اقرار کرے کہ میں نے غلط کہا تھا صحیح یہ ہے۔

(۷۲) اصلاح تقدس پر موقوف ہے:

فرمایا: مولوی عبید اللہ سندھیؒ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں شبلی صاحب سے ملا تو انھوں نے کہا کہ اصلاح تُقدس پر موقوف ہے۔ اور ہم لوگوں میں تقدس نہیں ہے۔ اس لیے اصلاح نہیں ہوئی۔

(۷۳) ہدی للمتقین کا مفہوم:

فرمایا: ایک مقام پر حافظ محمد احمد صاحب مرحوم سے نیچری لوگ سوال کر رہے تھے کہ "ہدی للمتقین" کا کیا مطلب ہے۔ حافظ صاحب مرحوم جواب دیتے تھے، ان کی سیری نہ ہوتی تھی، آخر میں نے کہا اس کی مثال ایسی ہے جیسے تم کہا کرتے ہو یہ کورس بی، اے کا ہے۔ یعنی اس کے پڑھنے سے بی، اے ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ کورس تقویٰ کا ہے یعنی اس کی ہدایت اختیار کرنے سے متقی بن جاتا ہے۔

(۷۴) مہین مولوی:

فرمایا: ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اہل ...... نے میرے متعلق حاجی صاحب سے شکایت کی کہ وہ ...... کا مخالف، جواب میں فرمایا، "اس کی طبیعت میں خلاف کا مادہ ہی نہیں"۔ اور حجاج واپس آنے لگے تو مجھ کو ان الفاظ میں سلام کہلا کر بھیجا کہ ہمارے "مہین مولوی" سے بھی سلام کہہ دینا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ حاجیؒ صاحب نے کیسا جامع لفظ استعمال فرمایا کیونکہ مہین کے معنی ہیں عربی میں حقیر، فارسی میں سردار، اردو میں نازک۔

(۷۵) کسی بزرگ کو علی سبیل جزم ولی کہنا جائز نہیں:

فرمایا: کسی بزرگ کو

علی سبیل جزم شیخ کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا معنی ہے یہ طریقِ تربیت باطن سے واقف ہے۔ البتہ ولی کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں مقبول عنداللہ۔ یہ اخروی حکم ہے، پہلا دنیوی تھا۔

(۷۶) نبی و رسول میں نسبت عموم و خصوص :

فرمایا : نبی اور رسول میں نسبت عموم و خصوص من وجہ یا مطلق کے علاوہ تساوی بھی اس طرح ہو سکتی ہے کہ ایک ہی ذات کو تعلق مع اللہ کے لحاظ سے نبی اور مع الخلق کے لحاظ سے رسول کہا جاتا ہے۔

(۷۷) رویائے صادقہ کی تفسیر :

فرمایا : جزء من النبوّۃ کی تفسیر یہ ہے کہ رویارِ صادقہ منجملہ ۴۶ اوصاف نبوت کے ایک وصف ہے۔ باقی اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا۔ اور چھ ماہ وحی کے ساتھ تفسیر کرنا غلط ہے۔

(۷۸) عشق میں کتمان مجاہدہ شدیدہ ہے :

فرمایا : جب خداتعالٰے کسی کو مطرود کرنا چاہتا ہے تو محبت احداث (زنا کرنا) کے ساتھ مبتلا کر دیتا ہے۔ اور عشق میں باوجود عفت، کتمان رکھنا مجاہدۂ شدیدہ ہے۔ کیونکہ ذکر کرنے سے ہو تا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

(۷۹) حالتِ فنا کی تعبیر :

فرمایا : حالتِ فنا کی تعبیر کُفر سے جائز ہے، کیونکہ کُفر لغت میں ستر کو کہتے ہیں اور اسلام مترادفِ ایمان ہے اور ایمان علم ہے اور حالتِ فنا میں علم فانی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایمان لغوی کی نفی اور کفر کا اثبات درست ہے۔

(۸۰) حضرت موسٰی علیہ السلام کے لیے رؤیت باری تعالٰی کا اثبات

فرمایا : آیت فلما تجلّٰی ربّہٗ للجبل موسٰی علیہ السلام کے لیے رؤیت باری تعالٰے کا اثبات واستدلال غلط ہے۔ کیونکہ تجلی پر بلا فصل زمانی مرتب ہے دکّ جبل وصعق موسٰی علیہ السلام۔ اور تقدم وتاخر محض ذاتی ہے تو رویت کس کو ہوئی۔

(۸۱) ناشکری کا سبب :

فرمایا : وجہ ناشکری یہ ہے کہ انسان مفقود کی طرف نظر کرتا ہے موجود کی طرف نظر نہیں کرتا۔

(۸۲) صدقہ فطر کی مقدار :

فرمایا : صدقہ فطر کی مقدار نمبری سرکاری تول سے پونے دو سیر گندم ہے اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ۱½ پختہ اور آدھ پاؤ۔

(۸۳) گیارھویں کے متعلق ایک سوال کا جواب :

فرمایا : کانپور میں ایک مرتبہ ایک تھانیدار میرے پاس آیا ، اور کہا ہم بہت تنگی میں ہیں۔ بعض عالم کہتے ہیں کہ گیارہویں جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ ادھر بھی کبھی سوال کیا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ فرمایا بس معلوم ہوا کہ جواز تو خود دل میں بسایا ہوا ہے ۔ اب محض ہم پر اعتراض کرنا مقصود ہے ۔ سو ہم معترض کو جواب نہیں دیا کرتے ۔

(۸۴) بیعت کی حقیقت :

فرمایا : بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کی طرف سے التزام ہو اتباع کا ، اور شیخ کی طرف سے التزام ہو تعلیم و توجہ کا ۔

(۸۵) اصلاح کے لیے بیعت ضروری نہیں :

فرمایا : جو لوگ بیعت کو اصلاح کے لیے ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت اعتقادی ہے ، شیخ کو چاہیے کہ سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے ، اور کسی کی خاطر حقیقت کو نہ چھپا دے ، اور باقی مصلحتوں کی رعایت کرے ۔

(۸۶) شیخ محقق کے اصلاح کرنیکا سبب :

فرمایا : شیخ کو چاہیئے کہ اصلاح میں اغماض (چشم پوشی) نہ کرے ،

مگر عین اصلاح کے وقت بھی طالب سے افضلیت کا اعتقاد جائز نہیں ۔ جیسے ایک بادشاہ بھنگی جلاد کو حکم دے کہ شہزادہ کو دُرّے لگاؤ تو حسب الحکم جلاد تعمیل ضرور کرے گا ۔ مگر دُرّے مارنے کے وقت بھی اس کو کبھی یہ وسوسہ تک نہ ہوگا کہ میں شہزادے سے افضل ہوں ۔ اس طرح شیخ محقق اصلاح کرتا ہے ۔

(۸۷) حضرت مولانا نانوتوی کا ایک ارشاد :

فرمایا : حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس کا پیر تُرّا نہ ہو ، اس کے مریدوں کی اصلاح کبھی نہ ہوگی ۔

(۸۸) سختی اور مضبوطی کا فرق (عجیب مثال)

فرمایا : سختی اور مضبوطی میں فرق ہے ۔ جیسے لوہے کی تار سخت ہے ، مضبوط نہیں اور ریشم کا رسّہ نرم ہے مگر بہت مضبوط ہے ۔ اسی واسطے حق تعالے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں : فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ؕ (یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ آپؐ ان کے حق میں نرم خُو ہیں)

(۸۹) ہدیہ میں اشرافِ نفس :

فرمایا : ایک مرتبہ سفر بہاولپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی رحیم بخش صاحب پریزیڈنٹ کا معمول ہے کہ ہم کو کچھ نذرانہ دیا کرتے ہیں ۔ اب ہم کو خیال ہے کہ حسبِ معمول کچھ دیں گے ۔ کیا

یہ اشرافِ نفس (نفس کو اطلاع ہونا) ممنوع ہیں وہ اصل ہے یا نہیں۔ (حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں) میں نے جواب دیا کہ دیکھا جاتا ہے اگر خلاف توقع.... صورت وقوع میں آنے سے کلفت ہو ــــ تو اشرافِ نفس ہے، اور اگر کلفت نہیں تو اشراف نہیں۔

(۹۰) اللہ کے ذکر سے شیطان مردود دفع ہوتا ہے :

فرمایا : ذکر اللہ سے شیطان مردود ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے اِنّ الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم اذا ذکر اللّٰہ خنس و اذا غفل وسوس (شیطان آدمی کے دل پر بیٹھا رہتا ہے۔ جب آدمی اللہ پاک کا ذکر کرے تو ہٹ جاتا ہے، اور جب غافل ہو جاتے تو وسوسہ اندازی کرتا ہے)

(۹۱) امراض سوداویہ کے خواب میں نظر آنیکی تعبیر :

فرمایا : جذام و امراض سوداویہ کا خواب میں نظر آنا بدعت سے تعبیر ہے۔

(۹۲) وسوسہ نفسانی اور شیطانی کا فرق :

فرمایا : وسوسہ کبھی نفسانی ہوتا ہے اور کبھی شیطانی ــــ فرق یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کے وسوسہ میں تکرار ہو تو نفسانی ہے اور وسوسہ مختلف الانواع[1] (مختلف قسموں کا وسوسہ) آتا ہو تو شیطانی ہے۔

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

(۹۳) دنیا میں شوق اور بےچینی کا سبب :

فرمایا : عشاق اور عرفا کو دنیا میں شوق (تڑپ) اور بےچینی اس لیے ہوتی ہے کہ دنیا میں حدِ استعداد تک کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا اور آخرت میں ہر کمال حدِ استعداد (قابلیت کی حد تک کمال) تک حاصل ہو جاتے گا۔ اس لیے وہاں سکون ہو گا۔ یہ شبہ نہ ہو کہ جنت میں فواکہ ونعماء اکل و شرب کے لیے جو ملا کریں گے تو شاید نفس کو ان کی طرف بےچینی ہو گی۔ جواب یہ ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بے پیاس والے کے لیے شربتِ سرد کا گلاس پیش کیا جاتے، تو اس کی طبیعت میں بےچینی تو نہ ہو گی مگر پھر بھی پینے سے مزہ اور لذت خود مضاعف ہو گی۔ ویسے ہی وہاں ہو گا۔

(۹۴) صاحبِ تصرف کا صاحبِ تشریع ہونا ضروری نہیں :

فرمایا : صاحبِ تصرف کے لیے صاحبِ تشریع ہونا ضروری نہیں، دیکھو دجّال کتنا بڑا صاحب تصرف ہو گا اور ابلیس بھی صاحبِ تصرف ہے انسان کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ : دلیل اس کی یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ انسان گناہ میں مبتلا رہے۔ اگر ایک گناہ سے بچ جاتا ہے تو دوسرا گناہ کرانے کی کوشش کرتا ہے اور نفس اپنے کیلیے گناہ کراتا ہے۔ وہ صرف ایسے گناہ کو چاہتا ہے جس میں اسے حظ آتا ہو۔ اس سے بار بار خواہش کرتا ہے

اندر گھس جاتا ہے۔

(۹۵) خیرٌ من الفِ شہر کا مفہوم :

فرمایا : لیلۃ القدر کی فضیلت میں خیر من الفِ شہر (ایک ہزار مہینے سے بہتر) فرمایا گیا ہے اس سے مراد تحدید نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے نزدیک جو سب سے بڑا عدد ذہن میں آسکتا ہے لیلۃ القدر اس سے بھی بہتر ہے، اہلِ عرب کے یہاں "الف" سے اوپر کوئی مفرد عدد نہ تھا اور یہ ان کا انتہائی مفرد عدد تھا۔ اس لیے "خیر من الفِ شہر" فرمایا۔

(۹۶) آخرت میں رؤیت حق سبحانہ کیسے ہوگی :

فرمایا :۔ آخرت میں رؤیت حق سبحانہٗ، بدوں ادراکِ کُنہ و احاطہ ہوگی جیسے آسمان کی رؤیت تو ہوتی ہے مگر اس پر احاطہ نہیں اور نہ ادراک۔

(۹۷) نور کا مفہوم :

فرمایا : "نورِ حق ظاہر بود اندر ولی" سے مراد نور مخلوق اللہ ہے۔

(۹۸) مراقبہ کی تفسیر :

فرمایا : مراقبہ مامور بہ اور مقصود ہے۔ جیسے حدیث میں ہے : "راقب اللہ تجدہٗ تجاھك" (اللہ تعالٰی کا دھیان رکھ تو اسے اپنے سامنے پاتے گا) اور

شغل نہ مامور بہ نہ مقصود ہے۔ مراقبہ کی تفسیر ہے۔ استحضار علوم — اور شغل کی تفسیر ہے توجہ حواسِ ظاہرہ إلی شیئٍ ما — (ظاہرہ حواس کی توجہ اس چیز کی طرف) جیسے حدیث میں ہے : "اجعل بصرك حيث سجدت" (نظر سجدے کی جگہ رکھو) توجہ اور تصوّر (خیال) دونوں تساوی ہیں۔

(۹۹) بابِ تاویلات کا منشا کبر ہوتا ہے :

فرمایا : علامت طلب صادق کی دو چیزیں ہیں۔ فکر، تواضع۔ بابِ تاویلات کا منشا کبر ہوتا ہے۔

(۱۰۰) علامت شقاوت و سعادت بدنی ساخت میں رکھ دی جاتی ہے :

فرمایا، حدیث خلقت مولود میں فرمایا گیا ہے کہ فرشتہ سوال کرتا ہے : أذكرٌ أو أنثى شقيٌّ أو سعيدٌ (بدبخت ہوگا یا نیک بخت) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شقاوت و سعادت کی علامت بدنی ساخت میں رکھ دی جاتی ہے۔ ورنہ ابتداً فرشتے کے اس سوال کے کچھ معنی نہ ہوں گے۔

(۱۰۱) اُستاد کو لائق شاگرد کا ممنون ہونا چاہیئے :

فرمایا : استاد کو شاگردِ لائق کا بھی ممنون ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنے دل کی زمین کو کاشت کے لیے استاد کے سپرد کرتا ہے جس میں ترقیِ علوم و اجرِ آخرت کا ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ کیونکہ فیض جیسے القا سے ہوتا ہے اتلقی

سے بھی ہوتا ہے، بلکہ سائل کا بھی مسئول پر احسان ہے۔ کہ وہ قلی کی طرح تمہارے ثواب کو اٹھا کر آخرت تک پہنچا رہا ہے۔

(۱۰۲) استخارہ اور دعا میں فرق :

فرمایا : استخارہ اور دعا میں فرق یہ ہے کہ استخارہ تو امر متردّد (شک کا کام) میں ہوتا ہے۔ اس لیے وہاں الفاظ میں بھی تردید ہوتی ہے۔ اور دعا میں داعی کے نزدیک ایک جانب میں مصلحت متعین ہوتی ہے، گو واقع میں نہ ہو، اس لیے دعا میں سوال بالجزم ہونا ضروری ہے۔ "إِن شِئْتَ" (اگر تو چاہے) وغیرہ کہنا جائز نہیں۔

(۱۰۳) مدرسہ کے لیے چندہ غربار سے لو :

فرمایا : مولوی مبارک حسن صاحبؒ دیوبندی روایت کرتے ہیں کہ میں نے مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مدرسہ بدون چندہ لینے کے چل نہیں سکتا۔ اور چندہ لینے میں جو قباحتیں ہیں وہ بھی ظاہر ہیں، فرمایا چندہ ضرور لو مگر غربار سے — اس میں قباحت نہیں ہوگی، وہ دیگر خود ممنون ہوتے ہیں —۔

(۱۰۴) اولیار اللہ کے دیکھنے سے فائدہ :

فرمایا : اولیار اللہ کی طرف دیکھنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ نمونہ مل جاتا ہے۔

(۱۰۵) حقوق اللہ درحقیقت حقوق النفس ہیں :

فرمایا : حقوق اللہ درحقیقت حقوق النفس ہیں۔ کیونکہ اگر تعمیل نہ کی تو خدا کا کیا ضرر ؟ نفس ہی کا ضرر ہے، البتہ حقوق العباد اشد (زیادہ سخت) اس لیے بھی ہیں کہ ان میں ضرر دوسرے کو پہنچتا ہے۔ معلوم ہوا کہ معاشرت میں غیر کو ضرر سے بچانا زیادہ مؤکد ہے۔

(۱۰۶) حُبِّ زوج کے لیے ایک عمل :

فرمایا : حُبِّ زوج کے لیے یہ عمل ہے کہ بعد العشار یا وَدُودُ گیارہ سو مرتبہ اور اوّل و آخر تین تین مرتبہ درُود شریف اور بعد میں گیارہ عدد سیاہ مرچ پر دم کر کے تیز آگ میں ڈال دے۔

(۱۰۷) دینی غیرت :

فرمایا : میری احتیاط کی بنار تقویٰ و طہارت نہیں بلکہ دینی غیرت ہے۔ خواہ لوگ مجھ سے ناراض ہو جاویں مگر دین کی ذلّت کا سبب کبھی نہیں بنا۔

(۱۰۸) حدود میں دو گناہ :

فرمایا : حدود میں دو گناہ ہیں ایک خلافِ حکم۔ دوسرا عدمِ اظہار ندامت و معذرت (تمرد، سرکش ہونا)۔ حدّ، پہلے گناہ کے لیے کفارہ ہے، دوسرے کے کفارہ کے لیے توبہ و معذرت کی ضرورت ہے۔

(۱۰۹) شیخ کو خلوت کی ضرورت :

فرمایا : شیخ کو تقویٰ کے ساتھ خلوت کی بھی ضرورت ہے :

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلاً (اور سب سے قطع کر کے اپنی طرف متوجہ رہو)

(۱۱۰) اپنے شیخ کو سب سے افضل نہ جاننا چاہیئے :

فرمایا : شیخ کو سب سے افضل سمجھنا جائز نہیں البتہ انفع سمجھنا ضروری ہے۔ (یعنی یہ سمجھے کہ زندہ مشائخ میں سب سے زیادہ نفع اور فیض مجھے اپنے شیخ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱۱۱) ادب کی برکت :

فرمایا : ایک شخص جاری پانی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ بائیں طرف امام احمد بن حنبلؒ وضو کر رہے ہیں۔ اور میرا غسالہ (استعمال شدہ پانی) ان کی طرف جا رہا ہے۔ یہ تو ان کی بے ادبی ہے۔ ادب کی خاطر دائیں طرف سے اٹھ کر امام صاحبؒ کی بائیں جانب جا بیٹھا۔ حق تعالےٰ نے اسی ادب کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔ ادب بڑی چیز ہے ؎

ادب تاجیست از فضلِ الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

(ادب اللہ تعالےٰ کے فضل کا ایک تاج ہے۔ اسے سر پر پہن لو اور جہاں چاہے چلے جاؤ)

(۱۱۲) بے ادبی سے نسبت سلب ہونا :

فرمایا : ایک صاحبِ کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا، اس بے ادبی

کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہو گئی۔ واقعی بے ادبی بہت بڑی چیز ہے۔

(۱۱۳) جانور سے کذب اور فریب :

فرمایا : ایک شخص نے خالی جھولی کی صورت سے گھوڑے کو اپنی طرف بلایا۔ ایک باخدا بزرگ نے دیکھ کر فرمایا یہ کذب (اور فریب) ہے۔

(۱۱۴) تارکِ سنت بزرگ اور ولی نہیں ہو سکتا :

فرمایا : ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا : ایک شخص ایک مشہور و معروف بزرگ کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں اس کی نماز کی جگہ کو دیکھا، کفِ دست کا نشان سجدہ میں خلافِ سنت لگا ہوا تھا، یہ سمجھ کر کہ وہ مخالفِ سنت ہے۔ وہیں سے واپس ہو گیا اور ارادۂ زیارت فسخ کیا (کہ جو شخص سنتِ نبوی کا تارک ہو وہ بزرگ اور ولی نہیں ہو سکتا)۔

(۱۱۵) متقی کی زبان میں اثر ہوتا ہے :

فرمایا : متقی شخص کا ذرا سا ارشاد موثر ہوتا ہے (کیونکہ اس کے اخلاص و للّٰہیت کا اثر سامعین تک پہنچتا ہے) چنانچہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے ذرا سے ارشاد سے اثر ہوتا ہے۔

(۱۱۶) عامل کی نصیحت کا اثر زیادہ ہوتا ہے : فرمایا : ایک بچے کو گڑ کھانے کی عادت تھی۔ روکنے سے

مانتا نہیں تھا۔ ایک بزرگ کے پاس اس کی شکایت کی گئی، اور اس کی اصلاح کے لیے دعا کی درخواست کی گئی، وہ بزرگ بھی کثرت سے گڑ کھایا کرتے تھے۔ فرمایا کل آنا۔ رات کو صدقِ دل سے خود توبہ کی پھر اس بچہ کو نصیحت کی۔ اس نے گڑ کھانا ترک کر دیا۔ عمر بھر نہیں کھایا۔ یہ نصیحت کا اثر ہوا۔

(۱۱۷) خدا کے لیے نماز پڑھنا :

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری سفرِ حج کے ارادہ سے جس جہاز میں سفر کر رہے تھے اس کا ڈرائیور نصرانی تھا۔ اس نصرانی نے ایک نمازی سے کہا تم کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اپنے خدا کی نماز پڑھتا ہوں۔ نصرانی بولا یہ خدا کی نماز نہیں، خدا کی نماز وہ ہے جو ہماری شکل جیسا (یعنی مولانا موصوفؒ) پڑھتا ہے، دیکھو اگر سرکار کو اچھی چیزیں سوغات میں دو تو پسند آئیں گی اور رضا مندی ہو گی اور اگر ردی چیزیں دو گے تو ناراضگی ہو گی ؎

والفضل ما شهدت به الأعداء

(اور حقیقی فضیلت وہی ہے جس کو دشمن بھی تسلیم کریں۔)

(۱۱۸) مدرسہ جامع العلوم کی فوقیت :

"مدرسہ فیض عام" کانپور میں بعد علیحدگی مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری کے حضرت مولانا حکیم الامتؒ کا تقرر ہوا، پھر کچھ عرصہ بعد بسبب شکایت چندہ وصول نہ کرنے کے، استعفیٰ دیدیا، پھر جامع مسجد کانپور میں "جامع العلوم"

کی بنا رکھی گئی اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو وہاں صدر مدرسی کے لیے لایا گیا اور سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا حکیم الامتؒ کی تقریر ہوئی۔ دورانِ تقریر فرمایا کہ ہر سہ مدارس مثل پیر، شاب، طفل کے ہیں، اولین کا ادب ضروری ہے اور ان دونوں پر ثالث کی پرورش ضروری ہے۔ ایک صاحب نے کہا بس آپ نے ان کے زوال کی طرف اور جامع العلوم کی نشو و نما کی طرف اشارہ کر دیا، کیونکہ بدر گھٹتا ہے اور ہلال بڑھتا ہے۔ پھر ان صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ سے خطاب کرتے ہوتے کہا ؎

تو مکمل از کمال کیستی
تو منوّر از جمال کیستی

(تو کس کے کمال سے مکمل و کامل ہے اور کس کے جمال سے منور ہے)

فرمایا مجھے بھی جوش تھا، میں نے فی البدیہہ جواب دیا ؎

من مکمل از کمال حاجیم
من منوّر از جمالِ حاجیم

(میں سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے کمال سے مکمل اور کامل ہوں اور ان ہی کے جمال سے منور و درخشاں ہوں)

(۱۱۹) تلبیس ابلیس :

فرمایا : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب کی حالت میں ایک سونے کے کٹورے میں پانی غیب سے پیش کیا گیا۔ فرمایا یہ عطاءِ الٰہی

نہیں، ورنہ غیر مشروع (جو شریعت میں جائز نہیں) برتن میں دیا جاتا، بعد ازاں وہ دھواں سا ہو کر اڑ گیا اور آواز آئی کہ آپ کو آپ کے علم نے بچا لیا۔ فرمایا یہ دوسری تلبیس ابلیس ہے۔ خدا تعالیٰ نے بچا لیا، علم نے نہیں بچایا۔

(۱۲۰) حضرت حاجی صاحبؒ کی غیرتِ دینی :

فرمایا :۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں غیرتِ دینی کی یہ حالت تھی کہ ہندوستان سے بہت سے روپے حاجی صاحبؒ کے واسطے ایک سیٹھ کی دوکان پر مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے۔ اس سیٹھ نے کہلا بھیجا کہ حاجی صاحبؒ کان سے منگالیں یا لے جائیں اس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ جس خدا تعالےٰ نے ہندوستان سے یہ روپیہ مکہ مکرمہ بھیجا ہے وہ دُکان سے مکان پر بھی پہنچا دے گا۔ خود لینے نہیں گئے، نہ کسی آدمی کو بھیجا۔

(۱۲۱) حضرت حاجی صاحب کی عبدیت و تواضع :

فرمایا : حاجی صاحب میں عشقِ خدا اور عبدیت اس قدر تھی کہ ایک مرتبہ شریف مکہ کے لنگر سے کچھ نقدی خدا کے واسطے تقسیم ہو رہی تھی۔ آپ نے خود مانگ کر لے لیے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا : خدا واسطے کہنا ایک محاورہ ہے کہ یہ چیز کسی غرضِ خاص سے نہیں دی جاتی۔

(۱۲۲) وسوسہ معصیت کا علاج : فرمایا : غصہ اور مار پیٹ بھی کام کی چیز ہے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم

نے کسی عورت سے اپنا عشق بیان کرنا شروع کیا۔ میں نے اس کا جو علاج تبلایا، اس نے کہا اس سے نہیں جائے گا، آخر میری طبیعت میں تغیّر ہوا، میں نے کہا یہاں سے چلے جاؤ مجھے غصّہ آچلا ہے۔ مگر وہ باز نہیں آیا۔ آخر میں نے اس کو ایک دھول رسید کی اور نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے اطلاع دی کہ اس روز سے وسوسۂ معصیت کبھی نہیں آیا۔

(۱۲۳) محبت و حکمت سے نصیحت کا اثر :

فرمایا : حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نوجوان ریش تراش آیا، فرمایا، ایسا نائی تو بڑا صاحبِ کمال معلوم ہوتا ہے، ہم بھی اس سے ملیں گے۔ وہ لڑکا دل ہی دل میں بہت پریشان ہوا۔ آئندہ صدقِ دل سے ڈاڑھی منڈوانے سے توبہ کی۔

(۱۲۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ذوقِ لطیف :

فرمایا : جب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نابینا ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور ایک دوسرے مولوی صاحب اپنے دو قصیدے اصلاح اور آزمائش کے لیے لاتے، مگر دل لگی یہ سوجھی کہ راستہ میں یہ طے کیا کہ میرا قصیدہ تم سنانا اور تمہارا میں سناؤں گا۔ دیکھیں کہ شاہ صاحب پہچان لیتے ہیں یا نہیں۔ بوقت ملاقات شاہ صاحب نے فرمایا پڑھو، انھوں نے حسب قرار داد پڑھے،

آپ خاموش رہے، جب پڑھ چکے تو فرمایا اپنا اپنا قصیدہ پڑھو پھر اصلاح دونگا چنانچہ ہر ایک کو جُدا جُدا اصلاح دی۔ انھوں نے حیرت سے پوچھا کہ حضرت یہ بدلنا کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ تمہاری گفتگو کے لہجہ سے الفاظ کو پہچانا۔ (سبحان اللہ کس قدر ذوقِ لطیف رکھتے تھے)۔

(۱۲۵) فقرِ اختیاری :

فرمایا :۔ حضرت شاہ عبدالرزّاق صاحبؒ کے پاس ایک شخص پتھری لایا کہ اس کے لگانے سے پتھر اور لوہا سونا بن جاتا ہے، فرمایا طاق میں رکھ دو، پھر ایک عرصہ کے بعد آیا اور سمجھا کہ اب تو شاہ صاحب بہت غنی ہو گئے ہوں گے، مگر آکر دیکھا تو ویسے ہی فقیر ہیں، اسے بڑا افسوس ہوا، دریافت کیا کہ حضرت میں آپ کو سونا بنانے کی پتھری دے گیا تھا؟ فرمایا وہیں طاق میں ہو گی۔ جب طاق میں دیکھا تو ایسی بے شمار پتھریاں نظر آئیں، بڑی حیرت ہوئی، فرمایا فقر اختیاری ہے۔

(۱۲۶) مولانا محمد امین صاحبؒ کی حکایت :

فرمایا :۔ مولانا محمد امین صاحبؒ جو راتے بریلی میں رہتے تھے، بڑے سخت آدمی تھے، حضرت سیّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ احمد صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کی شکایت سرکار میں پہنچی کہ ان کے وعظ سے یہاں پر فساد کا اندیشہ ہے، سرکار کی طرف سے وعظ بند کرنے کے لیے سب انسپکٹر پولیس

سے مومن و کافر اور فاسق و متقی میں امتیاز کر لیا کرتا ہوں، نیز نبض سے بے نمازی ہونے کا ادراک (پہچان) ہو جاتا ہے۔ نیز خط کے الفاظ سے کاتب کی حالت کا ادراک ہو جاتا ہے کہ کس حالت میں اس نے یہ خط لکھا ہے۔

(۱۳۲) مولانا فضل حق خیرآبادی کا کمال :

فرمایا : مولانا فضل حق خیرآبادی نے ایک ہندو کو منطق پڑھادی تھی۔ وہ پڑھ کر بڑا شریر ہو گیا اور اسلام پر اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کو تنگ کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں کتاب دوبارہ پڑھو، پھر تو ایسی استاذی سے پڑھائی اور ایسے شبہات میں ڈال دیا کہ ساری پڑھی پڑھائی منطق بھول گیا۔

(۱۳۳) ایک رنڈی کا ناچ سے تائب ہونا۔ (حکایت) :

فرمایا : منگلور میں مسجد کے قریب ایک شخص نے رنڈی کو بُلا کر ناچ شروع کر دیا، مولوی رحیم الٰہی صاحب نے اس رنڈی کو جوتے سے پیٹا۔ لوگوں نے اس کو پھر ناچ پر آمادہ کیا۔ مگر اس نے کہا کہ اس شخص نے جو کچھ کیا ہے محض خدا کے واسطے کیا ہے۔ اس کا مقابلہ محض خدا سے مقابلہ کرنا ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتی۔ پھر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہو گئی۔

(۱۳۴) رنڈی کی غیرت (حکایت)

گنگوہ میں ایک رنڈی تھی، اس نے ایک عابد کا سنا، وہ اپنے آشنا

آیا، جس کی مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، اور پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہوتے تھے، جب آیا تو مریدوں سے فرمایا کہ اسے پکڑ لو۔ قینچی لاکر مونچھیں کاٹ دیں اور پائنچے کتروا دئے، پھر فرمایا: "اب کہو کیا کہتے ہو؟" جب شرمساری سے اس نے کہا کہ گورنمنٹ کو آپ کے وعظ سے فساد کا اندیشہ ہے، تو فرمایا: جب فساد ہوگا اس وقت روکنا، ابھی تمہارا کوئی اختیار نہیں ہے"۔

(۱۲۷) نظرِ مفاجات کی نحوست :

فرمایا: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک حافظِ قرآن ایک نصرانی لڑکے پر عاشق ہوگیا، حضرت نے اسے میل جول سے منع کیا، نہ مانا۔ ایک بار کہیں نظرِ مفاجاۃ (اچانک نظر) سے لذت حاصل کی، اس کی نحوست سے حفظ سلب ہوگیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

(۱۲۸) نظرِ بد کا انجام :

فرمایا: ایک اَحوَل شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اللّٰھم انی اعوذ بک منک (اے اللہ میں تجھ سے تیری ذات کی پناہ چاہتا ہوں) دریافت کرنے پر جواب دیا کہ ایک مرتبہ اَمرد لڑکے پر نظر کی تھی اس کی نحوست سے نظر جاتی رہی۔

(۱۲۹) تلبّس بالفسّاق والکفّار سے ظلمت :

فرمایا: تلبّس بالفسّاق والکفّار (کافر اور فاسق و فاجر لوگوں

سے تعلق اور میل جول) سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے اور نورانیت سلب ہوجاتی ہے، اگر جلدی سے احساس نہ ہو۔ کیونکہ جو علوم مشکوٰۃِ نبوت سے نکلے ہوتے ہیں ان میں نور ہوتا ہے اور جو مضامین یا ایجادات فاسق دل سے نکلی ہوں گی ان میں ظلمت ضرور ہوگی۔ پھر اس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حکیم عبدالرحمٰن صاحب میرٹھی نے فرمایا کہ میں فٹن پر سوار ہونے اور کرسی پر بیٹھنے سے احتیاط کرتا ہوں۔ ایک روز ایک رئیس نے نبض دکھلانے کے لیے بلایا اور فٹن بھیجی اور سوار ہونے پر اصرار کیا میں ان کی خاطر داری سے سوار ہوگیا۔ اس روز سے کیفیت باطنی سلب ہوگئی۔

(۱۳۰) ایک اُمّی شیخ کا ذوق لطیف :

فرمایا: کتاب "ابریز" تصنیف شیخ عبدالعزیز دباغؒ میں لکھا ہے۔ کہ ایک شیخ اُمّی تھے، مگر حق تعالےٰ نے ان کو ذوق اس قدر صحیح اور لطیف دیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور عام انسانوں کے کلام کے درمیان محض سُننے سے امتیاز کر لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ الفاظِ قرآن میں بہت تیز نورانیت محسوس ہوتی ہے اور الفاظ حدیث میں اس سے کم۔ باقی کلام الناس میں یہ بات نہیں ہوتی۔

(۱۳۱) حضرت حکیم محمد مصطفٰے صاحب کی فراست :

فرمایا: حکیم محمد مصطفٰے صاحب میرٹھی کہتے ہیں کہ میں قارورہ کے دیکھنے

کو ہمراہ لے کر گئی، اس جھوٹے عابد نے زنا کے متعلق کہا۔ "ہمہ اوست" اس رنڈی کو غیرت آئی اور کہا یہ عابد کیسا؟ یہ تو مسلمان بھی نہیں۔

(۱۳۵) حضرت شیخ الہندؒ کی کسرِ نفسی :

فرمایا : حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے سَنَد لینے کا ارادہ کیا، اور اس کے لیے گنگوہ حاضر ہوتے، مگر مارے ادب اور عبدیّت کے خاموش رہے کہ اگر یہ پوچھ لیا کہ تجھ کو آتا ہی کیا ہے جو سَنَد لینا چاہتا ہے؟ تو کیا کہوں گا۔ (اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے۔ اس عبدیت، تواضع اور کسرِ نفسی کا)

(۱۳۶) عمل کی تمنّا پر اجر :

فرمایا : حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہمسایہ کو جو درجہ ملا ہے وہ ہم کو بھی نہیں ملا۔ اس لیے کہ وہ ہمیشہ عمل کی تمنّا رکھا کرتا تھا۔

(۱۳۷) حضرت سلطان الاولیاءؒ کی حکایت :

فرمایا : حضرت سلطان الاولیاءؒ کو ایک مرتبہ جنگل میں نماز کا وقت آیا، آپ اس انتظار میں کھڑے تھے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ آجاتے تو جماعت سے نماز پڑھ لیں، اتنے ایک لکڑہارا آیا، حضرت سلطان الاولیاءؒ نے اس سے فرمایا : "وضو بھی کر لیا ہے"؟ وہ کہنے لگا کہ "مسلمان بغیر وضو بھی رہ سکتا ہے"؟

آپ متحیر ہوئے اور فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ ہم سے بھی مخفی ہیں، ہم بھی ان کو نہیں پہچان سکتے۔

(۱۳۸) حضرت گنگوہیؒ کے ایک مرید کا اخلاص :

فرمایا ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک افیونی مرید ہونے کے لیے آیا، اس نے یہ شرط کی کہ افیون نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے فرمایا کتنی کھایا کرتے ہو؟ اس نے کہا "اتنی"۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ذرا چھوٹی گولی بنا کر فرمایا کہ اتنی کھا لیا کرو، اس نے کہا : ابھی جب چھوڑنی ہی ہے تو کیا اِتنی کیا اُتنی۔ چنانچہ آپ کی برکت سے اس نے بالکل ہی چھوڑ دی اور پھر وہ دو روپے کا نذرانہ (ہدیہ) لایا اور کہا کہ میں ہر مہینہ دوؔ روپے کی افیون کھایا کرتا تھا۔ اب جو افیون چھوڑ دی تو نفس خوش ہوا کہ اچھا دوؔ روپے کی بچت تو ہوا کرے گی۔ سو میں نے کہا کہ تجھ کو خوش نہیں ہونے دوں گا، یہ دوؔ روپے پیر کو دیا کروں گا۔

(۱۳۹) حضرت حاجیؒ صاحب کی کرامت :

فرمایا :۔ حاجی صاحب سے ایک آدمی مُرید ہونے کو آیا اور شرط کی کہ ناچ دیکھنا نہیں چھوڑوں گا اور نماز نہیں پڑھوں گا۔ فرمایا اچھا یہ وظیفہ تھوڑا سا پڑھ لیا کرنا، جب نماز کا وقت آیا خارش بدن پر شروع ہوئی، آپ کی برکت سے دونوں عہد توڑ دیئے یعنی ناچ سے توبہ کی اور نماز کی پابندی کی۔

(۱۴۰) دل شکنی کا خیال :۔ فرمایا :۔ بعض شرفاء کے مزاج میں رعایت

بے حد ہوتی ہے ۔ ایک رئیس صاحب ایک مرتبہ غلطی سے کسی عام آدمی کے آنے پر کھڑے ہو گئے ۔ بعدازاں جب وہ آیا کرتے کھڑے ہو جایا کرتے کہ اگر اب نہ کھڑا ہوں گا تو اس کی دل شکنی ہو گی ۔

(۱۴۱) ایک تدبیر سے نو تعلیم یافتہ کا علاج :

فرمایا :- بریلی میں ایک بوڑھے نے شکایت کی کہ میرا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے ، نماز نہیں پڑھتا ، آپ نصیحت کریں ۔ فرمایا میں نے لڑکے کو بلا کر دریافت کیا اس نے کہا میں تو خدا ہی کا قائل نہیں ہوں ۔ اور رو کر کہا مجھے والدین نے خراب کر دیا ۔ جو علی گڈھ کی تعلیم میں ڈال دیا ، میں نے اس کے والد سے کہا کہ اس کے ایمان کی خیر مناؤ ، ایک تدبیر یہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کالج بریلی میں پڑھاؤ ۔ انھوں نے اس پہ عمل کیا ۔ کچھ دنوں کے بعد لڑکا پکا مسلمان اور نمازی ہو گیا ۔ کیونکہ یہاں ہنود وغیرہ سے حمایت قومی میں جھگڑنا پڑتا تھا ۔ اور علی گڈھ میں اس الحاد کو دین سمجھتا تھا ۔

(۱۴۲) احکام میں فلاسفی معلوم کرنا موجب الحاد ہے :

فرمایا :- احکام میں فلاسفی معلوم کرنا موجبِ الحاد ہوتا ہے اور عمل سے کورا کر دیتا ہے ۔ ایک انگریز مسلمان ہوا تو نماز بے وضو پڑھا کرتا تھا ، دریافت کرنے پر کہنے لگا کہ وضو کو عربوں کے لیے اسی لیے رکھا گیا تھا کہ وہ لطیف نہیں رہ سکتے ، اور ہم تو صاف رہتے ہیں گرد وغیرہ سے ۔

(۱۴۳) ایک ایرانی شہزادہ کی حکایت : فرمایا :- ایک ایرانی شہزادہ گھر سے ناراض

ہو کر لکھنؤ پہنچا ۔ نواب گنج پورہ سے ملاقات ہوئی ۔ نواب صاحب نے شہزادہ کی دعوت کی ، نواب صاحب نے ملنے کے لیے کہا کہ تم کہیں گنج پورہ آنا ، وہ خستہ حالی کی صورت میں کپڑے پھٹے ہوئے کرایہ کے ٹٹو پر سوار گنج پورہ پہنچا ، نواب صاحب بعد اطلاع استقبال کے لیے نکلے اس کی خستہ حالی دیکھ کر کہنے لگے :

آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

(یعنی جو چیز شیروں کو لومڑی مزاج بنا دیتی ہے وہ احتیاج ہے)

شہزادہ نے فوراً جواب دیا ؎

شیر نر کے شود روباہ مزاج

(یعنی شیر نر کب لومڑی مزاج ہو سکتا ہے ۔ احتیاج کو جوتے پر مار دیتا ہے) پھر سخت ناراض ہو کر واپس چلا گیا کہ تم شریف آدمی سے ملنے کے لائق نہیں ہو ؟

(۱۴۴) حکایت رنجیت سنگھ :

فرمایا : رنجیت سنگھ نے اٹک دریا سے پار جانا چاہا تھا ۔ اٹک پار چڑھائی کی تھی ، گھوڑا دریا تے اٹک میں ڈالا اور منع کرنے والوں کو کہا : "جس کے دل میں اٹک ، اس کے لیے اٹک " ۔

(۱۴۵) ایک مرید کا درجہ مرادیت کو پہنچنا : فرمایا : ایک مرید نے ایک بزرگ سے تجلی الٰہی اور زیارتِ نبوی کی

درخواست کی، شیخ نے فرمایا کہ نماز مت پڑھو، مرید کو نماز کا چھوڑنا بہت شاق ہوا آخر کار اس نے غور و فکر اور تحری (قصد) سے سنن کو تخفیف سمجھ کر چھوڑ دیا، صرف فرض پڑھ لیے، رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ کیا ہماری ہی سُنّت پر مشق کرنی تھی (تذکرۃ الاولیاء) حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ مرید درجۂ مرادیت کو پہنچا ہوا تھا۔ پیر کو معلوم تھا کہ اس سے نماز رہ نہیں سکتی وہ خود اس سے پڑھا لیں گے، مگر اس کو اپنی مرادیت کی اطلاع نہ تھی۔

(۱۴۶) معروف کرخیؒ کی ایک مریدہ کی حکایت:

فرمایا: معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ کا لڑکا مر گیا، لوگوں نے اطلاع دی، سن کر کہا کہ نہیں مرا، بلایا تو بچہ زندہ تھا۔ حقیقت میں وہ عورت مرادیت کے مقام کو پہنچی ہوئی تھی، اس کے ساتھ جو معاملہ ہونا تھا۔ اس کو اطلاع دے کر ہوا کرتا تھا، اور یہاں اطلاع موت نہ تھی، اس لیے اس کو زندہ ہونے کا وثوق (اعتماد) تھا۔

(۱۴۷) نماز کا مسئلہ پوچھنے سے اظہارِ خوشنودی:

فرمایا: قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کسی نے نماز کا مسئلہ پوچھا تو بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ آج عرصہ بعد نماز کا مسئلہ دریافت کیا گیا ہے ورنہ دنیاوی امور ہی پوچھے جاتے ہیں۔

(۱۴۸) حق تعالیٰ کے یہاں شکور و حلیم کی قدر دانی ہے: فرمایا: ملا محمود صاحب

دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے خواب میں دیکھا، پوچھا: "کیا حال رہا"؟ فرمایا: "صرف اس پر نجات ہو گئی کہ ایک روز کھچڑی میں نمک زیادہ تھا۔ بغیر طعن کیے کھا لیا تھا۔ (سبحان اللہ! شکور و حلیم کی قدر دانی کا کیا ٹھکانا ہے)۔

(۱۴۹) ایک وزیر کی حکایت:

فرمایا:۔ ایک وزیر کسی بزرگ کے پاس عقیدت مندانہ گئے۔ اس نے بادشاہ کا حال پوچھا، وزیر خفا ہو کر واپس آگیا کہ یہاں بھی بادشاہوں کے قصے ہوتے ہیں۔ ہم تو خدا اور رسول کی باتیں سننے آتے تھے۔

(۱۵۰) امام غزالیؒ کی برکت سے مدرسہ باقی رہنا:

فرمایا: مدرسہ نظامیہ بغداد شریف کا ایک مرتبہ بادشاہِ وقت نے ملاحظہ کیا۔ تو دیکھا کہ اکثر طلباء دنیاوی مقاصد کی غرض سے علم حاصل کر رہے ہیں، سب سے آخر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو طالب علمی میں دیکھ کر پوچھا کہ تم کس لیے علم پڑھتے ہو؟ فرمایا: "تاکہ دینِ نبوی کے ذریعہ رضائے الٰہی حاصل کروں"۔ بادشاہ نے فرمایا: "سب کی حالت دیکھ کر میرا قصد ہو چکا تھا کہ مدرسہ کو توڑ دوں کیونکہ ہزارہا شاہی روپیہ ضائع ہو رہا ہے، مگر ایک غزالیؒ کی وجہ سے مدرسہ قائم رکھتا ہوں"۔

(۱۵۱) پا بگل:۔ فرمایا: شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ شیرازیؒ کی تربیت کا الہام ہوا۔ حافظ صاحب کے والد سے مل کر کہا: آپ کی اولاد کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے اپنے اکثر

بیٹوں کو دکھلایا مگر اپنی اولاد میں سے حافظ صاحب کو دیوانہ سمجھ کر ان کو نہیں دکھلایا، آپ نے فرمایا: کوئی اور لڑکا بھی ہے تو وہ بھی دکھلاؤ۔ کہا: ایک دیوانہ سا ہے۔ فرمایا: اس کو لاؤ۔ حافظ صاحب کو سامنے کیا گیا تو پہچانا کہ یہ "پاگل" نہیں ہے۔ بلکہ "پا بگل" (جس کے پاؤں میں پھول ہو) ہے۔ حافظ صاحب حضرت شیخ کو دیکھ کر کہنے لگے:۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(وہ لوگ جو اپنی نگاہ سے مٹی کو بھی سونا بنا دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایک ہلکی سی نظر ہم پر بھی بھیج دیا کریں۔)

(۱۵۲) لعل کو تلاش کرنا:

فرمایا:۔ ایک شہزادے سے شب میں موتی گر گیا تھا۔ تلاش کرنے سے نہ ملا، فرمایا: تمام ٹھیکریوں اور مٹی وغیرہ کو جمع کر لو پھر دن میں لعل مل جائے گا۔

(۱۵۳) ہر وقت حق تعالےٰ کے سامنے اظہار عبدیت کی ضرورت ہے:

فرمایا:۔ ایک بزرگ ایک روٹی کے نہ ملنے سے رونے لگے، کسی نے کہا ایک معمولی سی چیز کے لیے کیوں اتنا روتے۔ فرمایا شاید مولیٰ تعالےٰ نے میرا رونا دیکھنے کے لیے ہی بھوک دی ہو۔

(۱۵۴) ناسمجھ جان کر غصہ چلا جانا:۔ فرمایا: ایک رئیس زادے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر کچھ متاثر ہوتے۔ بازار میں جاکر حضرت کے لیے قیمتی کپڑوں کی ایک بہت بڑی گٹھڑی خرید لاتے، اور لاکر آپ کے سامنے رکھ دی، آپ نے غصہ سے فرمایا کہ میرے سر پر رکھ دو، اس نے اٹھاکر آپ کے سر پر رکھ دی، بس یہ سمجھ کر کہ یہ بے سمجھ ہے سارا غصہ جاتا رہا۔

(۱۵۵) ہم تو یہیں تھے۔ کرامت حضرت حاجی صاحب:

فرمایا:۔ زمانہ غدر (۱۸۵۷ء) میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقام پنجلاسہ میں روپوش تھے۔ ایک راؤ صاحب کے گھر ایسے مقام میں قیام تھا، جہاں ان کے گھوڑے بندھا کرتے تھے۔ مخبر نے مقام اور جگہ کے تعین کے ساتھ گورنمنٹ کو خبر دی، پولیس افسر انگریز فوراً پہنچا، راؤ صاحب سے کہا کہ آپ کے گھوڑوں کی بڑی تعریف سُنی ہے، ہم معائنہ کریں گے، راؤ صاحب اسے اصطبل لے آتے، معائنہ کرتے کرتے سیدھا اس کوٹھڑی تک پہنچا جس میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تھے، راؤ صاحب کے تو اوسان خطا ہو گئے، اس نے زور سے چوپٹ دروازہ کھولا، دیکھا کہ مصلّٰی بچھا ہوا اور وضو کا پانی گرا ہوا ہے، مگر اندر کوئی آدمی نہیں، کہا: راؤ صاحب! یہ لوٹا، مصلّٰی اور پانی کیسا ہے؟ راؤ صاحب نے کہا: ہم یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ بولا: نماز کے لیے مسجد ہوتی ہے نہ کہ اصطبل؟ راؤ صاحب نے کہا: جناب! ہم نفل نماز ایسی جگہ چھپ کر ہی پڑھا کرتے ہیں۔ بڑا شرمندہ ہوا اور کہا: راؤ صاحب آپ کو بے وقت تکلیف دی اسکی معافی چاہتا ہوں۔ اسے رخصت کر کے راؤ صاحب پھر وہیں واپس آئے تو دیکھا

کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصلّٰی پر تشریف فرما ہیں۔ عرض کیا حضرت آپ کہاں تھے
فرمایا: ہم تو یہیں تھے۔

(۱۵۶) کرامت حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ:

فرمایا: ایک مرتبہ کلکٹر نے آپ کو (حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) دیکھ لیا کہ آپ چھت پر چڑھے ہیں وہ بھی پیچھے ہو لیا۔ جب چھت پر گیا تو آپ نہ ملے۔

(۱۵۷) مبہم فیصلہ:

فرمایا: ایک بار شیعہ سُنی کے درمیان فضیلت صدیقؓ و علیؓ میں نزاع ہوا، فریقین نے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو حَکَم تسلیم کیا۔ انھوں نے ایسا مبہم فیصلہ دیا کہ دونوں فریق حیران رہ گئے۔ فرمایا کہ افضل صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی بنتہ تحتہٗ [۱]

(۱۵۸) تکبر کا علاج:

فرمایا: ایک بزرگ کے پاس ایک متکبر کوتوال شہر مرید ہونے کو آیا۔ آپ

---

[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سب سے افضل وہ ہیں کہ آپکی لڑکی آپ کے گھر تھی ــــ اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑا مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور وہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔

نے فرمایا کہ بیعت کی شرط یہ ہے کہ تم پانچ روپیہ کی مٹھائی لاؤ۔ مگر وہ پانچ روپیہ کئی دوکانوں سے گداگری کرکے جمع کرو۔ اس نے مجبور ہو کر ایسا ہی کیا، اس کے تکبر کا علاج ہو گیا۔ اسی کے موافق حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ کاندھلہ میں ایک رئیس مرید ہونے کو آتے تھے۔ ایک طبق شرینی کا اپنے نوکر کے سر پر رکھ کر لاتے، میں نے کہا ہم فلاں محلہ میں جا رہے ہیں تم خود طبق شیرینی سر پر رکھ کر ہمراہ چلو، وہاں بیعت کریں گے، پھر وہاں سے دوسری اور تیسری جگہ لے گئے، الغرض کئی پھرانے سے جب اس کے کبر کا علاج ہو گیا تو مرید کر لیا۔

(۱۵۹) غیر اللہ پر نظر کرنا شرک ہے:

فرمایا: حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی کہ حضرت میری بیوی فوت ہو گئی یا بیمار ہے۔ فرمایا خوش رہو۔ جیل خانہ سے چھوٹ رہی ہے تم بھی چھوٹو گے، پھر اس شخص نے کہا۔ کہ حضرت جی ایک آدمی نے مدینہ طیبہ پہنچانے کا وعدہ کیا تھا پھر وعدہ پورا نہیں کیا۔ فرمایا شرک کی باتیں یہاں نہیں کیا کرتے (کیونکہ اس نے غیر اللہ پر نظر کی تھی)۔

(۱۶۰) دنیا کا فائدہ:

فرمایا:- ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کہیں سے چندہ وصول کر لیا۔ لوگوں نے اس کی شکایت کی۔ فرمایا میرے ذریعہ دین کا

فائدہ تو کسی کو ہوتا نہیں کیا دنیا کے نفع سے بھی کسی کو روک دوں؟ (اللہ اللہ۔ کیا ٹھکانہ ہے اس عبدیت اور اپنے آپ کو مٹانے کا۔

(۱۶۱) خیر میں اسراف نہیں :

فرمایا : حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی پر ایک صاحب نے اعتراض کیا لاخیر فی الاسراف (فضول خرچی میں خیر نہیں) برجستہ فرمایا:- لا اسراف فی الخیر (خیر میں اسراف نہیں)۔

(۱۶۲) صولت الفاظ :

فرمایا : شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ کلمات باطنیہ کے حکومت نے گرفتار کر لیا، خلیفۂ وقت نے جب تقریر سنی تو کہا کہ ہم ان کی باتیں سمجھے تو نہیں البتہ صولتِ الفاظ اس قدر ہے کہ باطل پرست میں نہیں ہو سکتی، یہ اہل حق ہیں، چنانچہ رہا کر دیا۔

(۱۶۳) حضرت گنگوہیؒ سے عدم تعلق پر عتاب :

فرمایا : دہلی میں ایک بزرگ کا انتقال ہوا، کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، فرمایا نجات تو ہو گئی مگر اس پر عتاب ہوا کہ تم نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کیوں نہیں قائم کیا۔

(۱۶۴) قبر پر مٹی نہ رہنا (کرامت)

فرمایا : حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر مٹی نہ رہتی تھی اس لیے کہ مرض کی شفا کے لیے لوگ لے جاتے تھے اور سب کو صحت ہو جاتی تھی۔ کئی مرتبہ آپ نے صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب مرحوم نے

مٹی ڈالی مگر پھر وہی حالت تھی۔ آخر ایک روز دق ہو کر قبر کو خطاب کر کے کہا کہ "تمہاری تو کرامت ہوئی، اور ہم کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر اب کے تمہاری مٹی سے کوئی اچھا ہوا اور قبر سے مٹی اڑ گئی، تو ننگے پڑے رہیے۔ ہم مٹی نہیں ڈالیں گے۔" خدا کی قدرت اس روز سے مٹی سے وہ تاثیرِ شفا جاتی رہی۔

(۱۶۵) عذابِ الٰہی کے وعظ پر عتاب : (حکایت)۔

فرمایا : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال رحمتِ الٰہی کے متعلق وعظ فرمایا اور پھر ایک روز عذابِ الٰہی کا ذکر کیا تو کئی آدمی مر گئے۔ اور جنازے مجلسِ وعظ سے اٹھے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کہ چالیس برس کے بعد رحمت ختم ہو گئی تھی۔

(۱۶۶) ایک میم کی چالاکی :

فرمایا :- ایک شریر میم نے تانگہ پر چڑھے ہوئے ایک بزاز کی دوکان سے بہت سا کپڑا خریدا اور بزاز سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو۔ دام صاحب بہادر دیں گے، اسے ایک شفاخانہ میں لے گئی اور ڈاکٹر سے کہا : بس یہی ہے اور اس سے قبل اس کو سمجھا دیا تھا کہ ہمارا ایک نوکر دیوانہ ہے، ہر وقت دام دام کہا کرتا ہے، اس کا علاج کر دینا۔ وہ کہہ کر کہیں چل دی۔ ڈاکٹر نے پاگل سمجھ کر اس کو پاگل خانے بھیج دیا، پھر بمشکل سفارش سے رہا ہوا۔

(۱۶۷) حضرت حاجی صاحب :-

فرمایا : حاجی صاحب سے ایک غیر مقلد مرید ہوا، مگر اس نے آمین بالجہر ترک کر دی، حضرت حاجی صاحب نے اس سے فرمایا اگر راستے ہی بدل گئی ہو تو خیر

بھی سُنّت ہے۔ ورنہ میں ترکِ سُنّت کا وبال اپنے ذمّہ نہیں لینا چاہتا۔

(۱۶۸) حضرت سید صاحب کا ادب:

حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے سپرد کر دیا تھا، شاہ صاحب نے ایک جگہ فرمایا یہاں بیٹھے رہو، اتفاقاً بارش شروع ہوگئی وہاں ہی بیٹھے رہے، بدوں حکم نہیں اُٹھے۔

(۱۶۹) سید صاحب کو سلوکِ نبوت سے مناسبت ہونا:

فرمایا: حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے، شاہ صاحب نے تصوّرِ شیخ[1] تعلیم پایا، انھوں نے کہا: یہ تو شرک ہے میں کیسے کروں؟ شاہ صاحب نے فرمایا:

---

[1] تصورِ شیخ کوئی بالذات مقصود نہیں۔ اصل مقصود تصورِ حق تعالےٰ کا ہے، اس لیے جن لوگوں کی قوتِ فکریہ ضعیف ہوتی ہے ان کو یہ تصور نہیں جمتا اس لیے ان کے لیے تصوّرِ شیخ تجویز کیا جاتا ہے۔ اس سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ خطرات و وساوس دفع ہوتے ہیں۔ چونکہ شیخ محبوب ہوتا ہے اس لیے اس کا تصور زیادہ جمتا ہے۔ اس سے قطع وساوس کے لیے یہ تصوّر تجویز کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس کی برکت سے توجہ حق شانہٗ حاصل ہوتی ہے تو اس کو چھڑایا جاتا ہے۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

(یعنی اگر شیخ کامل کر دے تو اپنی گدڑی شراب سے رنگ لو۔ کیونکہ سالک منزل کی راہ و رسم سے بے خبر ہوتے ہیں)

سید صاحبؒ نے کہا: یہ تو فروع میں ہے اور تصورِ شیخ تو شرک ہے، شاہ صاحبؒ نے فرمایا: سید صاحب کو سلوکِ نبوت سے مناسبت ہے۔ چنانچہ چند روز ہی میں تکمیل کر دی۔

(۱۷۰) حضرت گنگوہیؒ کی سادگی:

فرمایا: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی ایک مرتبہ گنگوہ سے تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے کھانے کو کہا تو فرمایا کہ جو تیار ہو لا دو ہم راستہ میں کھالیں گے، مولانا گنگوہیؒ نے باسی روٹی اور دال لا دی۔ انھوں نے روٹی پر دال ڈال کر رامپور منہاران آکر کھائی، اور فرمایا مولوی رشید احمد صاحب بہت اچھے آدمی ہیں تکلف نہیں کرتے۔

(۱۷۱) امام ابو یوسف کی حکایت، حضرت امام ابوحنیفہ کی شہادت:

فرمایا: حضرت امام ابوحنیفہ اور امام یوسف (شاگرد رشید امام ابوحنیفہ) رحمہما اللہ تعالےٰ سفر میں تھے، وقت تنگ پر جماعت کی، امام یوسف امام ہوئے، نہایت مختصر پڑھائی۔ مگر ڈرے، نماز کے بعد امام صاحبؒ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صَارَ یَعْقُوْبُنَا فَقِیْھًا (الحمد للہ ہمارے یعقوب اب فقیہ بن گئے ہیں)

(۱۷۲) حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کا خوفِ آخرت :

فرمایا : مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں ایک مسئلہ غلط بتلایا گیا، کسی دوسرے عالم کو متنبہ کرنے پر فوراً مولانا دیوبندی کو متنبہ کرنے پر فوراً مولانا دیوبندؒ کو ہمراہ لے کر رات کے وقت سائل کے مکان پر پہنچے، اور فرمایا کہ میں نے مسئلہ غلط بتلایا تھا اور صحیح یوں ہے جو دوسرے مولوی صاحب نے بتلایا، مولانا دیوبندیؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے ایسا اہتمام کیا تھا۔

(۱۷۳) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی لطافت :

فرمایا :- حضرت مرزا مظہرِ جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ روافض کی گولی سے شہید ہوتے، کسی نے زخمی ہونے کے بعد دریافت کیا حضرت ! تکلیف تو نہیں ؟ فرمایا تکلیف تو نہیں، البتہ بارُود جو اندر رہ گیا ہے اس کی بُو سے دماغ کو سخت ایذا پہنچ رہی ہے، شہادت سے پہلے مسجد کو یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔

ع "سر جُدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود"۔ (میرے جسم سے سر جدا کر تا کہ ہم اپنے یار کے پاس پہنچ جائیں۔)

جب خُدّام نے کندہ کرانے کے لیے مصرعہ میں تردد کیا تو دیوان کھول کر دیکھنے سے یہ شعر نکلا ؂

بلوحِ تُربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

(یعنی میری قبر کی تختی پر غیب سے لکھا ہوا پایا گیا کہ اسے بے گناہ قتل کیا گیا اس کی کوئی غلطی نہیں تھی)۔

(۱۷۴) عوام الناس کو صبر کی تلقین کرنا چاہیئے :

فرمایا : ایک مرتبہ خانقاہ امدادیہ کے دروازہ پر آکر ایک خان صاحب نے حاجی صاحبؒ و حافظ صاحبؒ کو خطاب کیا کہ بہت ظلم ہو رہا ہے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی صبر کرو۔ حافظ صاحبؒ زور سے بولے کہ ہرگز صبر مت کرنا۔ جا نالش کر، ہم شہادت دیں گے۔ پھر حاجی صاحبؒ سے تخلیہ میں فرمایا کہ ایسوں کو صبر نہیں بتلانا چاہیئے۔ ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ صبر نہیں ہو سکے گا۔

(۱۷۵) ظلمانی کتاب سے بھی ظلمت ہوتی ہے :

فرمایا : حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ کسی شخص کے آنے سے ظلمت محسوس ہوتی، فرمایا اس کے پاس کوئی کتاب ظلماتی ہوگی، دیکھا تو بوعلی سینا کی کتاب الشفاء تھی۔

(۱۷۶) حضرت سیّد احمد رفاعیؒ کا مقام :

فرمایا : ایک مرتبہ سید احمد رفاعی رحمہ اللہ سے خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کتب ہیں۔ فرمایا : نزِّہ شیخک عن القطبیۃ (اپنے شیخ کو قطبیت سے منزہ سمجھو) پھر عرض آپ غوث ہیں فرمایا : نزِّہ شیخک عن الغوثیۃ (اپنے شیخ کو غوثیت سے منزہ سمجھو) پھر فرمایا حق تعالیٰ نے سب کو حسبِ استعداد دیا، حتیٰ دارت النوبۃ الی ھذا الحقیر اللاشیٔ فاختار اللہ وأراد اللہ فاعطانی مالا عین رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (یہاں تک کہ اس حقیر لاشئ کی باری آئی، تو اس

نے مناصب کے بجائے اللہ تعالٰے کی ذات کو اختیار کیا، اور اسی کو چاہا، پس اللہ رب العزت نے مجھے وہ کچھ دیا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا، نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گذرا۔

(۱۷۷) فقر و فاقہ کی قدر :

فرمایا : حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، فرمایا : معلوم ہوتا ہے تم کو یہ نعمت مفت ملی ہے، اس لیے قدر نہیں، ہم سے اس کی قدر پوچھو، جنھوں نے سلطنت دے کر لی ہے۔

(۱۷۸) حضرت ابراہیم ادہمؒ کا امتحان :

فرمایا : ایک مرتبہ جنگل میں حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کی ضرورت ہوئی، ایک کنوئیں میں ڈول پانی کے لیے ڈالا تو پہلی مرتبہ دراہم سے بھرا ہوا نکلا، دوسری مرتبہ دنانیر سے بھرا ہوا نکلا، پھر کنوئیں میں ڈول ڈال کر عرض کیا کہ اے اللہ ! میں تو آزمائش کے لائق نہیں ہوں یہ چیزیں تو میں چھوڑ کر آیا ہوں مجھ کو تو پانی کی ضرورت ہے : تاکہ وضو کر کے نماز پڑھ لوں۔ یہ دعا کر کے ڈول کھینچا تو پانی آیا۔

فرمایا : حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی لونڈی نے اپنا خواب بیان کیا کہ آپ حق تعالٰے کے یہاں پیش ہوتے، گرفتار کیے گئے پھر آپ .... بس نام سُنتے ہی بوجہ غلبۂ خشیت غش (خوفِ خدا کا غلبہ) کھا کر گر گئے، لونڈی نے پکارا تم پار ہو گئے پار ہو گئے تب ہوش میں آئے فرمایا : ان کا شمار قطاب میں کیا گیا ہے۔ بعض حضرات ان کو مجددینؒ میں شمار کرتے ہیں۔

(۱۸۰) فرمایا : شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ایک مرتبہ بھیس بدل کر اپنے مرید کی دعوت پر گئے اور صف میں بیٹھ گئے۔ میزبان نے پہچانا نہیں تھا، فرمایا تم کو میری خوشبو نہ آئی۔ تُو مرید صادق معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ کو مکشوف ہو گیا ہو گا۔ کہ محبت صادق کے اثر سے شیخ کی خوشبو محسوس ہو جاتی ہے اس لیے اثر کی نفی سے موثر کی نفی پر استدلال کیا۔

(۱۸۱) شیخ کو ناراض نہیں کرنا چاہیئے :

فرمایا : حضرت فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فصوص الحکم کا مطالعہ ایسے نسخہ پر فرمار ہے تھے جس میں کتابت کی غلطیاں بہت تھیں، آپ کے خلیفہ ارشد حضرت سلطان الاولیا، نے کہا کہ حضرت ! فلاں جگہ فصوص الحکم کا نسخہ بہت صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا : ہاں بھائی ! بدوں صحیح نسخہ کے سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت باباصاحبؒ کے صاحبزادے نے سلطان جی سے کہا، سمجھے ہو گیا فرمایا ؟ کہا : نہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ حضرت تم پر ناراض ہو گئے ہیں، گویا تم نے اعتراض کیا ہے کہ آپ بدون صحیح نسخہ کے فصوص الحکم سمجھ نہیں سکتے۔ تب سلطان جی کو فکر ہوئی، حاضر ہو کر معافی چاہی، شیخ کو جوش آگیا، معافی نہیں دی، آخر صاحبزادہ صاحب نے سفارش کی تب معافی ملی۔ سلطان جیؒ کو ساری عمر کھٹکا رہا کہ ہائے افسوس میں نے شیخ کو کیوں

حاشیہ صفحہ گذشتہ :
[1] مجدد : بروے حدیث حق شانہٗ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجددؒ بھیجتے ہیں جو دین کو از سرِ نو تازہ (زندہ) کر دیتا ہے۔

ناراض کیا۔

(۱۸۲) بھلانا امرِ غیر اختیاری ہے :

فرمایا : حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عامل نے حُبّ کا تعویذ سکھلایا، اور پھر اپنا قصہ عملی بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ عمل کیا تو شہزادی میرے پاس تنہائی میں آحاضر ہوئی، اور کہا کہ میں حاضر ہوں۔ میں نے کہا کہ بس جا۔ میں نے تو عمل کی آزمائش کی تھی۔ مولانا موصوف نے یہ قصہ سن کر سیکھا ہوا عمل بھلا دیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میں نے بلا واسطہ سُنا ہے۔ مولانا کی یہ کرامت ہے۔ ورنہ بھلانا تو بظاہر قدرت سے باہر ہے۔

(۱۸۳) حضرت بانیٔ دارالعلوم دیوبند کا اپنے مریدوں کو توجہ دینا :

فرمایا : ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی مسجد میں چند مریدوں کو توجہ دے رہے تھے، اور رات کا وقت تھا چراغ نہ تھا، حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر لگی، جلدی سے آکر خفیہ طور پر حلقہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت نانوتوی کو نسبتِ یعقوبیہ کا احساس ہوگیا۔ آپ نے توجہ روک لی، مولانا یعقوب صاحبؒ کو اس کا ادراک ہوگیا، خفا ہو کر فرمانے لگے، "بنادو ان کو غوث و قطب[1]! میں ہی ایک منحوس ہوں جو خار معلوم ہوتا ہے۔"

---

[1] غوث : بعض نے کہا ہے کہ قطب الاقطاب کو غوث کہتے ہیں۔ جو ایک ہوتا ہے اور مکہ میں رہتا ہے۔ عالمِ غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے اور سب قطب اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔

(۱۸۴) درسِ عبرت :

فرمایا : شیخ فریدالدین عطارؒ کے پیر مع اپنے بہت سے مریدوں کے حج کو گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ایک عورت خوبصورت پر عاشق ہوگئے، اور مریدوں کو چھوڑ چھاڑ کر اس کے پیچھے ہولیے، مرید دل توڑ کر واپس شیخ عطارؒ کے پاس گئے اور قصہ بیان کیا، فرمایا : "تم غیرت میں مر نہ گئے جو واپس آگئے؟ ایک محسن کو شیطان کے پنجرے میں دے کر آگئے، چلو مجھ کو وہاں لے چلو۔" شیخ عطار مع باقی اخوانِ طریقت کے مکہ مکرمہ میں آئے، اور بعد نماز فجر بعجز و انکساری تمام دعائے ہدایت کرنی شروع کی، حق تعالےٰ نے قبول فرمائی، پیر صاحب کو تنبہ ہوا اور ہوش آیا۔ فوراً توبہ کی اور تجدیدِ اسلام کی۔

(۱۸۵) نصوص میں آخرت کے اجمالی حالات مذکور ہیں :

فرمایا :۔ ایک بزرگ نے مرتے وقت وصیت کی کہ تم قلم و دوات میری قبر میں رکھ دینا میں آخرت کے حالات معلوم کرکے لکھوں گا۔ اور تم تیسرے روز قبر پر سے کاغذ قلم دوات اٹھا لینا، چنانچہ انھوں نے ایسا کیا۔ تیسرے روز لکھا ہوا قبر پر ملا کہ اجمالاً حالت تو وہ ہے جو نصوص میں وارد ہے، اور شریعت کا حکم ہے، اس پر یقین کرو۔ اور تفصیلی حالت بدون گذرنے کے معلوم نہیں ہوسکتی۔

(۱۸۶) صاحب تصرف بزرگ کی حکایت :

فرمایا : ایک بزرگ صاحب تصرف تھے مگر بیوی معتقد نہ تھی . . . .

. . . . ایک روز ہوا میں اُڑتے ہوئے گذرے۔ اور سب لوگوں نے دیکھا کہیں بیوی بھی کھڑی تھی وہ

دیکھ کر متعجب ہوئی، وہ بزرگ تشریف لائے تو بیوی نے ذکر کیا کہ آج ہم نے ایک بہت بڑا بزرگ دیکھا ہے جو ہوا میں اڑتا تھا۔ اس نے کہا وہ تو میں ہی تھا۔ کہنے لگی: اچھا! تبھی ٹیڑھا ٹیڑھا اُڑتا تھا۔

(۱۸۷) فتوحاتِ اسلامیہ کی ایک حکایت:

فرمایا: فتوحاتِ اسلامیہ مؤلفہ احمد دحلان میں لکھا ہے کہ صحابی کسی عجمی شہزادی پر عاشق ہو گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد نامہ لکھوا لیا کہ جب ملک فتح ہو تو وہ جاریہ مجھ کو دی جائے، خلفاء کے عہد میں جب وہ ملک فتح ہوا اور افسر کو وہ عہد نامہ دکھلا کر وہ شہزادی صحابیؓ نے لے لی، کسی نے کہا: فروخت کرو گے؟ فرمایا: ہاں! اس نے کہا کتنے کو؟ کہا ایک ہزار روپیہ کو۔ جب مشتری نے ہزار روپیہ دیا تو دیکھ کر کہا: یہ تو تھوڑا ہے ہم نے بہت سمجھا تھا ہم نہیں دیتے۔ آخر افسر کے کہنے پر مجبوراً دیدی۔

(۱۸۸) خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے کا ایک بوڑھا:

فرمایا: خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: جو ہم کو نکتہ سنائے اور ہم اس کی تصویب کریں اس کو ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ ایک بوڑھا ہشیار آیا کہا: سرکار! مجھ کو درخت لگانا بہت اچھا آتا ہے، فرمایا: ٹھیک! ایک ہزار روپیہ انعام دیا گیا۔ پھر اس نے کہا: حضور میں درخت لگاتا ہوں تو اسی وقت پھلدار ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ایک ہزار روپیہ اور انعام دو۔ پھر بوڑھے نے کہا: حضور اوروں کا باغ سال میں ایک دفعہ ثمر لاتا ہے اور میرا سال میں دو دفعہ۔ فرمایا: تیسرا ہزار بھی انعام دے دو۔

(۱۸۹) حق شانہٗ کی شانِ کرم:

فرمایا: سیبویہ نحوی مذہب کا معتزلی تھا، مگر حق تعالےٰ کی نکتہ نوازی دیکھیے کہ مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ مغفور ہے۔ دریافت کرنے پر کہا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ تُو نے "اعرف المعارف" ہمارے اسمِ پاک اللہ کو کہا تھا اس لیے بخش دیا گیا۔

(۱۹۰) شریعت کے حکم کو خلافِ مصلحت سمجھنے کا انجام:

فرمایا: شیخ وہاں نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کو دفن کیا گیا، کچھ عرصہ بعد دریا بردی شروع ہوئی۔ ورثہ نے ارادہ کیا ان کی لاش کو نکال کر دوسری جگہ لے جائیں، چنانچہ اس بزرگ کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ اس میں ان کی بجائے ایک خوبصورت لڑکی پڑی ہے۔ ایک شخص نے پہچانا کہ یہ لڑکی نصاریٰ میں سے ہے خفیہ مسلمان ہو گئی تھی۔ اور پھر فلاں جگہ مدفون ہوئی تھی وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس لڑکی کی قبر میں وہ بزرگ عیسائی گورستان میں پڑا ہے۔ ورثہ سے تحقیق کی تو حال معلوم ہوا کہ یہ غسل جنابت کے متعلق کہا کرتا تھا کہ اچھا نہیں، اس سے عیسائی مذہب اچھا ہے کہ اس میں غسل جنابت نہیں ہے۔ اس کی نحوست کا یہ اثر ہوا۔

(۱۹۱) شجاعت کی دو قسمیں:

ایک شیعی مجتہد نے کہا کہ حق خلافت حضرت علیؓ کا تھا کیونکہ اشجع الناس تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بیشک ٹھیک! مگر شجاعت دو قسم پر ہے۔ ایک شجاعتِ قلب، جو حکام و امراء میں ہوا کرتی ہے اور دوسری شجاعتِ بدن جو عموماً جوانوں اور سپاہیوں میں ہوا کرتی ہے، حضرات شیخین

میں پہلی قسم کی تھی اور حضرت علی میں دوسری قسم کی ۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ۔

(۱۹۲) محاورہ سوءِ ادبی :

فرمایا : ایک بدعتی نے سہارنپور میں "تقویۃ الایمان" پر اعتراض کیا کہ مولانا تے شہیدؒ نے لکھا ہے کہ حق تعالےٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہزار بنا ڈالے یہ محاورہ سوءِ ادبی کا ہے ۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوئی جو کفر ہے ۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ اس محاورے سے مفعول کی تحقیر مقصود نہیں ہوتی بلکہ فعل کا آسان اور سہل ہونا مقصود ہوتا ہے ۔ مگر وہ نہیں مانا ۔ دوسرے روز اس نے کہا کہ جی ! آپ بیضاوی پر بھی حاشیہ لکھ ڈالیے ! فرمایا یہ وہی محاورہ ہے اس سے قرآن کی ادبی ہوئی ۔ وہ تائب ہوا اور کہا کہ اب سمجھ میں آیا ۔

(۱۹۳) شہادتِ تزکیہ کے متعلق تین سوال :

فرمایا : ایک مقدمہ میں حضرت عمرؓ کے اجلاس میں شہادت گزری ، آپ نے شہادت کے تزکیہ کے متعلق ایک شخص سے تین سوال کیے ۔ کیا تو نے اس کے ساتھ مل کر سفر کیا ہے ؟ کیا اس کا تو ہمسایہ رہا ہے ؟ کیا تو نے اس کے ساتھ لین دین کیا ہے ؟ تینوں کا جواب مزکی نے نفی میں دیا ۔ فرمایا : تو نے اس کو مسجد میں نماز پڑھ کر وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا ہوگا ۔ کہا : ہاں ۔ فرمایا : فَأَنْتَ لَا تَعْرِفُ بس تو اس سے واقف نہیں ۔

(۱۹۳) نماز میں آنکھیں بند کرنا خلافِ سنّت امر ہے ۔

فرمایا : مولوی محب الدین صاحب مرید حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ اپنے خیال میں خوب دل لگا کر نماز پڑھی ۔ اور اس میں کوئی وسوسہ نہیں آیا ،

بہت خوش ہوتے ۔ چونکہ صاحب کشف تھے ۔ نماز کی صورتِ مثالیہ خوبصورت باندی کی شکل میں مکشوف ہوئی ۔ مگر آنکھوں میں بینائی ندارد ۔ حاجی صاحبؒ سے عرض کیا ، فرمایا : تم نے خلافِ سُنّت نماز میں آنکھیں بند کی ہوں گی ، یہ اس کا اثر نمایاں ہوا ۔

(۱۹۴) ایک عجیب غامض تحقیق :

فرمایا : مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب دہلی میں آمین بالجہر اور رفع یدین پر عمل کرنا شروع کیا تو لوگوں کی شکایت کی وجہ سے ان کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بُلا کر کہا : ایسا کیوں کرتے ہو ؟ کہا : میں سنّتِ مُردہ کو زندہ کرتا ہوں ۔ اور ایسی سُنّت کے احیاء سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے ۔ فرمایا : اسمٰعیل تم سمجھے نہیں یہ ثواب اس سنّت میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو ۔ اور جس کے مقابل دوسری سُنّت ہو وہاں احیاء سنّت بہرصورت بدستور قائم رہتا ہے ۔ مولانا شہیدؒ بالکل خاموش ہو گئے ۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عجیب تحقیق غامض ہے ۔

(۱۹۵) آدابِ وجد و قیام :

فرمایا : شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قیام میلاد کے متعلق سوال کیا گیا ۔ تو فرمایا : ۔ شیخ مجلس کو دیکھنا چاہیئے ۔ (حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بطور شرح فرمایا کیونکہ قیام حرکت وجدانیہ سے ہوتا ہے اور وجد میں یہ ادب ہے کہ ایک کی موافقت سب کو کرنی چاہیئے ۔) ۔

(۱۹۶) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے تین ثلث قرآن پاک پڑھنے کا ثواب :

فرمایا : شاہ محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد سے ایک قرآن کا ثواب نہیں ملتا۔ بلکہ تین ثلث قرآن کا ملتا ہے۔ کیونکہ مہمات مسائلِ قرآنیہ تین قسم پر ہیں : توحید، رسالت، معاد اور قل ھو اللہ احد توحید ہے اب تین مرتبہ پڑھنے سے توحید کا تکرار تین مرتبہ سمجھا جائیگا۔

(۱۹۷) حقیقت مکہ وحقیقت مدینہ :

فرمایا : حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک دفعہ شریف مکہ کا جاسوس آیا، اور اُلٹی سیدھی باتیں شروع کیں۔ حاجی صاحبؒ کو جوش آیا، فرمایا: سوائے خدا کے اور نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ خدا کی عظمت کا خوف ہے (اور نفس سے شرارت کا اندیشہ) تم زیادہ سے زیادہ یہ کرو گے کہ مکہ اور مدینہ سے نکال دو گے، کچھ پرواہ نہیں، یہ فقیر جہاں رہے گا، وہیں مکہ اور مدینہ اور روضہ ہے، (کیونکہ حقیقت مکہ، تجلی الٰہی ہے۔ حقیقت مدینہ تجلی عبدیت ہے۔ اور یہ ہر جگہ ہو سکتے ہیں ہاں محققین کے نزدیک حقیقت بدون صورت کے معتبر نہیں۔ اس لیے صورت مکہ اور مدینہ کی بھی ضرورت ہے)

(۱۹۸) ایک سیٹھ کا ہدیہ پیش کرنا :

فرمایا : ابتدائے زمانۂ ہجرت میں حضرت حاجی صاحبؒ پر بہت فاقے آتے ہیں۔ ایک روز اسی حالت میں حرم شریف کے اندر بیٹھے ہوتے تھے کہ ایک سیٹھ آئے اور حاجی صاحب سے کہا کہ لنگی دیدو۔ آپ نے سمجھا کہ شاید ہبۃً مانگتا ہے

چنانچہ دیدی، تھوڑی دیر کے بعد وہ لنگی لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ اس میں بہت سے روپے تھے۔ حاجی صاحب نے اُٹھتے وقت دیکھ کر فرمایا کہ بھلامانس رکھ کر خود نامعلوم کہاں چلا گیا۔ جب وہ ملا تو معلوم ہوا کہ یہ ہدیہ ہے۔

(۱۹۹) شیخ اکبرؒ کے فصوص کی صحت کا امتحان :

فرمایا : حاجی صاحبؒ نے مکہ میں دُعا کی کہ الٰہی مجھ کو ایسی جگہ دے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جا یہاں سے اٹھ جا، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی روح متمثل ہوئی، فرمایا: تمہارے ہاتھوں پر ہزاروں روپے کا خرچ رکھا گیا ہے۔ عرض کیا میں اس کا متحمل نہیں ہوں گا۔ فرمایا : جو دیں گے وہ تحمل بھی عطا فرمائیں گے۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے کچھ روپے دیئے۔ پھر خدام نے رباط کے قریب مکان خرید کر حاجی صاحب کو دیا۔ آپ نے اسی وقت وقف کر دیا اور فرمایا جہاں بیٹھا کرتا ہوں یہ مسند شیخ اکبرؒ کی ہے۔ فرمایا : ایک مرتبہ شیخ اکبرؒ کی فصوص پر اعتراض کیا گیا تو شیخ اکبر نے فرمایا : اس کا امتحان یوں کرو کہ ایک ایک ورق کر کے بیت اللہ شریف کی چھت پر ڈالدو، اور ایک سال بعد اٹھا کر دیکھو، اگر صحیح ہو گی تو باوجود کثرت ریاح وغبار کے کوئی حرف و ورق اس کا ضائع نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲۰۰) دنیا دار مال کے قدر دان ہیں :

فرمایا : بحکم حاجی صاحبؒ مولانا مستور علی صاحب نے مستحقین کی فہرست لکھی تو ایسے دو آدمیوں کا نام اس میں نہ تھا۔ جو دنیا دار مال کے طامع (لالچی) تھے۔ فرمایا : ان کا نام کیوں نہیں لکھا، عرض کیا گیا : وہ تو اپنا کما لیتے ہیں۔ فرمایا : تم بھی عجیب ہو، وہ تو مال کے قدر دان ہیں، ان کو تم محروم کرتے ہو

(۲۰۱) حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کی دور رسی :

فرمایا : حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ میں چھکڑے پر سوار ہونے لگے ۔ خود رضائی کو سیدھی تہ کرکے کہیں گئے ۔ کسی خادم نے استر کو اوپر کر دیا ۔ فرمایا عجیب احمق ہے رات جب اوڑھیں گے تو منہ میں مٹی پڑے گی ۔

(۲۰۲) اپنے مرید کو خلاف سنّت امر پر متنبہ کرنے کی ہدایت :

فرمایا ، حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُرید قاضی لشکر مولانا عبد الحی صاحب سے فرمایا کہ جب کوئی مجھ میں خلافِ سنت امر دیکھو تو متنبہ کر دیا کرو انہوں نے کہا جب کوئی امر خلاف سنت ہوگا تو عبد الحی کو خلافِ سنت نہیں پائیں گے ۔

(۲۰۳) اہلِ بلغار پر نماز عشاء نہیں :

فرمایا ، مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے حضرت والاؒ کے سامنے بیان کیا کہ مجھ کو شبہ تعارض ہوا کہ موافق تصریح فقہاء اہلِ بلغار پر نماز عشاء نہیں، کیونکہ ان پر وقتِ عشاء نہیں آتا اور حدیث میں ہے کہ جب خروج دجال کے وقت پہلا دن سال بھر کا ہوگا تو اندازہ سے متعدد نمازیں پڑھی جائیں ۔ حالانکہ طلوع و غروب متعدد نہیں ہوگا ۔ میں نے یہ شُبہ حضرتِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا ، انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا : جب آؤ گے زبانی بیان کر دیں گے ۔ پھر جب میں گنگوہ گیا تو یاد دلایا ، فرمایا مسئلہ جو اہلِ بلغار کے متعلق ہے یہی صحیح ہے اور حدیث خروج دجال اس کے

مخالف نہیں ۔ کیونکہ اس وقت بھی طلوع و غروب روزانہ ہوگا ، صرف جہاں اس کا فتنہ ہوگا وہاں یہ نمایاں نہیں ہوگا ۔ اس لیے اندازہ سے سب نمازیں پڑھی جائیں گی ، میں نے عرض کیا اس سے ئی دلیل حدیث سے بھی ہے ،

فرمایا : ہاں ہے ۔ پھر کتنی بار فرمایا ، بتلاؤں ؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ دجال کے نکلنے کی علامت پانچ سواروں کا ظاہر ہونا فرمایا گیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر طلوع و غروب بند ہوجاتا تو علامت متحقق ہوجاتی تو پھر سواروں کے انتظار کے کیا معنی ؟

(۲۰۴) مراقبہ معیت :

فرمایا : ایک بزرگ نے مریدوں کو مراقبہ معیت (الم یعلم بأن اللہ یری ۔ کیا اس شخص کو خبر کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے) ۔ فرمایا پھر امتحان کیا سب کو ایک ایک کبوتر اور چھُری دے کر فرمایا کہ ایسی جگہ جاکر ذبح کر لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو ، سب نے ذبح کر لیا صرف ایک ہی بچا ، اس لیے کہ جہاں جاتا ہوں وہاں خدا تعالیٰ دیکھتا ہے ۔ فرمایا بس تو نے مراقبہ پختہ کر لیا ۔ اور باقیوں کو فرمایا : تم نے ابھی کچھ نہیں کیا ۔

(۲۰۵) تردّد خامی کی دلیل ہے :

فرمایا : حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مطبع مجتبائی دہلی میں منشی ممتاز صاحب کے پاس دس روپیہ کی تصحیح پر ملازم تھے تو اس زمانہ میں حاجی صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے حاضری میں عرض کیا کہ ملازمت ترک کر دوں ؟ فرمایا : مولانا ! سوال دلیل ہے تردّد کی ، اور

تردد دلیل ہے خامی کی، خامی دلیل ہے پریشانی کی، ایسی صورت میں ملازمت چھوڑنا کیونکر جائز ہو گا۔

(۲۰۶) صاحب تصرف بزرگ کا اثر :

فرمایا : ایک عالم متبحر وعظ کر رہے تھے اس وقت ایک صاحب تصرف بزرگ بھی مجمع میں توجہ فرما کر بیٹھے ہوتے تھے۔ عالم نے بہت نکات اور لطائف بیان کیے۔ اثنائے بیان میں خطرہ ہوا کہ میں سب سے اچھا عالم ہوں۔ بزرگ کو اس کا ادراک ہوا فوراً توجہ ہٹا لی، سب قوت وعظ سلب ہو گئی۔ فرمایا: بس اپنی حقیقت کو دیکھ لے۔

رسالہ خیر الاختبار فی خبر الاختیار

—— : ملفوظ شریف : ——

حضرت مرشدی و مولائی سیدی و سندی حجۃ الله فی الارض حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

احقر خیر محمد[۱] جالندھری جامع ملفوظ عرض رساں ہے کہ بہت دن سے میرا قلب غواشی میں مستور اور طرح طرح کی تشویشات میں معمور تھا۔ حق تعالیٰ کا کروڑ شکر ہے کہ ملفوظ مذکور کی بدولت قلب تمام غواشی سے صاف اور تمام تشویشات سے خالی ہو گیا اور ایک گونہ جمعیت حاصل ہو گئی۔ حق تعالیٰ سیدی حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فیوض و برکات کو علی الدوام جاری رکھے

---

[۱] روعی فی التسمیۃ اسم الجامع ہو مولانا المولوی خیر محمد جالندھری بانی خیر المدارس ملتان۔ متوفی شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ۔

اور جملہ احباب کو استفادہ کی توفیق بخشے اور اتباعِ سنّت اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۰ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم —— مجلس بعد نمازِ عصر ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

(یکم جنوری ۱۹۳۳ء) —— یوم یک شنبہ ——

کیفیت مقصود نہیں: فرمایا: ایک صاحب نے خط میں شکایت لکھی کہ جو جمعیت حضرت والا کی خدمت بابرکت سے لے کر آیا تھا وہ یہاں آکر رفتہ رفتہ رخصت ہو گئی۔

فرمایا: میں نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ کیفیت رخصت ہو گئی تو حرج کیا ہوا کیونکہ کیفیت مقصود ہی نہیں۔

کیفیت کے پیچھے پڑنے کی مثال: حاضرینِ مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ضرر تو ہوتا ہے؛ فرمایا کیا ضرر ہوا؟

عرض کیا کہ ایک چیز نصیب ہوئی تھی وہ جاتی رہی؟

فرمایا: اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ چیز اس کے لئے نافع ہی تھی ممکن ہے کہ وہ مضر ہوتی حق تعالیٰ ہی مضر و مفید کو خوب جانتے ہیں اور اس کو بھی بندہ کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔ لوگ کیفیت کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں اور لذّت کے طالب ہیں۔

اعمالِ صالحہ میں لذّت و سہولت کی طلب میں نفس کا ایک مخفی کید:

اگر یہ کہا جائے کہ مزہ سے اعمال میں سہولت پیدا ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ سہولت ہی کی کیوں طلب ہے؛ کیا انسان دنیا میں سہولتوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ——

ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا اور یہ طالب ہے سہولت کا۔ الغرض اس غم میں نہ پڑنا چاہیئے اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے کیونکہ اس غم میں پڑنا کہ وہ حالت نہیں رہی۔ یہ حالت نہیں۔ فلاں کیفیت جاتی رہی۔ قلب کو برباد کرنا ہے۔ آخر یہ توجہ مخلوق کی طرف نہیں تو اور کس کی طرف ہے۔ اس میں بھی تو عنوان اچھا اختیار کیا گیا ہے مگر ہے نفس کا کید کہ لذّت و سہولت کا طالب ہے

پھر شرع پر زیادت چہ معنی ——
بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ؛ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ!

احوال کی زیادت بھی بدعت ہے:

معلوم بھی ہے جیسے عقائد و اعمال کی زیادت علی الحدود بدعت ہے ایسے ہی احوال کی زیادت بھی بدعت ہے یہ ظاہری وہ باطنی غیر اختیاری امور کا مطلوب نہ ہونا اور اختیاری کا مطلوب ہونا تو نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علیٰ بعض للرجال نصیبٌ مِمّا اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ واسئلوا اللہ من فضلہ ط ان اللہ کان بِکُلِّ شیءٍ علیماً؛

ترجمہ:- اور تم ایسے امر کی تمنّا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصّہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصّہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں تفسیروں میں اس کی شانِ نزول یہی لکھی ہے کہ مجاہدین کے اجرِ جہاد کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر حضرت اُمِّ سلمہ نے عرض کیا کہ کاش ہم بھی مرد ہوتیں تو جہاد کرتیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ما فضل اللہ بہ۔ چونکہ بمقابلہ اکتساب واقع ہوا ہے اس لئے اس سے مراد امور غیر اختیاریہ ہیں۔

فضائل کی دو قسمیں: آیت کا حاصل یہ ہوا کہ فضائل دو قسم کے ہیں موہوبہ یعنی غیر اختیاریہ، مکتسبہ یعنی اختیاریہ۔ حق تعالیٰ نے ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ۔ میں غیر اختیاری کی تمنّا سے نہی فرمادی ہے اور للرجال نصیب مما اکتسبوا میں اختیاری کے اکتساب کی ترغیب دی ہے پھر واسئلوا اللہ من فضلہ۔ میں اس کی اجازت دی ہے کہ اگر فضائل غیر اختیاریہ کو دل ہی چاہے تو بجائے درپے ہونے اور ہوس کرنے کے اس کی دُعا کر لیا کرو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں۔

واسئلوا اللہ من فضلہ یعنی ثمرات و فضائل کے لئے دُعا کرنے کا اذن فرمایا ہے بشرطیکہ اور کوئی امر مانع دعا نہ ہو، مثلاً کسی امر کا غیر عادی ہونا جیسے عورت کا مرد بن جانا پھر دُعا کر کے بھی حصول کا منتظر

ہے کہ اگر کچھ جمعیت نصیب بھی ہوئی ہو تو یہی فکر کر کے اپنے ہاتھ سے خود اسکو برباد کرتا ہے ایسا کرنا بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

یکے بر سرِ شاخ وبن مے بُرید ٭ خداوند بُستاں نگاہ کرد و دید

جس شاخ پر بیٹھا ہے اسی کو اپنے ہاتھ سے کاٹ رہا ہے اسی طرح یہ لوگ اپنے ہاتھوں قلب کو مشوش کر رہے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہیں۔

وساوس کی طرف التفات نہ کرنا وساوس کا سب سے بڑا علاج ہے :

جمعیت نہ ہونے کے سبب نماز میں بھی لوگوں کو وساوس آتے ہیں اور اکثر اُنکی شکایت کیا کرتے ہیں اور دفع کی تدبیر پُوچھا کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس طرف خیال ہی مت کرو۔ التفات ہی مت کرو بلکہ ایسے موقع پر مفید صُورت یہی ہے کہ اپنے کام میں لگے رہیں ان وساوس کی طرف التفات ہی نہ کریں نہ جلباً نہ سلباً" کیونکہ یہ التفات ایسا ہے جیسے بجلی کے تار کو ہاتھ لگانا کہ چاہے دفع کے واسطے ہو چاہے اپنی طرف کھینچنے کے واسطے ہو۔ ہر صُورت میں وہ پکڑ لیتا ہے۔

قلب تو مثل ایک سڑک کے ہے :

اور میں کہتا ہوں وساوس کی فکر ہی کیوں ؟ قلب تو مثل ایک سڑک کے ہے اگر سڑک پر بھنگی چمار چل رہے ہیں اور آپ بھی اس پر سے گزر رہے ہیں تو آپ کا حرج ہی کیا ہے۔ اگر سڑک کے خالی ہونے کے انتظار میں آپ کھڑے رہیں تو کبھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے۔ البتہ نظام دکن کے لئے تو سڑک بھی خالی ہو سکتی ہے مگر ہر شخص تو نظام نہیں۔ افسوس اب تو ہر شخص نظام بننا چاہتا ہے کہ جیسے ان کے لئے سڑک روک دی جاتی ہے ایسے ہی ہمارے لئے بھی سب گزرنے والوں سے سڑک خالی کر دی جائے۔ ارے بھائی پہلے نظام کے درجہ کے تو ہو جاؤ۔ پھر ہی یہ تمنا کرنا۔ جو نظام کے درجہ کے ہو جاتے ہیں ان کے لئے سڑک بھی صاف کر دی جاتی ہے۔

صرف احضارِ قلب کافی ہے :

لوگ وساوس کو حضورِ قلب میں مخل سمجھتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ خود حُضورِ قلب ہی مقصود نہیں صرف احضارِ قلب مقصود ہے۔ حضور ہو یا نہ ہو جب ہم اس کے شرعاً مکلف ہی نہیں

نہ رہنا چاہیئے۔ اس سے بھی پریشانی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ : اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا"۔ پس اس میں تسلیم ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو مصلحت اور حکمت معلوم ہے۔ وہ ہر ایک کی استعداد کے موافق فضائل و ثمرات خود عطا فرماتے ہیں۔ کبھی دُعا سے کبھی بدون دُعا کے تم ایسی غیر اختیاری چیزوں کی ہوس مت کرو۔ اور نہ ان کی افراط کے ساتھ تمنا کرو۔ اور آجکل اکثر لوگوں نے ایسی ہی چیزوں کی تمنا کو اختیار کر رکھا ہے جن کے حُصول کے درپے ہونے سے منع کیا ہے۔ یہی سبب ہے زیادہ تر لوگوں کی ناکامی کا اور پریشانی کا۔

توبہ کامل کے بعد دو امر کی ضرورت :

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت بلا قصد اگر پچھلے گناہ یاد آجائیں تو اُس وقت کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ توبہ خالص و کامل کر چکنے کے بعد دو امر کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ خود اُن گناہوں کا قصداً استحضار نہ کرے جو ماضی میں گزر چکے ہیں اور جن سے توبہ کر چکا ہے اور دوسرے آئندہ کے نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑے۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر یہ دونوں حجاب ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎ ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

قصداً گناہوں کا استحضار نہ کرنا چاہیئے :

خلاصہ یہ کہ قصداً گناہوں کا استحضار نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے بندے اور خدا کے درمیان حجاب ہو جاتا ہے۔ البتہ جو گناہ بلا قصد یاد آجاوے اس پر مکرر استغفار کر کے پھر اپنے کام میں لگ جائے زیادہ کاوش نہ کرے البتہ اگر کسی کو استحضار سے بھی کیفیت حجاب کی نہ ہوتی ہو اس کے لئے مضر نہیں مگر پھر بھی ایسا مبالغہ اور غلو نہ کرے جیسے مولانا رائے پوری کے پہلے پیر شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ایک قصہ فرماتے تھے کہ رمی جمار کے موقع پر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لمبا سا جوتا لئے شیطان کو مار رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ تو نے فلاں دن مجھ سے زنا کرایا تھا فلاں دن چوری کرائی تھی۔ فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کرائے تھے۔ شاہ صاحب نے ٹوکا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے تو بہت خفا ہوا اور کہا کہ جو اس کا ساتھی ہو وہ بھی آجاوے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ بھائی میرا کیا بگڑتا ہے بلکہ میری طرف سے بھی دو جوتے لگا دے۔ مجھے بھی بہت پریشان کیا ہے۔ بعض جاہل ترک تو وہاں بجائے کنکریوں کے

بندوق سے گولیاں مارا کرتے تھے۔ یہ سمجھتے ہوں گے کہ کنکروں سے شیطان پر کیا اثر ہوگا۔ اس خبیث پر گولیاں برسانی چاہئیں۔ ایسی فضولیات اور خرافات میں پڑنا حقیقت میں اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے تو بلا ضرورت شیطان پر لعنت کرنے کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ کا مفہوم :

پھر ان ہی مولوی صاحب نے حدیث کی اس دُعا کا مطلب دریافت کیا۔ اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتك و ذِکرِکَ واجعل ھمتی وھوای فیما تحب و ترضیٰ ــــــ

فرمایا۔ اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ بجائے وساوس کے خشیت و ذکر قلب میں پیدا ہو جائے اور جعل ایسا ہوگا جیسا اس حدیث میں ہے۔ مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ ھَمًّا وَّاحِدًا یعنی پہلی چیز زائل ہو جاوے اور دوسری پیدا ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ وساوس ذریعہ خشیت و ذکر کا بن جائیں۔ جیسا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وساوس کو مرأۃ جمالِ خداوندی بنالے۔ اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ اس کے خیالات کی انتہا ہی نہیں بس اس صنعت کے مراقبے میں لگ جاوے۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو خشیت و ذکر کر دیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی ، گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی
ایں چنیں میناگریہا کار تست ، ایں چنیں اکسیر ہا ز اسرار تست

عارف اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے :

اسی دوران گفتگو میں کسی موقع پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عارف تو اپنے کو رائی کے برابر بھی سمجھتا ہے۔ فرمایا جی ہاں جو رائی (مبصر) ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے۔

بلا قصد کسی حسین کے خیال آنے کا علاج :

پھر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض مرتبہ کسی حسین کا خیال بلا قصد آتا ہے۔ اس کا

کیا علاج ہے۔ فرمایا کہ بہ اختیار خود نہ لایئے اور اگر وہ خود آتا ہے تو آنے دیجئے۔ ذرہ برابر ضرر نہیں۔ مگر قصد سے اس کا ابقا۔ نہ کرے بلکہ اس کشمکش ہی میں تو اُبھر بڑھتا ہے اور اگر دفع ہی کرنا چاہے تو ایک مراقبہ مفید ہوگا کہ کسی ایسے بڈھے کا جو اندھا جو بدشکل ہو جس کی ناک پچکی ہوئی ہو۔ ہونٹ بڑے بڑے۔ توند بڑی سی نکلی ہوئی اور ناک سے رینٹ اور منہ سے رال بہہ رہی ہو تصور کرے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ خیال جاتا رہے گا۔ اور اگر نہ بھی گیا تو کمی تو ضرور ہی ہو جائے گی کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ :

النفس لا تتوجه الى شيئين فى آنٍ واحدٍ۔

نفس کو ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔ لیجئے ہم نے کافر سے بھی دین کا کام لے لیا۔

وسوسہ کے وقت ہمت سے کام لے کر قلب کو دوسری طرف متوجہ کرنا چاہیئے

تو جب وسوسہ آئے ہمت سے اپنے قلب کو بہ تکلف دوسری طرف متوجہ کر دے اور بالکل نکل جانا تو مطلوب بھی نہیں اگر آدمی بچنا چاہے اور ہمت اور قوت سے کام لے تو خدا مدد کرتا ہے رفتہ رفتہ بالکل بھی نکل جاتا ہے اور اگر نہ بھی نکلے تو کلفت برداشت کرے۔ اگر خدانخواستہ کوئی مرض عمر بھر کو لگ جائے تو وہاں کیا کرو گے۔ عمر بھر تکلیف کو طوعاً و کرہاً برداشت ہی کرنا پڑے گا۔ یہاں بھی یہی کرو اور اگر اس پر راضی نہیں تو کوئی دوسرا خدا تلاش کرو حضرت سرمد نے خوب فیصلہ فرمایا ہے۔ کہتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ، یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست مے باید داد ، یا قطع نظر زیار مے باید کرد

میں کسی کوسعی و کوشش سے اور اپنی اصلاح کی فکر سے منع نہیں کرتا ہاں غلو سے منع کرتا ہوں نہ تو خلو نہ غلو بلکہ علو ــــــ

ہیبت اور خشیت سارے مزوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے :

اور اگر کسی کو ہوس ہوتی ہو کہ عارفین کو عبادات میں کیا کچھ لطف اور مزے آتے ہوں گے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

نماز میں آنکھ کی ٹھنڈک ہے ۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں انکے لئے لذت اور مزہ ہے وہاں ایک شے اور بھی تو ہوتی ہے جو سارے مزوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے وہ ہیبت اور خشیت ہے کہ جس سے سارا مزہ گرد ہو جاتا ہے ۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی لَہٗ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ یعنی نماز میں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے آپ کے سینہ مبارک کی بوجہ غلبہ خوف و خشیت کے ایسی حالت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوئی ہو اور اس میں اُبال آرہا ہو اور کھد بد کھد بد آواز ہو رہی ہو نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ نہیں فرمایا کرتے تھے اور دائم الفکر رہا کرتے تھے تو جناب آپ کو کیا خبر کہ جن کو آپ سمجھتے ہیں کہ بڑے مزے میں ہوں گے ان پر کیا گزرتی رہتی ہے ۔ اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں ؎

اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو ہیبت ہی کا القا کرنا ہے اور مزہ اس واسطے دے دیتے ہیں کہ ہیبت و خشیت کا تحمل ہو سکے ۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گر تو ہستی طالبِ حق مرد راہ ؛ دَرد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

اردو کا بھی ایک شعر اسی کو ظاہر کرتا ہے ؎

دردِ دِل کے واسطے پیدا کیا اِنسان کو ؛ ورنہ طاعت کے لئے کُچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اصل مقصود خوف و خشیت ہی ہے :

اس پر مجھے اپنے بچپن کی ایک حکایت یاد آئی ۔ ایک مرتبہ مجھ کو خارش کا عارضہ ہو گیا تھا ۔ والد صاحب اُس زمانے میں میرٹھ میں ملازم تھے ۔ اول یہاں وطن میں بہت علاج کیا کوئی نفع نہ ہوا ۔ خون میں اس قدر حدت پیدا ہو گئی تھی کہ بعض اطبا نے احتراق کا اندیشہ بتلا دیا تھا ۔ چنانچہ میں علاج کے لئے والد صاحب کے پاس میرٹھ چلا گیا ۔ والد صاحب پر بوجہ شفقت کے بیحد اثر ہوا ۔ ایک جراح کو دِکھلایا اس نے ایک نہایت تلخ دَوائی دی جو دہی میں کھائی جاتی تھی ۔ والد صاحب یہ کرتے کہ کچھ دہی پہلے ہاتھ پر رکھتے پھر اس پر دوا رکھتے اور پھر دہی رکھ کر مجھ کو کھلا دیتے ۔ اس کے کھانے سے تمام حلق کڑوا ہو جاتا

اور بہت دیر تک اسکی تلخی کا اثر رہتا ۔ اب ظاہر ہے کہ مقصود دہی کھلانا نہ تھا بلکہ اس تلخ دَوا کا کھلانا تھا اور دہی کے ساتھ اس لئے کھلاتے تھے کہ تلخی کی ناگواری کسی قدر کم ہو جائے اور وہ دوائی کھا جا سکے ورنہ اس میں اس قدر تلخی تھی کہ بلا دہی کے میں کھا ہی نہ سکتا ۔ لیکن باوجود اس کے بھی اس دوا ہی کی تلخی غالب رہتی تھی اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ لذت مقصود نہیں مقصود خوف و خشیت ہی ہے ۔ لیکن لذّت اس لئے دے دی جاتی ہے کہ خشیت کی سہار ہو سکے ۔ پھر بھی غلبہ خشیت ہی کا رہتا ہے اور کیوں نہ ہو بندہ پیدا ہی اس واسطے ہوا ہے کہ وہ اس کشمکش میں رہے ورنہ عالم ارواح ہی سے آنے کی کیا ضرورت تھی ۔ اس امتحان ہی کے لئے تو یہاں بھیجے گئے ہیں اور یہی تو حکمت رُوح کو جسد کے ساتھ متعلق کرنے میں ہے ۔ جب تک جسد کے ساتھ روح کا تعلق ہے یہی کشاکش ہے اس سے چھٹکارا کی تمنا ہی کرنا فضول ہے ۔ انسان اس کشمکش ہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے ۔ ورنہ عبادت کے لئے فرشتے کیا کچھ کم تھے ۔ شاہ نیاز اسی کو کہتے ہیں ؎

کہاں تھا کون تھا اور اب کہاں ہوں کیا ہوں میں
اس آب و گل کے جو دَلدل میں آ پھنسا ہوں میں
تھے کہاں گردشِ تقدیر کہاں لائی ہے ؎
بادہ پیمائی تھی یا بادیہ پیمایہ ہے

یہ بندہ ہے مگر خدا بن کر رہنا چاہتا ہے کہ میرا جی چاہے وہ ہو ۔ بس حقیقت یہ ہے کہ لذّت مقصود ہی نہیں ۔

مقصود نصب و صب ہے :

مقصود نصَب و صب ہے ۔ اسی واسطے حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اس سے خالی نہ رہے ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں شدت ہوئی تاکہ ثواب مضاعف ہو ۔ اگر یہ کوئی چیز مقصود نہ تھی تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کیوں بری نہ رہے ۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلایا کانبیاء برداشتند ؛ سَر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل ______

دیکھئے اشد بلاءً فرمایا اکثر ناحۃً نہیں فرمایا۔

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وساوس سے مامون نہ تھے :

اور وساوس کی طرف سے توہم کو بالکل مطمئن فرما دیا گیا ہے۔ حضراتِ صحابہ سے بڑھ کر تو ہم نہیں ہو سکتے۔ ان حضرات کو بھی ایسے ایسے وسوسے آتے تھے کہ جن کے بارہ میں انہوں نے اس عنوان سے حضور میں عرض کیا کہ اُن کو ظاہر کرنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا سہل ہے تو دیکھئے اُن حضرات کو بھی کیسے کیسے خوفناک وسوسے آتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ذاک صریح الایمان ظاہر ہے کفر کے وسوسہ سے بڑا وسوسہ تو کوئی نہیں ہو سکتا اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب اس قسم کے وساوس کا قلب پر ہجوم ہو تو وہی نسخہ استعمال کرے کہ اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دے خواہ کسی دنیا ہی کی چیز کی طرف مثلاً گاجر کا حلوا، شلجم کا اچار اور اس کے اوزان اور ترتیب میں قلب کو مشغول کر دے۔ اس طرح قلب کو متوجہ کرنے میں چند روز تو تعب ہوگا، مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ بڑی سہولت سے وساوس کی مدافعت پر قدرت ہو جائے گی۔ آخر میں بطورِ تحدیث بالنعمۃ کے فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو تو ہر الجھن میں سیدھا راستہ نظر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طریق کے سمجھنے میں اب کوئی پیچیدگی نہیں رہتی۔

(ماخوذ تربیت السالک ج ۲ ص ۲۸۵ تا ص ۲۹۲
وکمالاتِ اشرفیہ ص ۴۰۰ تا ص ۴۱۵)

مسمّٰی خیر الملفوظات

خیر الافادات والحسنات
ارشادات
فرمودات
جمعہ فی القراء

خیر الافادات والحسنات

فرمایا ـــــ ایک مرتبہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت، قدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز سہارنپور تشریف لے جارہے تھے کسی رفیق نے گنّے دیئے کہ گھر لیتے جائیں، آپ نے ایک ہندو اسٹیشن ماسٹر کو فرمایا کہ ان گنّوں کو بک کردیں تا اُس نے بطور عقیدت عرض کی کہ آپ یوں ہی لے جائیں تلوانے کی ضرورت نہیں۔ ہم گارڈ سے کہہ دیں گے، آپ نے فرمایا: "یہ گارڈ کہاں تک جائے گا؟" اُس نے عرض کیا۔ "غازی آباد تک۔" حضرت اقدسؒ نے فرمایا: "غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟" عرض کیا "یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا اور آپ کا سفر ختم ہو جائیگا۔" اس پر حکیم الامتؒ نے فرمایا "نہیں وہاں سفر ختم نہیں ہوگا بلکہ میں نے تو اگلے اسٹیشن پر جانا اور وہ ہے سفرِ آخرت کا اسٹیشن وہاں کا کیا انتظام ہوگا۔"

معاملات کی صفائی میں حضرت حکیم الامت کے متعلقین پر اتنا اثر پڑ گیا کہ ایک طالب علم کسی مسجد میں مسجد کے چراغ سے مطالعہ کر رہے تھے، جب چراغ بجھانے کا وقت آیا تو فوراً اس کو بجھا کر اپنا ذاتی چراغ جلایا، ایک اجنبی بوڑھے نے اس حرکت کو دیکھ وہاں کے لوگوں سے کہا معلوم ہوتا ہے اس کا مولانا تھانویؒ سے تعلق ہے:

فرمایا ـــــ علامہ شعرانیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو ترابؒ جو مشائخ اکابر صوفیا میں ہیں فرماتے ہیں جب کسی شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے، تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا شروع کر دیتا ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ، میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

(جس شخص کا خداوند تعالیٰ پردہ چاک کرنا چاہتے اور ذلیل رُسوا کرنا چاہتے ہیں وہ مشائخ اور بزرگانِ

دین پر طعن و تنقیص کرنے لگ جاتا ہے۔ ہمارے اکابر کی مجالس ہر قسم کی غیبت اور لغو سے پاک ہوتی تھیں حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے "حضرت قطب العالم امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی مجلس مبارک میں ایک شخص نے حضرت شیخ الہندؒ کی برائی بیان کی تو حضرت گنگوہیؒ نے اس پر غصے کا اظہار فرمایا اور فرمایا: "اسی وقت ہماری مجلس سے اُٹھ جاؤ تیری خباثت پر غضبِ الٰہی نازل ہو اور مبادا ہم لوگ بھی اس میں نہ آجائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی تشریف لائے تو دیکھا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے قریب بیٹھے رو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا۔ "معاذ! کیوں رو رہے ہو؟" عرض کیا: "میں نے اِس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک بات سنی تھی اس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ کہیں میں تو مبادا اس میں مبتلا نہیں۔ میں نے یہ سُنا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ کے لئے اتر آتا ہے اور میں اپنے بندے کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیرنی اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے اُتر آتی ہے، اِسی لئے اہل اللہ نے فرمایا: اہلُ اللہ کے ساتھ اہانت کرنے والے اور سود خوار کو خدا نے جنگ کرنے کا فرمایا ہے اس لئے اُن کا خاتمہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

ارشادات حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس ناچیز پر نہایت ہی شفقت و مہربانی فرماتے تھے۔ میری اہلیہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنی تعلیم و تربیت کا تعلق مولانا مرحوم سے پیدا کر لیا تھا اور حضرت مولانا مرحوم نے درخواست قبول فرماتے ہوئے ہمارے غریب خانہ میانی افغاناں ضلع ہوشیارپور پر قدم رنجہ فرما کر نصائحِ ضروریہ سے نوازا تھا۔ فرمایا کرتے تھے :

میں تمہارے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہوں۔

مولانا مرحوم ہم سے بہت بے تکلف معاملہ فرماتے تھے ۱۹۳۷ء میں میں اور میری اہلیہ سفرِ حج سے واپس آئے تو حضرت مولانا مرحوم جالندھر اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ پورے سفر کے دوران میں نے کوئی ہار گلے میں نہیں ڈلوایا تھا۔ مولانا کے دستِ مبارک میں خوشبودار کلیوں کا ہار تھا۔ میں نے سر جھکایا اور مولانا نے ہار گلے میں ڈال دیا۔ میں اپنی قسمت پر مسرور تھا۔

مولانا مرحوم کو درد گردہ کی شکایت ہو جاتی تھی۔ جب کبھی دورہ ہوتا تو طالب علم بھیج کر مجھے طلب فرما لیتے اور فرماتے :

تمہارے آنے سے مجھے بہت راحت ملتی ہے۔

تقسیم ملک کے بعد ملتان میں بھی بارہا غریب خانہ کو رونق بخشی اور بلا تکلف فرما دیتے

"میں چائے پیوں گا۔"

ایک دفعہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کو مع اپنی اہلیہ محترمہ خیر المدارس ملتان تشریف لانا تھا۔ اتفاق سے مولانا مرحوم کی صاحبزادی

اس روز سخت بیمار تھی چنانچہ اسی میں اس کا وصال بھی ہو گیا —— مولانا مرحوم نے ایک طالب علم مکان پر بھیجا اور کہلوایا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ اور ان کے گھر والوں کے خورد و نوش کا انتظام آپ ہی کو کرنا ہے۔

ادھر مولانا کے پیغام پہنچنے سے قبل ہی میرے دل پر از خود تقاضا ہوا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی دعوت کروں۔ میں خیر المدارس پہنچ گیا۔ درخواست پیش کرنے پر فرمایا۔ کیا میرا پیغام نہیں ملا —— ؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا "تمہارا گھر تو میرا اپنا گھر ہے۔ میں نے خود ہی بے تکلف کہلا بھیجا ہے۔"

چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا جالندھر تشریف لا رہی تھیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے خط سے صرف یہ اطلاع کی کہ پیرانی صاحبہ مدظلہا فلاں تاریخ کو تشریف لا رہی ہیں۔ میں اور میری اہلیہ دونوں جالندھر پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ تو آپ نے تحریر ہی نہ فرمایا کہ "اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے آنا۔" فرمایا

مجھے معلوم تھا کہ جب وہ سنیں گی تو رہ نہ سکیں گی اور اطلاع میں نے اس لئے دی تھی کہ وہ پیرانی صاحبہ کی مزاج شناس ہیں ان کے آنے سے پیرانی صاحبہ کو راحت ہوگی۔

حضرت مولانا بہت ہی چاہتے تھے کہ دنیوی طور پر بھی ہم بہت آرام میں رہیں جب بھی کوئی بات پوچھی آسان صورت کو ہی ہمارے لئے پسند فرمایا۔

والا نامہ جات حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکرمی ! زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) ان پیروں میں بعض بڑے اولیاء اللہ ہیں۔ ان کو بُرا سمجھنا اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ سب کا دل وزبان سے ادب ہونا چاہیئے۔ رہا ان کا سماع وغیرہ بعض رسوم میں ابتلاء ، کسی کی طرف تو نسبت صحیح نہیں اور کسی کا خاص بناپر ابتلاء ہے جس میں وہ معذور ہیں۔ ہمیں ایسے امور میں ان کی اقتدار کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان پر بدظنی کرنا بھی سخت گناہ ہے۔ مولانا رُومؒ فرماتے ہیں ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسّلام

(۲) مشرک تو سمجھنا نہ چاہیے۔ البتہ رسُومات میں اتباع کرنا جائز نہیں۔ اس سے احتراز کیا جاوے۔

(۳) ایسے لوگ مسلمان ہیں ان کو کافر اعتقاد کرنا بہت بُرا ہے۔

یہ تو آپ کے سوالات کا جواب تھا۔ اَب خیر خواہانہ مشورہ ہے وہ یہ کہ ایسے خیالات سے بالکل پرہیز کیا جائے۔ اپنی ہی فکر پیش نظر رکھی جائے۔ سُنّت کے مطابق عمل کیا جائے پھر بھی اپنے آپکو قصوروار سمجھ کر استغفار کیا جائے اور زید، عمرو بکر سے نظر بند کر لی جائے۔ والسلام

۲ر صفر ۱۳۷۴ھ

ارضِ پنجاب کے متعلق مسائلِ شرعیہ

سوال :

کیا پنجاب کی زمین عُشری ہے ؟

جواب حضرت مولانا :

عُشری ہونے میں شبہ ہے اس لئے بقول حضرت گنگوہیؒ عُشر ادا کرنے ہی میں احتیاط ہے۔

سوال :

کیا استنجاء سے بچا ہوا پانی مکروہ ہوتا ہے۔ کیا وضو کے لئے تازہ پانی لینا چاہیے۔

جواب :

شرعی کراہت تو کوئی نہیں البتہ طبعی کراہت ہے۔ دونوں طرح اختیار ہے۔

سوال :

شُنید یہ ہے کہ یہاں کی زمین پٹھانوں نے اوروں سے غصب کر کے لی ہے کیا اس افواہ سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہے ؟

جواب :

ایسے احتمالات سے کچھ نہیں ہوتا جب تک صحیح تحقیق نہ ہو۔

سوال :

باتیں بہت کرتا ہوں لیکن دل کورا ہے

جواب :

یہی اعتقاد ہمیشہ رہنا چاہیے۔ گو واقعہ میں ایسا نہ ہو۔

سوال :

بحمد اللہ حضرت کی محبت سے دل سرشار ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسی میں میرا خاتمہ ہو۔

جواب :

اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ محبت کو طرفین کے لئے نافع اور طرفین کے حق میں ذریعۂ نجات بنائے۔

سوال :

دعا فرمائیں میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔

جواب :

انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

مال مشتبہہ سے احتیاط

مال مشتبہہ کے بارے میں استفسار پر حضرت مولانا مرحوم نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا :

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ :

دینے والے دنیوی غرض سے ملازمین کو بلا طلب یا مع الطلب جو چیز دیتے ہیں وہ رشوت کہلاتی ہے۔ سوپٹواریوں کی زائد از مشاہرہ آمدنی اسی کا مصداق ہے۔ اس لئے کھانے پینے کی اشیاء سے اجتناب کرنا ہی احوط ہے البتہ اس کے ماسوا اشیاء میں وساوس کے پیچھے لگنے کی حاجت نہیں۔ ہاں جس چیز کے مشتبہہ ہونے کا ظن غالب ہو اس سے اجتناب مناسب ہے۔ باقی کا تدارک استغفار سے کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

از جالندھر، ۲۹ رجب ۱۳۶۲ھ

حُسنِ تربیت کا سنہری اصول

ایک خط کے جواب میں حضرت مولانا مرحُوم رقمطراز ہیں :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چونکہ مجھے معلوم نہیں کہ تربیت کس طرح کی گئی اس لئے مشورہ سے قاصر ہوں۔

البتہ ایک اصول عرض کرتا ہوں جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا، وہ یہ کہ کسی طالب کو اپنے دلی تعلقِ خاص کی اطلاع نہیں فرمایا کرتے تھے تاکہ ناز کا وقت نہ آنے پائے۔ بلکہ ہر شخص کو ظاہری استغناء اور اندرونی توجہ سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ معلُوم ہوتا ہے آپ سے اس کی رعایت نہیں رہ سکی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء

مقتدایانِ دین کیلئے اصُولِ شرعی

سوال :

حضرت والا ! میرے ایک افسر چاہتے ہیں کہ مَیں ان کی ہمشیرہ کو ٹیوشن پڑھاؤں۔ لڑکی قریب البلوغ ہے۔ اگر انکار کروں تو اندیشہ ہے کہ کہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ کوشش کروں گا کہ لڑکی موٹے کپڑے پہن کر پڑھے۔ ارشاد فرمائیں کہ کیا طریق کار اختیار کروں ؟ حسبِ ارشاد دل وجان سے عمل کروں گا۔

جواب حضرت مولانا رحمہٗ اللہ۔

مکرمی زید فیضکم۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ !

حق گوئی وحق جوئی سے دل بہت خوش ہوا، حق تعالیٰ مزید توفیق ترقی ارزانی فرمائے۔ جواباً مختصر تحریر ہے کہ قرآن مجید میں آیہ کریمہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی " زنا کے قریب مت جاؤ" میں اسباب وذرائع اور دواعی وسائل زنا کو حرام اور ممنوع قرار دے کر ان سے نہی فرمائی گئی ہے۔ اسی لئے دُوسری آیت میں مرد وعورت کو نظر پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث میں ناگہانی نظر کو معاف فرمایا گیا ہے۔ ان سب نصُوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مرد کا اجنبی عورت سے قصداً تخلیہ میں بیٹھنا، آواز سُننا ہم کلام ہونا ناجائز ہے۔ ایسے مقام میں بیٹھنا قصداً جہاں گا ہے گا ہے نظر پڑ جاتی ہو معافی میں داخل نہیں بلکہ قصداً نظر کے حکم میں ہے۔ معافی

اسی صورت میں ہے کہ خود کسی اجنبیہ کے قرب کا قصد نہ کیا گیا ہو، پھر اتفاق سے سامنا پڑ جائے یا اچانک نظر پڑ جائے۔ وہ معاف ہے۔ اس لئے آپ کا معاملہ میری نظر میں مشکوک ہے۔ خلافِ تقویٰ ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ العزیز اس پر مطلع ہوتے تو اجازت نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں دینی مصلحت کے بھی خلاف ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی مُقتدا کا عُہدہ عطا فرمایا ہے۔ مقتدا کے لئے مقامِ تہمت و مواضع شک و تردّد سے اجتناب ضروری ہے۔ تاکہ دوسرے معتقدین غیر جائز مواقع میں اس کو حُجت نہ بنا سکیں اور مخالفین بدنام کر کے ایک دینی مسلک سے عوام کو نہ ہٹا سکیں۔ فقط۔

یہ میرا خیال ہے۔ آگے آپ خود متقی ہیں۔ دین میں فہیم ہیں تحری اور استخارہ فرمالیں اور بحکم حدیث: دع ما یریبک الی ما لا یریبک، یعنی مشکوک کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کیا جائے۔ احتیاط پر عمل فرمالیں۔

والسلام

خیر محمد عفی عنہ از خیر المدارس ملتان،

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

چنانچہ حسبِ ارشاد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مَیں نے اس بچی کو پڑھانا قبول نہ کیا اپنے افسر صاحب سے معذرت کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کی برکت سے عجیب فضل فرمایا کہ اس افسر نے مجھے کہا کہ آپ کی اسی بات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ آپ دینی اصول کے پابند ہیں۔ پھر انہوں نے خاص کوشش سے مجھے دو تین سپیشل گریڈ دلوائے۔

سوال:

حضرت والا! ہماری مسجد اب کافی وسیع ہو گئی ہے۔ لوگوں کا اصرار و تقاضا ہے کہ یہاں نمازِ جمعہ ہوا کرے گا لیکن مجھے اچھا معلوم نہیں۔ جمعہ کے روز میرا خیر المدارس آنا موقوف ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی اندیشہ ہے، اگر مَیں انکار ہی کرتا رہا تو لوگ نیا امام ڈھونڈنے کی فکر کریں گے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کیا کروں؟ رمضان المبارک آنے کو ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ اگر جمعہ کی نماز شروع کر دینے کا حکم ہو تو پہلا جمعہ حضرت والا پڑھائیں لیکن حضرت کو روزے کی وجہ سے آنے میں تکلیف ہوگی۔

جواب حضرت مولانا مرحوم:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بہتر صورت یہ ہے کہ آئندہ جمعہ یعنی ۲۹ شعبان کا آپ اپنی مسجد میں شروع کریں۔ کیونکہ یہ جمعہ اصل میں رمضان ہی کا ہے۔ مَیں آ جاؤں گا اپنے دوستوں کو اطلاع کر دیں۔ اگر یہ صورت منظور ہو تو مجھے اطلاع کر دیں۔

والسلام

خیر محمد عفی عنہ،

۲۶ شعبان ۱۹۷۵ھ

حضرت والا تشریف لائے۔ ہماری مسجد میں پہلے جمعہ کی نماز حضرت نے پڑھائی آئندہ کے لئے مجھے اجازت مل گئی اور حضرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسجد آباد فرما دی۔

فرمودات

حضرت استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کی افادیت

(۱) حضرت کا معمول تھا کہ عصر کے بعد ملفوظات کی مجلس ہوتی تھی جس میں اکثر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ملفوظات اور کبھی کبھار کسی دوسرے بزرگ کی کتاب سُنی جاتی تھی، اسی مجلس میں ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ہر خاص و عام کے لئے یکساں مفید ہیں۔

طالب اصلاح کو مشورہ

(۲) فرمایا جس شخص کو بھی اپنی اصلاح مقصود ہو حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ کو زیرِ مطالعہ رکھے اور اگر نہ پڑھ سکے تو کسی سے سُن لیا کرے۔

دیوبندیت کیا ہے؟

ایک مجلس میں فرمایا میرے نزدیک دیوبندی وہ نہیں جو صرف دیوبند سے پڑھ کر آجائے بلکہ دیوبندی وہ ہے جو اکابرینِ دیوبند کے مسلک پر چلے۔ (شاید حضرت کا اشارہ اُن حضرات کی طرف ہو جنہوں نے دیوبند ہی سے علوم حاصل کئے اور پھر چند مسائل میں اکابرینِ دیوبند سے شدید اختلاف کیا بلکہ اسی اختلاف کو مقصدِ حیات بنائے رکھا۔)

پھر فرمایا میں نے اگرچہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھا نہیں مگر اکابرین و اسلاف کے مقصد کا پابند ہوں۔

عالمِ بے عمل

(۴) ایک دفعہ فرمایا کہ عالمِ بے عمل کی مثال پارس پتھر کی سی ہے جو لوہے کو تو سونا بنا دیتا ہے مگر خود وہی پتھر کا پتھر رہتا ہے ——— اسی طرح عالمِ بے عمل دوسروں کو تو راہ دکھا دیتا ہے مگر خود اس راہ پر نہیں چلتا آخر میں فرمایا لیکن اس کے باوجود وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ عالم ہے۔

گر خواہی سلامت بر کنار است

(۵) ایک دفعہ فرمایا سیاسی حالات اِتنے خراب ہو چکے ہیں کہ کسی ایک جماعت کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اور نہ کسی جماعت کی مخالفت کا نشانہ بنیں بلکہ عین موقعہ پر جس جماعت کو بہتر خیال کریں اس کے ساتھ تعاون کر دیں۔

طلباء اور عملی سیاست

(۶) خطیبُ الملت حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ ڈیرہ اسمٰعیل خاں وغیرہ کا دَورہ کر کے مدرسہ تشریف لائے تو اس موقع پر فرمایا دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ کو عملی طور پر سیاست میں حصّہ نہیں لینا چاہیئے ورنہ اس سے تعلیمی ماحول برباد ہو جاتا ہے۔ (العبد کے حالات اور تجربات نے ثابت کر دیا کہ حضرتؒ نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا وہ بالکل صحیح تھا۔ طلبہ کو عملی سیاست میں شریک کرنیوالوں نے خود اپنے اس عمل پر تاسّف کا اظہار کیا و للّٰہ در القائل

ع:۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

جوابِ جاہلاں باشد خاموشی

(۷) ایک دفعہ فرمایا مخالف کی بیہودہ گفتگو اور لغویات کا جواب نہ دینا بہترین جواب ہے اس سے فتنہ ختم ہو جاتا ہے۔ ورنہ آج جواب دو گے تو کل کوئی نیا شوشہ چھوڑ دے گا، اس طرح مستقل دردِ سر بن جائے گا۔

ببیں تفاوتِ راہ

(۸) فرمایا ایک دفعہ بریلی کے اسٹیشن پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور بریلویوں کے بڑے حضرت احمد رضا خاں کی مُلاقات ہوئی۔ خان صاحب نے جب حضرت حکیم الامتؒ کو دیکھا تو نُورانی چہرہ اور وجیہ شکل ہونے کے سبب بزرگ سمجھ کر دوڑ کر مصافحہ کیا، اس کے معتقدین بھی یہ دیکھ رہے تھے۔ بعد میں انہوں نے

بتلایا کہ "یہی تو مولوی اشرف علی تھانوی ہیں"۔ تو خان صاحب کو بہت غصہ آیا اور وہیں سے واپس ہو گئے کہ جس ریل میں وہابی سفر کر رہا ہو میں سفر کرنا گوارا نہیں کرتا۔

ادھر حضرت حکیم الاُمتؒ کو ان کے ساتھیوں نے بتلایا کہ "یہی تو مولانا احمد رضا خاں صاحب تھے" تو فرمایا ماشاء اللہ صورت تو بڑی اچھی ہے سُنّت کے مطابق، اللہ تعالیٰ عقیدہ صحیح فرمادیں۔

اِعتدال راہِ راست

(۹) ایک مسترشد نے اپنے حالات ذکر کئے تو سُننے کے بعد بطور نصیحت فرمایا "اعتدال سے کرو، پڑھنے کا وقت مقرر کرو اس میں مطالعہ کرو، وظائف کے وقت میں معمولات ادا کرو، آرام کے وقت آرام کرو غرض ہر کام اعتدال سے ہونا چاہیئے۔

صُحبتِ بَد کا نتیجہ

(۱۰) فرمایا کہ ہر ایک بُری مجلس سے اپنے آپ کو بچانا ہر ایک کا فرض ہے۔ بُری مجلس کا انجام دین سے دُوری اور ہلاکت ہے۔

(تلک عشرۃ کاملۃ)

جُمعہُ فی القُریٰ

[کے موضوع پر اُستاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی شیخ المشائخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحؒ]

سے گفتگو!

○

ھسویؒ و مصفیٰؒ شرحین مؤطا امام محمدؒ وغیرہ رسائل مطالعہ سے عند الحنفیہ جمعہ فی القریٰ کا جواز سمجھ میں آیا۔ اور تخمیناً تین سال اس پر عمل کیا۔ بلکہ ایک تحریر بھی قلمبند کی اسی اثناء میں تھانہ بھون حاضری ہوئی۔ اس سفر کی تفصیل یہ ہے کہ (منڈی صادق گنج کے قیام کے دوران ایک دفعہ مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی کے لڑکے (کے) ساتھ رنگون جانے کا قصد ہوا۔ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ کے وسط میں ہم براستہ دھلی بمبئی گئے۔ وہاں ایک عرب صاحب جو مولانا عبدالرحیم صاحب غزنوی کے داماد بھائی تھے۔ ان کے پاس ایک ہفتہ تک قیام رہا۔ پھر وہاں سے متھرا ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے۔ دُو روز وہاں ٹھہر کر رنگون کو جہاز پر رَوانہ ہوئے۔ تیسرے یا چوتھے دن جہاز رنگون پہنچا۔ وہاں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک اور عید الفطر گزارے۔ واپسی میں بریلی مدرسہ اشاعت علوم میں ایک دو دن قیام کیا۔ پھر عشرہ اولیٰ شوال ۶ رمئی ۱۹۲۴ء ۱۳۴۲ھ تھانہ بھون میں حاضر ہوئے۔ حضرت والا سے ملاقات ہوئی۔ شب کو میں نے حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ صبح اس کا جواب ملا۔ اور میرے مرض کی تشخیص کی۔ پھر جواب الجواب میں نے اس مرض کو تسلیم کیا تو حضرت والا نے دُعا دی۔ اور لکھا۔ جی خوش ہوا۔ لیھنئک العلم والعمل۔ پھر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قیام کے بعد جب واپسی کا ارادہ ہوا تو جی میں آیا کہ سیّدنا و مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں اس کا ذکر کر کے تشفّی حاصل کرلی جائے۔ مگر حضرت اقدس کے خُداداد رعب کی وجہ سے بالمشافہہ ذکر کی ہمّت نہ پڑتی تھی۔ اسی تردّد کی حالت

میں واپسی کا پختہ ارادہ کرکے دوپہر کے وقت الوداعی مصافحہ کرنا چاہا۔ تو خود فرمایا کچھ پوچھنا تھا تو پوچھ لینا تھا۔ یہ حضرت والا کی کرامت تھی۔ میں نے عرض کیا پوچھنا تو تھا، مگر بات لمبی ہے۔ آپکا وقتِ عزیز ضائع ہوگا دوسرے رعب بھی مانع ہے۔ میں پوری بات عرض کرسکوں گا۔ فرمایا وہ بات دین کی ہے یا دنیا کی۔ عرض کیا گیا، دین کی ہے فرمایا پھر وقت ضائع کیسے ہوگا میرا تو سارا وقت ہی دین کے لئے ہے۔ دوسری بات کا جواب فرمایا کہ آپ مرعوب بالکل نہ ہوں۔ یوں سمجھو کہ میں دیوار کے سامنے بیٹھا ہوں۔ بے فکر ہوکر اپنے شبہات بیان کرتے جائیے اور جوابات سنتے جائیے۔ حضرت والا کے ان شفقت آمیز لہجہ اور حوصلہ افزا کلماتِ طیبات سے دل میں حوصلہ ہوا اور گفتگو شروع ہوئی جو سوال و جواب کی صورت میں درج ذیل کی جاتی ہے۔

سوال :۔ قرآن مجید میں یاایھا الذین آمنوا اذا نودی ـــــــ الخ کا خطاب عام اہل ایمان کو ہے اس میں اہل قری بھی مخاطب ہیں۔

جواب :۔ اس آیت میں الذین اسم موصول عہد خارجی ہے۔ قرینہ اس پر آیت کا نزول مکہ معظمہ میں ہے۔ لہذا مخاطب اہل ایمان مصری ہیں نہ کہ قروی۔

سوال :۔ احادیث الجمعۃ واجب علی کل مسلم الخ جمعوا حیث ما کنتم الخ وغیرھا پیش کی گئیں۔

جواب :۔ ہر ایک کا جواب شافی عطا فرمایا۔

سوال :۔ مسوّی و مصفّی میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس گاؤں میں پچاس آدمی ہوں وہ جمعہ نہ پڑھیں تو گنہگار ہوں گے تمام حضرات دیوبند سے حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہیں۔ چھوٹے کے مقابلہ میں بڑے کے قول پر عمل کر لینے سے سلسلہ سے بھی انسان خارج نہیں ہوتا۔

جواب :۔ آپ نے اصول ٹھیک بیان کیا مگر انطباق میں غلطی کی۔ حضرات دیوبند جو کچھ کہتے ہیں وہ از خود نہیں کہتے بلکہ حضرت امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کی بات نقل کرتے ہیں۔ اب شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ ان حضرات کے ساتھ کیجئے۔ اور چھوٹے کے مقابلہ میں بڑے کے قول کو ترجیح دیجئے۔

الغرض کہ میرے تمام سوالات کے جوابات مناظرہ رنگ میں دے کر مجھے لاجواب کر دیا، مگر قلب میں شرح صدر نہ ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ شبہات تو بحمد اللہ دور ہو گئے۔ مگر ابھی شرح صدر نہیں ہوا۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ دیکھو آپ نے کنز وغیرہ میں یہ جزئیہ پڑھایا ہوگا کہ اگر مصری تندرست جس پر باتفاق ائمہ حنفیہ جمعہ فرض ہے اپنے گھر میں ظہر پڑھ لے، اور یہ گمان کرے کہ جامع مسجد میں جمعہ ہو چکا ہوگا۔ تو تمام ائمہ حنفیہ کے نزدیک فرض وقتی

ساقط ہو جاتا ہے اور جہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جمعہ ادا نہیں ہوتا جیسے قری صغری تو وہاں ظہر پڑھ لینے سے کیوں فرض وقتی ساقط نہ ہوگا۔

پتہ نہیں یہ کس دل اور کس طرز سے ادا فرمایا تھا کہ فوراً دل صاف ہو گیا اور شرح صدر ہو گیا۔ عرض کیا کہ الحمد للہ شرح صدر بھی حاصل ہو گیا۔ اب جتنے جمعہ قری میں پڑھے ہیں حساب لگا کر ظہر قضا کر لوں گا۔ ارشاد فرمایا کہ فی ماہ ۵ جمعہ کا حساب لگانا۔ کیونکہ کسی کسی ماہ میں ۵ جمعہ بھی آجایا کرتے ہیں۔ چنانچہ رمضان ۱۳۴۳ھ میں گاؤں پہنچ کر مسجد میں اعلان کر دیا کہ مجھے تحقیق ہو گئی ہے۔ میں جمعہ نہیں پڑھا کرونگا۔ جن لوگوں نے میری وجہ سے جمعہ شروع کیا ہو، وہ چھوڑ دیں ورنہ مجھ پر بار نہ ہوگا۔ پھر حساب لگا کر قضا کر لیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

فضائلِ نماز

روزِ محشر کام آئے گی نماز　　سب سے پہلے پوچھی جائے گی نماز
دوستو یہ دین کی بنیاد ہے　　دین اس سے قائم و آباد ہے
روکتی ہے فحش و منکر سے نماز　　بالیقیں اِک ذکرِ اکبر ہے نماز
نور و برہاں اس کو بتلایا گیا　　آنکھ کی ٹھنڈک بھی فرمایا گیا
اہل ایماں کی یہی معراج ہے　　دین کے اعمال کی سرتاج ہے
ہے نماز پنج وقتہ بے گماں　　بحرِ بخشائش کی اِک جوئے رواں
غسل جو کرتا ہے اس میں پانچ بار　　دھلتا ہے اس سے گناہوں کا غبار
ٹلتے ہیں اس سے معاصی اس طرح　　جھڑتے ہیں سرما میں پتے جس طرح
یہ نماز پنج وقتہ اے عزیز　　کافر و مسلم میں کرتی ہے تمیز
ترک کر دی جس نے عمداً اِک نماز　　اس نے کھو دی اپنی شانِ امتیاز
اس کے بارے یہ آئی ہے خبر　حدیث　کفر کے نزدیک پہنچا وہ بشر
ہر نمازی کے رُخِ روشن کی آب　　حشر کے دن ہو گی مثلِ آفتاب
کافروں کے ساتھ ہو گا بے نماز　　روسیاہ خوار و رسوا بے نماز
فرض کا تارک سزا پا جائے گا　　تارکِ سنت کو جھڑکا جائے گا
نفل پڑھنے والے درجے پائیں گے　　ہاتھ ملتے بے عمل رہ جائیں گے
کر خشوع سے باجماعت تو صدا　　وقت پر اپنی نمازوں کو ادا

مقالات

ثبوت بیعت طریقت
خصوصیات فقہ حنفی
فقہ حنفی کی امتیازی شان
امام اعظم کے مختصر حالات
طریق تعلیم درجات عربیہ

ثبوت بیعتِ طریقت

جس کے دل میں خدا کا خوف گھٹ جاتا ہے وہ شرعی احکام کو بالائے طاق رکھ کر ہر بات کہہ گزرتا ہے۔ جہاں عرصہ سے یہ سنا جا رہا تھا کہ مدعیان عمل بالحدیث (تبرائی غیر مقلدین) تقلید کو شرک و جہل اور علماء مقلدین کو مشرک و جاہل بتا رہے ہیں۔ سچ ہے ؎

چو خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

کیا غیر مقلدین کو اپنا علمی پایہ یاد نہیں رہا ہم بتائیں گے تو بجائے قدر اس کی شکایت ہو گی اس لئے ہم اسے جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم (مجدد مذہب غیر مقلدین) اور علامہ تاج الدین سبکیؒ کی زبانی ذکر کرتے ہیں۔ نواب صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

فقد نبتت فی ھذا الزمان فرقہ ذات سمعۃ و ریاء تدعی لانفسھا علم الحدیث والقرآن والعمل بھما علی العلات فی کل شان مع انھا لیست فی شئ من اھل العلم والعمل والعرفان ۔ (الحطہ ص۶۷)

یعنی اس زمانہ میں ایک نیا فرقہ ایسا پیدا ہوا ہے جو شہرت پسند و ریاکار ہے اور باوجود ہر قسم کی کمی کے وہ اپنے لئے حدیث و قرآن کے علم کا دعویدار اور ان دونوں پر عمل کا بھی مدعی ہے۔ درحقیقت اسے اہل علم اور

اہل عمل اور اہل عرفان سے کچھ حصہ بھی نہیں۔ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں:

ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ (طبقات شافعیہ ص۴۵ ج۲)

یعنی غیر مقلدین شریعت کے علماء سے نہیں ایسا ہی سنا جا رہا ہے کہ طریق تزکیہ باطنی و بیعت طریقت کو بدعت کہہ کر وعید معادات اولیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اولیاء کرام و صوفیائے عظام سے عوام کو بدظن بنانے میں ناکام سعی کی جا رہی ہے اسلئے اس کے جواب میں گو ہمیں اتنا کہہ دینا کافی تھا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

مگر تاہم مزید اطمینان کے لئے قرآن و حدیث سے بیعت طریقت کا ہم ثبوت دکھاتے ہیں۔ بلغورسنئے اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ قرآن اور حدیث میں بیعت کا ثبوت بکثرت پایا جاتا ہے مگر بعض اہل ظاہر کو غلطی یہ لگی کہ انہوں نے اسکو بیعت حکومت میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ دراصل یہ انکی فہم کی غلطی ہے

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

غور کیجئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں منصب تھے حکومت و مشیخت (بزرگی) لہذا آپ کا دونوں طرح سے بیعت لینا ثابت ہے۔ بحیثیت حکومت آپ سمع و طاعت و غزوات و جہاد وغیرہ پر بیعت فرمایا کرتے تھے اس بیعت کی اقتداء میں خلفاء اسلامیہ کا عمل در آمد چلا آیا ہے اور بحیثیت مشیخت آپ مقامات سلوک متعلقہ تزکیہ ظاہر و باطن کے ساتھ بیعت فرمایا کرتے تھے۔ اس سنت نبویہ کی اتباع حضرات صوفیا کرام اور مشائخ عظام میں بدستور جاری ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیت کریمہ اور متعدد احادیث نبویہؐ سے ہے۔

یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین بھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم (سورۃ ممتحنہ)

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گے اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لادیں گی۔ جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنا لیوں اور مشروع باتوں

ہیں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

(شبہ) اس آیت میں تو عورتوں کی بیعت کی تخصیص ہے مردوں کی بیعت نہ ثابت ہوئی۔

(جواب) اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں جو اوامر اور نواہی مذکور ہیں، ان میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں چنانچہ بروایت عبادۃ بن الصامت مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا تبایعونی علی ما بایع علیہ النساء (نسائی شریف ج۲)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے فرمایا، کہ کیا تم مجھ سے وہ بیعت نہیں کرتے ہو جو عورتوں نے کی ہے۔ رہا عورتوں کا خصوصیت سے تذکرہ سو اس کی اصل وجہ خصوص واقعہ ہے یعنی واقعہ یہی پایا گیا تھا کہ عورتوں نے آکر درخواست بیعت کی تھی ورنہ حکم سب کے لئے عام ہے۔

(۲) (عن عبادۃ بن الصامت) رفعہ، تبایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ للشیخین (جمع الفوائد ج۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم مجھ سے بیعت کرو ان امور پر کہ تم نہ شرک کرنا اور نہ چوری کرنا اور نہ زنا کرنا اور نہ ناحق کسی کا خون کرنا۔

۳۔ کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ او ثمانیہ او سبعۃ فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ وسلم وکنا حدیث عہد ببیعۃ فقلنا قد بایعناک یا رسول اللہ فبسطنا ایدینا وقلنا قد بایعناک یا رسول اللہ فعلی ما نبایعک قال ان تعبد واللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا واسر کلمۃ خفیۃ ولا تسئلوا الناس شیئا۔

(مسلم وابی داؤد والنسائی (جمع الفوائد ج۱)

یعنی عوف بن مالک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ نو یا آٹھ یا سات آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خدا کے رسول سے بیعت نہیں کرتے ہو چونکہ ہمیں بیعت کئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اس لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہم نے عرض کیا کہ ہم بیعت تو ہو چکے اب کس امر پر بیعت کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان باتوں پر بیعت کرو کہ خدا کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی چیز

کو شریک نہیں کرو گے۔ پانچ نمازیں پڑھتے رہو گے اور سنو گے اور اطاعت کرو گے اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔

۴۔ محمد بن علی بن حسین سے مروی ہے ——— ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بایع الحسن والحسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن جعفر وھم صغار لم یبلغوا ولم یبایع صغیرا الا منا۔ للکبیر (جمع الفوائد ج۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن حسین عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر کو ان کی نابالغی کی حالت میں بیعت فرمالیا اور اہلبیت کے سوائے کسی نابالغ کو بیعت نہیں فرمایا:

۵۔ (عن جریر بن عبد اللہ) اما بعد فانی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت ابایعک علی الاسلام فشرط علی والنصح لکل مسلم فبایعتہ علی ھذہ (صحیح بخاری ج۱)

یعنی حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اسلام پر۔ آپ نے مجھ پر شرط لگائی کہ ہر ایک مسلمان سے خیر خواہی کرنا۔ لہٰذا میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کی۔

دیکھئے ان نصوص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیعت فرمانا بلکہ ایسے امور پر بیعت ہونے کا امر فرمانا کہ جن امور پر مشائخ طریقت میں بیعت لینے کا دستور جاری ہے۔ تصریحاً مذکور ہے لہٰذا ؎

قال را بگذار، مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

فقہ حنفی کی امتیازی شان

اس زمانہ فساد وھڑ دان میں جہاں اور بہت سے بے گناہ ظلم و تعدی کا شکار ہو رہے ہیں وہاں حنفی فقہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مورد طعن و ملام قرار دیئے جا چکے ہیں اس لئے ہم آج کی صحبت میں فقہ حنفی کے متعلق مختصراً عرض کرنا چاہتے ہیں تاکہ اہل فہم و دانش جادۂ اعتساف سے محترز ہو کر شاہراہ انصاف و توسط پر گامزن ہو سکیں لہذا سُنئے اور بغور سُنئے۔

فقہ حنفی کے اصول و فروع کا دارومدار حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصول و فتاوی ہیں۔

اور ان کے اصول و فتاوی کا مدار حضرت ابراہیم نخعی کے اصول و فتاوی ہیں۔ استاد الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وکان ابو حنیفۃؒ الزمہم بمذہب ابراہیم واقرانہ لا یجاوزہ الا ما شاء اللہ وکان عظیم الشان فی التخریج علی مذہبہم دقیق النظر فی وجوہ التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال (حجۃ اللہ البالغہ)

یعنی فقہاء کوفہ میں مذہب ابراہیم کے زیادہ پابند امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے اور امام صاحبؒ نے شاذ و نادر ہی کسی مسئلہ میں ابراہیمؒ سے خلاف کیا۔ یہ قوانین کلیہ سے جزئیات کے حکم ڈھونڈنے کرنے میں بڑے بلند خیال تھے خصوصاً ابراہیم کے مذہب پر جزئیات کے حکم معلوم کرنے میں ان کو بڑا ملکہ تھا۔ جب کسی جزئی کا حکم دریافت کرتے تو ان کی اس پر نہایت گہری نظر اور پوری توجہ ہوتی۔

اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اصول و فتاوی کا مدار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتاوی و

قضایا ہیں۔ واصل مذہبہم فتاوی عبد اللہ بن مسعودؓ و قضایا علیؓ وفتاوی و قضایا شریح وغیرہ من قضاۃ الکوفۃ فجمع مایسرہ اللہ ثم صنع فی آثارہم الخ (حجۃ اللہ البالغہ)

یعنی ابراہیم نخعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ اور علیؓ اور قاضی شریحؒ وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتووں اور فیصلوں پر قائم کی اور انہیں سے ہر باب میں جُدا جُدا مسائل کو جمع کیا اور ترتیب دیا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت علی رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام کے علوم قرآن و سُنت کے لیے جامع و حاوی تھے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں قال مسروق شاممت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمہم انتہی الی ستۃ الی علیؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ و عمر بن الخطابؓ و زید بن ثابتؓ و ابی الدرداءؓ و ابی بن کعبؓ ثم شاممت الستۃ فوجدت علمہم انتہی الی علیؓ و عبد اللہؓ (اعلام الموقعین)

یعنی مسروق (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہؓ کا علم ان چھ صحابیوں میں پایا۔ علیؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ عمر بن الخطابؓ۔ زید بن ثابتؓ، ابو الدرداءؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ اور ان چھ کا علم ان دونوں صحابیوں میں دیکھا۔ علیؓ بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعودؓ۔

مذکورہ بالا بیان سے ناظرین اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ جب تمام علوم قرآن و سُنت کے مخزن حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ ہیں اور ان دو میں سے بھی حضرت علیؓ کا علمی خزانہ محفوظ نہ رہا۔ مگر وہی جو بوساطت اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ محفوظ ہے۔ عن المغیرۃ قال لم یکن یصدق علی علیؓ فی الحدیث عنہ الا من اصحاب عبد اللہ بن مسعود۔ (صحیح مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علوم کے صحیح وارث بوساطت حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ تو فقہ حنفی بلا شک و تردد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ کا مجموعہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تمسکو بعہد ابن ام عبد (ترمذی) یعنی تم لوگ ابن مسعود کے مسائل و احکام پر خوب پختگی سے عمل کرو۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضیت لامتی مارضی لہا ابن ام عبد وسخطت لہا ما سخط لہا ابن ام عبد۔ (کنز العمال) یعنی عبداللہ بن مسعودؓ میری اُمت کے لئے جس تجویز اور احکام و مسائل کو پسند کریں میں بھی اُسے پسند کرتا ہوں اور جس کو ابن مسعودؓ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

فقہ حنفی

کی خصوصیات!

فقہ حنفی یوں تو بے شمار خصوصیات کی حامل ہے یہاں پر چند ایک بطور مثال پیش کی جاتی ہیں :

۱۔ اسکی تدوین کسی ایک دو فرد نے نہیں کی بلکہ اہل تحقیق کی ایک عظیم جماعت کے ہاتھوں یہ بے مثال تاریخی کارنامہ حد تکمیل کو پہنچا۔ چنانچہ حضرت امام اعظمؒ نے اپنے ایک ہزار شاگردوں کے مجمع میں سے ۴۰ حضرات کا انتخاب فرمایا[1] جو سب کے سب اپنے وقت کے کبار مجتہدین شمار ہوتے تھے اور یہ چالیس حضرات تو وہ تھے جو باقاعدہ تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے ان کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاء حضرات بھی اکثر حدیثی و فقہی مباحث میں حصہ لیتے اور اپنی اپنی صوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔ ہر مسئلہ پر بحث و مباحثہ کے بعد حضرت امام صاحبؒ تقریر فرماتے تو سب حضرات خاموشی سے سنتے اور تحقیق مکمل ہو چکنے پر اسے منضبط کر لیا جاتا تھا۔

(ف) تدوین فقہ کا یہ طرز خاص درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی تعمیل میں تھا جسے طبرانی نے اوسط میں بروایت حضرت علیؓ نقل کیا ہے :۔ "قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تامرنی قال تشاوروا الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رائ خاصۃ" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی ایسا امر پیش آ جائے جس میں امر و نہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے ارشاد فرمایا : ــــــ فقہاء و عابدین سے مشورہ کرو اور کسی ایک کی رائے پر مت چلو۔" یہی وجہ ہے کہ مذہب حنفی جو دراصل ایک شورائی مذہب تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک "ید اللہ علی الجماعۃ" سے مؤید تھا ہر زمانہ میں مقبول خاص و عام رہا۔

---

[1] ان چالیس حضرات کا تفصیلی تذکرہ انوار الباری شرح بخاری حصہ اول میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲) فقہ حنفی کی بنیاد حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسائل و فتاویٰ پر قائم ہے۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں ایک طویل بحث کے ذیل میں نقل فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے استاذ الاستاذ حضرت امام نخعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن مسعود وغیرہ کے مسائل و فتاویٰ پر قائم کی اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں :۔ "وکان الزمھم لمذھب ابراھیم واقرانہ"۔ کہ امام ابو حنیفہؒ ابراہیم نخعیؒ اور انکے معاصرین کے مذہب کو بہت شدت سے لازم پکڑے ہوئے تھے (حجۃ اللہ ج ۱) اور ابراہیمؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں : ــــــ

واصل مذھبہ فتاوی عبد اللہ بن مسعود و قضایا علیؓ و فتاواہ و قضایا شریح وغیرہ من قضاۃ الکوفۃ لہ (الف ص۱۱۱)

آپ کے مذہب کی اصل بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے فتاویٰ اور فیصلہ جات ہیں نیز قاضی شریح اور دیگر قضاۃِ کوفہ کے فیصلے (بھی سامنے رکھے گئے)

جامعیت حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ

عن مسروقؒ قال شاممت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمھم ینتھی الی الستۃ الی علیؓ و عبد اللہؓ و عمرؓ و زید بن ثابتؓ و ابی الدرداءؓ و ابی بن کعبؓ ثم شاممت الستۃ فوجدت علمھم انتھی الی علیؓ و ابن مسعودؓ

۱ ــــ (اعلام الموقعین لابن قیمؒ)

مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو خوب سونگھا میں نے محسوس کیا کہ ان سب حضرات کا علم حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سمٹ آیا ہے پھر میں نے ان چھ حضرات کو سونگھا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ میں سمٹا ہوا پایا۔

نیز فرماتے ہیں ان دونوں کا ابرِ علم یثرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں پر برسا۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا تھا۔

فقہ حنفی کا پھیلاؤ اور قبولیت عامہ

اسلام کے شیوع کے ساتھ ساتھ خیر القرون ہی میں فقہ حنفی کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبولیت عامہ عطا فرمائی اور اس کا دیبلہ سندھ چین تک پہنچ گیا چنانچہ [illegible]ھ میں واثق باللہ عباسی خلیفہ نے سدِ سکندری کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک وفد بھیجا جس نے واپس آ کر یہ رپورٹ پیش کی :

"محافظان سد کہ در آنجا بودند ہمہ دین اسلام

سدِ سکندری کے محافظ جو وہاں پر موجود تھے۔

داشتند و مذہب حنفی ۔ و زبان عربی و فارسی میگفتند اما از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند اھ (ریاض المرتاض)

سب مسلمان تھے انکا مذہب حنفی تھا زبان عربی و فارسی بولتے تھے لیکن سلطنت عباسیہ سے بے خبر تھے (ریاض المرتاض ص۲۱۶ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب)

(سبحان اللہ! آبادیوں سے کہیں دُور چین کے کوہستانوں میں جہاں سلطنتِ عباسیہ کے جاہ و جلال کی ہوا تو نہ پہنچ سکی تھی مگر حنفیت کا پھریرا لہرا رہا تھا ۔ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء)

تقویٰ و طہارت اور متابعتِ سنت کے علاوہ اجتہاد میں حضرت امام اعظمؒ کا انفرادی مقام فقہ حنفی کا خصوصی امتیاز ہے چنانچہ مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ۔

امام اعظم کوفیؒ کہ ببرکت تقوی و ورع و بدولتِ متابعتِ سنت درجۂ علیا در اجتہاد یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہداتِ اورا بواسطہ دقتِ معانی مخالفِ کتاب و سنت دانند واو را و اصحاب او را اصحاب الرائی پندارند کل ذلک لعدم الوصول الی حقیقۃ علمہ و درایتہ و عدم الاطلاع علی فہمہ و فراستہ (مکتوبات ج ۲)

امام اعظمؒ نے اپنے تقویٰ و طہارت اور متابعتِ سنت کی بدولت اجتہاد میں وہ بلند مقام پایا ہے کہ دُوسرے اسکے سمجھنے سے قاصر ہیں اور آپکے اجتہادی مسائل کو دقتِ معانی کے سبب قرآن و حدیث کے مخالف جانتے ہیں نیز آپکو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب الرائی سمجھتے ہیں ۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ معترضین امامِ موصوف کے علم کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے اور نہ ہی ان لوگوں نے موصوف کے فہم و فراست پر اطلاع پائی ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ اپنے ایک مکاشفہ میں فرماتے ہیں :

تری لی ان فی المذھب الحنفی سرا غامضا ثم لم ازل اتحدث فی ھذا السر حتی وجدت مابینتہ و شھدت ان لھذا المذھب الیوم ناھذا رجحانا علی سائر المذاھب اھ (فیوض الحرمین)

میں سمجھتا ہوں کہ مذہب حنفی ایک مخفی بھید ہے پھر میں اس سرِ غامض کے بارے میں مسلسل غور کرتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ اس مذہب کے لئے آج تک دیگر مذاہب پر ترجیح ثابت ہے ۔

حضرت شاہ صاحبؒ موصوف ایک دُوسرے مکاشفہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بات معلوم کرائی کہ مذہب حنفی ایک ایسا عمدہ راستہ ہے جو تمام راستوں کی بہ نسبت سُنتِ معروفہ کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا

البخاری و اصحابہ :

ہے ۔ (فیوض الحرمین ص۴۸)

(ف) خاندانِ دھلوی تمام کا تمام حنفی المذہب تھا ۔ قریب قریب کے اس دَور میں دھلوی حضرات علم و عمل زہد و ورع اور خصوصاً علم حدیث میں اعلیٰ حیثیت کے حامل تسلیم کئے جاتے ہیں بعض لوگ عوام کو بہکانے کے لئے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضراتِ دھلویہ مقلد نہ تھے جو سراسر حقیقت کے خلاف ہے مولانا محسن تیمی رسالہ الیانع الجنی ص۲ پر ایک سند پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس میں مولانا شاہ عبد الغنی مولانا شیخ ابو سعید ۔ مولانا شاہ عبد العزیز مولانا شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی کا ذکر آتا ہے :

"قلت و من لطائف ھذا الاسناد انہ اجتمع فیہ اربعۃ آخرھم ابو عبد العزیز اشترکوا فی اربع خصال و ذلک انھم دھلویون سکنی و عمریون سلبا وانھم صوفیۃ اصحاب الزھد والورع وانھم حنفیون علی مذھب النعمان ابی حنیفۃ و صاحبیہ اھ ۔"

میں کہتا ہوں کہ سندِ ہذا کے لطائف میں سے یہ امر بھی ہے کہ اس کے شروع میں ایسے چار حضرات جمع ہو گئے ہیں جو چار خصلتوں میں شریک ہیں ۔ وہ یہ کہ وہ چاروں حضرات سکونت کے لحاظ سے دہلوی ہیں ۔ نسب کے لحاظ سے عمری ہیں ۔ زہد و تقویٰ کے حامل کامل صوفیاء ہیں ۔ سب کے سب حنفی ہیں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مقلد ہیں ۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب الحطہ ص۱۱ میں فرماتے ہیں : "بل ھم بیت علم الحنفیہ" بلکہ یہ حضرات علم حنفیت کا گھرانہ ہیں ۔ مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی مرحوم مولانا عبد العزیزؒ اور مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ کے متعلق لکھتے ہیں : دونوں میاں صاحب اہل سنت و حنفی المذہب تھے (کشف الحجاب ص۱۳) نیز مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق لکھتے ہیں : "مولوی اسمٰعیل صاحب کو ہم نے دیکھا ۔ اہل سُنت حنفی محدث اور مفسر تھے (ایضاً ص۲۳)

مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ فروعی مسائل میں قطعاً حنفی تھے بلکہ وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ وصیت فرمائی ہے : "اوصانی بالتقلید بھذہ المذاھب الاربعۃ وان لا اخرج منھا والتوفیق ما استطعت ـــــــ" آپ نے انہیں ان مذاہبِ اربعہ کی تقلید کی وصیت فرمائی اور یہ کہ حتی الامکان ان سے باہر نہ جاؤں ۔

نواب صدیق حسن صاحب مرحوم فرماتے ہیں :

طریقۃ ھذا کلہ حنفی و شرعۃ حقۃ و مضی علیھا السلف والخلف اھ (الحطہ ذکر الصحاح الستہ) یعنی انکا یہ طریق تمام کا تمام حنفی ہے اور صحیح مشرب ہے جس پر سلف و خلف متفق طور پر چلتے رہے ہیں ۔

امام الائمۃ سراج الامۃ
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

نفسِ تقلید پر مفصل کلام کے بعد احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہؓ، تعاملِ صحابہؓ نیز اجماعِ اُمت کے علاوہ ائمہ مجتہدین و کبار فقہاء علماء کے اقوال سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت و وجوب بھی واضح دلائل کی روشنی میں ذکر کر دیا ہے اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ایسا خطہ ارضی جہاں مالکیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ مذاہب کے علماء کرام یا انکی کتب میسر نہ آتی ہوں جیسے ہند و پاک یا ماوراء النہر کا علاقہ تو وہاں پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید واجب ہوگی۔ (انصاف ص۵۲) اس مناسبت سے حضرت امام اعظمؒ کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

ولادت و وفات

آپ کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ نام مبارک نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ تھی۔

مقامِ علم اور محدثانہ شان

کان ابو حنیفۃ من کبار حفاظ الحدیث واعیانھم اھ

امام ابو حنیفہؒ عظیم الشان و مشہور حفاظِ حدیث میں سے تھے۔

(عقود الجمان از تانیب الخطیب ص۱۵۶)

ویدل علی انہ من کبار المحدثین فی علم الحدیث اعتماد مذھبہ بینھم والتعویل علیہ واعتبارہ ردا وقبولا اھ

(مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۵)

امام ابو حنیفہؒ کے علم حدیث میں کبار محدثین سے ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب کو لوگوں کا اعتماد حاصل تھا اور کسی بھی مسئلہ کے رد یا قبول کرنے کا اسے ہی معیار بنا لیا گیا تھا۔

لان الامام رضی اللہ عنہ مجتہد اجماعا بل من اکابر المجتہدین لم ینکر ذلک احد

امام ابو حنیفہؒ بالاجماع مجتہد ہیں بلکہ اکابر مجتہدین میں سے ہیں۔ سلف و خلف میں سے کسی نے اس کا

سلفا و لا خلفا والرجل لا یکون مجتھدا الا بعد ان یکون ماھرا بالقرآن والحدیث والآثار والتاریخ واللغۃ والقیاس کما صرح بہ ائمۃ الاصول قدیما وحدیثا وبعد ذلک انکار امامۃ الامام فی الحدیث لیس الا سفسطۃ ــــ (مقدمۃ الاوجز ص۱۳۴)

انکار نہیں کیا ــــ اور کوئی شخص مجتہد نہیں بن سکتا تا وقتیکہ علوم قرآن، حدیث، آثار، تاریخ، لغت اور قیاس میں اسے مہارتِ کاملہ حاصل نہ ہو جیسا کہ قدیم و جدید ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی ہے ــــ بس اس کے بعد بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے عظیم محدث ہونے کا انکار کرنا سفسطہ (کم عقلی) ہی ہو سکتا ہے۔

قال ابو یوسفؒ ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث منہ وکان ابصر بالحدیث الصحیح منی اھ

(ایضاً ص۱۳۵)

قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر تفسیرِ حدیث کا کوئی عالم نہیں دیکھا وہ حدیث صحیح کی بصیرت مجھ سے زیادہ رکھتے تھے۔

قال ابن حجرؒ احذر ان تتوھم ان ابا حنیفۃؒ لم یکن لہ خبرۃ تامۃ بغیر الفقہ حاشا للہ کان فی العلوم الشرعیۃ من التفسیر والحدیث والعلوم الآلیۃ الادبیۃ وغیرھا والمقاییس الحکمیۃ بحرا لا یجاری وإماما لا یماری وقول بعض اعدائہ فیہ خلاف ذلک منشأہ الحسد وحجۃ الترفع علی الاقران ورمیھم بالزور اھ

(ایضاً)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس وہم سے بچ کے رہو کہ امام ابو حنیفہؒ کو فقہ کے علاوہ علوم میں واقفیتِ تامہ حاصل نہ تھی ــ حاشا اللہ (توبہ توبہ) بلکہ امام موصوفؒ علوم شرعیہ تفسیر و حدیث اور علوم آلیہ ادبیہ وغیرہ میں بھی ایسا سمندر تھے جن کا مقابلہ ممکن نہ تھا۔ لاریب وہ مسلّم امام تھے اور اس کے خلاف آپ کے بعض دشمنوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا منشاء حسد کے سوا کچھ نہیں اور اس قائل کے پاس جھوٹی تہمت اور اپنے معاصروں پر بے جا ترفع کے سوا کوئی دلیل موجود نہیں۔

وقال یحیٰ ابن آدم کان النعمان جمع حدیث بلدہ کلہ اھ (م ص۱۳۲)

یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شہر کی تمام حدیثیں جمع فرمائی تھیں۔

حضرت امام اعظمؒ کی محدثانہ شان کے یہ چند حوالے بطور نمونہ از خروارے ذکر کئے گئے ہیں۔

تابعیۃ الامام ابی حنیفہؒ

والحق الذی یرشد الیہ ملاحظۃ کتب الرجال والتواریخ والاصول ان التابعی عند اھل الفن علی نوعین باعتبار الرؤیۃ او باعتبار الروایۃ والمختلف فیہ عند المؤرخین ھو الثانی واما الاول فجمھور اھل الرجال علی ثبوتہ۔

فن رجال اور تاریخ واصول کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ تابعی دو قسم پر ہیں ایک رؤیت کے لحاظ سے اور دوسرے روایت کے لحاظ سے۔ مؤرخین کے نزدیک باعتبار معنی ثانی امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے۔ البتہ معنی اول کے لحاظ سے جمہور ائمہ رجال کے نزدیک آپ کا تابعی ہونا ثابت اور مسلم ہے۔

قال ابن حجرؒ المکی الشافعی کما قال الذھبیؒ انہ رأی انسؓ بن مالک وھو صغیر۔

ابن حجرؒ مکی شافعی فرماتے ہیں کہ آپ نے بچپن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔

وفی روایۃ رأیتہ مراراً وکان یخضب بالحمرۃ (ایضاً)

اور ایک روایت میں ہے میں (امام صاحبؒ) نے انسؓ کو بارہا دیکھا آپ داڑھی کو سرخ رنگتے تھے۔

وفی فتاوٰی شیخ الاسلام ابن حجرؒ انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ وذکر جماعۃ ممن صنف فی المناقب وغیرھم انہ سمع ایضاً من جماعۃ من الصحابۃ غیر انسؓ منھم ابو الطفیل عمر بن عامر بن واثلہ المتوفی ۱۰۲ھ بمکۃ ومنھم سھلؓ بن سعد المتوفی ۸۸ھ وقیل بعدھا ومنھم السائب بن خلاد المتوفی ۹۱ھ ومنھم السائب بن یزید المتوفی ۹۱ھ ومنھم عبداللہ بن بسرۃ المتوفی ۹۶ھ ومنھم محمود بن ابراھیم المتوفی ۹۶ھ وغیرھم وقد حج ابوحنیفہؒ مع ابیہ سنۃ ست وتسعین فلقاہ منھم عملا بینکر (م ص۱۳۶)

شیخ الاسلام ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ آپ نے کوفہ میں صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے اور آپکے سوانح نگاروں کی ایک جماعت نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کے علاوہ متعدد صحابہ کرامؓ سے حدیث بھی سنی ہے ان میں سے بعض حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ المتوفی ۱۰۲ھ بمکہ (۲) سہیلؓ بن سعد المتوفی ۸۸ھ (۳) سائب بن خلاد المتوفی ۹۱ھ (۴) سائب بن یزید المتوفی ۹۱ھ (۵) عبداللہ بن بسرۃ المتوفی ۹۶ھ (۶) محمود بن ربیع المتوفی ۹۶ھ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ۹۶ھ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج کیا ہے پس ان مذکورہ حضرات صحابہؓ سے آپکی ملاقات کوئی ایسی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔

الغرض حضرت امام ابوحنیفہؒ رؤیت کے اعتبار سے تو بلا اختلاف جلیل القدر تابعی ہیں اور روایت کے اعتبار سے دونوں طرف کے اقوال پائے جاتے ہیں۔

شانِ تفقہ

قال الشافعیؒ کان ابوحنیفہؒ وقولہ فی الفقہ مسلماً فیہ۔ (انتقاء ص۱۳۵)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام حنیفہؒ فقہ میں مسلم تھے

(وقال ایضاً) من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم ابا حنیفۃؒ واصحابہؒ فان الناس کلھم عیال علیہ فی الفقہ۔ (تاریخ بغداد ص۳۴۶ ج۱۳ ومناقب موفق ص۳۱ ج۲)

نیز فرماتے ہیں کہ فقہ کے طالب کو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے کیونکہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔

عبادت و ورع

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ رمضان المبارک میں دو قرآن پاک رات دن میں ختم کرنے کا معمول ہوتا تھا۔ ایام منہیہ کے سوا تیس سال تک ہمیشہ روزہ رکھتے رہے۔ کپڑے کی تجارت میں آپکے وکیل نے ایک عیب دار کپڑا گاہک کو بتائے بغیر بیچ دیا۔ معلوم ہونے پر آپ نے تمام قیمت صدقہ کردی۔

ایک دفعہ کوفہ میں ایک بکری چوری ہوگئی معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ ایسی بکری عموماً سات سال تک زندہ رہتی ہے آپ نے سات سال تک کوفہ میں بکری کا گوشت کھانا ترک کیے رکھا۔

کسی مقروض سے قرضہ وصول کرنے کو تشریف لے گئے اور دروازے پر دھوپ ہی میں کھڑے رہے کسی نے کہا دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو جائیں۔ فرمایا یہ دیوار میرے مقروض کی ہے۔ کل قرض جر نفعاً فھو ربوا کے اصول سے مقروض کی دیوار کے سایہ کا نفع لینا بھی درست نہیں — حسن بن قحطبہ نے ہزار زرہ ہدیہ بھیجا، آپ نے گھر کے ایک کونہ میں رکھدیا اور اپنے بیٹے حماد کو وصیت فرمائی کہ واپس کردینا۔ آپ نے تقریباً ۵۵ حج کئے ہیں۔ آخری حج میں بیت اللہ شریف کے اندر جانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ جہاں آپ نے دو رکعت نماز میں پورا قرآن پاک ختم کیا — خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ چار خوش نصیب حضرات ایسے ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ میں پورا قرآن پڑھا ہے۔ (۱) حضرت عثمانؓ (۲) حضرت تمیم داریؓ (۳) حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ خلیفہ منصور نے عہدہ قضا پیش کیا۔ انکار کرنے پر ۱۰۰ درے کی سزا تجویز ہوئی۔ روزانہ دس درے لگائے جاتے تھے۔ اور اسی میں انتقال ہو گیا مگر قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول نہیں فرمایا۔

اساتذۂ مدارسِ عربیہ کی خدمت میں چند معروضات

اور

طریق تعلیم درجاتِ عربیہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین اما بعد

میرا ناقص تجربہ شاہد ہے کہ نصاب تعلیم میں زیادہ تغیر و تبدل کرنا اس درجہ مفید نہیں جس درجہ طریقِ تعلیم تبدیل کرنا مفید ہے۔ اور اساتذہ کو خود عملی نمونہ بننا اور طلبہ کے اخلاق و اعمال کی تربیت و اصلاح کی جانب توجہ فرمانا تو مفید تر ہے، لہٰذا اساتذۂ کرام کی خدمت میں چند معروضات اور بعض امور متعلقہ طریقِ تعلیم عرض کئے جاتے ہیں۔ اگر ان پر عملاً التزام کیا گیا تو ان شاء اللہ قوی اُمید ہے کہ طلبہ کو علوم و فنون اور کتابوں سے بہت جلد مناسبت اور استعداد پیدا ہو جائے گی۔ نیز ان کی عملی اور اخلاقی حالت بھی سُدھر جائے گی کہ یہی تعلیم کا اصلی مقصد ہے۔

(۱) دینی تعلیم مع اپنے مبادی کے عبادت و طاعت ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں اجرِ عظیم ہے۔

لہٰذا تمام اساتذہ عبادت اور طاعت اور اجر و ثواب ہی کی نیت سے دینی تعلیم کو اپنا فریضہ سمجھیں اور معاشی ضروریات تنخواہ وغیرہ کو اس کے حصول کا وسیلہ و ذریعہ خیال فرمائیں۔

(۲) اساتذہ تعلیم و تدریس کے علاوہ طلبہ کی دین داری اور اعمال و اخلاق کی نگرانی کو بھی اپنا فرض سمجھیں اور حسبِ ضرورت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بھی ادا کریں۔ اور بوقتِ ضرورت زجر و توبیخ سے بھی کام لیا کریں۔ خصوصاً زیِ صلحاء، نماز باجماعت، ابتداء بالسلام اور جوابِ سلام کی خود بھی پابندی کریں اور طلباء سے بھی پابندی کرائیں۔ داڑھی منڈانا یا کتروانا، انگریزی وضع کے بال رکھنا اور لباس پہننا، سگریٹ نوشی وغیرہ منکرات و مکروہات کو قطعاً روا نہ رکھیں۔ جو طلبہ اس سے باز نہ آئیں ان کو فوراً مدرسہ سے خارج کر دیں۔ اسی طرح فاسد العقیدہ طالب علم کا وجود بھی مدرسہ کے لئے سخت مضر ہے اگر افہام و تفہیم کے باوجود باز نہ آئے تو اس کو بھی مدرسہ سے نکال دیں۔

(۳) اساتذہ اپنے مطالعہ کے وقت اپنے ذہن میں ہر ہر سبق کی ایسی ترتیب قائم کر لیا کریں جسے طلبہ کے ذہن بآسانی قبول و ضبط کر سکیں اور پڑھاتے وقت وضاحت اور سہولت کا خاص طور پر لحاظ رکھا کریں۔ الزامی جواب کے بعد تحقیقی جواب بھی ضرور دیا کریں۔

(۴) اگر طالب علم کوئی معقول بات کہے اس کو مان لیں اگرچہ اپنی تحقیق یا تقریر کے خلاف کیوں نہ ہو۔ خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ نہ کیا کریں۔

(۵) کم محنت اور بدمحنت طلبہ سے محنت کرانے اور یاد کرانے کا بھی ایسا احسن طریق اختیار کریں تاکہ طالب علم محنت کا عادی اور تحصیلِ علم و ہنر کا شائق بن جائے۔

(۶) ہر کتاب کے شروع میں اس فن کے مبادی ثلاثہ (حد، موضوع، غایت) اور ترجمہ مصنف و کتاب کی خصوصیات اور طرزِ تعلیم بھی طلبہ کے ذہن نشین کرا دیا کریں۔

طریقۂ تعلیم درجاتِ عربیہ

تعلیمی حیثیت سے کتب درسیہ کے تین طبقے قرار دیئے گئے ہیں ۔ اولیٰ ، وسطیٰ ، علیا ۔

اولیٰ :۔ میزان الصرف سے کافیہ تک ۔ وسطیٰ :۔ شرح جامی سے ہدایہ اولین تک

علیا : تفسیر جلالین سے دورۂ حدیث شریف تک ۔ ہر طبقہ سے متعلق طریقۂ تعلیم درجِ ذیل ہے ۔

طریقۂ تعلیم طبقہ اُولیٰ

۱ ۔ اس طبقہ میں حتی الوسع ترجمہ لفظی اور مطلب خیز ، تقریر مختصر اور ذہن نشین ، اندازِ بیان سادہ اور سہل ، تفہیمِ مضمون آسان الفاظ میں ہونی چاہیئے ۔ نفسِ مسئلہ طالب علم کے ذہن نشین کرانے کے بعد اس کی زبان سے اعادہ بھی کرانا چاہیئے ۔ سبق سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ کو اپنی نظروں کے سامنے بٹھلا کر اس سبق کو یاد کرایا جائے ۔ دُوسرے دن پچھلا سُن کر اگلا سبق پڑھایا جائے اور روزانہ حسبِ حال زبانی اور تحریری سوالات کر کے جوابات دینے کی بکثرت مشق کرائی جائے تاکہ ٹھوس استعداد پیدا ہو سکے ۔

۲ ۔ میزان الصرف کو خوب اچھی طرح سمجھا کر تھوڑا تھوڑا با ترجمہ پڑھایا جائے اور اس کے ساتھ علم الصرف حصّہ اول مصنّفہ مولانا مشتاق احمد چرتھاولی سبقاً سبقاً یاد کرایا جائے اس طرح کہ میزان الصرف کی ترتیب کے موافق صیغوں اور گردانوں کے نام خُوب یاد ہو جائیں ۔ اسم ظرف ، اسم تفضیل مذکر و مؤنث میں تصغیر کے صیغے بڑھا دیئے جائیں اور بحث اسم آلہ میں اسم آلہ صغریٰ ، وسطیٰ ، کبریٰ کے ۱۲ صیغے ابواب الصرف کی ترتیب کے موافق یاد کرائے جائیں ۔ اور صحیح ابواب کے صیغے نکالنے اور بتلانے کی خوب مشق کرائی جائے ۔ اس مشق کے لئے تختۂ سیاہ (بلیک بورڈ) سے مدد لی جائے ۔

۳ ۔ منشعب میں سے صرف ۲۴ باب ر ۶ ثلاثی مجرد ۱۲ ثلاثی مزید ۱۲ رباعی مجرد و مزید فیہ)

کی صرفِ صغیر جدید با مدادِ تیسیر الابواب جدید مع نام و علامتِ باب خُوب یاد کرائی جائے یا بجائے منشعب کے تیسیر الابواب ہی کو خوب یاد کرا کے مشق کرا دی جائے یہ بھی کافی ہے ۔ بعدازاں میزان الصرف کی ترتیب پر صرف کبیر مع ترجمہ یاد کرائی جائے اور عربی صفوۃ المصادر کی مدد سے صحیح ابواب کی صرفِ صغیر و کبیر گردانوں کی خُوب مشق کرائی جائے ۔ اسی لئے سہ ماہی اول میں صرف ایک کتاب میزان و منشعب نصاب میں رکھی گئی ہے ۔

۴ ۔ علم الصرف حصّہ سوم میں ہفت اقسام کی صرف صغیر و کبیر با ترجمہ عربی صفوۃ المصادر کی مدد سے نیز تعلیلات کی خُوب اچھی طرح مشق کرائی جائے ۔ صرف میر اور علم الصیغہ میں بھی اس مشق کو جاری رکھا جائے ۔

تنبیہ : صرف کے تمام اسباق ایک ہی استاد کے پاس ہونے چاہئیں ۔ جو کہنہ مشق اور آزمودہ کار ہو ۔ نو آموز مدرس کے یہ کام ہرگز نہ سپرد کرنا چاہیئے ۔

۵ ۔ نحو میر میں مسائل زبانی یاد کرانے کے ساتھ ساتھ ہر ہر جملہ کی ترکیب بھی کرائی جائے نیز کتاب کی مثالوں پر اکتفا ہرگز نہ کیا جائے بلکہ قرآن و حدیث نیز دیگر کتبِ ادب سے بکثرت مثالیں دی جائیں اور ترکیبیں کرائی جائیں کہ تکثیر امثلہ اس باب میں بیحد مفید ہے ۔ انواعِ اعراب کو خصوصاً خُوب ہی یاد کرایا جائے ۔ اور عوامل النحو منظوم فارسی حفظ کرا دی جائے ۔

(۶) شرحِ مأۃ عامل میں ایک دن صرف عبارت مع ترجمہ و مطلب پڑھائی جائے ۔ دوسرے دن ترکیب کرائی جائے اس طرح کہ نوعِ اول تک اولاً چھوٹی ترکیب ہو ثانیاً اسی کی بڑی ترکیب ہو ۔ نوعِ اول سے نوعِ ثانی تک صرف بڑی ترکیب ہو اور نوعِ ثانی سے آخر تک صرف چھوٹی ترکیب ہاں اثنا میں گاہے گاہے بڑی ترکیب کا بھی امتحان لیتے رہیں ۔

(۷) روضۃ الادب میں یا کسی بھی آسان ادبی کتاب میں ترجمتین اور صیغوں کی مشق کے ساتھ ساتھ ترکیبِ نحوی بھی کراتے رہیں اور عربی تحریر و بول چال کی بھی مشق کرائی جائے ۔

(۸) ہدایۃ النحو اور مرقات میں اصطلاحی الفاظ کی تعریفات اصل عربی میں یاد کرائی جائیں ۔

اور مسائل اردو زبان میں خوب حفظ کرائے جائیں اور شب و روز کی گفتگو میں مسائلِ منطق کا اس طرح اجراء کرایا جائے کہ طلبہ محسوس کریں کہ ہم سب منطقی ہیں اور رات دن منطق سے کام لیتے ہیں تاکہ منطق ان کے لئے اجنبی چیز نہ رہے۔

۹۔ نور الایضاح اور قدوری میں مسائل جزئیہ آسان الفاظ میں طلبہ کے ذہن نشین کرائے سوال و جواب کے طرز پر ان سے اعادہ کرایا جائے اور سبقاً سبقاً سنا جائے۔

۱۰۔ تہذیب کو اس طرح وضاحت اور سادگی سے پڑھایا جائے کہ بغیر کسی پیچیدگی اور دشواری کے شرح تہذیب کے تمام مباحث آجائیں اور اس کے پڑھنے کی ضرورت نہ رہے۔

طریقۂ تعلیم طبقہ وسطیٰ

عبارت بقدرِ ضرورت ایک ایک مسئلہ کی پڑھوائی جائے لفظی اور اعرابی غلطیوں پر متنبہ کیا جائے لفظ یا اعراب غلط پڑھنے کی وجہ سے مطلب اور معنی میں جو نقص یا اہمال پیدا ہوتا ہے اس کو خوب واضح کیا جائے تاکہ طلبا کو عبارت غلط پڑھنے کی قباحت وشناعت کا احساس ہو۔ حتی الامکان طالب علم سے خود لفظ یا اعراب صحیح پڑھوایا جائے جب طالب علم تصحیح سے عاجز ہو جائے تو استاذ غلطی اور اسکی وجہ سمجھائے اور عبارت صحیح کرائے جو طالب علم عبارت پڑھ رہا ہے دوسرے طلبہ سے کہا جائے کہ جہاں یہ لفظ یا اعراب غلط پڑھے تم تو کو اور عبارت کی تصحیح کرو روزانہ ایک ہی طالب علم سے عبارت نہ پڑھوائی جائے اور نہ باری مقرر کی جائے بلکہ خود استاد جس طالب کو مناسب سمجھے عبارت پڑھنے کے لئے کہے۔ کمزور طلبہ سے زیادہ عبارت پڑھوائی جائے۔ اسی طرح جو طلبہ عبارت پڑھنے سے بچتے ہیں ان سے ضرور عبارت پڑھوائی جائے۔ یہ اور اس کے علاوہ جو بھی مناسب تدبیریں طلبہ کو مطالعہ دیکھنے اور عبارت صحیح پڑھنے کا عادی بنانے کی ہو سکتی ہیں اختیار کی جائیں۔ عبارت میں صرف و نحو سے متعلق جو لفظی اشکالات ہوں ان کو سمجھا کر ان کا حل پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا جائے "دفع دخل مقدر" کی تقریر

کر کے کتاب کے جواب کو واضح الفاظ میں منطبق کیا جائے۔ اس طرح مسئلہ کی تقریر کر کے عبارت کا ترجمہ اور مسئلہ کا انطباق خود طالب علم سے کرایا جائے اور ایسے طرز پر مطالعہ دیکھنے کی تاکید کی جائے کہ طلبہ خود مطالعہ میں ان امور کے حل کرنے کے عادی ہو جائیں۔ اگرچہ اس طریق پر پڑھانے سے سبق کی مقدار کچھ کم ہو گی مگر یہ چند روز کی بات ہے اس کے بعد خود طلبہ عادی ہو جائیں گے اور علمی استعداد پختہ ہو جائے گی اور تلافیٔ مافات ہو سکے گی۔ آغاز سال میں تو کم از کم یہ طریق ضرور اختیار کیا جائے۔ کبھی کبھی گزشتہ سبق کے متعلق بھی اچانک سوال کر لیا کریں، تاکہ طلبہ پڑھے ہوئے سبق کے اعادہ اور تکرار پر مجبور ہوں۔

اس طبقہ میں طلبہ کو مطالعہ کی طرح تکرار کا عادی بنانا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ استاذ طلبہ کو بتلائے کہ ہمارے بزرگوں نے سبق کے اعادہ کے لئے تکرار کا طریقہ اس لئے جاری کیا ہے کہ طالب علم میں علمی استعداد کے ساتھ ساتھ تفہیم و تدریس کی صلاحیت بھی آہستہ آہستہ نشو و نما پاتی رہے۔ بالفاظِ دیگر یہ تکرار درحقیقت مدرسی کی تربیت ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو طلبہ طالب علمی کے زمانے میں تکرار کرانے کے عادی ہوتے ہیں وہ فارغ ہونے کے بعد نہایت آسانی سے نہ صرف مدرس بلکہ کامیاب مدرس بن کر نکلتے ہیں۔ تکرار کی اس افادیت کو سن کر ان شاء اللہ تعالیٰ طلبہ میں تکرار کرنے کرانے کا شوق ضرور پیدا ہوگا۔ ہر استاذ اپنے سبق کے طلبہ کو دو دو یا تین تین جماعتوں پر تقسیم کر دے اور باری باری ہر طالب علم کو تکرار کرانے کی تاکید کرے تاکہ تکرار کا فائدہ تمام طلبہ کو یکساں طور پر پہنچے۔ نیز استاذ خود تکرار کے اوقات مقرر کرے اور گاہ گاہ ان اوقات میں خود جا کر نگرانی بھی کرے تاکہ طلبہ تکرار کی بجائے گپ بازی میں وقت ضائع نہ کریں۔

۲۔ کنز الدقائق، اصول الشاشی وغیرہ فنی کتابوں میں فن کی اصطلاحات اور الفاظِ اصطلاحیہ کی تعریفات تو اصل عربی الفاظ میں یاد کرائی جائیں اور مسائل کو اس طرح ذہن نشین یاد کرایا جائے کہ اصل فن سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

۳. ترجمۂ قرآنِ عظیم میں علوم و معارفِ قرآن کی بجائے عربیت پر زیادہ توجہ کی جائے صرفی و نحوی امور کا لحاظ رکھتے ہوئے پہلے مفردات کے لغوی اور مرادی معنی اور محلِ اعراب کو بتلایا جائے پھر سادہ اور مطلب خیز لفظی ترجمہ کرایا جائے۔ شانِ نزول اور بیان واقعات و قصص میں قدرِ ضروری پر اکتفا کیا جائے۔ ربطِ آیات پر ضرور توجہ کرنی چاہیئے اور سادہ مطلب خیز ترجمہ تو خوب ہی رٹایا جائے۔

۴. ہدایہ اولین کامل تحقیق و تدقیق و عرق ریزی کے ساتھ اس طرح پڑھایا جائے کہ اول ہر ہر مسئلہ اور اس کی دلیل عقلی کا ماخذ جو اصول کلیہ میں سے ہو طالب علم کے ذہن نشین کرایا جائے پھر اس پر مسئلہ کو متفرع کیا جائے تاکہ طالب علم کے اندر اصل کلی معلوم کرنے اور اس پر مسئلہ کو متفرع کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔

۵. علوم و فنونِ عقلیہ میں ہر علم و فن کی اصطلاحات کو لبعبار تہا یاد کرایا جائے اور اس کے مبادی و اصول موضوعہ سے آگاہ کر کے مسائل کو اس طرح ذہن نشین کرایا جائے کہ اس علم و فن سے مناسبت اور استخراجِ مسائل کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

طریقۂ تعلیم طبقۂ علیا

(از ناظم وفاق باجازت صدر محترم مدظلہٗ)

۱. اس طبقہ کی بیشتر کتابیں علوم و فنون کی آخری اور منتہی کتابیں ہیں۔ بسا اوقات طلبہ کو اس کے بعد کی کتابیں پڑھنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔ اس لئے اساتذہ کو پوری محنت و کاوش کے ساتھ نہ صرف کتاب کا بلکہ اس کے مستند حواشی و شروح نیز اس علم و فن کی دیگر محققانہ معاون کتابوں کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے اور پڑھاتے وقت صرف کتاب کے حل پر اکتفاء نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنے طویل و عریض مطالعہ میں سے فن کی ضروری اور اہم تحقیقات و مسائل پر بھی نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں روشنی ڈالنی چاہیئے تاکہ ایک طرف کتاب بھی پوری ہو جائے اور

دوسری طرف طالب علم کے کان فن کی اہم اور ضروری تحقیقات سے بھی آشنا ہو جائیں اور مستند کتابوں کے نام بھی اسے معلوم ہو جائیں تاکہ فارغ ہونے کے بعد جب وہ خود اس فن یا اس کے مسائل کو پڑھانے بیٹھیں یا کوئی مقالہ یا مضمون لکھنے کا قصد کریں تو ان ماخذ کی مراجعت کر سکیں۔ نیز عہد حاضر کے دینی مسائل پر بھی ضرور تبصرہ فرمائیں تاکہ طلبہ کو فارغ ہونے کے بعد جب ان مسائل سے سابقہ پڑے تو وہ خالی الذہن اور بے خبر نہ ہوں۔ اور اساتذہ کے بتلائے ہوئے ماخذ کی مراجعت کر کے ان کی جواب دہی کر سکیں۔ مثلاً:-

۲. تفسیر جلالین پڑھانے کے وقت کتاب کے حل کرنے کے لئے تو حاشیہ جمل یا کم از کم صاوی کا اور ربطِ آیات و دیگر علوم و معارفِ قرآن کے لئے تفسیر بیان القرآن اور سبق الغایات کا اور اصولِ تفسیر سے آگاہ کرنے کے لئے الفوز الکبیر اور تفسیر الاتقان کا اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں احادیث و مسائل فقہیہ کی تحقیق کے لئے تفسیر مظہری کا حسبِ ضرورت مطالعہ کرتے رہا کریں۔

۳. علم اصولِ حدیث، حدیث کا اہم ترین موقوف علیہ ہے اور نصاب میں صرف مقدمہ مشکوٰۃ اور شرحِ نخبہ یا خیر الاصول کو رکھا گیا ہے۔ حضرت اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ ان کتابوں میں سے تو مصطلحاتِ حدیث کو خوب حفظ کرائیں مگر خود مقدمہ ابن صلاح یا تدریب الراوی کا مطالعہ کریں اور حسبِ ضرورت و موقعہ فن کے اہم مسائل پر ان کتابوں کی مدد سے سیر حاصل تبصرہ کریں۔

۴. مشکوٰۃ شریف پڑھاتے وقت سادہ اور مطلب خیز حدیث کا ترجمہ کرانے کے بعد ہر حدیث سے مستنبط فقہی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے اقوال و مذاہب مع ادلہ تو نہایت اختصار کے ساتھ اور حنفی مذہب اور اس کے دلائل ذرا تفصیل و تحقیق کے ساتھ بیان کریں اور اگر حدیث بظاہر مذہبِ حنفی کے خلاف ہو تو اس کا آخری اور تحقیقی جواب بصورتِ ترجیح یا تطبیق یا توجیہ و تاویل ضرور بیان کریں۔ اس سلسلہ میں ابن رشد کے بدایۃ المجتہد سے مدد لیں

اور لمعات شرح مشکوٰۃ یا التعلیق الصبیح کا بالالتزام مطالعہ کریں۔

۵۔ دورۂ حدیث شریف کی کتب عشرہ بالخصوص بخاری شریف پڑھانے کے وقت فتح الباری عینی ورنہ حواشی حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ اور فیض الباری کا اور تراجم بخاری کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے تراجم بخاری کا ورنہ کم از کم حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے الابواب والتراجم کا بالالتزام مطالعہ کریں۔ اور جامع ترمذی پڑھانے کے وقت معارف السنن یا الکوکب الدری کا اور سنن ابی داؤد پڑھانے کے وقت بذل المجہود کا علیٰ ہذا القیاس باقی کتب عشرہ پڑھانے کے وقت اُن کے حواشی و شروح کا ضرور مطالعہ کریں مگر ان طویل و عریض شروح میں سے اہم ترین مباحث نہایت اختصار کے ساتھ بیان کریں۔ تاکہ کتاب بھی ختم ہو سکے۔ اور جس کتابِ حدیث کو بھی شروع کرائیں اول بطور مقدمہ تاریخِ تدوینِ حدیث، حجیتِ حدیث، اصحابِ صحاح و سنن کے تراجم اور ان کے شرائط و مراتب اور خصوصیاتِ کتبِ عشرہ پر اجمالاً اور زیرِ درس کتاب اور مصنف سے متعلق امورِ مذکورہ پر تفصیلاً محققانہ تبصرہ کریں اس کے بعد کتاب شروع کرائیں، اور نہایت متانت و وقار اور ادب و احترام کے ساتھ ایک ایک باب و حدیث کے لفظی و معنوی حل طلب امور اور اس سے مستنبط احکام و مسائل پر سیر حاصل تقریر کریں اور مختلف فیہ مسائل میں ائمۂ مجتہدین کے اقوال و مذاہب اور ان کے مستدلات نہایت عزت و احترام کے ساتھ بیان کر کے مذہب حنفی اور اس کے دلائل پر انتہائی محققانہ مگر منصفانہ بحث کریں اور وجوہِ ترجیح بیان کریں۔ مناظرانہ اور مجادلانہ طرز ہرگز نہ اختیار کریں اور اختلاف کو حتی الامکان ختم یا کم کرنے کی کوشش کریں نہ کہ بڑھانے کی، نیز مذہب کو حدیث کے مطابق کرنے کی سعی کریں نہ کہ حدیث کو مذہب کے مطابق کرنے کی کہ اصل حدیث ہے اور مذہب اس سے ماخوذ و مستنبط، حدیث میں تاویل اور صرف عن الظاہر کرنے کے بجائے رجال و سند پر محققانہ کلام کرنا زیادہ مفید اور بہتر ہے اس لحاظ سے امام طحاویؒ کی شرح

معانی الآثار حنفیہ کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے اختلافی مسائل پر کلام کرتے وقت اس کو اور مؤطا امام محمدؒ کو پیشِ نظر رکھنا حنفیہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔

قدیم فرقِ زائغہ اور زمانۂ حال کے فرقِ باطلہ کی محققانہ تردید کریں اور اعلاءِ کلمۃ الحق کا فرض ادا کریں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طلبہ کو تصحیح عقائد و نیّات اور تزکیۂ اخلاق و اعمال کی بھی ترغیب دلائیں تاکہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا فرض بھی ادا ہو۔ اس باب میں خود استاذ کو ورع و تقوےٰ اور خوف و خشیتِ الٰہی کا عملی نمونہ بننا ازبس ضروری ہے اور محدث کے شایانِ شان بھی یہی ہے وفقنا اللہ تعالیٰ اجمعین۔

نیز اپنی بحث و تحقیق کو متعارف اختلافی مسائل و مباحث تک محدود نہ رکھیں بلکہ علوم و معارفِ حدیث علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم کو ایسی تحقیق و وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں کہ طلبہ کے ذہنوں میں حدیث کی شایانِ شان اہمیت اور دین میں اس کا حقیقی مرتبہ و مقام راسخ ہو جائے تاکہ وہ عہد حاضر کے عظیم تر لادینی فتنہ "انکارِ حدیث" کی جواب دہی اور بیخ کنی پر پورے طور سے قادر ہو جائیں۔

عام طور پر حدیث پڑھانے والے اساتذہ سال کا بیشتر حصہ صرف ارکان اربعہ کے مسائل اختلافیہ کی بحث و تحقیق پر صرف کر دیتے ہیں اور آخر میں صرف کتاب کی تلاوت رہ جاتی ہے، اور اس کے باوجود بھی بیشتر کتابیں ختم نہیں ہوتیں، یہ طریقہ سخت مضر اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کے باب میں تقصیر کے مرادف ہے اعاذنا اللہ منہ اس لئے استاد کو روزِ اول سے کتاب کے ختم کرانے کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے خود بہت کچھ دیکھنا اور مطالعہ کرنا چاہیے اور طلبہ کے سامنے کم سے کم مگر بے حد ضروری اور اہم باتیں علیٰ وجہ البصیرۃ بیان کرنی چاہئیں۔

۶۔ حدیث کی طرح اس طبقہ کے بقیہ علوم و فنون کے اساتذہ کو بھی اسی طریقِ کار کے مطابق اپنا مطالعہ زیرِ درس کتاب تک محدود نہ رکھنا چاہیے مثلاً ہدایہ اخیرین پڑھاتے وقت فتح القدیر

اور حاشیہ مولانا احمد حسن سنبھلیؒ ورنہ کم از کم عنایہ کا، اور شرح عقائد پڑھاتے وقت اشارات المرام للبیاضی ورنہ کم از کم مسامرہ اور المرام فی عقائد الاسلام مصنفہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی کا، اور حماسہ پڑھاتے وقت اس کی شرح فیضی و تبریزی، ورنہ کم از کم حاشیہ مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ کا، اور متنبی پڑھاتے وقت شرح برقوقی ورنہ حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ ضرور زیر مطالعہ رہنا چاہئیے۔

۷۔ سیرت و تاریخ وہ جدید علوم ہیں جو اسی سال وفاق نے نصابِ تعلیم میں اضافہ کئے ہیں۔ ان کے اساتذہ کو درسی کتابیں شروع کرانے سے پہلے ہر دو علموں کی وسیع معلومات کا ذخیرہ مہیا کر لینا چاہئیے۔ تاکہ پڑھاتے وقت ہر دو علموں کے اہم ترین مباحث کی طلبہ کو نشان دہی کر سکیں اور یاد کرا سکیں۔ ہر دو علموں پر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں مستند محققین کی تصانیف موجود اور دستیاب ہیں، مثلاً سیرت مغلطائیؒ کے ساتھ سیرت ابن ہشام، نور الیقین، اتمام الوفاء کا اور تاریخ ابوالفداء کے ساتھ محاضرات خضری (عہد بنو امیہ و بنو عباس) کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ اردو میں اوجز السیر، تاریخ خلافتِ راشدہ مصنفہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، اور خضری کی محاضرات کا اردو ترجمہ اور اس کے علاوہ جو بھی کتابیں تاریخ و سیرت کی میسر آئیں ان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئیے۔

تاریخ و سیرت کے استاذ کے لئے عہد رسالت، عہد خلافتِ راشدہ، عہد بنو امیہ، عہد بنو عباس اور عہد حاضر کے اسلامی ممالک کے جغرافیے خواہ عربی میں ہوں خواہ اردو میں جس طرح ممکن ہو حاصل کر کے اس میں بصیرت حاصل کر لینی چاہئیے اس لئے کہ وفاق کے مجوزہ نصاب میں تاریخ کے ساتھ جغرافیہ بھی لازمی مضمون ہے۔ مدرسہ کو اس سلسلہ میں مدرس کی پوری امداد کرنی چاہئیے کہ اس کے بغیر مدرس ان لئے علموں کو نہ کما حقہ، پڑھا سکتا ہے اور نہ امتحان کی تیاری کرا سکتا ہے۔

۸۔ علم کلام جدید اور علم اخلاق بھی جدید علوم ہیں۔ ان کے پڑھانے والے استاذ

کے لئے متعلقہ کتاب شروع کرانے سے قبل علم اخلاق میں امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کا ورنہ کم از کم کیمیائے سعادت کا، اور علم کلام جدید میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی حجۃ الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما کا اور حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ کی تصانیف کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

نوٹ

اس طبقہ کے استاذ کو چار سے زیادہ اسباق ہرگز نہ دیئے جائیں ورنہ وہ کتاب اور فن کا حق ہرگز نہ ادا کر سکے گا۔ اور طلبہ تشنہ کام اور ادھورے رہ جائیں گے اور مدرس کا اس میں کچھ قصور نہ ہوگا۔ خصوصاً علوم جدیدہ کہ ان سے تو عموماً مدارسِ عربیہ کے اساتذہ خود نا آشنا ہیں۔ درحقیقت استاذ کو پہلے خود پڑھنا پڑے گا پھر پڑھا سکے گا۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے حواشی اور شروح بھی نہیں معرّا کتابیں ہوتی ہیں مدرسہ کو اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مواعظ

رمضان المبارک کی برکات
اللہ تعالی سے تعلق قائم کرنیکا طریقہ
دینا دار مجاہدہ اور آخرت دار مشاہدہ

رمضان المبارک کی برکات

اللہ تعالیٰ نے یہ مُبارک مہینہ ہم کو عطاء فرمایا ہے اسواسطے سب مسلمانوں پر اس کا شکر واجب ہے۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ کہ جن کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آئے اور وہ اس کے آداب اور حقوق ادا کریں جو اس کے حقوق ادا کرے اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شاید دُوسرا مہینہ آئے یا نہ آئے اسواسطے اس کی جتنی قدر ہو سکے کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کا نام رمضان رکھا ہے۔ رمضان مشتق ہے رمض سے اور رمض کے معنیٰ ہیں جلا دینے والا۔ گویا یہ مہینہ مسلمانوں کے تمام گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ اور یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ انسان مختلف کام کرتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی کچھ ناجائز اور بُرے کام ہو جاتے ہیں۔ تو جو بُرے کام اور گناہ ہوتے ہیں اس سے دِل پر سیاہ نُقطے لگ جاتے ہیں جب آدمی کوئی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دِل پر ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچّی توبہ کر لیتا ہے وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دُوسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتیٰ کہ جو گناہ نہ چھوڑے تو اسکو اتنے نقطے لگتے ہیں کہ سارے دِل کو گھیر لیتے ہیں سارا دل کالا ہو جاتا ہے اسواسطے اس نقطہ کو توبہ سے دھو لو پھر مرتے وقت اسکو توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے اسکی مغفرت کے لئے یہ مہینہ مقرر کیا۔ اسمیں دوزخ کے دروازے سب بند کر دیئے جاتے ہیں اور بہشتوں کے سب کھول دیئے جاتے ہیں، سرکش بڑے بڑے شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں، اور لوگوں میں اللہ کیطرف سے فرشتے ندا

کرتے ہیں سارے گلی کوچہ، ہر دروازے اور مکان پر یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ۔ اے نیکی کے طلب کرنیوالے تو متوجہ ہو جا اور اے بُرائی کے طلب کرنیوالے تو رُک جا۔ اللہ کے بندے جن کے دِل صاف ہیں وہ اس کو سنتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں بلکہ فرشتوں کا ایک طائفہ ہے وہ گلیوں میں کھڑا ہوتا ہے وہ سفارش کرتے ہیں کہ اللہ جو اسوقت جاگتے ہیں تو اُن کو بخش دے وہ سفارش کرتے ہیں اس سیاہی کو دھونے کے لئے جو گیارہ مہینوں میں لگتی ہے گیارہ مہینوں کے بعد یہ ایک مہینہ توبہ کے لئے ہے۔ اس مہینے میں اجر و ثواب کو بڑھا دیا جاتا ہے نفلوں کا ثواب باقی مہینوں کے فرض کے برابر اور اس مہینے کے فرض باقی مہینوں کے ستّر فرضوں کے برابر۔ اسواسطے انسان کو چاہیئے کہ اسمیں غفلت نہ کرے اسمیں جتنا نیکی ہو سکے نیکی کرے اسواسطے اس کو رمضان کہتے ہیں۔ رمضان اتنا مُبارک ہے کہ حق تعالیٰ نے اسکی اپنی طرف نسبت کی ہے۔ شَهْرُ اللهِ۔ (اللہ تعالیٰ کا مہینہ) معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے کو بڑی خصوصیت ہے جیسے کہتے ہیں بھائی یہ چیز سرکاری ہے یہ وردی سرکاری ہے۔ اسکی عظمت ہوتی ہے۔ تین عشرے ہیں اس مہینے میں اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ ــــــــ

پہلے عشرہ میں رحمت برستی ہے دِن میں بھی اور رات میں بھی۔ جو آدمی روزہ کا حق ادا کرے کھیتی والے کھیتی کریں۔ نوکری والے نوکری کرتے ہیں۔ انکا ہر کام عبادت ہو جاتا ہے اسواسطے انسان کو چاہیئے کہ اس کے حقوق اُدا کرے روزے کے حقوق کو ادا کرنا چاہیئے روزے کے حقوق یہ ہیں۔

اوّل زبان کی حفاظت ہے جھُوٹ نہ بولے چغلخوری نہ کرے غیبت نہ کرے۔ بدگوئی بدکلامی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اسمیں داخل ہیں روزہ دار کو چاہیئے کہ زبان کی تمام بُری باتوں سے حفاظت کرے۔ دُوسرے ہاتھ کو محفوظ رکھے چوری نہ کرے ناجائز چیز کو نہ پکڑے تیسرے پیروں سے ناجائز کاموں کی طرف نہ چلے، سینما، تماشا فاجر، فاسق، فجار کی مجلس کی طرف چلنا گناہ ہے چلے تو مسئلہ پُوچھنے کے لئے علماء کے پاس جائے۔ والدین کی خِدمت کرے اسی طرح اور نیک کاموں کی طرف چلے۔ چوتھے دِل میں بُرے خیالات نہ لائے کہیں عبادت کا فکر ہے، کہیں نماز کا فکر ہے تو اس عشرے میں بارش کی طرح اللہ کی رحمت برستی ہے۔ اب بارش کے قطرے نہیں شمار کر

سکتے اسی طرح سے چاروں طرف سے اللہ کی رحمت برستی ہے۔ دُوسرا عشرہ جو ہے اس کا نام ہے عشرۂ مغفرت، جو گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہو جاتے ہیں۔ بیسویں دن سب معاف ہو جاتے ہیں البتہ حقوق العباد نہیں معاف ہوتے اسکی صورت یہ ہے کہ اس آدمی کے سامنے جا کے معافی مانگے کہ میں نے تیرا فلانا نقصان کیا ہے تو معاف کردے اگر معاف نہ کرے تو رقم ادا کردے نماز رہی ہوئی ہے تو اسکو قضاء کرے اور روزے رہے ہوئے ہیں تو انکو بھی قضاء کرے باقی جو گناہ کرلئے ہیں بدنظری بُرائی کرلی ہے اس کا بدلہ یہ ہے توبہ کرلے تنہائی میں روئے سب معاف ہو جائیں گے ہاتھ اُٹھائے وہ خالی نہیں جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے جس وقت تو ہاتھ اُٹھاتا ہے تیرے اتنے گناہ ہیں جن سے آسمان اور زمین کے درمیان جو خلا ہے یہ بھی بھر جائے اتنے گناہ ہیں تو میں انکو بھی معاف کردیتا ہوں مجھے شرم آتی ہے ہاتھ واپس کرتے ہوئے۔ وآخرہ عتق من النار۔ جو گنہگار ہوتے ہیں رمضان کی برکت سے انکو معافی ہو جاتی ہے اور دوزخ سے رہائی ہو جاتی ہے پھر وہ مستحق جنت ہو جاتے ہیں۔ عتق من النار کیا ہے جو کھاتا پیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ دُنیا کے جتنے کام ہیں سبکو عبادت میں داخل کرتا ہے بلکہ ایک مسئلہ ہے کہ رات کو پیٹ بھر کے کھا لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک کھانے میں شُمار ہے تو یہ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے مُشابہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ رات کو یہ اسواسطے کھاتا ہے کہ دن کو نہیں کھاؤں گا تو یہ کھانا نہ کھانے کے برابر ہے جیسا کہ دیکھو مکہ رمضان کے مہینے میں دارالاسلام بنا پہلے دارالکفر تھا آپ ۶ھ میں ایک پہلا عمرہ کرنے کیلئے تشریف لیجاتے ہیں آپ ڈیڑھ ہزار آدمی لیجاتے ہیں آگے کُفار کا لشکر ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم آپکو آگے نہیں آنے دیتے ——— ہوتے ہوتے قصہ لمبا ہے پھر صلح ہو گئی بظاہر بہت بگڑا ہوا فیصلہ ہوا کہ آپ اس دفعہ مدینے واپس جائیں اور آئندہ سال بھی صرف تین دن کے لئے آئیں اور فوراً واپس چلے جائیں تلوار میانوں میں بند ہو ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اُس کو مکہ واپس کردیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مُرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے اور دوسری شرائط بھی لگائیں صلح تام ہو گئی اور پھر آپ واپس ہو گئے راستہ میں آیت نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ——— (بیشک ہم نے آپکو فتح کھلی دی) حالانکہ یہ فتح نہیں۔ فتح دو سال

بعد میں ہوئی مکہ ۸ھ میں فتح ہوا مگر اللہ نے اس کا نام فتح رکھا ہے اسواسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح اسواسطے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس سے آگے فتح کرادے گا تو اسی طرح جو [illegible] نہ کھانے کی نیت سے ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی نہ کھانا ہوا۔ اسواسطے مُشابہ ہو جاتا ہے تو بڑا ثواب [illegible]۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے وتصفد فیہ مردۃ الشیاطین کہ اسمیں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں پھر اس کے باوجود لوگ برائی زنا بدکاری، چوری کیوں کرتے ہیں علماء نے جواب دیا ہے اور بڑا سچا جواب دیا ہے کہ مَرَدَۃ کہتے ہیں سرکش شیاطین کو تو وہ تو قید کرلئے جاتے ہیں چھوٹے چھوٹے رہ جاتے ہیں وہ وسوسے ڈالتے ہیں اور بُرے خیالات ڈالتے ہیں ——— تو یہ گناہ انکی وجہ سے ہوتے ہیں[1]۔

جواب ۲ شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہ دو وجہ سے ہوتے ہیں ایک شیاطین کی وجہ سے یہ لاحول سے بھاگ جاتا ہے۔ اذان سے بھاگتا ہے اقامت سے بھاگتا ہے، شیطان بڑا دشمن ہونے کے ساتھ کمزور بھی بڑا ہے۔ دُوسری چیز ہے نفس نفس ہر وقت موجود رہتا ہے لاحول وغیرہ سے بھاگتا نہیں یہ ہر وقت اِنسان کو رغبت دیتا ہے برائی کی تو اسکی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی دین یہ ہے کہ دوزخ کے دروازے بند کردیئے تاکہ لوگ نیکی کریں اور دوزخ سے بچیں۔ جب ہم روزہ کھولتے ہیں تو اسوقت اللہ تعالیٰ سات لاکھ گناہگاروں کو معاف کرتے ہیں۔ روزہ داروں کے روزہ کھولنے کی خوشی میں، جمعہ کے دن اتنے گناہگاروں کو معاف کرتے ہیں جتنے ہفتہ میں سارے معاف ہوئے تھے اور رمضان المبارک کے آخری دن اتنے لوگوں کو بخشتے ہیں جتنے ہر ہر دن میں اور ہر ہر جمعہ میں۔ جیسا کہ یہاں بھی نظام یہی ہے دنیا میں بھی ہوتا ہے جب کوئی بادشاہ جاتا ہے تو بہت سے قیدیوں کو رہا کردیتا ہے۔ اس آخری دن میں رضاءِ الٰہی نصیب ہوتی ہے ورضوانٌ من اللہ اکبر۔ یعنی تھوڑی سی رضامندی بھی اللہ کی بہت بڑی چیز ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اھل اللہ کے جوتوں میں بھی جگہ مل جائے تو بہت بڑی دولت ہے۔ حدیث شریف

---

[1] اگر تمام شیاطین بھی مقید ہو جائیں تو گیارہ ماہ تک انکے تلبس کے باعث ایک ماہ میں شیطانی اثرات کے باقی ہونے کی وجہ سے گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ (ازہر)

آتا ہے کہ جس کو سب سے آخر میں معاف کریں گے وہ علماء، انبیاء کی سفارش سے معاف کریں گے اللہ پوچھیں گے کہ اور تو کوئی نہیں رہتا۔ علماء، انبیاء کہیں گے کہ نہیں اور کوئی نہیں رہا اللہ کہیں گے میری نظر میں اور بھی ہیں ایک مٹھی بھریں گے اور ہزاروں گناہگاروں کو نکال دیں گے بندوں کی طرح مٹھی مت سمجھو اور کہیں گے مانگ تو اپنے منہ سے جو مانگتا ہے غرضیکہ اتنا مانگے گا جتنی دنیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تجھے دس گنا زیادہ دیدیا، یہ احسان ہوگا سب سے نہایت چھوٹے درجہ کے جنتی پر۔ اور جو بڑے درجہ کے جنتی ہوں تو انکا کیا کہنا، جب پُل صراط سے گزریں گے تو پُلصراط پر فرشتوں کی جماعت ہوگی جو ٹکٹ دیکھے گی کلمہ کا اگر مسلمان ہوا اور ٹکٹ پاس ہوا کلمہ کا تو گزر جائے گا ورنہ وہیں کٹ کر گر جائے گا، دوسری جماعت نماز کا ٹکٹ دیکھے گی، اگر ٹکٹ ہوا تو آگے گزرنے دیں گے ورنہ نہیں، اسی طرح سب چیزیں دیکھیں گے اور کامل مؤمن ہوا کی طرح سے وہاں سے گزریں گے (ایک مؤمن) کہے گا کہ پُل صراط کو دیکھ لیں یہ کیا ہے تو وہ مؤمن پل صراط کو دیکھنے کیلئے کھڑا ہو جائے گا تو دوزخ پکار اُٹھے گی اسکو زبان عطا ہوگی۔

جُز یا مؤمن فان نورك يطفئ ناری ———

اے مؤمن جلدی یہاں سے چلا جا، کھڑا نہ ہو کیونکہ تیرا نُور میری نار کو بجھا رہا ہے تو جلدی کر

دُعا کرو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادے ——— (آمین!)

سُبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون وسلٰم علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین

اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

(کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، تو اللہ تم سے محبت کریگے، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے ——— اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور رحم کرنیوالے ہیں)

اس آیت میں تعلق مع اللہ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ سے بندہ کا صحیح تعلق قائم ہو جاتا ہے تو بندہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو پُورا فرمادیتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

ابن الفارض نقشبندی خاندان کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آٹھوں جنتیں آپ کے سامنے کر دی گئیں۔ آپ نے اُن کو دیکھ کر فوراً مُنہ پھیر لیا اور چونکہ آپ شاعر بھی تھے اس لئے فوراً ایک شعر پڑھا ؎

اِنْ كَانَ مَنْزِلَتِيْ فِي الْحُبِّ عِنْدَكُمْ

مَا قَدْ رَاَيْتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ اَيَّامِيْ

اگر میری محبت کا یہی مقام اور ثمرہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں نے اپنی عمر یُونہی ضائع کی۔

اس پر حق تعالیٰ نے ان آٹھوں جنتوں کو چھپا دیا اور اپنی خاص تجلّی کا ظہور فرمایا، تجلّی کا ظاہر ہونا

تھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ جب اللہ تعالیٰ سے صحیح معنیٰ میں تعلق قائم ہو جاتا ہے تو خود بخود غیر اللہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا واقعہ ہے کہ شاہ چین نے آپ کو ہدیہ میں ایک شیشہ بھیجا۔ آپ نے اس کو اپنے گھر میں رکھوا دیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو خود بخود شیشہ کی طرف نظر پڑتی، حالانکہ آپ کو شیشہ دیکھنے کا شوق نہ تھا۔ لیکن بجائے توجہ مع اللہ کے شیشہ کی طرف نظر پڑنے سے اپنی شکل وصورت نظر آتی، اس طرح توجہ الی اللہ میں ایک طرح کا فرق پڑتا اور وہ آپ پر شاق گزرتا تھا، اتفاق سے ایک دن وہ شیشہ آپ کے خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا، اب خادم بہت گھبرایا کہ آپ ناراض ہونگے، جب آپ تشریف لائے تو اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ ؎

از قضا آئینۂ چینی شکست

آپ یہ سنکر بہت خوش ہوئے کیونکہ اتنی دیر اللہ کی طرف سے دھیان ہٹا رہتا تھا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے خود ہی انتظام کر دیا۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ مصرعہ

خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

یعنی بہت اچھا ہوا کہ خود بینی کے اسباب ٹوٹ گئے۔

پس تعلق مع اللہ بڑی دولت ہے۔ مقصودِ اعظم تعلق مع اللہ ہی ہے، جب بندہ کا اللہ تعالیٰ سے صحیح معنیٰ میں تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو فکرِ آخرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے سوا پھر اُسے کسی سے اندیشہ نہیں ہوتا اُسے پھر جان و مال کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ اسی تعلق کو جوڑنے کیلئے انبیاءِ کرام دنیا میں تشریف لائے انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوا۔ تاکہ تعلق مع اللہ کا سلسلہ قائم رہے اور یہ تعلق مع اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا نام ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم چار ہیں، عالمِ ارواح، عالم ازل، عالم دُنیا، اور عالمِ برزخ، سب سے پہلے رُوحیں عالمِ ارواح میں تھیں اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتی تھیں مگر اُن کا یہ دیکھنا غیر اختیاری تھا جیسے تصویر لگی ہوئی ہو تو پانی میں خود نظر آتی ہے، اسی طرح رُوح کا دیدار تھا۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے سوال کیا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے باتفاق جواب دیا۔ قَالُوْا بَلٰی، کیوں نہیں، مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں سب کا جواب ایکساتھ نہ تھا، یہود و نصاریٰ کی رُوحوں نے تو جواب ہی نہیں دیا اور جواب دینے والوں میں

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک نے جواب دیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک جواب دیتی تو کوئی بھی جواب دیتا۔ آپ کے بعد دیگر انبیائے علیہم السلام کی رُوحوں نے جواب دیا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ قطب اللہ اولیاء کی روحوں نے جواب دیا، گویا عالم ارواح میں آپ تمام لوگوں کے راہبر ہوئے، اور آپ کا جواب سب کے لئے باعثِ تقلید بنا، اور آپ کے تشریف لانے سے پہلے انبیائے علیہم السّلام کو بھیجا گیا جیسے بادشاہ کے آنے کی تاریخ مقرر ہوتی ہے تو چھوٹے چھوٹے اہلکاروں کا انتظام ہوتا ہے شامیانہ لگا دیا جاتا ہے، فرش بچھایا جاتا ہے اور پھر ان تمام انتظامات کو دیکھنے کیلئے مختلف اوقات میں افسر آتے ہیں، آیا یہ انتظامات بادشاہ کے لائق بھی ہیں، ٹھیک اسی طرح سردار انبیاء کی تشریف آوری سے قبل آسمان کا شامیانہ لگایا گیا، زمین کا فرش بچھایا گیا۔ سورج اور چاند کی قندیلیں روشن کی گئیں۔ اور سب انبیاء علیہم السّلام آتے رہے۔ اور شامیانہ بدستور رہا اور جب تک ایک آدمی بھی کلمہ توحید پر ایمان لانے والا اور عملِ صالح کرنے والا رہے گا تو شامیانہ بھی اسی وقت تک رہے گا اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو چاند اور سورج بھی بے نور ہو جائیں گے، اور قیامت آجائیگی اور دُنیا ختم ہو جائے گی، شامیانہ بھی نہ رہے گا، کیونکہ اُسوقت شامیانے وغیرہ کی ضرورت ہی نہ رہیگی اور غالباً یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہی قسم کھائی ہے اور کسی کی عمر کی قسم نہیں کھائی، چنانچہ ارشاد ہے

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ———

غرض دنیا میں سردارِ انبیاء کی تشریف کے وقت بالکل ایسے ہی انتظامات کئے گئے جیسے بادشاہ کی آمد کے وقت کئے جاتے ہیں۔ معراج کا سفر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی شان کا دُوسرا رُخ ہے۔

گویا شہنشاہ کائنات نے اپنے خاص گورنر کو مہمانی کا شرف بخشنے کے لئے آسمانوں پر بلایا تو اس شان سے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رکاب تھامی، براق پر سوار زمین سے گزرے، زمین و آسمان کے درمیان براق کی رفتار کا عالم یہ تھا کہ جہاں تک نظر جاتی تھی اس کا ایک قدم ہوتا تھا، اثنائے سفر میں ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو محسوس فرمائی، حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کیا یہ جنت کی خوشبو ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا یہاں سے جنت بہت دُور ہے بلکہ یہ تو اور ہی خوشبو ہے جس کا واقعہ اس طرح ہے کہ فرعون کی ایک ملازمہ تھی وہ کنگھی کر رہی تھی ایکدن کنگھی اُسکے ہاتھ سے گر گئی تو اچانک اس کے ہاتھ سے کلمہ توحید نکل گیا، کسی نے جا کر فرعون سے کہہ دیا۔ فرعون نے اُسے بلا کر پوچھا

کہ کیا تو نے یہ کلمہ پڑھا ہے تو لڑکی نے کہا میں اس خدا کو مانتی ہوں جس نے مجھے پیدا کیا، اس پر فرعون نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، اس کے دو بچے تھے ایک شیر خوار، دوسرا تین چار سال کا. فرعون نے بیٹے کو ذبح کرنے کی دھمکی دی. ماں برابر ڈٹی رہی، فرعون نے بڑے بیٹے کو ذبح کر دیا اور چھوٹے بیٹے کو بھی ماں کے سینہ پر رکھ کر ذبح کرنا چاہا، ماں گھبرائی، اس پر اللہ تعالیٰ شیر خوار بچے کو زبان دی کہ میرا بھائی جنت میں میرا اور آپ کا انتظار کر رہا ہے. ظالم نے ماں اور بیٹے دونوں کو ذبح کر دیا. آج اس کی قبر سے خوشبو آ رہی ہے جو ساتویں آسمان تک پہنچی ہے. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ساتھ نہیں ہیں. اس سے آگے جانے پر جبرئیل علیہ السلام کے پر جل جاتے تھے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلیات پڑتی ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کہ سینہ میں وہ طاقت رکھی تھی جو آگے جا سکے حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں میں سب سے افضل ہیں اور یہاں آپکی فضیلت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے بڑھ کر ثابت ہوئی. آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا، جب ایک آدمی بادشاہ یا اپنے پیر کے پاس جاتا ہے تو سوغات لیکر جاتا ہے چنانچہ آپ بھی ایک سوغات لے کر آئے اور وہ سوغات تھی تشہد کے الفاظ

التحیات یعنی قولی عبادت کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت ہوگی اور زبان سے ہر جملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی نکلے گا وَالصَّلَوٰتُ یعنی فعلی عبادت کہ سر سے پیر تک کی عبادات اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگی اپنے نفس کے لئے کچھ نہ ہوگا. قبروں پر سجدہ نہ ہوگا بلکہ اللہ کیلئے ہوگا ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمیں است بُنیاد توحید بس

وَالطَّیِّبَاتُ یعنی مالی عبادت کہ پاک مال کی کمائی پیش کی. کسی کی چوری کی کمائی نہ ہوگی. خرچ میں بھی رضاء الٰہی ہوگی، مدارسِ اسلامیہ کی امداد ہوگی دیگر نیک کاموں میں صرف ہوگی. بارگاہِ خداوندی میں آپ کا یہ تحفہ قبول ہوا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بھی آپؐ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے نماز کا تحفہ عطا فرمایا آپؐ واپس آئے تو حضرت مُوسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے واپس کیا پانچ نمازیں کم ہوئیں، اسی طرح نو مرتبہ آپ واپس ہوئے بعض احادیث میں جو دسؐ یا بیسؐ کا ذکر آتا ہے وہ دو یا چار کو جمع کر لیا ہے، جب پانچ باقی رہ گئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اُمت پر تین نمازیں فرض تھیں اُنھوں نے وہ نہ پڑھیں. آپؐ نے فرمایا کہ اب تو مجھے شرم آتی ہے، کیونکہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی عادت

معلوم ہو گئی اگر پانچ بھی معاف ہو جائیں تو اُمت کیلئے کیا سوغات یا تحفہ لے جاتے. یہ اللہ کا تحفہ ہے جس طرح آجکل لوگ اپنے دوست کو شادی میں تحفہ بھیجتے ہیں. اب اگر کوئی تحفہ واپس کر دے یا اس کی ناقدری کرے تو تحفہ دینے والے کو کس قدر ناگوار گزرے گا اسی طرح سمجھو کہ نماز نہ پڑھنا بھی تحفہ کی ناقدری ہے تو سوچو کہ اللہ تعالیٰ کو کتنا غصہ آئے گا. آج کل لوگ بہت کم نمازیں پڑھتے ہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے نماز تجویز خداوندی ہے. باقی انبیاء کی نمازیں اپنی تجویز تھیں، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیں بندہ کی تجویز اور خدا کی تجویز میں فرق ہوتا ہے. خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو آسمان پر بُلا کر نماز تجویز فرمائی.

حضرت آدم علیہ السلام نے گندم کا دانہ کھالیا تھا. جب اُن کی توبہ قبول ہوئی تو صبح صادق کا وقت تھا اس طرح اُنکی اُمت پر فجر کی نماز فرض ہوئی. حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ میں تشریف لے گئے. جب آپکی قربانی قبول ہوئی تو زوال کا وقت تھا آپ نے شکریہ میں چار رکعت نماز پڑھی اس طرح ظہر کی نماز فرض ہوئی. حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو سال بعد جب اُٹھے تو دن ڈھل چکا تھا، آپ نے چار رکعت نماز پڑھی اس لئے ان پر عصر کی نماز فرض ہوئی. جب حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان ہوا تو سورج غروب ہو چکا تھا. آپ نے چار رکعت کی نیت باندھی لیکن بھول کر تین رکعت نماز پڑھی. اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اُنکی اُمت پر مغرب فرض ہوئی، عشاء کی نماز خاص حضورؐ اور آپؐ کی اُمت پر فرض ہوئی. یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے. سب سے افضل انبیاء علیہ السلام ہیں. اور سب سے افضل جبرئیل علیہ السلام ہیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں. انبیاء علیہ السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں. چنانچہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر جا کر آپؐ پر درُود و سلام بھیجے تو آپ سنتے ہیں. اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپؐ کے وسیلے سے اپنی رضا عطا فرمائے ہم چشتی ہیں ہم وسیلہ کے قائل ہیں سب وسیلہ کے قائل ہیں. ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ نے وسیلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے بعض حضرات مثلاً معتزلہ وسیلہ کے قائل نہیں. وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں. حضرت تھانویؒ نے وسیلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے اور ایک رسالہ وسیلہ کے متعلق میں نے بھی لکھا ہے جو خیر المدارس میں موجود ہے قیامت کے دن شفاعت کبریٰ بھی آپؐ ہی کیلئے خاص ہے. آپ کے وسیلہ سے ہی سب کی نجات ہوگی دیگر انبیاء علیہم السلام بھی گناہوں سے معصوم ہیں لیکن وہ عذر کریں گے. کیونکہ انھیں تلایا نہیں گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ،

کی خبر دی گئی۔ تاکہ آپ بھی کہیں کمال بندگی سے عذر نہ کریں۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں سجدہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ مجھے ایسی دعائیں سکھلائیں گے جو کسی کو نہ سکھلائی ہونگی۔ ارشاد ہوگا اُٹھ کیا مانگتا ہے مانگ۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ زمین کا وُہ حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ملا ہُوا ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے پس جو حضور کا اتباع کرے گا اُس کا تعلق اللہ سے قائم ہوگا مگر فرق وہی ہوگا جو خادم اور آقا میں ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔ خواہ اپنے آپکو زبان سے محبوب کہے یا نہ کہے (اور اکثر اہل اللہ زبان سے اپنے آپکو اللہ کا محبوب نہیں کہتے)

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی برکت سے گناہ مُعاف کر دیں گے۔ پھر حضرت مولانا نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بدعات سے بچائے اور اتباع سُنّت کی توفیق بخشے۔ اور اپنی رضا و قرب نصیب فرمائے۔ آمین!

دُنیا دارِ مُجاہدہ — اور آخرت دارِ مُشاہدہ ہے

خطبہ ماثورہ

اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم دکھا دیں گے انکو اپنے راستے اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے) جو اللہ کو راضی کرنے کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ایک ہے مجاہدہ اور ایک ہے مشاہدہ یہ سارا عالم دنیا مجاہدہ ہے اس میں اس لئے انسان پیدا کیا گیا کہ بیکار زندگی نہ گزارے مجاہدہ کرتا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (سب سے زیادہ لوگوں میں سے آزمائش کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام ہیں پھر جو ان جیسے ہوں پھر جو ان جیسے ہوں) انبیاء کو خلوت میں جلوت میں اتنی مشقت کرنی پڑتی ہے کہ اتنی کسی کو نہیں اسی واسطے نبی کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ بخار ہو تو وہ بھی سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ لوگ بہت محنت کرتے ہیں مگر وہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں محنت کرتے تو یہ عالم ہے عالم مجاہدہ اس کے بعد ہوگا مشاہدہ یہ قیامت میں ہوگا یعنی جو اس نے دنیا میں کمایا ہے اس کا ویسا ہی پھل دیکھے گا اس کی مثال کھیتی کی ہے یہاں جو بوئے گا آخرت میں وہی کاٹے گا حدیث میں ہے اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے) تو دنیا جو ہے دارِ مجاہدہ ہے، اور آخرت دارِ مشاہدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ (بڑا مجاہد وہ ہے

جو اپنے نفس سے جہاد کرے، اسی واسطے سب بزرگوں نے محنت کی صرف اس واسطے کہ اللہ راضی ہو جائے اس میں نفس کو ضبط کرنا ہوتا ہے ہر جگہ شریعت کو دیکھے کہ شریعت کیا چاہتی ہے اس وقت شریعت پر چلنا مجاہدہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اس نے منہ پر تھوک دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ تھوک دینے کے بعد اس مقابلہ میں میرے نفس کی آمیزش ہو گئی تھی خالص رضا نہ رہی تھی۔ حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں انہوں نے دیکھا کہ دس مٹکے شراب کے بادشاہ کے واسطے آئے ہیں تو نو مٹکے توڑ دیئے ایک چھوڑ دیا دسواں اس واسطے نہ توڑا کہ اسمیں نفس کی آمیزش ہو گئی تھی دسویں پر خیال آگیا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اس نے دسوں کے دس مٹکے توڑ دیئے۔ اور حضرت باقی باللہؒ کو کئی دن سے فاقہ تھا ایک شخص کھانا لایا تو دور سے حضرتؒ کی نظر اس کھانے پر پڑی دل میں خیال آیا کہ یہ میرے واسطے لا رہا ہے جب وہ کھانا پاس لے آیا تو قبول نہ فرمایا کہا کہ اشرافِ نظر ہو گیا تھا وہ شخص بڑا سمجھدار تھا اس وقت تو کھانا لے گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری جانب سے دبے سے آکر سامنے رکھ دیا کہا کہ اب تو اشرافِ نظر نہیں ہے تو حضرتؒ نے قبول فرما لیا تو ان حضرات نے مجاہدہ کیا ہر ہر قدم پر شریعت کو دیکھا اگر آدمی ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرے تو ہر کام عبادت ہے حتیٰ کہ پاخانہ کرنا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ جب اللہ کے دربار میں حاضری ہو گی تو اسوقت ستر ہزار مسلمان جنت میں بغیر حساب وکتاب کے جائیں گے اور ستر ہزار کافر دوزخ میں بغیر حساب کتاب کے جائیں گے بعض مسلمان گناہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ تم نے یہ گناہ کئے تھے وہ اقرار کریں گے اللہ ان سے خوش ہو گا اور معاف کر دے گا اور بعض انکار کریں گے تو اسوقت اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے وہ عرض کریں گے وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (اور رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا) اس آیت کے نیچے تفسیر ثعالبی میں ہے کہ اس وقت انسان دس حالتوں پر ہوں گے اور ہر ایک اس حالت پر چلے گا جو اس کی حالت دنیا میں تھی۔ ایک آیت آتی ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ (یعنی جس دن صور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے) حضرت معاذ

رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگ کیسے فوج فوج آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو آ گئے اور فرمایا کہ لوگ دس صورتوں پر اٹھیں گے ۱ نمام بندر کی شکل میں، نمیمہ اور غیبت میں فرق ہے غیبت یہ ہے کہ یوں کہے: فلاں یوں کرتا ہے فلاں یوں کرتا ہے اسکی قرآن میں بڑی مذمت آئی ہے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۔ کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے اس کو تو تم برا سمجھتے ہو۔ (تو سمجھ لو کہ کسی بھائی کی غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے) جس کی غیبت کی ہے یا تو دنیا میں اس سے معافی لے لیوے یا آخرت میں اس کی نیکیاں اس کو دی جائیں گی سب نیکیاں غرق ہو جاویں گی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپکو کبھی غیبت کرتے نہیں دیکھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ غیبت کرنی ہوتی تو اپنی ماں کی غیبت کرتا تاکہ میری نیکیاں ملتیں تو ماں کو تو ملتیں ۝

شنیدم کہ در روز امید وبیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

(میں نے سنا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بروں کو نیکوں کے طفیل بخشیں گے۔)

اور نمیمہ اسکو کہتے ہیں کہ اسکی چغلی اس کے پاس اور اس کی چغلی اس کے پاس کرنا۔ یہ نمام قیامت کے دن بندر کی شکل میں ہو گا ۲ بعض سوروں کی شکل میں ہوں گے یہ حرام کھانے والے ہوں گے۔ ۳ بعض کے پیٹ میں تنور ہو گا اس میں آگ بھری جائے گی یہ سود خور ہو گا ۴ عجب کرنے والا گونگا بہرہ ہو گا یہ صاحبِ عجب اللہ کا فضل کہیں نہیں سمجھتا ہر جگہ اپنی خوبی سمجھتا ہے ۵ عالم بے عمل کی زبان منہ سے نکل کر پیٹ تک جائے گی اور پیٹ سے اٹھ کر سر کے اوپر تک جائے گی اور اس سے بڑی بدبو آئے گی سب نفرت کریں گے ۶ جو حکام بالا کے پاس جا کے ملنے والوں کی شکائتیں کرتے ہیں ان کو سولی دیجائے گی ۷ شہوت پرستوں کا بدن بدبو دار ہو گا ۸ متکبر کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا ۹ ظالم کو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا ۱۰ ہمسائیوں کو جو تکلیف دینے والے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ پھر پل صراط سے گزرنا ہو گا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو پورا ہو کر رہے گا) مگر گزرنا بھی ایسے گا جیسے [illegible] ہوتی ہے وہ پرمٹ دیکھتی ہے گزرنے کے وقت۔ تفسیر خازن میں لکھا ہے

کہ سات پولیسیں ہوں گی ایک پولیس کلمہ پوچھے گی دوسری نماز کو تیسری زکوٰۃ کو چوتھی روزہ کو پانچویں حج کو، حج بھی ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں (یعنی جس نے حج نہ کیا) چھٹی پولیس حقوق العباد کو پوچھے گی۔ اس سے گزر کر بعض جنت میں جائیں گے اور بعض دوزخ میں۔ جنت اور دوزخ کے درجات ہوں گے جنت کے آٹھ درجات اور دوزخ کے سات۔ اسمیں حکمت کیا ہے؟ انسان کے سات جوڑ ہیں یہ جنت میں بھی لے جائیں گے اور جہنم میں بھی۔ اسواسطے ان کے سات درجات ہوں گے اور ایک درجہ جنت کا زائد اللہ کے فضل سے ہوگا۔ اب اللہ چاہتا ہے کہ نیکی کرو نعمتیں سب تیار ہیں نیکی کی ضرورت ہے۔ ایک مہدی تھا سویا ہوا تھا ایک بیر اس کے منہ کے پاس پڑا ہوا تھا اُٹھا کے منہ میں نہیں ڈالا پڑا رہا کچھ دیر کے بعد ایک سوار گھوڑے کو تیز دوڑاتے ہوئے آ رہا تھا جب اس کے پاس سے گزرا تو اس کو آواز دی اس نے سوچا کہ پتہ نہیں کیا بات ہے چلو اس کی بات سُن لو جب اس کے پاس گیا تو کہا کہ یہ بیر اُٹھا کے میرے منہ میں ڈال دو اس نے اس کے چوتڑ پر ہنٹر مارا اور چلا گیا اس کے بعد ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (ہم ان کو راستہ بتلا دیتے ہیں) اسی واسطے بزرگوں کو دل میں جنت نظر آتی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ (جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے) وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (اور بیشک اللہ نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے) یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ وراء الوراء ہے اور بندہ بہت پست اللہ کے لئے بلندی بے انتہا اور بندہ کے لئے پستی بے انتہا۔ تو اس کا کیسے تعلق ہو سکتا ہے اللہ کے ساتھ تو جواب دیا وان اللہ لمع المحسنین ۝ (بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے) اسکی مثال یوں سمجھو جیسے ایک دفعہ ایک بادشاہ فوت ہو گیا اسکی بادشاہی اس کے لڑکے کو ملنی تھی مگر اس لڑکے کے چچا نے کہا ہم لیں گے جھگڑا ہوا لوگوں نے کہا عالمگیر بادشاہؒ کے پاس فیصلہ لے چلو عالمگیرؒ اس وقت حوض پر بیٹھے تھے یہ جو آئے تو لڑکے کو ہاتھوں سے پکڑ کر حوض میں لٹکا دیا لڑکا ہنسنے لگا بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ لڑکا ہنستا کیوں ہے اس وقت تو اس کو فکر ہونا چاہیے تھا اور رونا چاہیے تھا اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں ہنستا اسواسطے تھا کہ میرا ہاتھ تو بادشاہ کے ہاتھ میں ہے جو کریم ہے اور کریم لوگ جو ہوتے ہیں کوئی ڈوبتا بھی ہو تو بچا لیتے ہیں عالمگیرؒ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور فیصلہ اس کے حق میں کر دیا ——— تو اسی طرح اللہ کی مدد ہاتھ پکڑتی ہے بندوں کا، اللہ تعالیٰ توفیق

دیدیتے ہیں۔ معراج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمانوں کا معراج کر کے آئے تو ابھی آپ کے حجرے کا کنڈا ہل رہا تھا یہ کیا نہیں کرایا گیا۔

اب دُعا کرو اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین، بجرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

تمت!

متعلقات نماز

نماز حنفی
الخیر دائمی جنتری

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

اور نماز قائم کرو

چھوٹے بچوں، بچیوں اور عام مسلمانوں کے لئے

نماز حنفی مترجم

جس میں

مسائل وفضائل نماز، اسماء الحسنٰی، چھے کلمے، مسنون دعائیں، خطبہ نکاح، خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین حفظ المؤمنین وغیرہ شامل ہیں۔

مرتبہ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر مسلمان عاقل بالغ پر پانچ وقت روزانہ نماز پڑھنا فرض عین ہے بلکہ سات سال کے بچے کو زبانی کہہ کر اور دس سال کے بچے کو مار کر عادی بنانے کے لیے نماز پڑھانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف اور فقہ میں نماز کی بہت تاکید آئی ہے اور نماز کے ترک کرنے پر بہت وعید آئی ہے۔

ارشاداتِ نبویہ

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ (مشکوٰۃ۔ ص ۵۸)

(۲) فرمایا پانچوں وقت کی نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے درمیان کے صغیرہ گناہوں کے زائل کرنے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جاوے۔ (مشکوٰۃ۔ ص ۵۷)

(۳) فرمایا جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے نماز اس کے لیے قیامت کے روز روشنی کا سبب اور ایمان کی دلیل اور نجات کا باعث ہوگی۔ اور جس نے پابندی نہیں کی اس کے لیے نہ تو روشنی کا سبب ہوگی اور نہ ایمان کی دلیل اور نہ نجات کا باعث اور قیامت کے دن قارون، فرعون اور ہامان و اُبی بن خلف کے ساتھ جہنم میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ۔ ص ۵۱)

آثارِ صحابہ کرامؓ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ حکومت میں تمام حکام کو تحریری حکم نامہ بھیجا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سے زیادہ ضروری نماز ہے جو شخص اس پر پابندی اختیار کرے گا وہ دین کا پابند ہوگا اور جو شخص اس کو ضائع کرے گا وہ دوسرے امور کو زیادہ ضائع کرنے والا سمجھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ۔ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نماز کے ترک کو کفر کا عمل سمجھا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹)

بے نمازی کی سزا

بے نمازی چاروں مذہبوں میں سخت سزا کا مستحق ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں بے نمازی کو خوب مارا جائے اور ہمیشہ کے لیے قید کیا جائے، جب تک توبہ نہ کرے رہا نہ کیا جائے۔ باقی تینوں امام فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو قتل کر دیا جائے۔ (رد المحتار، ص ۳۶)

مسائل

مسئلہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نمازِ وتر واجب ہے اور ان پانچوں وقتوں میں بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں اور آٹھ غیر مؤکدہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی نمازیں نفل ہیں اور نوافل کی کوئی تعداد متعین نہیں۔ البتہ بعض نوافل کی تعیین اور ثواب حدیث میں خصوصیت سے وارد ہے جیسے تہجد، اشراق اور چاشت وغیرہ۔

مسئلہ جمعہ کے دن بجائے ظہر کے شہر اور قصبہ اور ایسے بڑے گاؤں میں جہاں اکثر دکانیں ہوں، نمازِ جمعہ فرض ہے۔

مسئلہ جو گاؤں چھوٹا ہو اس میں دکانیں کثیر نہ ہوں تو اس میں بجائے جمعہ کے ظہر با جماعت پڑھنا فرض ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

مسئلہ جس شخص کی فجر کی سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں اس کو چاہیے کہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے سنتیں پڑھ لے۔ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے سنتوں کا پڑھنا جائز نہیں۔ (شامی۔ ص ۱۷۲، ج ۱)

مسئلہ ریل گاڑی میں نماز پڑھنے میں قبلہ رو ہونا اور طاقت ہو تو کھڑے ہونا ضروری ہے۔ قبلہ سے منہ پھیر کر اور بلا وجہ بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ چشتی حنفی

نقشہ تعداد رکعاتِ فرائض وسنن

نام نماز	فرض	سنتِ مؤکدہ	سنتِ غیر مؤکدہ اور نفل
فجر	۲ رکعت	۲ رکعت قبل از فرض	
ظہر	۴ رکعت	۴ رکعت قبل از فرض ۲ رکعت بعد از فرض	۲ رکعت نفل
عصر	۴ رکعت		۴ رکعت سنت قبل از فرض
مغرب	۳ رکعت	۲ رکعت بعد از فرض	۲ یا ۶ رکعت نفل یا ۲۰ رکعت نفل اوابین
عشاء	۴ رکعت (فرض) ۳ رکعت (وتر)	۲ رکعت بعد از فرض	۴ رکعت سنت قبل از فرض ۲ رکعت نفل بعد از ۲ سنت ۲ رکعت نفل بعد از وتر
جمعہ	۲ رکعت فرض	۴ سنت قبل از فرض ۶ سنت یعنی ۴ اور ۲ سنت بعد از فرض	۲ رکعت نفل بعد از سنت

بعض نصائح ضروری

از شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ العزیز مہاجر مکی

اوّل مسائل ضروری و عقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے پھر ان رذائل کو دور کرے۔ حرص، غصہ، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، ریا، کینہ۔

اور یہ اخلاق پیدا کرے۔ صبر، شکر، قناعت، توکل، رضا، شرع کا پابند رہے۔ کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔ خلافِ شرع نفقراء سے بچے۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جانے۔ بات نرمی سے کرے۔ سکوت و خلوت کو محبوب رکھے۔ نہ اتنا کھائے کہ کسل ہو اور نہ اتنا کم کہ عبادت میں ضعف ہو جائے۔ فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔ اپنے لوگوں سے نرمی برتے ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔ کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے عیب پوشی کرے۔ اپنے عیوب پیشِ نظر رکھے۔ کم ہنسے زیادہ روئے۔ عذابِ الٰہی اور اس کی بے نیازی سے لرزاں رہے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔ روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ غیر مشروع مجلس میں نہ جائے۔ رسوم جہل سے بچے۔ ان اعمال پر مغرور نہ ہو اولیاء کے مزارات سے (شرعی طریقہ پر) مستفید ہوتا رہے۔ گاہے گاہے عوام مسلمین کی قبروں پر جا کر ایصالِ ثواب کرے۔ غرباء و مساکین اور علماء و صلحاء کی صحبت رکھے۔ مرشد کا ادب و فرمان کامل طور پر بجا لائے اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرتا رہے۔

اِنتباہ ہمارے بعض دوستوں کو شکایت ہے کہ نماز میں دل نہیں لگتا اور جس وقت نماز شروع کرتے ہیں تو شیطان اور ہمارا نفس پوری پوری طاقت سے مقابلہ پر آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ہزاروں قسم کے وسوسے اور سینکڑوں قسم کے خیالات آکر گھیر لیتے ہیں دل کی توجہ اور روح کا سکون ختم ہو جاتا ہے یہی نہیں بلکہ بعض مرتبہ یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کیا پڑھا اور کیا نہیں پڑھا اور اس پریشانی میں بعض مسلمان تو یہاں تک گھبرا جاتے ہیں کہ وہ مایوس ہو کر نماز کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور جو نماز نہیں چھوڑتے وہ روحانی سکون اور دلی اطمینان نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہتے ہیں۔

حالانکہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جو چیز انسان کے قبضہ سے باہر ہو انسان اس کا مکلف ہی نہیں ہوتا اور نہ غیر اختیاری چیزوں کے لیے مذہب اسلام مجبور کر سکتا ہے۔ شریعت کے نزدیک خود جان بوجھ کر وسوسہ لانا اور نماز میں اپنے ارادہ سے دوسری طرف توجہ کرنے کی ممانعت ہے لیکن بلا ارادہ خود بخود کوئی وسوسہ آجائے یا بے دھیانی میں توجہ ہٹ جائے تو وہ معاف ہے۔

قلب کا سکون اور روح کی توجہ نماز کی شرطوں میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہو سکے، البتہ کمالِ نماز اور جمالِ صلوٰۃ کے لیے پسندیدہ اور خوبی ضرور ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن اگر یہ حاصل نہ ہو تو نماز کو چھوڑا نہیں جا سکتا نماز تو ہر حالت میں پڑھنا ہی ہوگی خواہ دل لگے یا نہ لگے۔ البتہ توجہ اور دل لگانے کے ذریعے بھی استعمال کرتے رہیے تاکہ رفتہ رفتہ آپ کی نماز، نمازِ کامل بن جائے اور اللہ والوں کی طرح آپ بھی حضورِ قلب اور کامل توجہ سے نماز ادا کرنے کے قابل بن جائیں۔

دین کے بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ اگر نماز میں دھیان بٹنے لگے اور قسم قسم کے خیالات آنے لگیں تو ان کی طرف سے بے توجہی کرنا ہی بہتر ہے ان پر بالکل خیال نہ دو بلکہ نماز کے الفاظ کو سوچ سمجھ کر پوری توجہ سے ادا کرو اور نماز کی دعاؤں کے معنی اور مطلب یاد کر کے ان کی طرف توجہ رکھو، اور خیال رکھو کہ ہم خدا کے حضور میں کھڑے ہیں، وہ ہماری مناجات سن رہا ہے اور ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ ہمارا ظاہر اور باطن دونوں اس کے سامنے ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو اس نسخہ پر عمل کر لینے سے چند ہی روز میں خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے نماز مترجم لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضیلت اسماء الحسنیٰ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں جو کوئی ان کو یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

اس لیے ان پاک ناموں کو تبرکاً سب سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے

اسمائے الحسنیٰ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ				الرَّحْمٰنُ
وہی ہے اللہ ایسا کہ نہیں کوئی معبود مگر وہ				بڑا مہربان
الرَّحِيْمُ	الْمَلِكُ	الْقُدُّوْسُ	السَّلَامُ	الْمُؤْمِنُ
نہایت رحم والا	بادشاہ	پاک	سلامتی دینے والا	امن دینے والا
الْمُهَيْمِنُ	الْعَزِيْزُ	الْجَبَّارُ	الْمُتَكَبِّرُ	الْخَالِقُ
محافظ	غالب	زبردست	بڑائی والا	پیدا کرنے والا
الْبَارِئُ	الْمُصَوِّرُ	الْغَفَّارُ	الْقَهَّارُ	الْوَهَّابُ
بنانے والا	صورت بنانے والا	نہایت بخشنے والا	زور والا	بڑا دینے والا
الرَّزَّاقُ	الْفَتَّاحُ	الْعَلِيْمُ	الْقَابِضُ	الْبَاسِطُ
روزی دینے والا	فیصلہ دینے والا	جاننے والا	بند کرنے والا	کھولنے والا
الْخَافِضُ	الرَّافِعُ	الْمُعِزُّ	الْمُذِلُّ	السَّمِيْعُ
پست کرنے والا	اونچا کرنے والا	عزت دینے والا	ذلت دینے والا	سننے والا
الْبَصِيْرُ	الْحَكَمُ	الْعَدْلُ	اللَّطِيْفُ	الْخَبِيْرُ
دیکھنے والا	فیصلہ دینے والا	منصف	باریک داں	خبردار

الْحَلِيْمُ	الْعَظِيْمُ	الْغَفُوْرُ	الشَّكُوْرُ	الْعَلِيُّ
بردبار	بزرگ	بڑا معاف کرنے والا	قدر داں	بلند
الْكَبِيْرُ	الْحَفِيْظُ	الْمُقِيْتُ	الْحَسِيْبُ	الْجَلِيْلُ
بڑا	نگہبان	قوت دینے والا	کافی	عظیم الشان
الْكَرِيْمُ	الرَّقِيْبُ	الْمُجِيْبُ	الْوَاسِعُ	الْحَكِيْمُ
کرم کرنے والا	نگہبان	قبول کرنے والا	کشادہ رحمت	حکمت والا
الْوَدُوْدُ	الْمَجِيْدُ	الْبَاعِثُ	الْحَقُّ	الْوَكِيْلُ
دوست دار	بزرگ	اٹھانے والا	گواہ	ضامن
الْقَوِيُّ	الْمَتِيْنُ	الْوَلِيُّ	الْحَمِيْدُ	الْمُحْصِيْ
زبردست	مضبوط	دوست	ستودہ	گھیرنے والا
الْمُبْدِئُ	الْمُعِيْدُ	الْمُحْيِيْ	الْمُمِيْتُ	الْحَيُّ
پہلا پیدا کرنے والا	لوٹانے والا	زندہ کرنے والا	مارنے والا	زندہ
الْقَيُّوْمُ	الْوَاجِدُ	الْمَاجِدُ	الْوَاحِدُ	الْأَحَدُ
تھامنے والا	موجود کرنے والا	بزرگی والا	اکیلا	تنہا
الصَّمَدُ	الْقَادِرُ	الْمُقْتَدِرُ	الْمُقَدِّمُ	الْمُؤَخِّرُ
بے نیاز	قدرت والا	قدرت دینے والا	سب سے پہلے	سب سے پیچھے
الْأَوَّلُ	الْآخِرُ	الظَّاهِرُ	الْبَاطِنُ	الْوَالِيْ
اول	آخر	کھلا ہوا	پوشیدہ	وارث
الْمُتَعَالِيْ	الْبَرُّ	التَّوَّابُ	الْمُنْتَقِمُ	الْعَفُوُّ
برتر	نیک	توبہ قبول کرنے والا	بدلہ لینے والا	معاف کرنے والا

الرَّءُوْفُ	مٰلِكُ الْمُلْكِ		ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	
بڑا مہربان	سب ملکوں کا مالک		بزرگی اور بخشش والا	
الْمُقْسِطُ	الْجَامِعُ	الْغَنِيُّ	الْمُغْنِيْ	الْمَانِعُ
انصاف کرنے والا	جمع کرنے والا	بے پروا	بے پروا کرنے والا	روکنے والا
الضَّآرُّ	النَّافِعُ	النُّوْرُ	الْهَادِيْ	الْبَدِيْعُ
ضرر دینے والا	نفع دینے والا	روشنی والا	راہ دکھانے والا	بے نمونہ پیدا کرنے والا
الشَّهِيْدُ	الْبَاقِيْ	الْوَارِثُ	الرَّشِيْدُ	الصَّبُوْرُ
گواہ	ہمیشہ رہنے والا	وارث	نیک راہ بتانے والا	صبر والا

پہلا کلمہ طیب

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے محمد اللہ کے رسول ہیں۔

فضیلت حدیث شریف میں ہے جو کوئی صدق دل سے اس کو کہے [illegible]

دوسرا کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تیسرا کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

اللہ پاک ہے اور سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے اور کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے اور اللہ

اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

سب سے بڑا ہے۔ اور نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر ساتھ اللہ کے جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔

چوتھا کلمہ توحید

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ

نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اکیلا ہے وہ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور

لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ

اسی کیلئے سب تعریف ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے نہیں مرے گا

بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فضیلت حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے بازار میں داخل ہوتے وقت اس کو پڑھا اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک لاکھ گناہ مٹایا جاتا ہے اور ایک لاکھ درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

پانچواں کلمہ سید الاستغفار

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا

اے اللہ تو میرا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے تو نے مجھے پیدا کیا اور میں

عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا

تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر ہوں جہاں تک

اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

کہ طاقت رکھتا ہوں پناہ پکڑتا ہوں میں تیری اپنے عملوں کی برائی سے

اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ

میں اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا

فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

سو مجھے بخش دے کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں کو سوا تیرے۔

فضیلت حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اس کو دل میں یقین رکھ کر صبح کو پڑھا اور شام سے پہلے فوت ہوگیا تو جنتی ہوگا۔ اور جس نے رات میں پڑھا اور صبح سے پہلے فوت ہوگیا تو جنتی ہوگا۔ (مشکوٰۃ [illegible])

ششم کلمہ ردّ کفر

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا

الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ کسی چیز کو تیرا شریک بناؤں

وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ

حالانکہ میں اس کو جانتا ہوں اور میں معافی مانگتا ہوں اس گناہ سے جس کا مجھے علم

بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَ

نہیں میں نے اس سے توبہ کی اور بیزار ہوا میں کفر سے

الشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ

شرک سے اور جھوٹ سے اور غیبت سے اور بدعت سے

وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ

اور چغلی سے اور بے حیائی کے کاموں سے اور تہمت لگانے سے

وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ

اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے اور میں اسلام لایا اور کہتا ہوں کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (حضرت) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

صفت ایمان مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

اور جی اٹھنے پر مرنے کے بعد۔

صفت ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ

میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے

وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

اور میں نے قبول کئے اس کے تمام حکم۔

استنجا کو جاتے وقت کی دعا

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یا جنگل میں کپڑا اٹھانے سے پہلے یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

اللہ کے نام سے اے اللہ! تحقیق میں پناہ پکڑتا ہوں تیری گندے جنوں اور جنیوں سے

مسئلہ بایاں پاؤں بیت الخلاء میں پہلے داخل کرے اور قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کر کے نہ بیٹھے۔

استنجا سے فراغت کے بعد کی دعا

بیت الخلاء اور گندی جگہ سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالے اور پھر استنجا کا ڈھیلا پھینک کر یہ دعا پڑھے

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ

میں تیری بخشش چاہتا ہوں سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے دور کی

عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ

مجھ سے گندگی اور مجھے عافیت عطا فرمائی

وضو کے شروع کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وضو کے درمیان کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ

اے اللہ! بخش دے میرے گناہ اور فراخی کر میرے لیے میرے گھر میں

وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ

اور برکت دے میرے لیے میرے رزق میں اے اللہ بنا دے مجھے

التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ؕ (نسائی، ترمذی)

توبہ کرنے والوں میں سے اور بنا دے مجھے پاک صاف بندوں میں سے۔

وضو کے بعد کی دعا

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اَللّٰهُمَّ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اے اللہ!

اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

بنا دے مجھے توبہ کرنے والوں میں سے اور بنا دے مجھے پاک صاف بندوں میں سے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا

پاک ہے تو اے اللہ اور سب تعریف تیرے لیے ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا

اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْكَ ؕ

تیرے میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

طریقہ اذان

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد

رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ ؕ حَیَّ عَلَی

اللہ کے رسول ہیں آؤ نماز کی طرف آؤ نماز کی

الصَّلٰوةِ ؕ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ؕ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ؕ

طرف آؤ فلاح کی طرف آؤ فلاح کی طرف

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے

اور فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ زیادہ کرے۔

اذان واقامت کا جواب

مسئلہ اذان واقامت میں جواب کا طریقہ یہ ہے کہ اذان واقامت پڑھنے والا جیسے کہے ویسے ہی سننے والا ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ہر ایک کلمہ کہتا جائے۔ مگر جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ یا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو سننے والا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہے اور فجر کی اذان میں جب اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سنے تو سننے والا صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہے۔ (شامی ص ۳۰۶ ج ۱، مراقی الفلاح ص ۱۱۱) اور اقامت میں جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ سنے تو سننے والا اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہے۔ (در مختار)

مسئلہ اذان وغیرہ میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر جو انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کا رواج ہے یہ خلاف سنت رسم ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس بارے میں جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔ حوالہ کے لیے دیکھو فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۹ مؤلفہ علامہ شوکانی۔

اذان کے بعد کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ

اے اللہ! مالک اس اعلان کامل کے

وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ

اور نماز درست کے دے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ

وَ الْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ

اور فضیلت اور اٹھا ان کو مقام محمود میں جس کا

وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ

تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا

نماز کی نیت

نمازی رو بقبلہ ہو کر دل سے پختہ خیال کرے کہ میں اس وقت کی نماز خدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور اگر مقتدی ہے تو یہ بھی خیال کرے کہ میں امام کے پیچھے ہوں۔ اور اگر تعیین نیت کو پختہ کرنے کی غرض سے زبانی بھی کہہ لے تو مستحسن ہے۔ (شامی ص ۴۰۰ ج ۱)

نماز پڑھنے کا طریقہ پھر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو تک برابر پہنچ جائیں۔

تکبیر تحریمہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ اللہ سب سے بڑا ہے۔

ثنا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

تسمیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ اٰمِيْنَ

پھر ان چھوٹی سورتوں میں سے بالترتیب ایک سورت یا
ان کے سوا کوئی اور سورت قرآن مجید کی پڑھی جائے۔

سورۃ الکافرون قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ
مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝
وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ
مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

سورۃ النصر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَ
رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ
اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

سورۃ اللہب تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا
حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

سورۃ الاخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

سورۃ فلق قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ
اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي
الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

سورۃ ناس قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ
النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵
الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ
النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے
اور تین بار یا پانچ یا سات بار یہ کلمات پڑھے۔

تسبیح رکوع سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ

تسمیع سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

تحمید رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے
اور تین یا پانچ یا سات بار یہ کلمات پڑھے۔

تسبیح سجدہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اصلی سے بیٹھ جائے۔ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا پہلے سجدہ کی طرح دوسرے سجدہ میں چلا جائے اور وہی کلمات پڑھے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا دوسرے سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر سیدھا کھڑا ہو جائے۔

تشہد اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

تمام قولی عبادتیں اور بدنی اور مالی اللہ کے لیے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور

بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ

اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک

الصّٰلِحِيْنَ ؕ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ

بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے اور

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

میں گواہی دیتا ہوں تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ

اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی

مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ

آل پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی ہے ابراہیم پر اور ان کی آل

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ

پر تحقیق تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے اے اللہ برکت نازل کر

عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ

بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ان کی آل پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

تحقیق تو تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔

دعاء اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا

اے اللہ تحقیق میں نے ظلم کیا اپنی جان پر بہت ظلم

وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ

اور کوئی نہیں بخشتا گناہوں کو سوا تیرے سو بخشش میرے لیے

مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ

اپنی بخشش اور رحم فرما مجھ پر

اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ

بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے

۲ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری قبر کے عذاب سے

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ

اور پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری

مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ

مسیح دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری

فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ

زندگی اور موت کے فتنہ سے اے اللہ تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں تیری

مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

گناہ اور قرض سے

تسلیم اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت

دعاء قنوت اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش چاہتے ہیں

وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَ

اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور

نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا

تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری

نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ؕ

ناشکری نہیں کرتے اور چھوڑتے ہیں اور پھینکتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانی کرے

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور

اِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى

تیری طرف دوڑتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب

عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

سے ڈرتے ہیں تحقیق تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

دعا بعد سلام اور ہر فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

ساتھ نام اللہ کے وہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے بڑی بخشش والا مہربان

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ

اے اللہ! دور کر مجھ سے فکر اور غم

اور جن فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنی ہوں، ان کا سلام پھیر کر یہ مختصر سی دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ

اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے

تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؕ

تو برکت والا ہے اے بزرگی اور عزت والے۔

اور اگر کوئی اور دعاء قرآن وحدیث والی بھی پڑھ لی جاوے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مختصر ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری، ص ۷۷ ج ۱)

اور جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں سنتوں نفلوں سے فارغ ہو کر اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ان کے سلام پھیرنے کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ تین مرتبہ اور آیت الکرسی اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھو۔ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ (مراقی الفلاح، ص ۸۲)

② رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ
هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران)

③ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ
تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (سورۂ اعراف)

④ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۂ حشر)

⑤ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (سورۂ ابراہیم)

⑥ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ
وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ترمذی)

⑦ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ
مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ
مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی)

دعائے ختم غوث وقت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ
خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ ○
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ○

دعا کا طریقہ

① رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وظیفہ بعد نماز فجر و مغرب

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ
اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ ٧ مرتبہ

آیۃ الکرسی

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ...

آیتِ کریمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ

(تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے)

اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

(میں بے شک قصوروار ہوں)

تراویح کا بیان

صرف ماہ رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنّتِ مؤکدہ ہیں۔ اور افضل یہ ہے کہ ایک ایک سلام سے دو دو رکعت پڑھی جائیں۔ اور ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت کے بیٹھ کر درود شریف اور تسبیح پڑھنے میں وقت صرف کیا جائے۔ تسبیح مندرجہ ذیل کا تین مرتبہ پڑھ لینا پسندیدہ امر ہے۔

تسبیح تراویح

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ

(شامی)

نمازِ جنازہ کا بیان

نیت: نیت کا مقصد ہو کر دل میں یہ خیال کرے۔ چار تکبیر نماز جنازہ، ثناء واسطے خدا کے، درود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، دعاء واسطے میت کے

پہلی تکبیر کے بعد

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

(پاک ہے تو اے اللہ اور تیری تعریف کرتے ہیں)

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ

(اور برکت والا ہے نام تیرا اور بلند ہے بزرگی تیری اور بڑی ہے تعریف تیری)

وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ

(اور نہیں کوئی معبود تیرے سوا)

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھو

تیسری تکبیر کے بعد دعا پڑھو

بالغ مرد و عورت کی میت کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا

(اے اللہ بخش دے ہمارے زندہ اور مردہ کو اور حاضر اور غائب کو)

وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ

(اور ہمارے چھوٹے اور بڑے کو اور ہمارے مرد اور عورت کو۔ اے اللہ جس کو)

اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ

(تو ہم میں سے زندہ رکھے تو اسے اسلام پر زندہ رکھیو اور جس کو)

تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ (مشکوٰۃ)

(تو ہم میں سے وفات دے تو اسے ایمان پر وفات دیجیو)

نابالغ لڑکے کی میت کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ

(اے اللہ بنا اس کو ہمارے لیے پیشرو اور بنا اس کو ہمارے لیے اجر اور)

ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا

(ذخیرہ اور بنا اس کو ہمارے لیے سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا گیا)

نابالغ لڑکی کی میت کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ

ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً

چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دو۔ (درمختار، شامی)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں۔ دیکھو فتاویٰ سراجیہ، خلاصۃ الفتاویٰ، ص ۲۲۵۔ انوار ساطعہ ص ۲۵۸

مسئلہ: جنازہ کو قبرستان کی طرف لے جاتے وقت راستہ میں اونچی آواز سے نعت خوانی یا ورد کلمہ کا جائز نہیں۔ ہاں آہستگی سے دل میں کلمہ شریف پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

تفصیل کے لیے دیکھو رسالہ تنبیہ الغافلین۔ مؤلفہ مولوی فتح الدین صاحب آگری۔

قبر میں میت کو اتارتے وقت یہ دعا پڑھو

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ترمذی، درمختار)

اور قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے یہ پڑھو

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی (شامی وغیرہ)

دفن کے بعد ایک آدمی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور دوسرا آدمی قبر کی پائنتی کھڑا ہو کر سورۃ بقرہ کا آخری رکوع اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک پڑھے۔

اور بغیر ہاتھ اٹھائے اس طرح میت کے حق میں دعا مانگو

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ

وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ

وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا

نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ

اَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا

خَیْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ

وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ
اور داخل کر اس کو جنت میں اور پناہ دے اس کو قبر کے
الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ (مشکوٰۃ ص۱۴۶)
عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے۔
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَ اَنْتَ خَلَقْتَهَا وَ اَنْتَ
اے اللہ! تو اس کا پروردگار ہے اور تو نے ہی اس کو پیدا کیا ہے اور تو نے ہی
هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَ اَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا
اس کو اسلام کی ہدایت کی اور تو نے ہی اس کی روح کو قبض کیا
وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَ عَلَانِيَتِهَا جِئْنَا
اور تو ہی خوب جانتا ہے اس کے باطن اور ظاہر کو ہم سفارشی
شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا (مشکوٰۃ ص۱۴۶)
ہو کر آئے ہیں سو اسے بخش دے۔

دُعا زیارتِ قبور

۱- اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
سلام ہو تم پر اے گھروں کے رہنے والو ایمان داروں
وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ۔
اور مسلمانوں میں سے اور اگر چاہا اللہ نے تو ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں
نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ (مسلم)
ہم سوال کرتے ہیں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا۔

۲- اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ
سلام پہنچے تم کو اے اہلِ قبور بخشے ہمیں اور تمہیں
لَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ (ترمذی)
اللہ تم آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے قدم بہ قدم ہیں۔

صبح و شام پڑھنے کی دُعا

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ
شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ نہیں نقصان پہنچا سکتی کوئی چیز زمین میں اور
لَا فِي السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (صبح و شام تین ۳ مرتبہ)
نہ آسمان میں اور وہ سنتا اور جانتا ہے
اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔
پناہ چاہتا ہوں میں حق تعالیٰ کے کامل کلمات کی تمام مخلوق کی برائی سے۔
اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَ بِكَ اَمْسَيْنَا وَ بِكَ
اے اللہ! آپ ہی کی قدرت سے صبح کی ہم نے اور آپ ہی کی قدرت سے شام کی ہم نے اور آپ ہی کی قدرت سے
نَحْيٰى وَ بِكَ نَمُوْتُ وَ اِلَيْكَ النُّشُوْرُ ۔
زندہ ہیں ہم اور آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں ہم اور حشر آپ ہی کی طرف اٹھنا ہے۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ
نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اکیلا ہے وہ نہیں کوئی شریک اس کا اسی کا ملک ہے اور
لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔
اسی کے لیے تعریف ہے جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى
راضی ہیں ہم اللہ سے باعتبار رب ہونے کے اور اسلام سے باعتبار دین ہونے کے اور محمد صلی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَبِيًّا ۔ اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ
اللہ علیہ وسلم سے باعتبار نبی ہونے کے صبح کی ہم نے دینِ اسلام پر
وَ كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَ عَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى
اور کلمہ اخلاص پر اور اپنے نبی محمد صلی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا
اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر جو
مُسْلِمًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ
خالص مطیع تھے اور نہ تھے مشرکوں میں سے اے اللہ!
اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ
تو ہی ہے رب میرا نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے پیدا کیا تو نے مجھے اور میں بندہ تیرا ہوں
وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
اور میں تیرے عہد پر اور تیرے وعدہ پر ہوں جہاں تک میں طاقت رکھتا ہوں
اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ
اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہ کا
فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
پس بخش دے مجھے کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں کو سوا تیرے
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ (ایک مرتبہ)
پناہ مانگتا ہوں تیری اس گناہ کی برائی سے جو میں نے کیا

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
کافی ہے مجھ کو اللہ نہیں کوئی معبود سوا اس کے اسی پر بھروسہ کیا میں نے
وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ (۵ مرتبہ)
اور وہ رب ہے عرشِ عظیم کا

نیا چاند دیکھتے وقت کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَ الْاِيْمَانِ وَ
اے اللہ! نکال اس چاند کو ہم پر ساتھ برکت اور ایمان کے اور
السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ
خیریت اور اسلام کے اور اعمال مرغوب اور پسندیدہ کی
وَ تَرْضٰى رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ ۔
توفیق کے اے چاند! رب میرا اور رب تیرا اللہ ہے

ادائیگی قرض کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ
اے اللہ میں پناہ پکڑتا ہوں تیری فکر سے اور غم سے
وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ
اور پناہ پکڑتا ہوں تیری بزدلی اور بخل سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیری
مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ ۔
قرض کے گھیر لینے اور لوگوں کے دبا لینے سے

کھانا شروع کرتے وقت کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ — شروع میں اگر بھول جائے تو جب یاد آئے:

خدا کے نام سے اور اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں کھانے کے اول بھی اور آخر بھی

کھانا کھانے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا

شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا

وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ

اور کیا ہمیں مسلمان

دودھ پینے کی دعا

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ دے

بازار میں داخل ہونے کی دعا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک

وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ

اور اسی کی تعریف ہے جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا

بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

دعائے عقیقہ

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِیْقَةُ فُلَانٍ (اس جگہ بچہ کا نام لے) دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ (اور اگر لڑکی ہے تو بِدَمِهَا. بِلَحْمِهَا. بِعَظْمِهَا. بِجِلْدِهَا. بِشَعْرِهَا کہے) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے

خطبہ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا. یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا. (ترمذی، ابوداؤد)

خطبہ جمعہ

پہلا خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الذَّاتِ عَظِیْمِ الصِّفَاتِ سَنِیِّ السِّمَاتِ كَبِیْرِ الشَّاْنِ جَلِیْلِ الْقَدْرِ رَفِیْعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ الْاَمْرِ جَلِیِّ الْبُرْهَانِ فَخِیْمِ الْاِسْمِ غَزِیْرِ الْعِلْمِ وَسِیْعِ الْحِلْمِ كَثِیْرِ الْغُفْرَانِ جَمِیْلِ الثَّنَاءِ جَزِیْلِ الْعَطَاءِ مُجِیْبِ الدُّعَاءِ عَمِیْمِ الْاِحْسَانِ سَرِیْعِ الْحِسَابِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ اَلِیْمِ الْعَذَابِ عَزِیْزِ السُّلْطَانِ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ فِی الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا

مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمَبْعُوثُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ، الْمَنْعُوتُ بِشَرْحِ الصَّدْرِ وَرَفْعِ الذِّكْرِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰهَ فَإِنَّ التَّوْحِيْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فَإِنَّ التَّقْوٰى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ، وَعَلَيْكُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِيْ إِلَى الطَّاعَةِ، وَمَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَإِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةَ، فَإِنَّ الْبِدْعَةَ تَهْدِيْ إِلَى الْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِيْ وَالْكِذْبَ يُهْلِكُ، وَعَلَيْكُمْ

بِالْإِحْسَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ وَلَا تُحِبُّوا الدُّنْيَا فَتَكُوْنُوْا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ أَلَا وَإِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ فَادْعُوْهُ فَإِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيْبُ الدَّاعِيْنَ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْهُ يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ

فَاسْتَغْفِرُوْهُ، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

خطبة عيد الفطر

اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّانِ، ذِي الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْإِحْسَانِ، ذِي الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَانِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ الَّذِيْ أُرْسِلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِي الْبُلْدَانِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ مَا لَمَعَ الْقَمَرَانِ وَتَعَاقَبَ الْمَلَوَانِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ

أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، أَمَّا بَعْدُ! فَاعْلَمُوْا أَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَائِدُ الْإِحْسَانِ وَرَجَاءُ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَائِكَتَهُ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِيْ مَا جَزَاءُ

اَجِیْرٍ وَّفّٰی عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُهٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَ اِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَ عُلُوِّیْ وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّهُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

وَهٰذَا الَّذِیْ ذُکِرَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ کَانَ فَضْلَهٗ وَ اَمَّا اَحْکَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَ الصَّلٰوةِ وَ الْخُطْبَةِ قَدْ کَتَبْنَاهَا فِی الْخُطْبَةِ الَّتِیْ قَبْلَهٗ نَعَمْ بَقِیَتِ الْمَسْئَلَتَانِ فَنَذْکُرُهُمَا الْاٰنَ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ،

اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اَلْاُوْلٰی قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهْرِ۔

اَلثَّانِیَةُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُکَبِّرُ بَیْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ یُکْثِرُ التَّکْبِیْرَ فِیْ خُطْبَةِ الْعِیْدَیْنِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ۝

خطبة عيد الاضحى

الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔

الحمد لله الذي جعل لكل امة منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام وعلم التوحيد و امر بالاسلام۔ الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔

ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولنا محمدا عبده ورسوله الذي هدانا الى دار السلام۔ الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد صلى الله عليه وعلى اله واصحابه

الذين قاموا باقامة الاحكام وبذلوا انفسهم واموالهم في سبيل الله فيا لهم من كرام و سلم تسليما كثيرا۔ الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔

اما بعد فاعلموا ان يومكم هذا يوم عيد شرع لكم فيه مع اعمال اخر قد سبقت في الخطبة قبل هذه العشر ذبح الاضحية بالاخلاص صدق النية وبين نبيكم صلى الله عليه وسلم وجوبها و فضائلها و دون علماء امتكم من سننه في كتب الفقه مسائلها الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔

فقد قال عليه الصلوة والسلام ما عمل ابن ادم من عمل يوم النحر احب الى الله من

إهراقِ الدّمِ وإنّه ليأتي يومَ القيامةِ بقرونها وأشعارِها وأظلافها وإنّ الدمَ ليقعُ من اللهِ بمكانٍ قبلَ أن يقعَ بالأرضِ فطيبوا بها نفساً الله أكبرُ الله أكبرُ لا إلٰهَ إلّا اللهُ واللهُ أكبرُ اللهُ أكبرُ ولله الحمدُ ۔

قالَ أصحابُ رسولِ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ يا رسولَ اللهِ ما هٰذهِ الأضاحي قالَ سُنّةُ أبيكم إبراهيمَ عليهِ السلامُ قالوا فما لنا فيها يا رسولَ اللهِ قالَ بكلِّ شعرةٍ حسنةٌ قالوا فالصوفُ يا رسولَ اللهِ قالَ بكلِّ شعرةٍ من الصوفِ حسنةٌ الله أكبرُ الله أكبرُ لا إلٰهَ إلّا اللهُ واللهُ أكبرُ اللهُ أكبرُ ولله الحمدُ وقالَ عليهِ الصلوٰةُ والسلامُ من وَجَدَ

سَعةً لأن يُضحّيَ فلم يُضحِّ فلا يحضُرْ مُصلّانا الله أكبرُ الله أكبرُ لا إلٰهَ إلّا اللهُ واللهُ أكبرُ اللهُ أكبرُ ولله الحمدُ ۔

وقالَ ابنُ عمرَ الأضاحي يومانِ بعدَ يومِ الأضحى وعن عليٍّ مثلُه وهٰذا بعضٌ من الفضائلِ وتعلّموا من العلماءِ المسائلَ ۔ أعوذُ باللهِ من الشيطٰنِ الرجيمِ لن ينالَ اللهَ لحومُها ولا دماؤُها ولٰكن ينالُه التقوىٰ منكم كذٰلك سخّرها لكم لتكبّروا اللهَ على ما هداكم وبشّرِ المحسنينَ ۝

دوسرا خطبه

الحمدُ للهِ نحمدُه ونستعينُه ونستغفرُه ونؤمنُ

به ونتوكّلُ عليهِ ونعوذُ باللهِ من شرورِ أنفسِنا ومن سيّئاتِ أعمالِنا من يهدِه اللهُ فلا مضلَّ لهُ ومن يُضلِلْ فلا هاديَ لهُ ونشهدُ أن لا إلٰهَ إلّا اللهُ وحدَه لا شريكَ لهُ ونشهدُ أنّ سيّدَنا ومولانا محمّداً عبدُه ورسولُه أرسلَه بالحقِّ بشيراً ونذيراً بينَ يدَيِ الساعةِ من يُطعِ اللهَ ورسولَه فقد رشدَ ومن يعصِهما فإنّه لا يضرُّ إلّا نفسَه ولا يضرُّ اللهَ شيئاً أعوذُ باللهِ من الشيطٰنِ الرجيمِ إنّ اللهَ وملٰٓئكتَه يُصلّونَ على النبيِّ يا أيّها الذينَ آمنوا صلّوا عليهِ وسلّموا تسليماً ۝ اللّٰهمّ صلِّ على سيّدِنا ومولانا محمّدٍ عبدِكَ ورسولِكَ وصلِّ على المؤمنينَ والمؤمناتِ والمسلمينَ والمسلماتِ وبارِكْ على سيّدِنا ومولانا

محمّدٍ وأزواجِه وذريّتِه قالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ أرحمُ أمّتي بأمّتي أبو بكرٍ وأشدُّهم في أمرِ اللهِ عمرُ وأصدقُهم حياءً عثمانُ وأقضاهم عليٌّ وفاطمةُ سيّدةُ نساءِ أهلِ الجنّةِ وحمزةُ أسدُ اللهِ وأسدُ رسولِه اللّٰهمّ اغفرْ للعبّاسِ وولدِه مغفرةً ظاهرةً وباطنةً لا تغادرُ ذنباً اللهَ اللهَ في أصحابي لا تتّخذوهم من بعدي غرضاً فمن أحبّهم فبحبّي أحبّهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم وخيرُ أمّتي قرني ثمّ الذينَ يلونهم ثمّ الذينَ يلونهم والسلطانُ المسلمُ ظلُّ اللهِ في الأرضِ من أهانَ سلطانَ اللهِ في الأرضِ أهانَه اللهُ إنّ اللهَ يأمرُ بالعدلِ والإحسانِ وإيتاءِ ذي القربىٰ وينهىٰ عن الفحشاءِ و

الْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَجَلُّ وَأَتَمُّ وَأَكْبَرُ ۝

کشائشِ رزق کی دُعا

۱- اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ

وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ۝

۲- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَأَ

وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ

حفظ المومنین

بیان حمد و صلوٰۃ

صفت عبادت رب دی کرھو پوری کرے مراداں
درود سلام محمد نبی تے ہووے آل اصحاباں

بیان پانچ بناءِ اسلام

ایہہ پنج بنا اسلام قرآن حدیث فقہ وچ آئے
کلمہ پڑھن نمازاں روزے حج زکوٰۃ بتائے

بیان صفتِ اسلام

رب رسول فرشتے پچ کتاباں رب دیاں جانوں
تقدیر قیامت مردے جیون منّے دلوں زبانوں

بیان حکم شرع (۸)

پڑھ فرض تے واجب سنت نفل حلال حرام پچھانو
تے مکروہ ہور مباح اٹھ قسماں حکم شرع دے جانو

بیان گناہ کبیرہ (۳)

کفر تے شرک زنا ہور خون بھی چوری ڈاکہ تہمت
رشوت جادو ظلم حرام بیاج شراب لواطت
ماپیاں گالی دین دوائون جھوٹی قسم گواہی
دوگنی فوج کفاراں نسے مال یتیم تباہی

بیان فرائض وضو (۴)

پورے جوڑ دھو مسح بھی پورا فرض وضو دے چارے
دھو منہ دو ہتھاں پیراں سر دا مسح پیارے

بیان سنتِ وضو (۱۰)

استنجا نیت بسم اللہ دھو پونچے شروع بھی سارا
مسواک تے کُرلی نک بھی سنت با ترتیب تیہارا

بیان وضو توڑنے والی چیزیں (۱۱)

بول براز ہوا وغیرہ پاک لہو تے قے توڑے
ہاسا غشی بے ہوشی مستی نیند وضو نہ چھوڑے

بیان فرض تیمم (۲)

پانی کوہ یا قدرت ناہیں یا ہو سخت بیماری
تا وضو غسل دے عوض تیمم کرنا فرض لچاری
دو فرض تیمم اندر نیت کر کے پاک زمیں پر
مار دو ہتھ دوبارہ تے منہ ہتھاں ٹھیک مسح کر

بیان موجب غسل (۴) اور فرض غسل (۳)

داخل سر یا خارج منی یا حیض نفاس ہٹ جاوے
تا فرض غسل ہے سارے بُجھّے منہ نک پانی پاوے

بیان حیض اور نفاس

تن یا پنج یا دس دن بھی کدے حیض عوت نوں آوے
تے تجّن پچھوں چالی روزاں حد نفاس ٹھیراوے

بیان ممنوعات حیض و نفاس (۶)

نہ پکڑے پڑھے قرآن نہ صحبت نہ زن مسجد جاوے
نماز معاف تے روزے پچھوں رکھے جتنے کھاوے

بیان فرض نماز (۱۳) باہر (۷) اندر (۶)

کپڑا بدن زمین پاک کعبہ پردہ وقت ارادہ
تکبیر قرآن قیام رکوع دو سجدے آخر قعدہ

بیان واجب نماز (۱۴)

الحمد تے سورت التحیات قنوت سلام مناسب
تے قومہ جلسہ قعدہ پہلا تکبیر عیداں واجب
دو پہلیاں وچ قرآن ضرور دو ہولی تن بلندی
نہ جلدی پڑھے نہ دیر بے فائدہ نمبروار پسندی

بیان سنت نماز (۱۲)

رفع یدین اعوذ ثنا تکبیر سنت بسم اللہ
ربنا آمین تسبیح تن درود دعا سمع اللہ

بیان نماز توڑنے والی چیزیں (۲۸)

کھائے پیئے ہسّے روئے دُنّے بات کلاموں
دل وچ پڑھے یا فرض چھڈے ہوکے جواب سلاموں
جاہل امام پلیدی سجدہ قبلے توں ہک موڑے
ناحق کھنگ تے بہت ہلے دو پیر اٹھاوے توڑے
غلط پڑھے یا ویکھ قرآن دو کھٹے ہتھ ہلاوے
لقمہ بلا امام یا اس دے اگے پیر لگاوے
باہجھ حضوری نیت بنھے پگڑی سجدہ کرنا
سبحان اللہ یا انا للہ دنیا فکروں پڑھنا
برابر عورت یا بے وضو یا جوڑ ستر کجھ ننگے
اماموں اگے نیت بنھے دنیا رب توں منگے

بیان نماز صاحب عذر

جے فرض قدر بھی وضو نہ ٹھیرے پل پل ٹٹ جاوے
تا اک وضو کر وقتوں اندر فرض نفل پڑھ آوے

بیان نماز مسافر

اٹھتالی کوہ ارادہ کر کے شہروں نکلے باہر
تا ظہر تے عصر عشا ایہہ تن دوگانہ پڑھے مسافر

بیان نماز بیمار

بیٹھ یا لیٹ نماز پڑھے جے اُٹھن دی نہ طاقت
سجدہ کرے رکوعوں نیواں سر دے نال اشارت

بیان شرائطِ جمعہ (۶)

صحیح سالم مرداں فرض جمعہ چھے شرط ہے وچ وطن ہے
شاہ شہر جماعت خطبہ وقت ظہر تے عام اذن ہے

بیان نماز جنازہ

جنازہ وچ تکبیراں چار پڑھنی فرض پچھانوں
سبحانک، درود، دعا ایہہ تنے پڑھنی سنت جانوں

آخری نصیحت

حنفی بنو، نہ بدعتی بن کے قبراں پوجن جاؤ
نہ غیر مقلد بن کے ولی اماماں بُرے بناؤ

ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

الخیر دائمی جنتری

مع مسائل ضروریہ

مرتبہ

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

۱ :- دین میں نماز کی اہمیت محتاج بیان نہیں، حضرات سلف صالحین نماز اور اس سے متعلقہ امور کا سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ ارشادات ربانی اور احادیث نبویہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز کو ہر طرح سے اہمیت و اولیت دی جائے، اللہ تعالیٰ نے کامل نماز کو فلاح و کامیابی کا ذریعہ بنایا ہے: قَالَ اللہُ تَعَالٰی قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ الآیۃ

نماز کی شرائط میں سے ایک اہم شرط وقت ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ افضل الاعمال کون سا عمل ہے؟ تو فرمایا اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِهَا یعنی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا بہترین عمل ہے۔

۲ :- استاذ العلماء عارف ربانی حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ، بانی خیر المدارس ملتان جو اس سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے مختلف دائمی جنتریاں آپ کے پیش نظر رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنی تحقیق بھی جاری رکھتے تھے۔ ملتان اور اس کے گرد و نواح والوں کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقہ کے لئے اپنے دست مبارک سے ایک دائمی جنتری مرتب فرمائی، حضرت رح کو اس کے صحیح ہونے پر کامل اعتماد تھا اور اسی سے آپ میقات الصیام والصلوٰۃ مرتب فرمایا کرتے تھے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد شریف صاحب مدظلہٗ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہر طرح سے حقیقی جانشین ہیں آپ نے افادۃً للعوام اس کی طباعت کی اجازت دی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء و وفقہ اللہ لما یحب و یرضیٰ۔

۳ :- حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ہر کتاب "خیر الکلام ما قلّ و دلّ" کا بہترین مصداق ہے۔ اصول حدیث میں "رسالہ خیر الاصول" بہت سے مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔ بہت سی کتب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ کچھ ابھی باقی ہیں جو عنقریب

پیش کی جائیں گی۔ مدرسہ خیر المدارس حضرت رح کی زندگی کا سب سے بڑا قابل ذکر کارنامہ ہے مدرسہ کے فیوض و برکات اہل علم سے پوشیدہ نہیں، پاکستان کے گوشہ گوشہ میں خیر المدارس کے فارغ التحصیل حضرات مصروف خدمت ہیں بعض مدارس کا پورا عملہ ہی خیر المدارس سے منسوب ہے اور یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ آج بھی ان کے جانشین کی نگرانی میں مدرسہ اسی نہج پر چل رہا ہے۔ اس دور میں ایسے مدارس کا وجود بہت غنیمت ہے جن کا مطمح نظر صرف دینی تعلیم ہو۔ خیر المدارس کے بعد حضرت رح کی سب سے بڑی دینی خدمت اور سرمایۂ حیات صحیح بخاری کی عربی شرح ہے۔ حضرت نے اپنی تدریسی زندگی کے اکثر حصہ میں بخاری شریف کا درس دیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت رح نے تمام شروح بخاری کا مغز و خلاصہ مرتب فرمایا ہے۔ اہل علم اور واقفان فن طبع ہونے پر اس کی قدر و قیمت معلوم کریں گے۔ ارادہ یہ ہے کہ شرح بخاری کی طباعت سے پہلے مدرسہ کا فتاویٰ شائع کیا جائے جو کہ عامۃ المسلمین کی ایک اہم ضرورت ہے۔

خیر المدارس کا شعبۂ افتاء ملک میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ راہ اعتدال، تحقیق و تدقیق اس شعبہ کا خصوصی امتیاز ہے۔ تیس سال تک جاری ہونے والے فتاویٰ سے ایک منتخب مجموعہ "خیر الفتاویٰ" کے نام سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ناظرین کرام سے گزارش ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اس کی طباعت و اشاعت کی سعادت نصیب فرما دیں۔ آمین ثم آمین۔

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

دار الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۲ رجب ۱۴۰۰ھ

چند اہم مسائل

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مفتی خیرالمدارس
ملتان : پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا

ترجمہ : بے شک نماز مومنین پر فرض ہے وقت پر ۔

نماز فرض ہے اور اس کے لئے وقت کا پہچاننا بھی فرض ہے۔ تعلیم اوقات کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام دو روز تک تشریف لاتے رہے۔ پہلے روز اوائل اوقات کی عملی تعلیم فرمائی اور دوسرے روز آخری اوقات کی۔ گویا کہ ان دو دنوں میں دس مرتبہ صرف اسی سبق کے لئے نازل ہوئے۔ (حدیث امامۃ جبرائیل عند ابی داؤد والترمذی) اس سے اللہ پاک کے نزدیک اوقاتِ نماز کی اہمیت ظاہر ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی اہتمام سے ایک سائل کو اس کی تعلیم فرمائی۔ (ابوداؤد) پس اہل اسلام پر لازم ہے کہ اوقاتِ نماز کا خوب اہتمام رکھیں۔

۱ :- وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا جائز نہیں نماز ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح وقت سے پہلے اذان دینا بھی شرعاً معتبر نہیں ایسی صورت میں دوبارہ اذان کہنا ضروری ہوگا۔ کما فی الھدایۃ ویعاد فی الوقت ۔ ص ۸۶ ، ج ۱ ۔

۲ :- بعض مساجد میں اذانِ عصر اور رمضان المبارک میں اذانِ عشاء قبل از وقت کہہ دیتے ہیں ایسی بے احتیاطی سے بچنا چاہیئے ورنہ رمضان المبارک میں سب اہل محلہ اذان کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

۳ :- نمازِ فجر میں اسفار افضل ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر (رواہ الاربعۃ) یعنی نماز فجر خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔ اسی طرح نماز ظہر گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھی جائے۔ نماز عصر و عشاء میں ہمیشہ تاخیر اور نماز مغرب میں تعجیل مستحب ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۹)

۴ :- ابر کے دن عصر و عشاء میں تعجیل اور باقی نمازوں میں تاخیر مستحب ہے۔ (ہدایہ)

۵ :- اشراق کا وقت سورج نکلنے سے تقریباً پندرہ منٹ بعد ہو جاتا ہے جبکہ چاشت کا وقت تقریباً دس بجے سے گیارہ بجے تک۔ دو چار یا آٹھ رکعت پڑھ لی جائیں۔ وقتہا المختا[ر] ...

اثنا عشر۔ (درمختار)

۶ :- تین وقتوں میں ہر نماز فرض، نفل، ادا، قضا، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ، سب منع ہیں۔ ۱ : طلوعِ شمس سے لے کر دس منٹ بعد تک۔ ۲ : عین دوپہر۔ ۳ : دھوپ بالکل زرد پڑ جانے سے لے کر غروبِ شمس تک۔ ہاں اسی دن کی نمازِ عصر اس وقت میں پڑھ سکتا ہے۔ (ہدایہ)

۷ :- مزید دو وقتوں میں نمازِ نفل ممنوع ہے۔ ۱ : صبح صادق سے لے کر طلوعِ شمس تک۔ ۲ : نمازِ عصر پڑھنے کے بعد غروبِ آفتاب تک۔ نیز نمازِ عصر کو اتنا مؤخر کر دینا کہ دھوپ زرد پڑ جائے مکروہ ہے۔ اور نماز عشاء آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے البتہ ثلث لیل تک درست ہے۔

۸ :- اول الذکر تین وقتوں کے علاوہ قضا نماز ہر وقت میں پڑھی جا سکتی ہے۔ نیز نماز فجر و عصر سے پہلے اور بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

۹ :- اگر غفلت سے نمازیں پہلی عمر میں رہ گئی ہوں تو معاف نہیں ہوئیں بلکہ صرف توبہ کرنے یا حج کرنے سے بھی معاف نہیں ہوں گی تاوقتیکہ ان کو اب ادا نہ کر لیا جائے۔ جن بھائیوں کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ وقت کو غنیمت جانیں اور فوراً قضا پڑھنا شروع کر دیں ورنہ موت آنے پر اس کا وقت بھی جاتا رہے گا۔ ایک نماز چھوڑ دینے سے ہزاروں سال دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور جہنم کی ایسی آگ میں رہنا پڑے گا جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ حرارت رکھتی ہے۔ جب اس آگ میں ایک منٹ کے لئے انگلی یا ایک حصہ جسم نہیں رکھا جا سکتا تو دوزخ کی آگ اتنے عرصے تک کیسے برداشت ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

۱۰ :- قضا کی نیت یوں کرے مثلاً جو پہلی پہلی یا آخری نمازِ فجر میرے ذمہ ہے اللہ کے لئے اسے ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح پہلی پہلی نماز ظہر کی نیت کرے (شامی) اور ہر روز یونہی نیت کرتا رہے یہاں تک کہ تمام قضا نمازیں ادا ہو جائیں۔ آسانی اس میں ہے کہ ہر ادا نماز کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد میں ایک دو قضا نمازیں پڑھ لی جائیں حتی کہ تمام قضا ادا ہو جائیں۔ تو اب وہ صاحب ترتیب ہو گیا ہے۔

۱۱ :- اب اگر کوئی نماز قضا ہو جائے تو ادا نماز سے پہلے پڑھ لے اگرچہ جماعت بھی چھوڑنا پڑے۔ اگر یاد ہوتے ہوئے ادا پہلے پڑھ لی ہے تو نماز صحیح نہیں ہوئی۔ قضا پڑھ کر اب دوبارہ ادا نماز پڑھے (ہدایہ) واضح ہو کہ یہ صرف صاحب ترتیب کے لئے ہے۔

۱۲ :- بعض لوگ سفر میں نماز چھوڑ دیتے ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ سفر یا کام ترک نماز کے لئے عذر نہیں بن سکتا۔ تھوڑے سفر کے لئے نماز پڑھ کر سوار ہوں اور لمبے سفر میں ریل کے اندر (کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نہیں) یا اسٹیشن اور بس کے اڈے پر نماز پڑھی جا سکتی

ہے۔ بہرحال تھوڑے سے فکر و اہتمام کے ساتھ بآسانی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ اگر فکر کیا جائے تو بتوفیق باری تعالیٰ نماز تو کجا جماعت بھی قضا نہیں ہوتی جب کہ ساتھی بھی نمازی ہوں۔

۱۳:۔ گاڑی میں کھڑے ہو کر رو بقبلہ نماز پڑھی جائے سواریوں کو چاہیئے کہ نماز کے لئے جگہ دے دیں اور پڑھنے والے کو نماز سے نہ روکیں۔

۱۴:۔ اگر جماعت کا وقت مقرر ہے تو امام صاحب اور مقتدیوں پر لازم ہے کہ اس وقت کی پابندی کریں کیونکہ یہ ایک قسم کا معاہدہ ہے اور ایفائے عہد شرعاً ضروری ہے کسی عذر کی وجہ سے کبھی کبھار معمولی تاخیر ہو جائے تو خیر دوسری بات ہے۔

۱۵:۔ وقت ہو جانے کے بعد کسی رئیسِ محلہ کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ (درمختار)

۱۶:۔ دوران سفر عورتیں نماز میں بہت سستی کرتی ہیں خصوصاً نئی دلہنیں تو دو تین نمازیں شرم و حیا کی وجہ سے چھوڑ دینا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ گھر پر ہوں یا سفر میں شرعاً ایسے شرم و حیا کا کوئی اعتبار نہیں۔ سفر ہو یا حضر مستورات کو چاہیئے کہ ٹھیک وقت پر خشوع و خضوع سے نماز ادا کیا کریں۔

۱۷:۔ نماز کی نیت کا مسئلہ خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ نیت زبان سے کہنے کا نام نہیں بلکہ یہ دل کا فعل ہے۔ بعض اوقات زبان پر تو نیت کے رٹے ہوئے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں لیکن دل دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے ایسی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ نیت کے الفاظ دل سے ادا کئے جائیں جب تک دل سے یہ مضمون ادا نہ ہو تکبیر تحریمہ نہ کہی جائے۔

۱۸:۔ بعض لوگ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد زبان اور ہونٹوں کو ہلائے بغیر دل ہی دل میں فاتحہ، سورۃ اور تسبیحات ادا کرتے ہیں۔ یاد رکھئے منفرد یا امام ہونے کی صورت میں ان لوگوں کی نماز نہ ہوگی۔ امام کی نہ ہوئی تو مقتدیوں کی بھی نہ ہوگی اس لئے اس عادت کو ترک کر کے خوب دھیان سے الفاظ فاتحہ کا تلفظ زبان سے ادا کرے کہ اپنے کان سن سکیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

۱۹:۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کرے گو بعد میں پڑھ لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا۔ اور حقب اسّی برس کا ہوتا ہے۔ نیز اس برس کا ہر ایک دن ہزار برس کا ہوگا۔ کذافی المجالس (فضائل نماز)۔

دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ قضا ضرور پڑھے۔ دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ توبہ استغفار بھی کرے کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا تاکہ اللہ پاک اس طویل و شدید ترین عذاب سے نجات عنایت فرمادیں۔

سنہ ۲۰۰۰ء	جنوری، اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	مارچ، نومبر	فروری، اگست	مئی	اکتوبر
سنہ ۱۹۹۹ء	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست
سنہ ۱۹۹۸ء	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر
سنہ ۱۹۹۷ء	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون
سنہ ۱۹۹۶ء	جون	مارچ، نومبر	فروری، اگست	مئی	اکتوبر	جنوری، اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر
سنہ ۱۹۹۵ء	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر
سنہ ۱۹۹۴ء	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی
سنہ ۱۹۹۳ء	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست
سنہ ۱۹۹۲ء	فروری، اگست	مئی	اکتوبر	جنوری، اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	مارچ، نومبر
سنہ ۱۹۹۱ء	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر
سنہ ۱۹۹۰ء	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی
سنہ ۱۹۸۹ء	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر
سنہ ۱۹۸۸ء	اکتوبر	جنوری، اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	مارچ، نومبر	فروری، اگست	مئی
سنہ ۱۹۸۷ء	اگست	مئی	جنوری، اکتوبر	اپریل، جولائی	ستمبر، دسمبر	جون	فروری، مارچ، نومبر

جون	دسمبر ستمبر	اپریل جولائی	اکتوبر جنوری	مئی	اگست	فروری مارچ نومبر	سنہ ۱۹۸۶
دسمبر ستمبر	اپریل جولائی	جنوری اکتوبر	مئی	اگست	فروری مارچ نومبر	جون	سنہ ۱۹۸۵
جنوری اپریل جولائی	اکتوبر	مئی	فروری اگست	مارچ نومبر	جون	دسمبر ستمبر	سنہ ۱۹۸۴
مئی	اگست	فروری مارچ نومبر	جون	دسمبر ستمبر	اپریل جولائی	جنوری اکتوبر	سنہ ۱۹۸۳
اگست	فروری مارچ نومبر	جون	دسمبر ستمبر	اپریل جولائی	جنوری اکتوبر	مئی	سنہ ۱۹۸۲
فروری مارچ نومبر	جون	دسمبر ستمبر	اپریل جولائی	جنوری اکتوبر	مئی	اگست	سنہ ۱۹۸۱
جون	دسمبر ستمبر	جنوری اپریل جولائی	اکتوبر	مئی	فروری اگست	مارچ نومبر	سنہ ۱۹۸۰

اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	۵	۱۲	۱۹	۲۶	
جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	۶	۱۳	۲۰	۲۷	
ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	۷	۱۴	۲۱	۲۸	

نوٹ : دیئے ہوئے سن کے سامنے مطلوبہ مہینہ کے نیچے دن [illegible]

دائمی تقویم

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
۱	سوموار	جمعرات	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ
۲	منگل	جمعہ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار
۳	بدھ	ہفتہ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار
۴	جمعرات	اتوار	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ
۵	ہفتہ	منگل	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات
۶	اتوار	بدھ	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ
۷	سوموار	جمعرات	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ
۸	منگل	جمعہ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار
۹	جمعرات	اتوار	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل
۱۰	جمعہ	سوموار	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ
۱۱	ہفتہ	منگل	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات
۱۲	اتوار	بدھ	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ
۱۳	منگل	جمعہ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار
۱۴	بدھ	ہفتہ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار
۱۵	جمعرات	اتوار	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل
۱۶	جمعہ	سوموار	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات
۱۷	اتوار	بدھ	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ
۱۸	سوموار	جمعرات	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ
۱۹	منگل	جمعہ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار
۲۰	بدھ	ہفتہ	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
۲۱	جمعہ	سوموار	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ
۲۲	ہفتہ	منگل	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات
۲۳	اتوار	بدھ	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ
۲۴	سوموار	جمعرات	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	اتوار
۲۵	بدھ	ہفتہ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	سوموار
۲۶	جمعرات	اتوار	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	منگل
۲۷	جمعہ	سوموار	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	سوموار	بدھ
۲۸	ہفتہ	منگل	بدھ	ہفتہ	سوموار	جمعرات	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	جمعہ

مجوزہ سن عیسوی کو ۲۸، پر تقسیم کیجئے بقیہ بچنے پر اس سے ۱۲، تفریق کیجئے (۱۹۰۰ سے کم ہونے کی صورت میں) اور اگر مجوزہ سن ۱۹۰۰ سے زائد ہے یا ۱۹۰۰ ہے تو ۱۳ تفریق کیجئے اس کے بعد جدول میں مطلوبہ مہینہ میں دیکھ لیں اس کی کم تاریخ معلوم ہو جائے گی۔ لیپ کا سال ہونے کی صورت میں بھی یہی قاعدہ رہے گا۔

ملتان سے دوسرے شہروں کا فرق

کیمبل پور - ملتان سے ۱ منٹ پہلے
میانوالی " " ۱ " "
ساہیوال " " ۵ " "
سرگودھا " " ۵ " "
فیصل آباد " " ۶ " "
راولپنڈی " " ۵ " "
کوہ مری " " ۷ " "
گجرات " " ۸ " "
سیالکوٹ " " ۸ " "
گوجرانوالہ " " ۹ " "
لاہور " " ۱۱ " "
کشمیر " " ۱۴ " "

مظفرگڑھ - ملتان سے ۱ منٹ بعد
پشاور " " ۲ " "
بنوں " " ۲ " "
بہاولپور " " ۳ " "
ڈیرہ غازیخاں " " ۴ " "
ڈیرہ اسمٰعیل خاں " " ۴ " "
شکارپور " " ۹ " "
حیدرآباد سندھ " " ۱۲ " "
لاڑکانہ " " ۱۳ " "
کراچی " " ۱۴ " "
بلوچستان " " ۱۵ " "

جنوری

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	منٹ	وقت افطار گھنٹہ	منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	منٹ
۱	۵	۳۷	۷	۹	۱۲	۱۶	۲	۴۸	۳	۴۵	۵	۲۷	۶	۴۸
۲	۵	۳۷	۷	۹	۱۲	۱۶	۲	۴۹	۳	۴۶	۵	۲۸	۶	۴۹
۳	۵	۳۸	۷	۹	۱۲	۱۷	۲	۴۹	۳	۴۷	۵	۲۹	۶	۵۰
۴	۵	۳۸	۷	۱۰	۱۲	۱۷	۲	۵۰	۳	۴۸	۵	۳۰	۶	۵۱
۵	۵	۳۸	۷	۱۰	۱۲	۱۸	۲	۵۰	۳	۴۹	۵	۳۱	۶	۵۱
۶	۵	۳۸	۷	۱۰	۱۲	۱۸	۲	۵۱	۳	۵۰	۵	۳۲	۶	۵۲
۷	۵	۳۸	۷	۱۰	۱۲	۱۸	۲	۵۱	۳	۵۱	۵	۳۲	۶	۵۳
۸	۵	۳۸	۷	۱۰	۱۲	۱۹	۲	۵۲	۳	۵۲	۵	۳۳	۶	۵۴
۹	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۱۹	۲	۵۲	۳	۵۳	۵	۳۴	۶	۵۵
۱۰	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۰	۲	۵۳	۳	۵۴	۵	۳۵	۶	۵۵
۱۱	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۰	۲	۵۴	۳	۵۴	۵	۳۶	۶	۵۶
۱۲	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۰	۲	۵۴	۳	۵۵	۵	۳۶	۶	۵۷
۱۳	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۱	۲	۵۵	۳	۵۹	۵	۳۷	۶	۵۷
۱۴	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۱	۲	۵۶	۳	۵۷	۵	۳۸	۶	۵۸
۱۵	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۲	۲	۵۷	۳	۵۸	۵	۳۹	۶	۵۸
۱۶	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۲	۲	۵۷	۳	۵۸	۵	۴۰	۶	۵۹
۱۷	۵	۳۹	۷	۱۰	۱۲	۲۲	۲	۵۸	۳	۵۹	۵	۴۱	۷	۰
۱۸	۵	۳۹	۷	۹	۱۲	۲۳	۲	۵۸	۴	۰	۵	۴۲	۷	۰
۱۹	۵	۳۹	۷	۹	۱۲	۲۳	۲	۵۹	۴	۱	۵	۴۲	۷	۱
۲۰	۵	۳۹	۷	۹	۱۲	۲۳	۳	۰	۴	۲	۵	۴۳	۷	۲
۲۱	۵	۳۹	۷	۹	۱۲	۲۴	۳	۱	۴	۳	۵	۴۴	۷	۳
۲۲	۵	۳۹	۷	۸	۱۲	۲۴	۳	۱	۴	۴	۵	۴۵	۷	۴
۲۳	۵	۳۸	۷	۸	۱۲	۲۴	۳	۲	۴	۵	۵	۴۶	۷	۴
۲۴	۵	۳۸	۷	۸	۱۲	۲۴	۳	۳	۴	۵	۵	۴۷	۷	۵
۲۵	۵	۳۸	۷	۷	۱۲	۲۵	۳	۳	۴	۶	۵	۴۸	۷	۵
۲۶	۵	۳۸	۷	۷	۱۲	۲۵	۳	۴	۴	۷	۵	۴۹	۷	۶
۲۷	۵	۳۷	۷	۶	۱۲	۲۵	۳	۴	۴	۸	۵	۴۹	۷	۷
۲۸	۵	۳۷	۷	۵	۱۲	۲۵	۳	۵	۴	۹	۵	۵۰	۷	۸
۲۹	۵	۳۷	۷	۵	۱۲	۲۶	۳	۵	۴	۱۰	۵	۵۱	۷	۹
۳۰	۵	۳۶	۷	۴	۱۲	۲۶	۳	۶	۴	۱۱	۵	۵۲	۷	۹
۳۱	۵	۳۶	۷	۴	۱۲	۲۶	۳	۶	۴	۱۱	۵	۵۳	۷	۱۰

[illegible]ان ختم سحری کے - تقریباً سات منٹ بعد دی جائے

فروری

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	انتہاء ظل اول گھنٹہ	انتہاء ظل اول منٹ	انتہاء ظل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	انتہاء ظل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۵	۳۵	۷	۳	۱۲	۲۶	۳	۷	۴	۱۲	۵	۵۴	۷	۱۱
۲	۵	۳۵	۷	۲	۱۲	۲۶	۳	۷	۴	۱۳	۵	۵۵	۷	۱۱
۳	۵	۳۴	۷	۲	۱۲	۲۶	۳	۸	۴	۱۴	۵	۵۵	۷	۱۲
۴	۵	۳۴	۷	۱	۱۲	۲۶	۳	۸	۴	۱۵	۵	۵۶	۷	۱۳
۵	۵	۳۳	۷	۱	۱۲	۲۷	۳	۸	۴	۱۶	۵	۵۷	۷	۱۳
۶	۵	۳۳	۷	۰	۱۲	۲۷	۳	۹	۴	۱۷	۵	۵۸	۷	۱۴
۷	۵	۳۲	۶	۵۹	۱۲	۲۷	۳	۹	۴	۱۸	۵	۵۹	۷	۱۵
۸	۵	۳۲	۶	۵۸	۱۲	۲۷	۳	۱۰	۴	۱۸	۵	۵۹	۷	۱۵
۹	۵	۳۱	۶	۵۸	۱۲	۲۷	۳	۱۱	۴	۱۹	۶	۰	۷	۱۶
۱۰	۵	۳۱	۶	۵۷	۱۲	۲۷	۳	۱۱	۴	۲۰	۶	۱	۷	۱۷
۱۱	۵	۳۰	۶	۵۶	۱۲	۲۷	۳	۱۲	۴	۲۱	۶	۲	۷	۱۷
۱۲	۵	۲۹	۶	۵۵	۱۲	۲۷	۳	۱۲	۴	۲۱	۶	۳	۷	۱۸
۱۳	۵	۲۸	۶	۵۴	۱۲	۲۷	۳	۱۳	۴	۲۲	۶	۳	۷	۱۹
۱۴	۵	۲۷	۶	۵۴	۱۲	۲۷	۳	۱۳	۴	۲۳	۶	۴	۷	۲۰
۱۵	۵	۲۶	۶	۵۳	۱۲	۲۷	۳	۱۳	۴	۲۴	۶	۵	۷	۲۰
۱۶	۵	۲۵	۶	۵۲	۱۲	۲۷	۳	۱۳	۴	۲۴	۶	۶	۷	۲۱
۱۷	۵	۲۵	۶	۵۱	۱۲	۲۷	۳	۱۴	۴	۲۵	۶	۷	۷	۲۲
۱۸	۵	۲۴	۶	۵۰	۱۲	۲۷	۳	۱۴	۴	۲۶	۶	۷	۷	۲۳
۱۹	۵	۲۳	۶	۴۹	۱۲	۲۶	۳	۱۵	۴	۲۶	۶	۸	۷	۲۳
۲۰	۵	۲۲	۶	۴۸	۱۲	۲۶	۳	۱۵	۴	۲۷	۶	۹	۷	۲۴
۲۱	۵	۲۱	۶	۴۷	۱۲	۲۶	۳	۱۶	۴	۲۸	۶	۱۰	۷	۲۵
۲۲	۵	۲۱	۶	۴۶	۱۲	۲۶	۳	۱۶	۴	۲۸	۶	۱۱	۷	۲۵
۲۳	۵	۲۰	۶	۴۵	۱۲	۲۶	۳	۱۷	۴	۲۹	۶	۱۱	۷	۲۶
۲۴	۵	۱۹	۶	۴۴	۱۲	۲۶	۳	۱۷	۴	۲۹	۶	۱۲	۷	۲۶
۲۵	۵	۱۸	۶	۴۳	۱۲	۲۶	۳	۱۷	۴	۳۰	۶	۱۳	۷	۲۷
۲۶	۵	۱۷	۶	۴۲	۱۲	۲۶	۳	۱۸	۴	۳۰	۶	۱۳	۷	۲۸
۲۷	۵	۱۶	۶	۴۱	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۱	۶	۱۴	۷	۲۹
۲۸	۵	۱۵	۶	۴۰	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۱	۶	۱۵	۷	۳۰
۲۹	۵	۱۵	۶	۴۰	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۱	۶	۱۵	۷	۳۰

مارچ

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	انتہاء ظل اول گھنٹہ	انتہاء ظل اول منٹ	انتہاء ظل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	انتہاء ظل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۵	۱۴	۶	۳۹	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۲	۶	۱۶	۷	۳۰
۲	۵	۱۳	۶	۳۸	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۲	۶	۱۶	۷	۳۱
۳	۵	۱۲	۶	۳۷	۱۲	۲۵	۳	۱۸	۴	۳۳	۶	۱۷	۷	۳۲
۴	۵	۱۱	۶	۳۶	۱۲	۲۴	۳	۱۹	۴	۳۳	۶	۱۸	۷	۳۲
۵	۵	۱۰	۶	۳۵	۱۲	۲۴	۳	۱۹	۴	۳۴	۶	۱۸	۷	۳۳
۶	۵	۸	۶	۳۴	۱۲	۲۴	۳	۲۰	۴	۳۴	۶	۱۹	۷	۳۳
۷	۵	۷	۶	۳۲	۱۲	۲۴	۳	۲۰	۴	۳۵	۶	۲۰	۷	۳۴
۸	۵	۶	۶	۳۱	۱۲	۲۳	۳	۲۰	۴	۳۵	۶	۲۰	۷	۳۴
۹	۵	۵	۶	۳۰	۱۲	۲۳	۳	۲۰	۴	۳۶	۶	۲۱	۷	۳۵
۱۰	۵	۴	۶	۲۹	۱۲	۲۳	۳	۲۰	۴	۳۶	۶	۲۲	۷	۳۵
۱۱	۵	۳	۶	۲۸	۱۲	۲۳	۳	۲۰	۴	۳۷	۶	۲۲	۷	۳۶
۱۲	۵	۲	۶	۲۷	۱۲	۲۲	۳	۲۰	۴	۳۷	۶	۲۳	۷	۳۶
۱۳	۵	۰	۶	۲۶	۱۲	۲۲	۳	۲۱	۴	۳۸	۶	۲۳	۷	۳۷
۱۴	۴	۵۹	۶	۲۴	۱۲	۲۲	۳	۲۱	۴	۳۸	۶	۲۴	۷	۳۸
۱۵	۴	۵۸	۶	۲۳	۱۲	۲۲	۳	۲۱	۴	۳۹	۶	۲۵	۷	۳۹
۱۶	۴	۵۷	۶	۲۲	۱۲	۲۱	۳	۲۱	۴	۳۹	۶	۲۵	۷	۴۰
۱۷	۴	۵۶	۶	۲۱	۱۲	۲۱	۳	۲۲	۴	۴۰	۶	۲۶	۷	۴۰
۱۸	۴	۵۴	۶	۲۰	۱۲	۲۱	۳	۲۲	۴	۴۰	۶	۲۷	۷	۴۱
۱۹	۴	۵۲	۶	۱۸	۱۲	۲۰	۳	۲۲	۴	۴۱	۶	۲۷	۷	۴۱
۲۰	۴	۵۱	۶	۱۷	۱۲	۲۰	۳	۲۲	۴	۴۱	۶	۲۸	۷	۴۲
۲۱	۴	۵۰	۶	۱۶	۱۲	۲۰	۳	۲۳	۴	۴۲	۶	۲۹	۷	۴۳
۲۲	۴	۴۹	۶	۱۵	۱۲	۲۰	۳	۲۳	۴	۴۲	۶	۲۹	۷	۴۴
۲۳	۴	۴۷	۶	۱۳	۱۲	۱۹	۳	۲۳	۴	۴۳	۶	۳۰	۷	۴۵
۲۴	۴	۴۶	۶	۱۲	۱۲	۱۹	۳	۲۳	۴	۴۳	۶	۳۰	۷	۴۶
۲۵	۴	۴۵	۶	۱۱	۱۲	۱۹	۳	۲۳	۴	۴۳	۶	۳۱	۷	۴۷
۲۶	۴	۴۴	۶	۱۰	۱۲	۱۸	۳	۲۳	۴	۴۴	۶	۳۲	۷	۴۷
۲۷	۴	۴۳	۶	۸	۱۲	۱۸	۳	۲۳	۴	۴۴	۶	۳۲	۷	۴۸
۲۸	۴	۴۱	۶	۷	۱۲	۱۸	۳	۲۳	۴	۴۴	۶	۳۳	۷	۴۹
۲۹	۴	۳۹	۶	۶	۱۲	۱۷	۳	۲۳	۴	۴۵	۶	۳۳	۷	۴۹
۳۰	۴	۳۸	۶	۵	۱۲	۱۷	۳	۲۳	۴	۴۵	۶	۳۴	۷	۵۰
۳۱	۴	۳۷	۶	۴	۱۲	۱۷	۳	۲۴	۴	۴۵	۶	۳۵	۷	۵۰

اپریل

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	اخیر مثل اول منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۴	۳۶	۶	۲	۱۲	۱۷	۳	۲۴	۴	۴۵	۶	۳۵	۷	۵۱
۲	۴	۳۴	۶	۱	۱۲	۱۶	۳	۲۵	۴	۴۶	۶	۳۶	۷	۵۲
۳	۴	۳۳	۶	۰	۱۲	۱۶	۳	۲۵	۴	۴۶	۶	۳۶	۷	۵۲
۴	۴	۳۲	۵	۵۹	۱۲	۱۶	۳	۲۵	۴	۴۶	۶	۳۷	۷	۵۳
۵	۴	۳۱	۵	۵۸	۱۲	۱۵	۳	۲۵	۴	۴۷	۶	۳۸	۷	۵۴
۶	۴	۳۰	۵	۵۷	۱۲	۱۵	۳	۲۶	۴	۴۷	۶	۳۸	۷	۵۵
۷	۴	۲۸	۵	۵۶	۱۲	۱۵	۳	۲۶	۴	۴۷	۶	۳۹	۷	۵۶
۸	۴	۲۶	۵	۵۴	۱۲	۱۴	۳	۲۶	۴	۴۷	۶	۳۹	۷	۵۷
۹	۴	۲۵	۵	۵۳	۱۲	۱۴	۳	۲۶	۴	۴۸	۶	۴۰	۷	۵۸
۱۰	۴	۲۴	۵	۵۲	۱۲	۱۴	۳	۲۶	۴	۴۸	۶	۴۱	۷	۵۹
۱۱	۴	۲۳	۵	۵۱	۱۲	۱۴	۳	۲۶	۴	۴۸	۶	۴۱	۸	۰
۱۲	۴	۲۱	۵	۵۰	۱۲	۱۳	۳	۲۶	۴	۴۹	۶	۴۲	۸	۰
۱۳	۴	۱۹	۵	۴۸	۱۲	۱۳	۳	۲۶	۴	۴۹	۶	۴۲	۸	۱
۱۴	۴	۱۸	۵	۴۷	۱۲	۱۳	۳	۲۶	۴	۴۹	۶	۴۳	۸	۲
۱۵	۴	۱۶	۵	۴۶	۱۲	۱۳	۳	۲۷	۴	۵۰	۶	۴۴	۸	۳
۱۶	۴	۱۵	۵	۴۵	۱۲	۱۳	۳	۲۷	۴	۵۰	۶	۴۴	۸	۴
۱۷	۴	۱۴	۵	۴۴	۱۲	۱۲	۳	۲۷	۴	۵۰	۶	۴۵	۸	۵
۱۸	۴	۱۳	۵	۴۳	۱۲	۱۲	۳	۲۷	۴	۵۱	۶	۴۵	۸	۶
۱۹	۴	۱۲	۵	۴۲	۱۲	۱۲	۳	۲۸	۴	۵۱	۶	۴۶	۸	۷
۲۰	۴	۱۱	۵	۴۱	۱۲	۱۱	۳	۲۸	۴	۵۱	۶	۴۷	۸	۸
۲۱	۴	۱۰	۵	۴۰	۱۲	۱۱	۳	۲۹	۴	۵۱	۶	۴۷	۸	۸
۲۲	۴	۸	۵	۳۹	۱۲	۱۱	۳	۲۹	۴	۵۲	۶	۴۸	۸	۹
۲۳	۴	۷	۵	۳۸	۱۲	۱۱	۳	۲۹	۴	۵۲	۶	۴۹	۸	۱۰
۲۴	۴	۶	۵	۳۷	۱۲	۱۱	۳	۳۰	۴	۵۲	۶	۴۹	۸	۱۱
۲۵	۴	۵	۵	۳۶	۱۲	۱۰	۳	۳۰	۴	۵۲	۶	۵۰	۸	۱۲
۲۶	۴	۴	۵	۳۵	۱۲	۱۰	۳	۳۰	۴	۵۲	۶	۵۱	۸	۱۳
۲۷	۴	۲	۵	۳۴	۱۲	۱۰	۳	۳۰	۴	۵۳	۶	۵۱	۸	۱۳
۲۸	۴	۱	۵	۳۳	۱۲	۱۰	۳	۳۰	۴	۵۳	۶	۵۲	۸	۱۴
۲۹	۴	۰	۵	۳۲	۱۲	۱۰	۳	۳۱	۴	۵۳	۶	۵۲	۸	۱۵
۳۰	۳	۵۹	۵	۳۱	۱۲	۱۰	۳	۳۱	۴	۵۳	۶	۵۳	۸	۱۵

مئی

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	اخیر مثل اول منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۳	۵۸	۵	۳۰	۱۲	۱۰	۳	۳۱	۴	۵۴	۶	۵۴	۸	۱۶
۲	۳	۵۷	۵	۲۹	۱۲	۱۰	۳	۳۱	۴	۵۴	۶	۵۴	۸	۱۷
۳	۳	۵۶	۵	۲۸	۱۲	۱۰	۳	۳۲	۴	۵۴	۶	۵۵	۸	۱۸
۴	۳	۵۵	۵	۲۷	۱۲	۱۱	۳	۳۲	۴	۵۴	۶	۵۶	۸	۱۹
۵	۳	۵۴	۵	۲۶	۱۲	۱۱	۳	۳۲	۴	۵۵	۶	۵۶	۸	۲۰
۶	۳	۵۳	۵	۲۶	۱۲	۱۱	۳	۳۳	۴	۵۵	۶	۵۷	۸	۲۱
۷	۳	۵۱	۵	۲۵	۱۲	۱۱	۳	۳۳	۴	۵۵	۶	۵۸	۸	۲۲
۸	۳	۵۰	۵	۲۴	۱۲	۱۱	۳	۳۳	۴	۵۵	۶	۵۸	۸	۲۳
۹	۳	۴۸	۵	۲۳	۱۲	۱۱	۳	۳۴	۴	۵۵	۶	۵۹	۸	۲۴
۱۰	۳	۴۷	۵	۲۲	۱۲	۱۱	۳	۳۴	۴	۵۶	۷	۰	۸	۲۴
۱۱	۳	۴۶	۵	۲۲	۱۲	۱۱	۳	۳۴	۴	۵۶	۷	۱	۸	۲۵
۱۲	۳	۴۵	۵	۲۱	۱۲	۱۱	۳	۳۴	۴	۵۶	۷	۲	۸	۲۶
۱۳	۳	۴۴	۵	۲۰	۱۲	۱۱	۳	۳۴	۴	۵۶	۷	۲	۸	۲۷
۱۴	۳	۴۳	۵	۲۰	۱۲	۱۱	۳	۳۵	۴	۵۷	۷	۳	۸	۲۸
۱۵	۳	۴۲	۵	۱۹	۱۲	۱۱	۳	۳۵	۴	۵۷	۷	۴	۸	۲۹
۱۶	۳	۴۱	۵	۱۸	۱۲	۱۱	۳	۳۶	۴	۵۷	۷	۴	۸	۳۰
۱۷	۳	۴۰	۵	۱۸	۱۲	۱۱	۳	۳۶	۴	۵۷	۷	۵	۸	۳۱
۱۸	۳	۴۰	۵	۱۷	۱۲	۱۱	۳	۳۶	۴	۵۸	۷	۶	۸	۳۲
۱۹	۳	۳۹	۵	۱۷	۱۲	۱۱	۳	۳۶	۴	۵۸	۷	۶	۸	۳۳
۲۰	۳	۳۸	۵	۱۶	۱۲	۱۱	۳	۳۷	۴	۵۸	۷	۷	۸	۳۳
۲۱	۳	۳۷	۵	۱۶	۱۲	۱۱	۳	۳۷	۴	۵۸	۷	۸	۸	۳۴
۲۲	۳	۳۷	۵	۱۵	۱۲	۱۱	۳	۳۷	۴	۵۹	۷	۸	۸	۳۵
۲۳	۳	۳۶	۵	۱۵	۱۲	۱۱	۳	۳۸	۴	۵۹	۷	۹	۸	۳۶
۲۴	۳	۳۵	۵	۱۴	۱۲	۱۱	۳	۳۹	۴	۵۹	۷	۹	۸	۳۷
۲۵	۳	۳۴	۵	۱۴	۱۲	۱۱	۳	۳۹	۴	۵۹	۷	۱۰	۸	۳۸
۲۶	۳	۳۴	۵	۱۳	۱۲	۱۱	۳	۳۹	۵	۰	۷	۱۰	۸	۳۹
۲۷	۳	۳۳	۵	۱۳	۱۲	۱۰	۳	۴۰	۵	۰	۷	۱۱	۸	۴۰
۲۸	۳	۳۳	۵	۱۳	۱۲	۱۰	۳	۴۰	۵	۰	۷	۱۲	۸	۴۱
۲۹	۳	۳۲	۵	۱۲	۱۲	۱۰	۳	۴۰	۵	۱	۷	۱۲	۸	۴۲
۳۰	۳	۳۲	۵	۱۲	۱۲	۱۰	۳	۴۰	۵	۱	۷	۱۳	۸	۴۲
۳۱	۳	۳۲	۵	۱۲	۱۲	۱۰	۳۱	۴۱	۵	۱	۷	۳	۸	۴۳

جون

تاریخ شمسی	ختم سحری		طلوع آفتاب		نصف النہار شروع وقت ظہر		اخیر مثل اول		اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر		وقت افطار		شروع وقت عشاء	
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
۱	۳	۳۱	۵	۱۱	۱۲	۱۰	۳	۴۱	۵	۱	۷	۱۴	۸	۴۳
۲	۳	۳۱	۵	۱۱	۱۲	۱۰	۳	۴۲	۵	۲	۷	۱۴	۸	۴۴
۳	۳	۳۱	۵	۱۱	۱۲	۱۱	۳	۴۲	۵	۲	۷	۱۵	۸	۴۴
۴	۳	۳۰	۵	۱۰	۱۲	۱۱	۳	۴۲	۵	۲	۷	۱۵	۸	۴۵
۵	۳	۳۰	۵	۱۰	۱۲	۱۱	۳	۴۳	۵	۳	۷	۱۶	۸	۴۵
۶	۳	۳۰	۵	۱۰	۱۲	۱۱	۳	۴۳	۵	۳	۷	۱۶	۸	۴۶
۷	۳	۳۰	۵	۱۰	۱۲	۱۱	۳	۴۳	۵	۳	۷	۱۷	۸	۴۶
۸	۳	۲۹	۵	۱۰	۱۲	۱۱	۳	۴۳	۵	۴	۷	۱۷	۸	۴۷
۹	۳	۲۹	۵	۱۰	۱۲	۱۲	۳	۴۴	۵	۴	۷	۱۸	۸	۴۸
۱۰	۳	۲۹	۵	۱۰	۱۲	۱۲	۳	۴۵	۵	۴	۷	۱۸	۸	۴۸
۱۱	۳	۲۹	۵	۱۰	۱۲	۱۲	۳	۴۵	۵	۵	۷	۱۹	۸	۴۹
۱۲	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۲	۳	۴۵	۵	۵	۷	۱۹	۸	۴۹
۱۳	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۲	۳	۴۶	۵	۵	۷	۱۹	۸	۵۰
۱۴	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۳	۳	۴۶	۵	۶	۷	۲۰	۸	۵۱
۱۵	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۳	۳	۴۶	۵	۶	۷	۲۰	۸	۵۱
۱۶	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۳	۳	۴۶	۵	۶	۷	۲۰	۸	۵۲
۱۷	۳	۲۸	۵	۱۰	۱۲	۱۳	۳	۴۶	۵	۶	۷	۲۱	۸	۵۲
۱۸	۳	۲۸	۵	۱۱	۱۲	۱۳	۳	۴۷	۵	۷	۷	۲۱	۸	۵۳
۱۹	۳	۲۸	۵	۱۱	۱۲	۱۴	۳	۴۷	۵	۷	۷	۲۱	۸	۵۳
۲۰	۳	۲۸	۵	۱۱	۱۲	۱۴	۳	۴۷	۵	۷	۷	۲۱	۸	۵۳
۲۱	۳	۲۸	۵	۱۱	۱۲	۱۴	۳	۴۷	۵	۷	۷	۲۲	۸	۵۳
۲۲	۳	۲۹	۵	۱۱	۱۲	۱۴	۳	۴۷	۵	۸	۷	۲۲	۸	۵۴
۲۳	۳	۲۹	۵	۱۲	۱۲	۱۴	۳	۴۷	۵	۸	۷	۲۲	۸	۵۴
۲۴	۳	۲۹	۵	۱۲	۱۲	۱۵	۳	۴۸	۵	۸	۷	۲۲	۸	۵۴
۲۵	۳	۳۰	۵	۱۲	۱۲	۱۵	۳	۴۸	۵	۸	۷	۲۳	۸	۵۴
۲۶	۳	۳۰	۵	۱۲	۱۲	۱۵	۳	۴۸	۵	۸	۷	۲۳	۸	۵۴
۲۷	۳	۳۰	۵	۱۳	۱۲	۱۵	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۲۸	۳	۳۱	۵	۱۳	۱۲	۱۶	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۲۹	۳	۳۱	۵	۱۳	۱۲	۱۶	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۳۰	۳	۳۱	۵	۱۴	۱۲	۱۶	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴

جولائی

تاریخ شمسی	ختم سحری		طلوع آفتاب		نصف النہار شروع وقت ظہر		اخیر مثل اول		اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر		وقت افطار		شروع وقت عشاء	
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
۱	۳	۳۲	۵	۱۴	۱۲	۱۶	۳	۵۰	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۲	۳	۳۲	۵	۱۴	۱۲	۱۶	۳	۵۰	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۳	۳	۳۳	۵	۱۵	۱۲	۱۷	۳	۵۰	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۴	۳	۳۳	۵	۱۵	۱۲	۱۷	۳	۵۰	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۵	۳	۳۴	۵	۱۵	۱۲	۱۷	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۴
۶	۳	۳۵	۵	۱۶	۱۲	۱۷	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۳
۷	۳	۳۵	۵	۱۶	۱۲	۱۷	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۳
۸	۳	۳۶	۵	۱۷	۱۲	۱۷	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۳	۸	۵۳
۹	۳	۳۶	۵	۱۷	۱۲	۱۸	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۲	۸	۵۲
۱۰	۳	۳۷	۵	۱۸	۱۲	۱۸	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۲	۸	۵۲
۱۱	۳	۳۸	۵	۱۸	۱۲	۱۸	۳	۴۹	۵	۹	۷	۲۲	۸	۵۱
۱۲	۳	۳۸	۵	۱۹	۱۲	۱۸	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۲	۸	۵۱
۱۳	۳	۳۹	۵	۱۹	۱۲	۱۸	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۱	۸	۵۰
۱۴	۳	۴۰	۵	۲۰	۱۲	۱۸	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۱	۸	۵۰
۱۵	۳	۴۱	۵	۲۰	۱۲	۱۸	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۱	۸	۴۹
۱۶	۳	۴۲	۵	۲۱	۱۲	۱۹	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۰	۸	۴۹
۱۷	۳	۴۲	۵	۲۲	۱۲	۱۹	۳	۴۸	۵	۹	۷	۲۰	۸	۴۸
۱۸	۳	۴۳	۵	۲۲	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۹	۷	۲۰	۸	۴۸
۱۹	۳	۴۴	۵	۲۳	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۹	۷	۱۹	۸	۴۷
۲۰	۳	۴۵	۵	۲۳	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۹	۷	۱۹	۸	۴۷
۲۱	۳	۴۶	۵	۲۴	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۹	۷	۱۸	۸	۴۶
۲۲	۳	۴۷	۵	۲۴	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۸	۷	۱۸	۸	۴۵
۲۳	۳	۴۸	۵	۲۵	۱۲	۱۹	۳	۴۷	۵	۸	۷	۱۷	۸	۴۴
۲۴	۳	۴۹	۵	۲۵	۱۲	۱۹	۳	۴۶	۵	۸	۷	۱۷	۸	۴۳
۲۵	۳	۵۰	۵	۲۶	۱۲	۱۹	۳	۴۶	۵	۸	۷	۱۶	۸	۴۲
۲۶	۳	۵۱	۵	۲۷	۱۲	۱۹	۳	۴۶	۵	۸	۷	۱۶	۸	۴۱
۲۷	۳	۵۱	۵	۲۷	۱۲	۱۹	۳	۴۶	۵	۸	۷	۱۵	۸	۴۰
۲۸	۳	۵۲	۵	۲۸	۱۲	۱۹	۳	۴۵	۵	۷	۷	۱۵	۸	۴۰
۲۹	۳	۵۲	۵	۲۸	۱۲	۱۹	۳	۴۵	۵	۷	۷	۱۴	۸	۳۹
۳۰	۳	۵۳	۵	۲۹	۱۲	۱۹	۳	۴۵	۵	۷	۷	۱۳	۸	۳۸
۳۱	۳	۵۴	۵	۳۰	۱۲	۱۹	۳	۴۵	۵	۷	۷	۱۲	۸	۳۷

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	منٹ	وقت افطار گھنٹہ	منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	منٹ
۱	۳	۵۵	۵	۳۰	۱۲	۱۹	۳	۴۵	۵	۶	۷	۱۲	۸	۳۶
۲	۳	۵۶	۵	۳۱	۱۲	۱۹	۳	۴۴	۵	۶	۷	۱۱	۸	۳۵
۳	۳	۵۷	۵	۳۲	۱۲	۱۹	۳	۴۴	۵	۶	۷	۱۰	۸	۳۴
۴	۳	۵۸	۵	۳۲	۱۲	۱۹	۳	۴۳	۵	۵	۷	۹	۸	۳۳
۵	۳	۵۹	۵	۳۳	۱۲	۱۸	۳	۴۳	۵	۵	۷	۸	۸	۳۲
۶	۴	۰	۵	۳۳	۱۲	۱۸	۳	۴۲	۵	۴	۷	۷	۸	۳۱
۷	۴	۱	۵	۳۴	۱۲	۱۸	۳	۴۲	۵	۴	۷	۶	۸	۳۰
۸	۴	۲	۵	۳۴	۱۲	۱۸	۳	۴۱	۵	۳	۷	۵	۸	۲۹
۹	۴	۳	۵	۳۵	۱۲	۱۸	۳	۴۰	۵	۳	۷	۴	۸	۲۸
۱۰	۴	۴	۵	۳۶	۱۲	۱۸	۳	۴۰	۵	۳	۷	۳	۸	۲۷
۱۱	۴	۴	۵	۳۶	۱۲	۱۸	۳	۳۹	۵	۲	۷	۲	۸	۲۶
۱۲	۴	۵	۵	۳۷	۱۲	۱۸	۳	۳۸	۵	۱	۷	۱	۸	۲۵
۱۳	۴	۶	۵	۳۷	۱۲	۱۸	۳	۳۷	۵	۰	۷	۰	۸	۲۴
۱۴	۴	۷	۵	۳۸	۱۲	۱۷	۳	۳۷	۵	۰	۶	۵۹	۸	۲۳
۱۵	۴	۸	۵	۳۹	۱۲	۱۷	۳	۳۷	۴	۵۹	۶	۵۸	۸	۲۱
۱۶	۴	۸	۵	۳۹	۱۲	۱۷	۳	۳۶	۴	۵۹	۶	۵۷	۸	۲۰
۱۷	۴	۹	۵	۴۰	۱۲	۱۷	۳	۳۵	۴	۵۸	۶	۵۶	۸	۱۹
۱۸	۴	۱۰	۵	۴۰	۱۲	۱۶	۳	۳۵	۴	۵۷	۶	۵۵	۸	۱۸
۱۹	۴	۱۱	۵	۴۱	۱۲	۱۶	۳	۳۴	۴	۵۷	۶	۵۴	۸	۱۶
۲۰	۴	۱۱	۵	۴۲	۱۲	۱۶	۳	۳۴	۴	۵۶	۶	۵۳	۸	۱۵
۲۱	۴	۱۲	۵	۴۲	۱۲	۱۶	۳	۳۳	۴	۵۵	۶	۵۲	۸	۱۳
۲۲	۴	۱۳	۵	۴۳	۱۲	۱۵	۳	۳۲	۴	۵۵	۶	۵۱	۸	۱۲
۲۳	۴	۱۴	۵	۴۳	۱۲	۱۵	۳	۳۲	۴	۵۴	۶	۵۰	۸	۱۱
۲۴	۴	۱۵	۵	۴۴	۱۲	۱۵	۳	۳۱	۴	۵۳	۶	۴۹	۸	۱۰
۲۵	۴	۱۶	۵	۴۴	۱۲	۱۵	۳	۳۰	۴	۵۳	۶	۴۸	۸	۸
۲۶	۴	۱۶	۵	۴۵	۱۲	۱۴	۳	۲۹	۴	۵۲	۶	۴۷	۸	۷
۲۷	۴	۱۷	۵	۴۶	۱۲	۱۴	۳	۲۹	۴	۵۱	۶	۴۶	۸	۵
۲۸	۴	۱۸	۵	۴۶	۱۲	۱۴	۳	۲۸	۴	۵۰	۶	۴۵	۸	۴
۲۹	۴	۱۹	۵	۴۷	۱۲	۱۴	۳	۲۸	۴	۵۰	۶	۴۴	۸	۳
۳۰	۴	۲۰	۵	۴۷	۱۲	۱۳	۳	۲۷	۴	۴۹	۶	۴۳	۸	۲
۳۱	۴	۲۰	۵	۴۸	۱۲	۱۳	۳	۲۶	۴	۴۸	۶	۴۲	۸	

ستمبر

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	منٹ	وقت افطار گھنٹہ	منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	منٹ
۱	۴	۲۱	۵	۴۸	۱۲	۱۳	۳	۲۵	۴	۴۸	۶	۴۰	۷	۵۹
۲	۴	۲۲	۵	۴۹	۱۲	۱۲	۳	۲۴	۴	۴۷	۶	۳۹	۷	۵۷
۳	۴	۲۲	۵	۴۹	۱۲	۱۲	۳	۲۳	۴	۴۶	۶	۳۸	۷	۵۶
۴	۴	۲۳	۵	۵۰	۱۲	۱۲	۳	۲۲	۴	۴۵	۶	۳۷	۷	۵۵
۵	۴	۲۳	۵	۵۰	۱۲	۱۱	۳	۲۱	۴	۴۴	۶	۳۶	۷	۵۳
۶	۴	۲۴	۵	۵۱	۱۲	۱۱	۳	۲۱	۴	۴۳	۶	۳۴	۷	۵۲
۷	۴	۲۵	۵	۵۲	۱۲	۱۱	۳	۲۰	۴	۴۲	۶	۳۳	۷	۵۰
۸	۴	۲۶	۵	۵۲	۱۲	۱۰	۳	۱۹	۴	۴۱	۶	۳۲	۷	۴۹
۹	۴	۲۷	۵	۵۳	۱۲	۱۰	۳	۱۸	۴	۴۰	۶	۳۱	۷	۴۸
۱۰	۴	۲۷	۵	۵۳	۱۲	۱۰	۳	۱۷	۴	۳۹	۶	۲۹	۷	۴۶
۱۱	۴	۲۸	۵	۵۴	۱۲	۹	۳	۱۶	۴	۳۸	۶	۲۸	۷	۴۵
۱۲	۴	۲۸	۵	۵۴	۱۲	۹	۳	۱۶	۴	۳۷	۶	۲۷	۷	۴۳
۱۳	۴	۲۹	۵	۵۵	۱۲	۹	۳	۱۵	۴	۳۶	۶	۲۶	۷	۴۲
۱۴	۴	۳۰	۵	۵۵	۱۲	۸	۳	۱۴	۴	۳۵	۶	۲۵	۷	۴۱
۱۵	۴	۳۰	۵	۵۶	۱۲	۸	۳	۱۳	۴	۳۴	۶	۲۳	۷	۴۰
۱۶	۴	۳۱	۵	۵۶	۱۲	۸	۳	۱۲	۴	۳۳	۶	۲۲	۷	۳۹
۱۷	۴	۳۲	۵	۵۷	۱۲	۷	۳	۱۲	۴	۳۳	۶	۲۱	۷	۳۷
۱۸	۴	۳۳	۵	۵۸	۱۲	۷	۳	۱۱	۴	۳۱	۶	۲۰	۷	۳۶
۱۹	۴	۳۴	۵	۵۸	۱۲	۶	۳	۱۰	۴	۳۰	۶	۱۸	۷	۳۵
۲۰	۴	۳۴	۵	۵۹	۱۲	۶	۳	۹	۴	۲۹	۶	۱۷	۷	۳۳
۲۱	۴	۳۵	۵	۵۹	۱۲	۶	۳	۹	۴	۲۸	۶	۱۶	۷	۳۲
۲۲	۴	۳۵	۶	۰	۱۲	۵	۳	۸	۴	۲۷	۶	۱۵	۷	۳۰
۲۳	۴	۳۶	۶	۰	۱۲	۵	۳	۷	۴	۲۶	۶	۱۳	۷	۲۹
۲۴	۴	۳۶	۶	۱	۱۲	۵	۳	۶	۴	۲۵	۶	۱۲	۷	۲۸
۲۵	۴	۳۷	۶	۱	۱۲	۴	۳	۵	۴	۲۴	۶	۱۱	۷	۲۶
۲۶	۴	۳۷	۶	۲	۱۲	۴	۳	۵	۴	۲۳	۶	۱۰	۷	۲۵
۲۷	۴	۳۸	۶	۲	۱۲	۴	۳	۴	۴	۲۲	۶	۸	۷	۲۳
۲۸	۴	۳۹	۶	۳	۱۲	۳	۳	۲	۴	۲۱	۶	۷	۷	۲۲
۲۹	۴	۳۹	۶	۳	۱۲	۳	۳	۱	۴	۲۰	۶	۶	۷	۲۱
۳۰	۴	۴۰	۶	۴	۱۲	۳	۳	۱	۴	۱۹	۶	۵	۷	۲۰

اکتوبر

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	اخیر مثل اول منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۴	۴۱	۶	۵	۱۲	۲	۳	۰	۴	۱۹	۶	۴	۷	۱۹
۲	۴	۴۱	۶	۵	۱۲	۲	۳	۰	۴	۱۸	۶	۲	۷	۱۷
۳	۴	۴۲	۶	۶	۱۲	۲	۲	۵۹	۴	۱۷	۶	۱	۷	۱۶
۴	۴	۴۳	۶	۶	۱۲	۲	۲	۵۹	۴	۱۶	۶	۰	۷	۱۵
۵	۴	۴۳	۶	۷	۱۲	۱	۲	۵۸	۴	۱۵	۵	۵۹	۷	۱۴
۶	۴	۴۴	۶	۸	۱۲	۱	۲	۵۸	۴	۱۴	۵	۵۸	۷	۱۳
۷	۴	۴۴	۶	۸	۱۲	۱	۲	۵۷	۴	۱۳	۵	۵۶	۷	۱۱
۸	۴	۴۵	۶	۹	۱۲	۰	۲	۵۶	۴	۱۲	۵	۵۵	۷	۱۰
۹	۴	۴۶	۶	۱۰	۱۲	۰	۲	۵۵	۴	۱۱	۵	۵۴	۷	۹
۱۰	۴	۴۶	۶	۱۰	۱۲	۰	۲	۵۴	۴	۱۰	۵	۵۳	۷	۸
۱۱	۴	۴۷	۶	۱۱	۱۲	۰	۲	۵۳	۴	۹	۵	۵۲	۷	۷
۱۲	۴	۴۷	۶	۱۱	۱۱	۵۸	۲	۵۲	۴	۸	۵	۵۱	۷	۶
۱۳	۴	۴۸	۶	۱۲	۱۱	۵۸	۲	۵۱	۴	۷	۵	۴۹	۷	۵
۱۴	۴	۴۹	۶	۱۳	۱۱	۵۸	۲	۵۱	۴	۶	۵	۴۸	۷	۴
۱۵	۴	۴۹	۶	۱۳	۱۱	۵۸	۲	۵۰	۴	۵	۵	۴۷	۷	۳
۱۶	۴	۵۰	۶	۱۴	۱۱	۵۷	۲	۴۹	۴	۴	۵	۴۶	۷	۲
۱۷	۴	۵۰	۶	۱۵	۱۱	۵۷	۲	۴۸	۴	۳	۵	۴۵	۷	۱
۱۸	۴	۵۱	۶	۱۵	۱۱	۵۷	۲	۴۸	۴	۲	۵	۴۴	۷	۰
۱۹	۴	۵۱	۶	۱۶	۱۱	۵۷	۲	۴۷	۴	۱	۵	۴۳	۶	۵۹
۲۰	۴	۵۲	۶	۱۶	۱۱	۵۷	۲	۴۶	۴	۰	۵	۴۲	۶	۵۸
۲۱	۴	۵۲	۶	۱۷	۱۱	۵۶	۲	۴۶	۳	۵۹	۵	۴۱	۶	۵۷
۲۲	۴	۵۳	۶	۱۸	۱۱	۵۶	۲	۴۵	۳	۵۸	۵	۴۰	۶	۵۶
۲۳	۴	۵۳	۶	۱۸	۱۱	۵۶	۲	۴۵	۳	۵۷	۵	۳۹	۶	۵۵
۲۴	۴	۵۴	۶	۱۹	۱۱	۵۶	۲	۴۴	۳	۵۶	۵	۳۸	۶	۵۴
۲۵	۴	۵۴	۶	۲۰	۱۱	۵۶	۲	۴۴	۳	۵۶	۵	۳۷	۶	۵۳
۲۶	۴	۵۵	۶	۲۱	۱۱	۵۶	۲	۴۴	۳	۵۵	۵	۳۶	۶	۵۲
۲۷	۴	۵۶	۶	۲۲	۱۱	۵۶	۲	۴۳	۳	۵۴	۵	۳۵	۶	۵۱
۲۸	۴	۵۷	۶	۲۲	۱۱	۵۶	۲	۴۲	۳	۵۳	۵	۳۴	۶	۵۱
۲۹	۴	۵۸	۶	۲۳	۱۱	۵۵	۲	۴۱	۳	۵۲	۵	۳۳	۶	۵۰
۳۰	۴	۵۸	۶	۲۴	۱۱	۵۵	۲	۴۱	۳	۵۱	۵	۳۲	۶	۴۹
۳۱	۴	۵۹	۶	۲۴	۱۱	۵۵	۲	۴۰	۳	۵۰	۵	۳۱	۶	۴۸

نومبر

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	اخیر مثل اول منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۵	۰	۶	۲۵	۱۱	۵۶	۲	۴۰	۳	۵۰	۵	۳۱	۶	۴۷
۲	۵	۱	۶	۲۶	۱۱	۵۶	۲	۴۰	۳	۴۹	۵	۳۰	۶	۴۷
۳	۵	۲	۶	۲۷	۱۱	۵۶	۲	۳۹	۳	۴۸	۵	۲۹	۶	۴۶
۴	۵	۲	۶	۲۸	۱۱	۵۶	۲	۳۹	۳	۴۷	۵	۲۸	۶	۴۶
۵	۵	۳	۶	۲۸	۱۱	۵۶	۲	۳۹	۳	۴۶	۵	۲۸	۶	۴۵
۶	۵	۳	۶	۲۹	۱۱	۵۶	۲	۳۸	۳	۴۵	۵	۲۷	۶	۴۴
۷	۵	۴	۶	۳۰	۱۱	۵۶	۲	۳۸	۳	۴۴	۵	۲۶	۶	۴۴
۸	۵	۵	۶	۳۱	۱۱	۵۶	۲	۳۷	۳	۴۴	۵	۲۵	۶	۴۳
۹	۵	۵	۶	۳۲	۱۱	۵۶	۲	۳۷	۳	۴۴	۵	۲۵	۶	۴۳
۱۰	۵	۶	۶	۳۲	۱۱	۵۷	۲	۳۷	۳	۴۳	۵	۲۴	۶	۴۲
۱۱	۵	۶	۶	۳۳	۱۱	۵۷	۲	۳۷	۳	۴۳	۵	۲۴	۶	۴۱
۱۲	۵	۷	۶	۳۴	۱۱	۵۷	۲	۳۷	۳	۴۲	۵	۲۳	۶	۴۱
۱۳	۵	۸	۶	۳۵	۱۱	۵۷	۲	۳۶	۳	۴۲	۵	۲۳	۶	۴۰
۱۴	۵	۸	۶	۳۶	۱۱	۵۷	۲	۳۶	۳	۴۱	۵	۲۲	۶	۴۰
۱۵	۵	۹	۶	۳۷	۱۱	۵۷	۲	۳۶	۳	۴۱	۵	۲۲	۶	۳۹
۱۶	۵	۱۰	۶	۳۸	۱۱	۵۷	۲	۳۵	۳	۴۰	۵	۲۱	۶	۳۹
۱۷	۵	۱۱	۶	۳۹	۱۱	۵۸	۲	۳۵	۳	۴۰	۵	۲۱	۶	۳۸
۱۸	۵	۱۲	۶	۴۰	۱۱	۵۸	۲	۳۵	۳	۳۹	۵	۲۰	۶	۳۸
۱۹	۵	۱۲	۶	۴۱	۱۱	۵۸	۲	۳۵	۳	۳۹	۵	۲۰	۶	۳۸
۲۰	۵	۱۳	۶	۴۲	۱۱	۵۸	۲	۳۵	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۳۷
۲۱	۵	۱۴	۶	۴۳	۱۱	۵۸	۲	۳۵	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۳۷
۲۲	۵	۱۵	۶	۴۳	۱۱	۵۹	۲	۳۴	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۳۷
۲۳	۵	۱۵	۶	۴۴	۱۱	۵۹	۲	۳۴	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۷
۲۴	۵	۱۶	۶	۴۵	۱۱	۵۹	۲	۳۴	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۶
۲۵	۵	۱۶	۶	۴۶	۱۲	۰	۲	۳۴	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۶
۲۶	۵	۱۷	۶	۴۷	۱۲	۰	۲	۳۵	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۶
۲۷	۵	۱۷	۶	۴۷	۱۲	۰	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۲۸	۵	۱۸	۶	۴۸	۱۲	۰	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۲۹	۵	۱۹	۶	۴۹	۱۲	۱	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۳۰	۵	۲۰	۶	۵۰	۱۲	۱	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶

دسمبر

تاریخ شمسی	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	نصف النہار شروع وقت ظہر گھنٹہ	نصف النہار شروع وقت ظہر منٹ	اخیر مثل اول گھنٹہ	اخیر مثل اول منٹ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر گھنٹہ	اخیر مثل ثانی شروع وقت عصر منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ	شروع وقت عشاء گھنٹہ	شروع وقت عشاء منٹ
۱	۵	۲۱	۶	۵۱	۱۲	۲	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۲	۵	۲۲	۶	۵۲	۱۲	۲	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۳	۵	۲۳	۶	۵۲	۱۲	۲	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۶
۴	۵	۲۳	۶	۵۳	۱۲	۳	۲	۳۵	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۷
۵	۵	۲۴	۶	۵۴	۱۲	۳	۲	۳۶	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۷
۶	۵	۲۴	۶	۵۵	۱۲	۴	۲	۳۷	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۷
۷	۵	۲۵	۶	۵۵	۱۲	۴	۲	۳۷	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۷
۸	۵	۲۶	۶	۵۶	۱۲	۴	۲	۳۷	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۷
۹	۵	۲۶	۶	۵۷	۱۲	۵	۲	۳۷	۳	۳۶	۵	۱۷	۶	۳۸
۱۰	۵	۲۷	۶	۵۸	۱۲	۵	۲	۳۸	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۸
۱۱	۵	۲۷	۶	۵۸	۱۲	۶	۲	۳۸	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۸
۱۲	۵	۲۸	۶	۵۹	۱۲	۶	۲	۳۸	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۹
۱۳	۵	۲۸	۷	۰	۱۲	۷	۲	۳۹	۳	۳۷	۵	۱۸	۶	۳۹
۱۴	۵	۲۹	۷	۰	۱۲	۷	۲	۳۹	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۳۹
۱۵	۵	۲۹	۷	۱	۱۲	۸	۲	۳۹	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۴۰
۱۶	۵	۳۰	۷	۲	۱۲	۸	۲	۳۹	۳	۳۸	۵	۱۹	۶	۴۰
۱۷	۵	۳۱	۷	۲	۱۲	۹	۲	۴۰	۳	۳۸	۵	۲۰	۶	۴۰
۱۸	۵	۳۱	۷	۳	۱۲	۹	۲	۴۰	۳	۳۹	۵	۲۰	۶	۴۱
۱۹	۵	۳۲	۷	۳	۱۲	۱۰	۲	۴۱	۳	۳۹	۵	۲۰	۶	۴۱
۲۰	۵	۳۲	۷	۴	۱۲	۱۰	۲	۴۱	۳	۳۹	۵	۲۱	۶	۴۱
۲۱	۵	۳۳	۷	۴	۱۲	۱۱	۲	۴۲	۳	۴۰	۵	۲۱	۶	۴۲
۲۲	۵	۳۳	۷	۵	۱۲	۱۱	۲	۴۲	۳	۴۰	۵	۲۲	۶	۴۲
۲۳	۵	۳۴	۷	۵	۱۲	۱۲	۲	۴۳	۳	۴۱	۵	۲۲	۶	۴۳
۲۴	۵	۳۴	۷	۶	۱۲	۱۲	۲	۴۳	۳	۴۱	۵	۲۳	۶	۴۳
۲۵	۵	۳۵	۷	۶	۱۲	۱۳	۲	۴۴	۳	۴۲	۵	۲۳	۶	۴۴
۲۶	۵	۳۵	۷	۷	۱۲	۱۳	۲	۴۵	۳	۴۲	۵	۲۴	۶	۴۴
۲۷	۵	۳۵	۷	۷	۱۲	۱۴	۲	۴۵	۳	۴۳	۵	۲۵	۶	۴۵
۲۸	۵	۳۶	۷	۷	۱۲	۱۴	۲	۴۶	۳	۴۳	۵	۲۵	۶	۴۶
۲۹	۵	۳۶	۷	۸	۱۲	۱۵	۲	۴۷	۳	۴۴	۵	۲۶	۶	۴۶
۳۰	۵	۳۶	۷	۸	۱۲	۱۵	۲	۴۸	۳	۴۴	۵	۲۶	۶	۴۷
۳۱	۵	۳۷	۷	۹	۱۲	۱۶	۲	۴۸	۳	۴۵	۵	۲۷	۶	۴۷